**BNHS201DCT**

# ہندوستان کی تاریخ

## تیسری صدی قبل عام دور سے آٹھویں صدی عام دور کے وسط تک

# History of India

## 3rd Century BCE to Mid-8th Century CE

بی۔اے۔(آنرس)

چارسالہ پروگرام

دوسرا سمسٹر (تاریخ)


مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ، بھارت

Copyright © 2025, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

*All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)*

| | | |
|---|---|---|
| ISBN | : | 978-81-993135-2-1 |
| Course | : | History of India: 3rd Century BCE to Mid-8th Century CE |
| First Edition | : | September 2025 |
| Copies | : | 4100 |
| Price | : | 175/- (The price of the book is included in admission fee of distance mode students) |

## Course Coordinator

*Vidya Vachaspati* Shaik Mahaboob Basha, Associate Professor (History), CDOE, MANUU

## Editorial Board/Editors

*Vidya Vachaspati* **Shaik Mahaboob Basha**
Associate Professor (History), CDOE, MANUU

**Dr Syed Meer Abul Hussain**
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

**Mr Mohd Aasim**
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

**Dr Ikramul Haque**
Asst. Professor, Dept. of History, MANUU

**Dr Zeyaul Haque**
Asst. Professor, CAS, Dept. of History, AMU

**Dr Daud Ibrahim**
Guest Faculty, Dept. of History, MANUU

**Dr Khursheed Ahmad Bhatt**
Guest Faculty (History), Lucknow Campus, MANUU

**Prof. S.M. Azizuddin Husain**
Former Head, Dept. of History & Culture, JMI

**Prof. Mushtaq Ahmad Kaw**
Former Head, Dept. of History, MANUU

**Prof. Perwez Nazir**
Centre for Advanced Studies, Dept. of History, AMU

**Prof. Danish Moin**
Dept. of History, MANUU

**Prof. Alauddin Khan**
Head, Dept. of History, Shibli National College

**Dr Samana Zafar**
Asst. Professor, Dept. of History & Culture, JMI

**Dr Mohd Akmal Khan**
Asst. Prof. of Urdu (C), CDOE, MANUU
(Language Editor)

## Production

Prof. Nikhath Jahan,
Professor (Urdu),
CDOE, MANUU

Mr P Habibulla,
Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr Mohd Akmal Khan,
Assistant Professor (C)/Guest Faculty,
CDOE, MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Syed Faheemuddin, LDC,
Purchase & Stores Section, MANUU

*On behalf of the Registrar, Published by:*

**Centre for Distance and Online Education**

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India

*Director:*dir.dde@manuu.edu.in*Publication:*ddepublication@manuu.edu.in

Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

CRC Prepared by Dr Syed Meer Abul Hussain, Faculty of History, CDOE, MANUU

Printed at Karshak Print Solutions Private Limited, Hyderabad

# فہرست


| | | | |
|---|---|---|---|
| پیغام | | وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی | 5 |
| پیغام | | ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم | 6 |
| کورس کا تعارف | | کورس کوآرڈی نیٹر (تاریخ) | 7 |
| **اکائی نمبر** | **اکائی کا نام** | **مصنف** | **صفحہ نمبر** |
| **بلاکI** | **موریائی دور** | | |
| 1 | موریہ سلطنت کا قیام اور توسیع | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی/ محمد عاصم | 9 |
| 2 | اشوک کے تحت موریہ سلطنت اور اس کا دھم کا نظریہ | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی/ڈاکٹر سید میر ابوالحسین | 20 |
| 3 | موریائی نظم و نسق | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی/ محمد عاصم | 38 |
| 4 | موریہ دور میں سماج، معیشت اور ثقافت | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی/ڈاکٹر سید میر ابوالحسین | 51 |
| 5 | موریائی سلطنت کا زوال: تاریخ نویسی سے متعلق مباحث | پروفیسر پرویز نظیر | 65 |
| **بلاکII** | **مابعد موریائی دور** | | |
| 6 | سیاسی طاقتوں کا ایک جائزہ: شنگ اور کنوٗ | ڈاکٹر داؤد ابراہیم | 77 |
| 7 | کشان اور کنشک | ڈاکٹر پوجا رینے | 90 |
| 8 | ستواہن خاندان | ڈاکٹر پوجا رینے | 108 |
| 9 | سنگم دور | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی | 122 |
| 10 | مابعد موریہ دور میں تجارت اور کاروبار | جناب محمد عاصم | 137 |
| **بلاکIII** | **گپت دور** | | |
| 11 | گپت سلطنت کا قیام، توسیع اور استحکام | ڈاکٹر اکرام الحق | 154 |
| 12 | گپت سلطنت کے تحت ریاست اور انتظامیہ | جناب محمد عاصم | 174 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 13 | گپت دور میں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی | جناب محمد عاصم | 189 |
| **بلاک IV** | **مابعد گپت دور** | | |
| 14 | ہرش وردھن اور اس کے کارنامے | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی | 205 |
| 15 | ہرش کے عہد میں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی | 217 |
| 16 | چالوکیہ خاندان | ڈاکٹر احمد | 226 |
| 17 | پلوّ خاندان | جناب محمد عاصم | 241 |
| 18 | دکن اور جنوبی ہند کی ثقافت: زبان و ادب، فن اور فن تعمیر | ڈاکٹر سید میر ابوالحسین | 256 |
| | **تجویز کردہ اکتسابی مواد** | | 269 |
| | **نمونہ امتحانی پرچہ** | | 271 |

# مصنفین کی تفصیلات

## (Writers' Details)

| | |
|---|---|
| **Dr Saifullah Saifi**<br>Assistant Professor CAS, Dept. of History, AMU | ڈاکٹر سیف اللہ سیفی، سی اے ایس، شعبہ تاریخ، اے ایم یو، علی گڑھ |
| **Mr Mohd Aasim**<br>Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU | جناب محمد عاصم، سی ڈی او ای، مانو، حیدرآباد |
| **Dr Syed Meer Abul Hussain**<br>Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU | ڈاکٹر سید میر ابوالحسین، سی ڈی او ای، مانو، حیدرآباد |
| **Prof. Perwez Nazir**<br>Centre for Advanced Studies, Dept. of History, AMU | پروفیسر پرویز نظیر، سی اے ایس، شعبہ تاریخ، اے ایم یو، علی گڑھ |
| **Dr Daud Ibrahim**<br>Guest Faculty, Dept. of History, MANUU | ڈاکٹر داؤد ابراہیم، شعبہ تاریخ، مانو، حیدرآباد |
| **Dr Pooja Rhine** | ڈاکٹر پوجا رہنے |
| **Dr Ikramul Haque**<br>Asst. Professor, Dept. of History, MANUU | ڈاکٹر اکرام الحق، شعبہ تاریخ، مانو، حیدرآباد |
| **Dr Ahmad**<br>PGT, MANUU Model School Hyderabad | ڈاکٹر احمد، پی جی ٹی، مانو ماڈل اسکول، حیدرآباد |

**پروف ریڈرس** (Proof Readers)

**اول** : محمد عاصم

**دوم** : سید میر ابوالحسین

**فائنل** : شیخ محبوب باشا

ٹائٹل پیج (Title Page): ابراہیم اکرم صدیقی

# پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ +A حاصل کیا ہے۔اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقۂ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری/گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات واطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثرانداز ہوگا۔
فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم وتدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو/ہندی/انگریزی/عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

**پروفیسر سید عین الحسن**
شیخ الجامعہ، مانو

# پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جاچکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جارہے ہیں۔ سی ڈی او ای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام او ڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراوتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنر سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جارہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جارہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائد تدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جارہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

**پروفیسر محمد رضااللہ خان**

ڈائرکٹر، سی ڈی او ای، مانو

# کورس کا تعارف

عزیز طلبا! آداب۔ کورس ''تاریخ ہندوستان: تیسری صدی قبل عام دور سے آٹھویں صدی عام دور کے وسط تک'' میں خوش آمدید۔ این ای پی-2020 کے تقاضوں کے مطابق تاریخ کے مضمون پر یہ خود اکتسابی مواد، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے فاصلاتی تعلیم کے ان طلبا کے لیے تیار کیا گیا ہے جو چار سالہ پروگرام کے سمسٹر دوم میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں آپ موریہ سلطنت کے قیام، چندر گپت موریہ کی فتوحات اور اشوک کی دھم پالیسی کے علاوہ موریہ عہد کے سیاسی و معاشی نظام سے روشناس ہوں گے۔ اس کے بعد گپت سلطنت کی ترقی، فنونِ لطیفہ اور علم و ادب کے فروغ، نیز ہندوستان میں سماجی و مذہبی رجحانات کے ارتقا پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں تاریخی ذرائع مثلاً کوٹلیہ کی ارتھ شاستر، میگاستھنیز کی انڈیکا، اشوک کے فرامین اور جین و بدھ مت کی روایات کے حوالے سے معلومات فراہم کی گئی ہیں، جن سے قدیم ہندوستانی تہذیب اور نظم و نسق کی گہرائی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف ماضی کے سیاسی و سماجی ارتقا کا نقشہ پیش کرتی ہے بلکہ آپ کو تاریخ کو تنقیدی زاویے سے دیکھنے، مختلف مآخذ کی اہمیت سمجھنے اور تاریخی واقعات کا تجزیہ کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے۔

حالیہ دور تک، تاریخ کو بادشاہوں اور شہنشاہوں کے عظیم کارناموں/بداعمالیوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ ملکائیں بھی زیادہ تر اپنے عظیم مردوں کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں، تاریخ کو بادشاہوں اور ریاستوں، شہنشاہوں اور سلطنتوں، کے ناموں کی ایک لمبی فہرست سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ان کے ذریعے لڑی جانے والی جنگوں اور ان کی محبوباؤں وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل تھا۔ مختصراً، تاریخ کا مطلب سیاسی تاریخ تھا اور بدقسمتی سے یہ سوچ عام لوگوں کے ذہنوں پر ابھی بھی حاوی ہے۔ عام لوگ، محنت کش عوام، جو اصل تاریخ ساز تھے، شاید ہی کبھی تاریخ کے ڈرامے میں نظر آئے۔ لیکن، اب تاریخ کے بارے میں نقطہ نظر بڑی حد تک تبدیل ہو چکا ہے اور اسی لیے تاریخ لکھنے کا طریقہ بھی بدل گیا ہے۔ عام لوگ بشمول مرد و خواتین، نے تاریخ میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تاریخ کی توجہ حکمرانوں سے رعایا کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ جیسا کہ تیلگو شاعر سری سری (سری رنگم سری نواس راؤ) نے اپنی نظم میں مناسب طریقے سے بیان کیا ہے، اب مورخین اس کی کھوج کرنا چاہتے ہیں اور 'تاریخ کے اندھیرے میں دبی پڑی سب کہانیوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ پوچھنے لگے کہ دریائے نیل کی تہذیب میں عام زندگی کیسی تھی اور تاج محل کی تعمیر میں پتھر ڈھونے والے قلی کون تھے اور سلطنتوں کے باہمی جنگوں میں عام لوگوں کی بہادری کیسی تھی۔ ناوہ ڈولی گنتی کی تھی چڑھ بیٹھا جس پر راجا، اس کے واہک کلی کون تھے؟' یہ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ کا مطالعہ عام لوگوں کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ مشہور ادیب جارج اورویل نے تاریخ کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ: 'جو ماضی کو قابو کرتے ہیں وہی مستقبل کو قابو کرتے ہیں: جو حال کو قابو کرتے ہیں وہی ماضی کو قابو کرتے ہیں۔' ممتاز مورخ پروفیسر کے ایس ایس شیشن نے زور دیا کہ 'تاریخ کا سماج سے وہی رشتہ ہے جو یادداشت کا فرد سے ہے۔' ودیا واچسپتی ایس ایم باشا کے مطابق جو ماضی کو اچھے سے سمجھتے ہیں، وہ حال کو بہترین طریقے سے سمجھ سکتے ہیں؛ اور اسی طرح ماضی کو اچھے ڈھنگ سے سمجھنے کے لیے حال کا گہرا علم ضروری ہے۔

UGC-DEB کی ہدایات کے مطابق، مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے خود اکتسابی مواد لکھنے کے لیے بہترین مصنفین کو راغب کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ نہ صرف آپ کی تعلیمی کارکردگی کے لیے کارآمد ثابت ہوگا بلکہ مختلف مسابقتی امتحانات کو اعتماد کے ساتھ دینے کے قابل بھی بنائے گا۔ ہم شعبہ تاریخ، مرکز برائے فاصلاتی وآن لائن تعلیم میں، آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ کورس میں ایک بار پھر خوش آمدید۔ میں آپ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

**ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا**

کورس کوآرڈی نیٹر

# اکائی 1۔ موریہ سلطنت کا قیام اور توسیع

(Foundation and Expansion of the Mauryan Empire)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید
1.1 مقاصد
1.2 مآخذ
1.2.1 ادبی مآخذ
1.2.1.1 ملکی مآخذ
1.2.1.2 غیر ملکی مآخذ
1.2.2 غیر ادبی مآخذ/آثارِ قدیمہ
1.3 بانی سلطنت: چندر گپت موریہ
1.3.1 حسب ونسب
1.3.2 ابتدائی زندگی
1.4 چندر گپت موریہ کی فتوحات
1.5 بندوسار
1.6 اکتسابی نتائج
1.7 فرہنگ
1.8 نمونہ امتحانی سوالات
1.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
1.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
1.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 1.0 تمہید (Introduction)

شمالی ہند میں موریہ سلطنت کا قیام ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ مانا جاتا ہے۔ موریہ عہد کی تاریخ کو جاننے کے لیے ہمارے پاس مختلف ذرائع ہیں۔ ان میں سے میگا ستھنیز کی انڈیکا اور کوٹلیہ کی ارتھ شاستر سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ موریہ خاندان کی بنیاد 321 ق۔ م میں چندر گپت موریہ نے رکھی تھی۔ اس نے پاٹلی پتر کو موریہ سلطنت کی راجدھانی بنانے کا اعلان کیا۔ اس نے ایک مضبوط سلطنت قائم کی۔ چندر گپت موریہ نے ایک مضبوط فوج بھی تشکیل دی۔ اس کے جانشیں بندوسار نے نہ صرف موریہ سلطنت کو مستحکم کیا بلکہ اس کی حدود میں توسیع بھی کی۔ اشوک، موریہ خاندان کا سب سے قابل راجا تھا۔ اس کا شمار نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے عظیم حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔ کلنگ کی جنگ کے بعد وہ جنگوں سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔ اشوک نے سلطنت کے استحکام و اتحاد اور خوش حالی کے لیے دھم ّکی پالیسی پر عمل کیا۔ موریہ عہد میں لوگوں کی سماجی اور معاشی زندگی خوش حال تھی۔ اس عہد میں زراعت، صنعت اور تجارت کے میدان میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ اشوک کے جانشیں اپنے پیشروؤں کی طرح حوصلہ مند نہیں تھے۔ وہ عظیم موریہ سلطنت کو قائم رکھنے میں ناکام رہے۔ 184 ق۔ م میں پشیہ متر شنگ نے موریہ خاندان کے آخری حکمراں برہدرتھ کا قتل کر کے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

## 1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریہ سلطنت کے مطالعے کے مختلف ذرائع کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- موریہ سلطنت کے قیام میں کوٹلیہ کے کردار کے بارے میں بھی جان سکیں گے۔
- چندر گپت موریہ نے کس طرح موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی، اس کو سمجھ سکیں گے۔
- چندر گپت موریہ کی فتوحات اور اس کی سلطنت کی وسعت پر بھی روشنی ڈال سکیں گے۔

## 1.2 مآخذ (Sources)

موریہ عہد سے پہلے کی تاریخ کے حوالے ہمارے پاس بہت کم ہیں۔ ویدک ادب اور برہمنی کتب سے کچھ معلومات ضرور ملتی ہیں لیکن یہ زیادہ تر مذہبی نوعیت کی ہیں اور ان میں فرضی قصے زیادہ ہونے کی وجہ سے تاریخی طور پر ان پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ اصل مستند مآخذ ہمیں موریہ عہد سے ملتے ہیں، جن میں سب سے اہم اشوک کے کتبات (Edicts of Ashoka) ہیں۔ اس کے علاوہ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر (*Arthashastra*)، یونانی سفیر میگا ستھنیز (Megasthenes) کی انڈیکا (Indica)، برہمن، بدھ اور جین تصانیف اور کچھ ڈرامے جیسے وشاکھ دت کا مدرا راکشس (*Mudrarakshasa*) اہم ادبی ذرائع ہیں۔ غیر ادبی ذرائع میں آثارِ قدیمہ، فنِ تعمیر، ستون، غاروں کے کتبے اور سکے شامل ہیں۔ انہی مآخذ کی بنیاد پر موریہ عہد کو ہندوستان کی تاریخی عہد کا نقطۂ آغاز مانا جاتا ہے۔

ارتھ شاستر میں حکومت، معیشت اور سیاست کے اصول تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ کوٹلیہ کے مطابق راجا کو تعلیم یافتہ، بہادر، منظم اور ہمیشہ مستعد ہونا چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا نصب العین عوام کی بھلائی ہونا چاہیے۔ وہ اپنی حکومت وزیروں (Ministers) کے مشورے سے چلائے لیکن ان کا محتاج نہ بنے۔ کوٹلیہ نے جاسوسی نظام، فوجی نظم، دشمن پر حملے کی حکمت عملی اور رعایا کی فلاح پر زور دیا ہے۔ ارتھ شاستر کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ اس وقت کے سیاسی اور اقتصادی افکار کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔ وشاکھ دت کا ڈرامہ مدراراکشس پانچویں صدی میں لکھا گیا۔ اس میں چندر گپت موریہ کے نند خاندان کو ختم کر کے سلطنت قائم کرنے کی داستان پیش کی گئی ہے۔ کوٹلیہ کی سیاسی تدابیر، اس کی شاطرانہ چالیں اور مگدھ کی سیاست کی جھلک اس ڈرامے میں ملتی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ افسانوی باتیں ہیں، پھر بھی تاریخی لحاظ سے یہ اہم ماخذ ہے۔

جین اور بدھ تصانیف بھی موریہ عہد کی معلومات دیتی ہیں۔ جین متون کے مطابق چندر گپت نے آخری عمر میں جین مذہب اختیار کر لیا اور مرن برت کے ذریعے اپنی زندگی ختم کی۔ اشوک کی مذہبی سرگرمیوں اور بدھ دھرم کی تبلیغ کا ذکر بودھ تصانیف دیپ ومسا (*Dipavamsa*)، مہا ومس (*Mahavamsa*) اور مہابودھی ومس(*Mahabodhivamsa*) میں ملتا ہے۔ پران (Purana) بھی موریہ عہد کا ذکر کرتے ہیں، جن میں وشنو پران اور ماتسیہ پران زیادہ اہمیت کے حامی ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ نند خاندان شودر تھا اور برہمن کوٹلیہ نے چندر گپت کو تخت پر بٹھایا۔ اگرچہ ان میں فرضی کہانیاں زیادہ ہیں لیکن یہ موریہ دور کی جھلک فراہم کرتے ہیں۔

یونانی سفیر میگاستھنیز کی کتاب 'انڈیکا' موریہ سلطنت کا ایک قیمتی غیر ملکی ماخذ ہے۔ میگاستھنیز ایک یونانی دانشور تھا جسے یونانی حکمراں سیلیوکس نکیٹر (Seleucus Nicator) نے چندر گپت موریہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے چندر گپت کے دربار، فوج، محل، راجدھانی پاٹلی پتر اور سماجی ڈھانچے کا ذکر کیا ہے اور بتایا کہ پاٹلی پتر لکڑی کی فصیل سے گھرا ہوا ایک عظیم شہر تھا جس میں 64 دروازے اور 570 برج تھے۔ وہاں کی انتظامی کمیٹیاں چھ شعبوں میں منقسم تھیں جو تجارت، ٹیکس، فوج، غیر ملکی مسافروں اور شہریوں کی ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ میگاستھنیز کے مطابق چندر گپت کے پاس ایک بڑی فوج تھی اور سماج سات طبقوں میں منقسم تھا، لیکن غلامی کا رواج نہیں تھا۔ کچھ مؤرخین نے اس کی معلومات کو ناقابل اعتماد کہا کیونکہ وہ مقامی زبان نہیں جانتا تھا اور کئی من گھڑت قصے بھی لکھ ڈالے تھے، پھر بھی انڈیکا کو موریہ عہد کا اہم ماخذ مانا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ کتاب اپنے اصلی شکل میں محفوظ نہیں رہی۔ اس کے کچھ حصے بعد کے مصنفین کی کتابوں میں حوالوں کے طور پر ملتے ہیں۔ ان میں اسٹرابو (Strabo)، ڈایوڈورس (Diodorus)، پلینی (Pliny)، ارینَ (Arrian)، پلوٹارک (Plutarch) اور جسٹن (Justin) کے نام قابل ذکر ہیں۔

غیر ادبی ماخذ میں سب سے اہم اشوک کے کتبے ہیں۔ اشوک کے فرامین مختلف مقامات پر چٹانوں، ستونوں اور غاروں پر کندہ ملے ہیں جو اس کی حکومت، مذہبی خیالات اور عوامی فلاح کے اقدامات کو ظاہر کرتے ہیں۔ چودہ کلاں چٹانی فرامین شہباز گڑھی، من سہرا، گرنر، سوپارہ، کلسی، دھولی، جوگڑھ اور اراگڑھ میں ملے ہیں جن میں انسانوں اور جانوروں کے علاج، سرحدی افسران کو سلطنت میں دورے کے احکامات اور 'دھم' کے اصول درج ہیں۔ چھوٹے چٹانی فرامین، روپ ناتھ، سہسرام، بیرات، ماسکی، سدھ پور، برہم گری اور جٹنگ رامیشور سے ملے ہیں

جن سے اشوک کی ذاتی زندگی اور اس کے دھمّ کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ شمالی فرامین میں سے ایک ٹکشلا سے ملا ہے جو آرامی رسم الخط میں ہے اور دوسرا قندھار سے ملا ہے جو یونانی اور آرامی دونوں زبانوں میں ہے۔ سات ستونی فرامین توپرا، دہلی، میرٹھ، کوشامبی، الہ آباد، رام پروا، لوریہ ارراج اور لوریہ نندن گڑھ میں پائے گئے ہیں، جبکہ چھوٹے ستونی فرامین سانچی، کوشامبی، الہ آباد اور سارناتھ میں ملے ہیں جن سے اشوک کی مذہبی تبلیغ اور بدھ سنگھوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی کوششوں کا علم ہوتا ہے۔ کلنگ کے دو چٹانی فرامین دھولی اور جوگڑھ سے ملے ہیں جن میں کلنگ کے نظم و نسق کی تفصیلات درج ہیں۔ بھبھرو کا فرمان راجستھان میں ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کو بدھ مذہب سے گہری عقیدت تھی۔ برابر کی غاروں کے کتبے اجیوک فرقے کو دیے گئے عطیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اسی طرح سناتی کا بڑا ستونی فرمان گلبرگہ کے چتاپور تعلقہ میں بھیم ندی کے کنارے ملا ہے جو پراکرت زبان اور برہمی رسم الخط میں ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک نے کرڈرامہ کے شمالی علاقے اور آندھرا کے آس پاس کے خطے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان فرامین کے علاوہ تعمیرات اور فنِ تعمیر کے نمونے بھی اہم ہیں۔ پاٹلی پتر کے محلات، کمہرار کی کھدائی، سارناتھ کا مشہور شیر والا ستون (Lion Capital) اور مورتیاں موریہ دور کے فن کو ظاہر کرتی ہیں۔ ستونوں کو ایک ہی پتھر سے بنایا جاتا اور انہیں چمکدار پالش کیا جاتا، جس سے اس دور کے دستکاروں کی مہارت ظاہر ہوتی ہے۔ موریہ دور کے سکے بھی ملے ہیں جو سونا، چاندی اور تانبے کے ہیں۔ ان پر مور، پہاڑ اور چاند کی شکلیں بنی ہوتی تھیں، جو موریہ سلطنت کے شاہی سکے سمجھے جاتے تھے۔ یہ ٹیکس وصولی اور تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اس طرح دیکھا جائے تو موریہ سلطنت کے مآخذ دو طرح کے ہیں: ادبی اور غیر ادبی۔ ادبی مآخذ میں ارتھ شاستر، مدراراکشس، جین و بدھ تصانیف، پران اور انڈیکا شامل ہیں جبکہ غیر ادبی مآخذ میں اشوک کے کتبے، تعمیرات، ستون، مورتیاں اور سکے آتے ہیں۔ انہی مآخذ کی روشنی میں موریہ عہد کی مستند تاریخ مرتب کی جاتی ہے اور یہ عہد ہندوستان کی تاریخی ترقی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

## 1.3 بانی سلطنت: چندر گپت موریہ (Founder of the Empire: Chandragupta Maurya)

### 1.3.1 حسب و نسب (Lineage)

موریہ سلطنت کا بانی سمراٹ چندر گپت موریہ، برصغیر ہند کی تاریخ کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا ظہور تاریخ کا ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ تھا۔ اس نے مقدونی (Macedonian) حملہ آوروں اور نند خاندان کے ظلم و ستم سے ملک کو نجات دلا کر پورے ملک کو ایک سیاسی وحدت میں منظم کیا۔ تاہم، اُس کی پیدائش، ذات اور خاندان کے حوالے سے مورخین اور علما کے درمیان سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ برہمن، بدھ اور جین مت کے مختلف متون میں اُس کے بارے میں متضاد روایات ملتی ہیں، اسی لیے اُس کی اصل ذات و نسل تاریخ کا ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی ہے۔ برہمنی روایت کے مطابق چندر گپت موریہ کو شُودر (Shudra) یا کم تر نسب سے جوڑا گیا ہے۔ وشنو پران (Vishnu Purana) میں نندوں کو شُودر کہا گیا ہے اور بعض نے اسی بنیاد پر موریہ خاندان کو بھی شُودر قرار دینے کی کوشش کی۔ وشنو پران کے شارح شری دھر سوامی (Shridhara Swami) نے چندر گپت کو نند راجہ کی بیوی مورا (Mura) کا بیٹا بتایا اور کہا کہ ''موریہ'' نام اسی سے ماخوذ ہے۔

وشاکھ دت(Vishakhadatta)کے مشہور ڈرامے مدرا راکشش (*Mudrarakshasa*) میں بھی چندر گپت کو 'ورشَل'(Vrishala)اور 'کُلہین'(Kulahina)یعنی کمتر نسب کا بتایا گیا ہے۔بعد کے مصنفین جیسے سوم دیو(Somadeva) نے کتھا سرت ساگر (*Kathasaritsagara*) میں اور کشمیندر (Kshmendra) نے برہت کتھا منجری (*Brihatkatha Manjari*)میں، چندر گپت کو ادنیٰ خاندان کا فرد بتایا ہے۔کچھ مصنفین نے تو اس کی شُودر پیدائش کے حق میں قصے بھی گھڑ لیے۔تاہم ان روایات کی تاریخی حیثیت کمزور ہے، کیونکہ ''ورشَل'' کا مطلب لازماً شُودر نہیں بلکہ مذہب سے ہٹا ہوا یا عام درجے کا شخص بھی ہو سکتا ہے۔ 'کُلہین' کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ کسی مشہور راج گھرانے سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ پھر یہ سب متون موریہ عہد سے صدیوں بعد تحریر ہوئے،اس لیے ان پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برعکس بودھ روایات، چندر گپت کو کھتری (Kshatriya) تسلیم کرتی ہے۔ یہاں اُس کو 'موریہ' کھتری خاندان کا کہا گیا ہے۔ روایت یہ ہے کہ شاکیہ (Shakya) خاندان کے کچھ لوگ کوشل نریش(Kosala King)کے ظلم سے بچ کر ہمالیہ کے اُس علاقے میں جا بسے جہاں مور(Peacock) بہت زیادہ تھے۔اسی نسبت سے وہ ''موریہ'' کہلائے۔ مہاونش (Mahavamsa) چندر گپت کو موریہ کھتری کہتا ہے جب کہ مہابودھی ونش(Mahabodhivamsa)،اسے راج گھرانے سے بتاتا ہے۔ مہاپرنروان سُتّر (*Mahaparinirvana Sutra*)کے مطابق، بدھ کے وصال کے بعد موریہ خاندان نے اپنے کھتری ہونے کی بنیاد پر اُن کے جسمانی آثار(Relics) میں حصہ مانگا تھا۔ یہ روایت بدھ مت کے قدیم ماخذوں پر مبنی اور معتبر سمجھی جاتی ہے۔ جین متون نے بھی چندر گپت کو کھتری مانا ہے۔ ہیم چندر(Hemchandra)نے پریشِٹ پَرَوَن(*Parishishtaparvan*)میں اُس کو مَیُور پالنے والے گاؤں کے سردار کی بیٹی کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ایک اور شرح (Commentary) میں بھی ایسا ہی ذکر آتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جین مت کے گرنتھ نندوں کو تو شُودر کہتے ہیں لیکن موریوں کو کبھی شُودر نہیں کہا۔یونانی مورخین بھی چندر گپت کا ذکر اینڈروکوٹس (Androcottus)، سینڈروکوٹس(Sandrocottus)کے نام سے کرتے ہیں۔پلوٹارک (Plutarch)لکھتا ہے کہ چندر گپت نے سکندر اعظم سے ملاقات کی تھی اور کہا کرتا تھا کہ نند راجہ اپنی نسبی پستی کی وجہ سے رعایا میں ناپسندیدہ تھا۔ اگر چندر گپت خود کمتر نسب کا ہوتا تو وہ ایسی بات نہ کہتا۔ جسٹن(Justin)کے مطابق اگرچہ وہ عام خاندان میں پیدا ہوا تھا، مگر اس میں شہنشاہ بننے کی خواہش اور قابلیت موجود تھی۔اس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاہی خاندان سے تو نہیں تھا لیکن ادنیٰ نسب کا بھی نہیں تھا۔

ان مختلف آرا کی تنقیدی جانچ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برہمنی روایات میں شُودر ماخذ کمزور اور غیر معتبر ہیں، جب کہ بدھ اور جین روایتیں زیادہ معقول اور قابلِ اعتماد لگتی ہیں۔دونوں نے اُسے کھتری موریہ خاندان کا بتایا ہے۔اس کی تائید موریہ عہد کے فنونِ لطیفہ میں 'مور' کی علامت سے بھی ہوتی ہے، جو اُن کا خاندانی نشان (Dynastic Emblem) تھا۔سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ چندر گپت کا استاد اور سرپرست چانکیہ(Chanakya/Kautilya) تھا، جو ورن آشرم(Varna Ashrama) نظام کا شدید حامی تھا۔اُس کے مطابق صرف کھتری ہی راج تخت کا اہل ہو سکتا ہے۔ اگر چندر گپت شُودر ہوتا تو چانکیہ کبھی اُسے نندوں کے خلاف استعمال نہ کرتا اور نہ ہی

سلطنت کا بانی بناتا۔

### 1.3.2 ابتدائی زندگی (Early Life)

چندر گپت کے والد، جن کا نام معلوم نہیں، ایک دوسرے حکمراں کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے۔ اُس وقت اُس کی ماں، جو امید سے تھی، مصائب سے بچنے کے لیے اپنے بھائی کے یہاں پاٹلی پتر (Pataliputra) چلی گئی۔ یہاں اُس نے 345ق۔م میں ایک بچے کو جنم دیا، جس کا نام چندر گپت رکھا گیا۔ چندر گپت کو مختلف متون میں سینڈروکوٹس، اینڈروکوٹس، چندر سری اور پریہ درشن کے ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ بچپن میں اس کی حفاظت کی خاطر ماں نے اُسے ایک گوالے کے سپرد کر دیا۔ بعد میں گوالے نے اُسے ایک شکاری کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ٹکسلا (Taxila) میں ایک دن کوٹلیہ (Kautilya) کی نظر چندر گپت پر پڑی جو دیگر بچوں کے ساتھ شاہی کھیل کھیل رہا تھا۔ وہ اُس کی ذہانت اور جرات سے بہت متاثر ہوا۔ کوٹلیہ نے اُس کو اُس کے شکاری باپ سے ایک ہزار پَن (Pana) دے کر خرید لیا اور اُسے پاٹلی پتر لے آیا۔ یہاں اُس نے چندر گپت کو سات سے آٹھ برس تک فنونِ جنگ، سیاست، اور حکمرانی کی تربیت دی۔ چندر گپت نے جلد ہی ان علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ کچھ مورخین کے مطابق چندر گپت نے اپنا بچپن پاٹلی پتر میں ہی گزارا اور جوان ہونے پر نند دربار میں ملازمت اختیار کی۔ اپنی غیر معمولی صلاحیت کے باعث وہ جلد ہی ایک اعلیٰ فوجی عہدے پر پہنچ گیا، مگر ایک دن نند راجہ دھنانند کسی بات پر ناراض ہوا اور اُسے دربار سے برخاست کر دیا۔ دربار سے نکالے جانے کے بعد وہ مختلف مقامات پر بھٹکتا ہوا دوبارہ ٹکسلا پہنچا، جہاں اُس کی ملاقات پھر سے کوٹلیہ سے ہوئی۔ چونکہ کوٹلیہ پہلے ہی نندوں کے خلاف سازش تیار کر رہا تھا، اس لیے دونوں نے نند خاندان کے خاتمے کا عزم کر لیا۔ کچھ روایات کے مطابق نندوں کے خلاف مہم شروع کرنے سے قبل چندر گپت نے سکندر اعظم سے بھی ملاقات کی تھی۔ تاہم، چندر گپت کے رویے سے ناراض ہو کر سکندر نے اُس کے قتل کا حکم دیا لیکن وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر فرار ہو گیا۔ سکندر کی واپسی کے بعد چندر گپت نے کوٹلیہ کی رہنمائی میں ایک بڑی فوج تیار کی۔ 323ق۔م سے 321ق۔م کے درمیان اُس نے وادیٔ سندھ میں اپنی جنگی مہمات جاری رکھیں۔ اس دوران اُس نے مگدھ پر دو بار حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر، بڑی تیاری کے بعد اُس نے پاٹلی پتر کا محاصرہ کیا، نند راجہ دھنانند کو قتل کر کے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ دھنانند کی بدعنوانی اور نااہلی سے عوام پہلے ہی نالاں تھی، چنانچہ کوٹلیہ کی تدبیر (Diplomacy) اور چندر گپت کی بہادری نے کامیابی کی راہ ہموار کی۔ چندر گپت نے پاٹلی پتر کو اپنی راجدھانی بنایا اور عظیم موریہ سلطنت (Mauryan Empire) کی بنیاد رکھی۔ اس طرح چندر گپت، جو ابتدا میں غلامی اور غریبی میں پلا بڑھا تھا، اپنی صلاحیت، عزم اور چانکیہ کی رہنمائی سے ہندوستان کے ایک متحد و منظم سلطنت کا بانی بن گیا۔ ایک ایسا بادشاہ جس نے برصغیر کی تاریخ میں ایک نئے دور کی بنیاد رکھی۔

## 1.4 چندر گپت کی فتوحات (Conquests of Chandragupta)

موریہ حکومت کے قیام میں چندر گپت موریہ کا کردار بہت اہم ہے۔ موریہ حکومت سے قبل ہندوستان کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ ان میں سیاسی اتحاد کا فقدان تھا۔ ان حالات کا فائدہ اٹھا کر یونانیوں نے بھی ہندوستان کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ چندر گپت

کے سامنے دو واضح مقاصد تھے۔ اول وہ مگدھ سے نند حکمرانوں کی ظالمانہ حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے وہ ہندوستان کو یونانیوں کے قبضے سے چھڑانا چاہتا تھا۔ چندر گپت نے سب سے پہلے نند حکمراں دھنانند کو شکست دینے کا منصوبہ بنایا۔ چندر گپت موریہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ نندراج کے پاس بڑی فوج ہے اور اسے شکست دینا آسان نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے سکندر سے ملاقات کرکے اس سے تعاون چاہا۔ چندر گپت کے نامناسب رویے کی وجہ سے خفا ہو کر سکندر نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اپنی ابتدائی ناکامیوں سے چندر گپت نا امید نہیں ہوا۔ اس نے اپنا دھیان شمال مغرب میں واقع پنجاب کی طرف کیا۔ یہاں یونانی حکمرانوں کے خلاف عوام میں ناراضگی پھیلی ہوئی تھی۔ سکندر ابھی پنجاب ہی میں تھا کہ اس کے ایک خاص افسر نکیٹر کو قتل کر دیا گیا۔ 325 ق۔م میں جب وہ ہندوستان سے لوٹ ہی رہا تھا کہ اسے یونانی گورنر فلپ کے قتل کی اطلاع ملی۔ وہ ابھی اس معاملے پر غور ہی کر رہا تھا کہ کس طرح پنجاب کا انتظام کیا جائے، دریں اثنا راستے میں بابل کے مقام پر 323 ق۔م میں اس کی موت ہوگئی۔ اس خبر کے ملتے ہی پنجاب میں سکندر کے سپہ سالاروں کے درمیان اقتدار کے لیے جنگ چھڑ گئی۔ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر چندر گپت موریہ اور کوٹلیہ نے لوگوں کو یونانی حکومت کے خلاف بھڑکایا اور جنگجو برادریوں کی ایک فوج تیار کی۔ 322 ق۔م میں چندر گپت نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ یہ فتح اس کی بڑی کامیابی ثابت ہوئی۔

پنجاب کی کامیابی سے چندر گپت کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اب وہ مگدھ پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے سیاسی وقار میں یقیناً اضافہ ہو جاتا۔ مگدھ کا حکمراں دھنانند پہلے ہی اپنے مظالم اور سختیوں کی وجہ سے عوام کے درمیان غیر مقبول تھا۔ دوسری طرف چندر گپت کا مشیر کوٹلیہ بھی اس سے اپنی بے عزتی کا بدلا لینا چاہ رہا تھا۔ ان وجوہات کی وجہ سے چندر گپت نے 321 ق۔م میں مگدھ پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں پرورتک نامی حکمراں نے چندر گپت کا ساتھ دیا۔ دھنانند اور چندر گپت کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بڑی تعداد میں سپاہی قتل ہوئے۔ ملند پنہو کے مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ فوجی، دس ہزار ہاتھی، ایک لاکھ گھوڑے اور پانچ ہزار رتھ بان قتل ہوئے جو کہ کافی حد تک مبالغہ آرائی لگتی ہے۔ اس جنگ میں چندر گپت کا حلیف پرورتک بھی قتل ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دھنانند اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی قتل ہوئے۔ مگر جین روایتوں کے مطابق چندر گپت نے دھنانند کو معاف کر دیا تھا اور اسے مگدھ چھوڑنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس فتح کے بعد چندر گپت موریہ نے 321 ق۔م میں خود کو آزاد حکمراں ہونے کا اعلان کر دیا اور اس نے پاٹلی پتر میں تخت نشینی کی رسم ادا کی۔

چندر گپت کی سب سے اہم لڑائی سیلیوکس نکیٹر کے ساتھ ہوئی۔ سیلیوکس، سکندر کا ایک اہم سپہ سالار تھا۔ اس نے مغرب اور وسط ایشیا کے کئی علاقوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اپنی حکومت کو مزید وسعت دینے کے لیے اس نے 305 ق۔م میں ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں چندر گپت نے سیلیوکس کو شکست دی۔ دونوں کے درمیان ہوئے سمجھوتے کے مطابق سیلیوکس نے اپنے چار صوبے کابل، قندھار، ہرات اور بلوچستان چندر گپت کو سونپ دیے۔ اس نے چندر گپت کے ساتھ اپنی بیٹی ہلینا کی شادی بھی کر دی اور اس کے دربار میں

میگاستھنیز کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ چندر گپت موریہ نے اس کے اعزاز میں 500 ہاتھی بطور تحفہ پیش کیے۔ یہ چندر گپت کی ایک بڑی فتح تھی جس نے اس کے عزت و وقار میں چار چاند لگا دیے۔ آر۔ سی۔ مجمدار (R.C. Majumdar) کے مطابق ''سیلیوکس پر چندر گپت کی فتح نے یون (غیر ملکی۔ یونانی) فوج کی خامیوں اور کمزوریوں کو اُجاگر کر دیا۔ (اب) ان کا مقابلہ منظم اور ماہر ہندوستانی فوج سے ہوا تھا۔''

شک مہاکشترپ رُدر دامن کے گرنار کے کتبے (150 عیسوی) سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ چندر گپت موریہ نے مغربی ہندوستان میں سوراشٹر (Saurashtra) کے علاقے تک فتح حاصل کر کے اسے براہِ راست اپنے ماتحت لے لیا تھا۔ اس کتبے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں پُشیا گپت ویشیہ (Pushyagupta Vaishya)، چندر گپت موریہ کا راجیہ پال (گورنر) تھا اور اسی نے وہاں سدرشَن جھیل (Lake Sudarshan) تعمیر کروائی تھی۔ سوراشٹر کے جنوب میں سوپارہ (Sopara) نامی مقام واقع تھا جو موجودہ مہاراشٹر کے تھانہ ضلع میں ہے۔ یہاں سے چندر گپت کے پوتے اشوک (Ashoka) کا کتبہ ملا ہے، لیکن اشوک نے اپنے کتبوں میں اس علاقے کی فتح کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سوراشٹر کے جنوب میں سوپارہ تک کا علاقہ بھی دراصل چندر گپت موریہ نے ہی فتح کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کے بھی کچھ علاقے چندر گپت کی حکومت میں شامل تھے مگر اس کے بارے میں ہمیں واضح ثبوت نہیں ملتے۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ میسور (کرڑرامہ) تک کا علاقہ اس کی حکومت میں شامل تھا۔ جین ذرائع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپت نے 298 ق۔م میں کرڑرامہ میں واقع شرون بیلا گولا (Shravanbela Gola) میں فاقہ کشی کر کے اپنی جان دے دی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ریاست ضرور اس کی حکمرانی میں رہی ہوگی۔ چندر گپت موریہ نے مغربی ہندوستان پر بھی فتح حاصل کی تھی۔ مغربی ہندوستان پر اس کی فتح کے بارے میں ہمیں خاص جانکاری حاصل نہیں ہے۔ شک حکمراں رودردمن کے جوناگڑھ کے کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ سوراشٹر کا علاقہ موریہ سلطنت میں شامل تھا۔ اس صوبے میں چندر گپت موریہ نے پشیہ گپت کو گورنر مقرر کیا تھا۔ چندر گپت کے حکم پر اس نے وہاں زراعت کو ترقی دینے کے لیے سدرشن جھیل پر ایک باندھ کی تعمیر کرائی۔ دوسری بات یہ کہ چندر گپت کے سلطنت میں مغربی ہندوستان اس کا ایک صوبہ تھا جس کی راجدھانی اُجین تھی۔ ان ثبوتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ہندوستان کے علاقے بھی اس کی حکمرانی میں شامل تھے۔

بہر حال چندر گپت موریہ ایک عظیم سلطنت کا بانی تھا۔ اس کی حکومت شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں میسور تک اور مشرق میں بنگال سے لے کر شمال مغرب میں ہندوکش پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی جس کا دارالسلطنت پاٹلی پتر تھا۔ جین روایتوں پر یقین کیا جائے تو اپنی زندگی کے آخری دنوں میں چندر گپت نے جین مذہب اختیار کر لیا تھا۔ چوبیس سال تک حکومت کرنے کے بعد اس نے شاہی تخت اپنے بیٹے بندوسار کو سونپ کر سنیاس (ترک دنیا) لے لیا۔ اس کے بعد وہ اپنے مرشد بھدر باہو کے ساتھ میسور چلا گیا۔ یہاں اس نے شرون بیل گولا کے مقام پر کھانا پینا تیاگ کر 298 ق۔م میں زندگی کی آخری سانس لی۔

## 1.5 بندوسار (Bindusara, 298-273 BCE)

چندر گپت موریہ کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا بندوسار298 ق م سے 273ق م تک موریہ سلطنت کا حکمران رہا۔ بندوسار کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں، لیکن اس کی عظمت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اُس نے اپنے والد کی چھوڑی ہوئی وسیع و عریض سلطنت کو بکھرنے نہیں دیا۔ جین روایتوں میں اُس کی والدہ کا نام 'دُردھرا'(Durdhara) بتایا گیا ہے۔ یونانی مؤرخین نے اُسے امتروچیدس،امتروچیٹس (Amitrochedes/ Amitrochates) لکھا ہے، جس کا سنسکرت روپ 'امترگھات'(یعنی دشمنوں کا قلع قمع کرنے والا) ہے۔ یہ اُس کا ایک لقب تھا۔ جین ادب میں اُسے 'سیمھاسین'(Simhasena) بھی کہا گیا ہے۔ان القاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ تو کمزور اور نہ ہی عیاش حکمران تھا،البتہ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے یہ القاب کن فتوحات کے موقع پر اختیار کیے۔ کچھ بُدھ اور جین مآخذ سے پتا چلتا ہے کہ بندوسار کے آخری زمانے تک وزیر چانکیہ / کوٹلیہ زندہ تھا۔ تبتی مؤرخ تاراناتھ (Tāranātha) کے مطابق بندوسار نے چھ شہروں اور ان کے راجاؤں کو زیر کر کے مشرقی اور مغربی سمندروں کے بیچ پورے خطے پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ اس کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے، لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس کے دور میں کچھ علاقوں میں بغاوتیں ہوئیں جنہیں اُس نے کچل دیا۔ دویاودان(Divyavadana) میں ٹیکسلا میں ایک بغاوت کا ذکر ہے، جسے دبانے کے لیے بندوسار نے اپنے بیٹے اشوک (Ashoka) کو بھیجا تھا۔ اشوک نے نرم پالیسی اختیار کر کے وہاں امن وامان قائم کیا۔ ممکن ہے کہ مشرقی اور مغربی خطوں میں بھی اسی طرح کے فتنوں کو بندوسار نے طاقت کے ذریعے ختم کیا ہو۔

بندوسار کے دور میں بھی ہندوستان اور مغربی یونانی ریاستوں(Greek States) کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ یونانی جغرافیہ نگار اسٹرابو(Strabo) لکھتا ہے کہ انطیوخوس اول(Antiochus I of Seleucid Syria) نے اپنے سفیر ڈائمیکس(Daimachus) کو بندوسار کے دربار میں بھیجا۔ اسی طرح پلینی (Pliny) کے مطابق مصر کے بادشاہ بطلیموس ثانی (Ptolemy II Philadelphus) نے بھی ڈایونیسیس(Dionysius) نامی سفیر کو موریہ دربار بھیجا،اگرچہ یہ واضح نہیں کہ وہ بندوسار کے زمانے میں آیا یا اشوک کے دور میں۔ایک اور یونانی مصنف ایتھینیس(Athenaeus) نے بندوسار اور انطیوخوس کے درمیان خط و کتابت کا ذکر کیا ہے، جس میں ہندوستانی حکمران نے تین چیزوں، میٹھی شراب ،خشک انجیر اور ایک فلسفی کا مطالبہ کیا تھا۔ انطیوخوس نے پہلی دو چیزیں بھیج دیں لیکن تیسرے کے بارے میں یہ جواب دیا کہ یونانی قوانین کے مطابق فلسفیوں کی خرید وفروخت ممکن نہیں۔اس بیان سے یہ پتا چلتا ہے کہ بندوسار کے زمانے میں ہندوستان کا مغربی ایشیا(West Asia) کے ساتھ تجارتی رشتہ تھا اور ساتھ ہی یہ اُس کی فکری و فلسفیانہ دلچسپی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

نظم ونسق کے میدان میں بھی بندوسار نے اپنے والد کی پالیسی جاری رکھی۔ سلطنت کو راشٹروں یعنی صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر صوبے(Province) میں 'کمار' یا 'اُپ راج'(Kumāra/Uparāja) یعنی گورنر مقرر کیے گئے۔ علاوہ ازیں، مختلف شعبوں میں متعدد اعلیٰ افسران یعنی 'مہاماتر'(Mahāmātra) بھی تعینات کئے گئے۔ دویاودان کے مطابق 'اَونتی'(Avanti) راشٹر کا اُپ راج،

اشوک تھا۔ بندوسار کے دربار میں پانچ سو ارا کین پر مشتمل ایک منتری پریشد (Council of Ministers) بھی تھی، جس کا سربراہ 'خلّٹک' (Khalataka) نامی وزیر تھا، جو غالباً چانکیہ کے بعد منصب پر آیا۔ تھیرواد (Theravāda) روایت کے مطابق بندوسار، برہمن مت (Brahmanism) کا پیروکار تھا۔ دویاودان یہ بھی بتاتا ہے کہ اُس کے دربار میں آجیوک (Ājīvika) فرقے کا ایک نجومی بھی موجود تھا۔ بندوسار نے 273 میں اپنی وفات تک تقریباً 25 سال تک حکومت کی۔

## 1.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریہ خاندان ہندوستان کا ایسا حکمراں خاندان ہے جس کو ہندوستانی تاریخ میں کئی لحاظ سے اولیت حاصل ہے۔ اسے ہم موریہ سلطنت کے نام سے جانتے ہیں جس کی بنیاد چندر گپت موریہ نے رکھی۔ موریہ سلطنت کے قیام اور استحکام میں اس کو ایک برہمن عالم کوٹلیہ سے کافی تعاون حاصل ہوا۔ موریہ سلطنت کے مطالعے کے لیے ہمارے پاس مختلف مآخذ ہیں۔ ان مآخذ کی درجہ بندی کرتے ہوئے مورخین اس کو دو بنیادی خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ادبی مآخذ اور غیر ادبی مآخذ۔ ادبی مآخذ کو ملکی اور غیر ملکی دو مزید ذیلی زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ملکی ادبی مآخذ میں ارتھ شاستر سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری تصنیف مدرارا کشس کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ جین مت اور بدھ مت کی تصانیف بھی ہیں۔ غیر ملکی ذرائع میں سب سے اہم یونانی سفیر میگا ستھنیز کی تصنیف ''انڈیکا'' ہے۔ اس کے علاوہ سیلونی، تبتی اور چینی مآخذ بھی موجود ہیں۔ غیر ادبی ذرائع میں ہمارے پاس مختلف قسم کے مآخذ ہیں مثلاً موریہ عہد کی تعمیرات، مجسمے اور فن کے دوسرے نمونے وغیرہ۔ ان کے علاوہ اس عہد کے سکے اور کتبے ہیں جن سے اس عہد کی معاشی حالت اور تجارتی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ موریہ عہد کی جانکاری کے لیے سب سے مستند مآخذ اشوک کے فرامین ہیں جو پتھر کی لاٹوں، غاروں اور چٹانوں پر کندہ ہیں۔ ان تمام ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ چندر گپت موریہ نے 321 ق۔ م میں نند حکمراں دھنانند کو شکست دے کر موریہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ 298 ق۔ م میں شرون بیل گولا کے مقام پر اس کی موت ہوئی۔ موریہ سلطنت کو مزید وسعت اس کے بیٹے بندوسار اور پوتے اشوک نے دی۔

## 1.7 فرہنگ (Glossary)

**مطلق العنان** : خود مختار، اپنی مرضی کا مالک

**لوحی** : تختی والا

**مسکوکاتی** : ٹھپہ لگا ہوا۔ سکّوں کے علم سے متعلق

**شبیہ** : تصویر

**دھرم شالا** : خیراتی سرائے

**سنیاس** : دنیا چھوڑ دینا

**شرمن** : جین بھکشو/ راہب

## 1.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 1.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. موریہ سلطنت کے بارے میں معلومات کا سب سے اہم ادبی ماخذ کون سا سمجھا جاتا ہے؟

| | |
|---|---|
| (الف) میگاستھنیز کی انڈیکا | (ب) کوٹلیہ کی ارتھ شاستر |
| (ج) اشوک کے کتبات | (د) وشاکھ دت کا مدرارا کشس |

2. چندر گپت موریہ نے کس یونانی حکمران کو شکست دے کر کابل، قندھار، ہرات اور بلوچستان کے علاقے حاصل کیے؟

| | |
|---|---|
| (الف) سکندر اعظم | (ب) ڈایوڈورس |
| (ج) سیلیوکس نکیٹر | (د) جسٹن |

3. جین روایات کے مطابق، چندر گپت موریہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام کہاں گزارے اور کس طرح وفات پائی؟

| | |
|---|---|
| (الف) پاٹلی پتر میں، طبعی موت | (ب) ٹکشلا میں، جنگ میں مارے گئے |
| (ج) شرون بیلگولا میں، فاقہ کشی سے | (د) اجین میں، بیماری سے (جواب: ج) |

4. بندوسار کا یونانی نام 'امتروچیدس' یا 'امتروچیٹس' کا سنسکرت مترادف کیا ہے؟

| | |
|---|---|
| (الف) دیونام پریہ | (ب) امتر گھات |
| (ج) پریہ درشی | (د) سمہاسین |

5. مغربی ہندوستان میں 'سدرشن جھیل' کس موریہ حکمران کے حکم پر تعمیر کروائی گئی؟

| | |
|---|---|
| (الف) اشوک | (ب) بندوسار |
| (ج) چندر گپت موریہ | (د) برہدرتھ |

### 1.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ عہد کے سماج پر میگاستھنیز کے خیالات کا جائزہ لیجیے۔
2. موریہ خاندان کے بارے میں مدرارا کشس کس طرح کی معلومات پیش کرتی ہے؟
3. موریہ عہد کے مطالعہ میں مسکوکاتی ثبوت کس طرح معاون ثابت ہوتے ہیں؟

### 1.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ عہد کے غیر ملکی ماٰخذ پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2. موریہ عہد کے ہندوستانی ماٰخذ کا ان کی اہمیت کے حوالے سے تجزیہ کیجیے۔

# اکائی 2۔اشوک کے تحت موریہ سلطنت اوراس کا دھم کا نظریہ

(Mauryan Empire under Ashoka and His Idea of Dhamma)

اکائی کے اجزا


2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 اشوک کی تخت نشینی

2.3 اشوک کی سلطنت کی وسعت

2.4 کلنگ کی جنگ

2.5 اشوک کی دھم پالیسی

2.5.1 دھم کا معنٰی ومفہوم

2.5.2 دھم پالیسی اختیار کرنے کے اسباب

2.5.3 اشوک کے فرامین میں دھم کی وضاحت

2.5.4 دھم کی تعلیمات

2.5.5 اشوک کی مذہبی رواداری

2.6 اشوک اور بدھ مذہب

2.7 تاریخ میں اشوک کا مقام

2.8 اشوک کے جانشیں

2.9 اکتسابی نتائج

2.10 فرہنگ

2.11 نمونہ امتحانی سوالات

## 2.0 تمہید (Introduction)

چندر گپت کے پوتے اور موریا سلطنت کے تیسرے حکمراں اشوک نے 268ق۔م سے 232ق۔م تک برصغیر ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت پر حکومت کی۔ تاریخ ہندوستان ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں اسے عظیم حکمراں کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس عظمت کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ اس نے برصغیر کی سب سے بڑی سلطنت پر حکومت کی بلکہ اس کی عظمت کا راز اس کی نجی زندگی کے اوصاف اور عوامی زندگی میں فراخ دلی، اعلیٰ اخلاقی اصول اور رفاہِ عامہ کے لیے کی گئی اس کی کوششیں ہیں۔ اس کی حکومت انسان دوستی اور عوامی خوش حالی کے جذبہ کے تحت کام کرتی تھی۔ اس نے نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے لیے بھی ہمدردی کا جذبہ ظاہر کیا۔ اسے اس بات کا حساس تھا کہ ایک بڑی سلطنت کے ساتھ اس پر بڑی ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بقول اس کے اس نے اپنی عوام کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھا۔ اس نے تمام فرقوں کے ساتھ مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی۔ مذہبی خیر سگالی کے لیے اس نے دھمّ کی اشاعت کی۔ اس کے دھمّ کا مقصد کسی خاص فرقے یا مذہب کی اشاعت نہیں بلکہ تمام فرقوں اور مذہبوں کے درمیان اخوت اور محبت کے جذبے کو پروان چڑھانا تھا۔ ایک عظیم حکمراں ہونے کے باوجود تقریباً ایک صدی قبل تک اشوک کے بارے میں ہمیں بہت کم جانکاری تھی۔ 1837ء میں ایک انگریز افسر جیمس پرنسیپ نے براہمی رسم الخط میں تحریر اس کے کتبوں کو حل کر لیا۔ ان کتبوں میں اشوک کو 'پریہ درشی'، 'دیونام پریہ پالیہ' اور 'پیاداسی' (دیوتاؤں کا محبوب) جیسے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اشوک کے زمانے کے کئی کتبات جو ستونوں اور پتھر کی چٹانوں پر کندہ ہیں دریافت ہوئے ہیں جن سے ہمیں اس کے حالاتِ زندگی، طرزِ حکومت اور فلسفۂ حیات کے بارے میں گراں قدر معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی دھرم پالیسی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اشوک سمراٹ کی دھم پالیسی آج بھی مورخین کے درمیان بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ آج بھی اس کا تسلی بخش جواب تلاش کیا جا رہا ہے۔ جس پر مورخین نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ کلنگ کی جنگ اور اس کی فتح اشوک کے دور حکومت کا ایک اہم واقعہ تھا۔ کلنگ کی جنگ نے اشوک کی زندگی پر انتہائی گہرا اثر ڈالا تھا۔ اس جنگ نے موریہ عہد کی تاریخ کا رخ ہی موڑ دیا۔ یہ بڑی شدید لڑائی تھی جس میں تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار لوگ ملک بدر ہوئے۔ ایک لاکھ کے قریب قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ اتنی بڑی تباہی اور بربادی کو اشوک نے قریب سے دیکھا اور انتہائی شدت سے محسوس کیا تھا۔ اس لڑائی کا اسے بے حد رنج اور صدمہ پہنچا۔ بے پناہ قتل وغارت گری کو دیکھ کر وہ اس قدر پشیمان ہوا کہ آئندہ کوئی بھی جنگ نہ لڑنے کا عزم مصمم کیا۔ اب اس نے جنگ کے بجائے دھم (دھرم) کے ذریعہ دلوں کو جیتنے کا عہد کیا۔

## 2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریا خاندان کے عظیم شہنشاہ اشوک کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- اشوک کے ذریعہ اختیار کی گئی دھم پالیسی کا پس منظر جان سکیں گے۔
- دھم کے معنی ومفہوم اور دھمّ پالیسی کی اہمیت کا تجزیہ کر سکیں گے۔

- اشوک کے مذہبی خیالات پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- اشوک کے کمزور جانشینوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔

## 2.2 اشوک کی تخت نشینی (Coronation of Ashoka)

اشوک کے عہد حکومت کو تاریخ میں ایک درخشندہ باب کہا جاسکتا ہے۔ 1837ء میں جیمس پرنسپ کو اشوک کے ایک کتبے کو پڑھنے میں کامیابی ملی جو براہمی میں ہے۔ اس سے قبل تک اشوک کی حیثیت تاریخ میں گزرے بادشاہوں کے سوا کچھ نہ تھی جس کا ذکر پُرانوں کی تاریخ وار ترتیب میں آیا ہے۔ اشوک کا یہ کتبہ اور دیگر کتبے اس کے عہد حکومت کے خاص واقعات اور اس کی سرگرمیوں کا پتہ دیتے ہیں۔ اشوک (غم سے آزاد) کا نام کتبے میں صرف ایک بار 'مسکی' کے فرمان میں آیا ہے۔ پُرانوں میں اسے اشوک وردھن کہا گیا ہے۔ رودرامن کے گرنار کتبے (150 عیسوی) میں اس کو اشوک موریا کہا گیا ہے۔ کلکتہ کے بھابھرو کتبے میں اشوک نے خود کو پیاداسی راجا ماگدھی (مگدھ کا حکمراں، پیاداسی) کہا ہے۔ کتبوں میں اشوک نے دو القاب اختیار کیے ہیں یعنی دیونم پیا (دیوتاؤں کا محبوب) اور پیاداسی (پریہ درشی)۔ سنسکرت میں اس کے القاب کی پوری شکل ہے 'دیونم پریہ پریہ درسی راجا'۔ اشوک کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ہمارے پاس صرف روایتی تفصیلات ہیں۔ بودھی روایت کے مطابق اس کی ماں کا نام کلیانی یا سبھدرنگی تھا۔ شہزادہ کے طور پر اس نے اونتی (اجین) اور تکشیلا کے گورنر کے طور پر کام کیا۔ گورنری کے دور میں اس کو ودیسہ کے ایک تاجر کی بیٹی سے عشق ہو گیا جس کا نام دیوی یا ودیسہ مہادیوی بتایا گیا ہے، جس کے ساتھ اس نے شادی کرلی۔ اشوک کی دو اور مشہور بیویوں کے نام کاروو کی اور اسندھی متراتھا۔ دوسری بیوی کاروو کی کا ذکر رانی کے فرمان، جو الہ آباد کے ایک ستون پر درج ہے، میں آیا ہے۔ اس میں اس کی مذہبی سخاوت اور عطیات کا ذکر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادہ توارا کی ماں تھی۔ اشوک کے کتبوں میں اس کے صرف اسی بیٹے کا نام آیا ہے۔

اشوک سے متعلق مطالعہ میں پہلی دقت اس کی تخت نشینی کے سال کے تعین کے بارے میں آتی ہے۔ یہ دقت اس وجہ سے ہے کہ بندوسار کی موت اور اشوک کی تخت نشینی کے درمیان 4 سال کا وقفہ ہے۔ سری لنکائی روزناموں کی بنیاد پر کچھ عالم اس وقفے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اشوک اور اس کے سوبھائیوں کے درمیان تخت نشینی کے تنازعہ کی وجہ سے ہے۔ سری لنکائی روزنامچے مہاومس کے مطابق سب سے چھوٹے بھائی تشیا کو چھوڑ کر اشوک اپنے ننانوے بھائیوں کو قتل کر کے تخت نشیں ہوا۔ اسی طرح کی کہانی دویہ دان میں بھی ہے جس پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ تخت نشینی کے تنازع کی یہ مبینہ کہانی مضحکہ خیز ہے۔ جو اس لیے گڑھی گئی کہ یہ کہا جاسکے کہ بدھ مذہب اختیار کرنے سے قبل اشوک کس قدر سفاک اور ظالم تھا۔ دوسری طرف تخت نشینی کے کئی سال بعد اشوک اپنے فرامین میں اپنے بھائیوں، بہنوں اور اس کے گھر بار کا ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ اشوک اور اس کے بھائیوں کے درمیان ہوئی نام نہاد جنگ پر یقین نہیں کیا جاسکتا پھر بھی 273-72 ق۔م میں بندوسار کی موت اور 269-68 ق۔م میں اشوک کی تخت نشینی کے درمیان ایک بڑا وقفہ ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی قیاس آرائیاں ہیں لیکن کوئی ایک بھی مکمل طور پر قابل اعتماد نہیں ہے۔

## 2.3 اشوک کی سلطنت کی وسعت (Extent of Ashokan Empire)

اشوک کو اپنے باپ دادا سے ایک بڑی حکومت وراثت میں ملی تھی۔ شمال اور مغرب میں اس کی سلطنت ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ چندر گپت عہد میں سیلیوکس نکیٹر سے ہاتھ آئے چاروں یونانی صوبوں پر اس کا قبضہ برقرار رہا۔ یہ صوبے تھے -- ہرات، قندھار، بلوچستان اور وادئ کابل کے علاقے۔ ان علاقوں پر قبضے قائم رہنے کی تائید شہباز گڑھی اور منسہرا کے فرامین سے ہوتی ہے۔ ہیون سانگ اور کلہن کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر اشوک کی سلطنت میں شامل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سری نگر شہر کو اشوک ہی نے بسایا تھا۔ اس نے وادی کشمیر میں بہت سے استوپ اور چیتیہ بنوائے تھے۔ گرنار اور سپارا کے کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حلقہ اختیار سوراشٹر اور جنوبی مغربی علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ جوناگڑھ کے رودردمن کے کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ یون راج تشاسپ سوراشٹر میں اشوک کا نائب السلطنت تھا۔ اشوک کے کلسی، رومندئی کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ شمال میں اس کی حکومت ہمالیہ کی پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی۔ روایات بتاتی ہیں کہ نیپال میں للت پٹن کی بنیاد بھی اسی نے رکھی۔ مشرق میں بنگال بھی اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ہیون سانگ نے اشوک کے کئی استوپ بنگال کے مختلف علاقوں میں دیکھے تھے۔ روایات بتاتی ہیں کہ اشوک اپنے بیٹا اور بیٹی کو رخصت کرنے تامرلپتی تک

گیا تھا۔ان شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشوک کی سلطنت مغرب میں ہندوکش سے لے کر مشرق میں بنگال تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں چیتل درگ تک پھیلی ہوئی تھی۔اس میں دوسرحدی علاقے کلنگ اور سوراشٹر بھی شامل تھے۔اس کا پھیلاؤ اس قدر تھا کہ چٹانی فرمان نمبر 14 کے مطابق اشوک یہ کہنے میں حق بجانب تھا کہ میری سلطنت عظیم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اشوک سے پہلے قدیم ہندوستان کا کوئی بادشاہ اس قدر وسیع سلطنت کا مالک نہیں تھا۔

---

## 2.4 کلنگ کی جنگ (War of Kalinga)

اشوک کے عہد حکومت کا اہم ترین واقعہ جو اس کے کتبے میں تحریری شکل میں ملتا ہے وہ اس کی کلنگ کی جنگ ہے۔ یہ جنگ اس کی زندگی میں اہم موڑ ثابت ہوئی۔اشوک نے اپنی تخت نشینی کے آٹھویں سال میں کلنگ پر فتح حاصل کی۔چول اور پانڈیہ علاقوں پر حملہ کرنے کے بجائے اشوک نے کلنگ پر حملہ کیوں کیا اس کی وجہ زیادہ واضح نہیں ہے۔ یہ حملہ غالباً اس لیے کیا گیا ہوگا کہ موریا علاقے بنگال اور آندھرا کے درمیان آزاد کلنگ ریاست موریا سلطنت کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہوگی۔ یہ اس کے علاقوں کے لیے خطرے کی گھنٹی ثابت ہو سکتی تھی۔مزید برآں جنوب کی ریاستوں سے موریا سلطنت کے دوستانہ تعلقات تھے۔ کلنگ کی موریہ سلطنت میں شمولیت جنگی حکمت عملی کے لیے ضروری اور معاشی طور پر فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی اور سلطنت کی آمدنی میں اضافے کی ضامن ہو سکتی تھی۔ یہ ریاست گنگا کی وادی سے جنوب میں موریوں کی راہ میں حائل تھی۔ بحری طاقت کے لیے یہ اہم علاقہ تھا۔ بندوسار کے زمانے میں پھیلے انتشار کی وجہ سے یہ صوبہ خود مختار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کی از سر نو تسخیر کا کام اشوک کے حصّے میں آیا۔ کلنگ کے لوگوں نے اس کا جم کر مقابلہ کیا لیکن اشوک کی فوج کے سامنے وہ نہیں ٹِک سکے۔اس جنگ میں بہت زیادہ تباہی و بربادی ہوئی۔اشوک کا تیرہواں فرمان بہت واضح طور پر اس بربادی کا ذکر کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اشوک کے تاسف کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس جنگ میں 1.5 لاکھ افراد جلاوطن ہوئے، ایک لاکھ قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ قید ہوئے۔ کلنگ کی فتح پر ''دیوتاؤں کے محبوب کو بہت دکھ ہوا۔'' ایک آزاد ملک پر قبضہ کے بعد، لوگوں کے قتل، موت اور جلاوطنی نے ''دیوتاؤں کے محبوب کو بہت زیادہ صدمہ پہنچایا۔'' کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک نے جنگ کے منفی اثرات اور اس کی تباہیوں کو محسوس کیا۔ اس نے لکھا: ''جو لوگ قتل ہوئے، زخمی ہوئے یا جلاوطن ہوئے آج اگر اس کا سوواں یا ہزارواں حصّہ بھی واقع ہوتا تو دیوتاؤں کے محبوب کو اس سے بہت زیادہ صدمہ پہنچے گا۔''

کلنگ کی جنگ نے اشوک کی عوامی پالیسی اور شخصیت پر گہرا اثر ڈالا۔اس کے بعد اس نے طے کیا کہ وہ اب اور کوئی جنگ نہیں لڑے گا اور اس نے ایسی ہی ہدایت اپنے بیٹوں اور پوتوں کو کر دی۔ تیرہویں فرمان میں اشوک اعلان کرتا ہے کہ وہ اب بازوؤں کے زور پر فتح (دِگ وجے) نہیں کرے گا بلکہ پاکیزگی اور اوصاف (دھّم وجے) کے زور پر فتح حاصل کرے گا۔ کلنگ کی فتح کے بعد اشوک نے لوگوں کی اخلاقی اور مادی بھلائی کا بیڑہ اٹھایا اور اپنی عوامی پالیسیوں میں اسی کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ جنگ کے تشدّد نے جس وحشت کا اظہار کیا اس سے اشوک نے عدم تشدد اور امن کو اپنی زندگی کا موقف بنالیا۔اس نے تہیہ کر لیا کہ اب کسی بھی حال میں توسیع سلطنت کے لیے تلوار میان سے باہر نہیں نکالے گا۔ طبل جنگ (بھیری گوش) کے بجائے عدم تشدد (دھّم گھوش) کے ذریعہ دل جیتے گا۔اس کے بعد اس نے اپنا مذہب بھی بدل لیا اور

بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ کلنگ کی جنگ اس کے عہد کی آخری جنگ ہے۔

## 2.5 اشوک کی دھم پالیسی (Ashoka's Policy of Dhamma)

### 2.5.1 دھم کا معنیٰ ومفہوم (Meaning of Dhamma)

دھم سنسکرت زبان میں استعمال ''دھرم'' کا پراکرت لفظ ہے، جس کا ترجمہ موجودہ دور میں مذہب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ ''اشوک کا دھم'' کوئی نیا دین، مذہب، یا عقیدہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ایسا طریقۂ عمل تھا جس میں زندگی گزارنے کے دستور اور اس کے اصول وضوابط شامل تھے۔ اشوک نے اپنے دھم کی توضیح تشریح اور توسیع کے لیے مختلف ذرائع کا استعمال کیا ہے۔ ہمیں اس کے مختلف طرز کے کتبوں سے اس کے بارے میں جانکاری ملتی ہے۔

''دھم''، سنسکرت کے لفظ ''دھرم'' کا پراکرت زبان میں مترادف ہے لیکن اشوک کے ''دھم'' کے کئی مفہوم بیان کیے جاتے ہیں مثلاً اشوک کے ''دھم'' کو مذہب کا احترام (Piety)، اخلاقی زندگی کی عظمت اور مذہبی عقیدت واحترام وغیرہ کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔ یونانی اور آرامی کہاوتوں اور کہانیوں میں جنہیں پراکرت دستاویزوں کی بنیاد پر لکھا گیا ہے ان میں بھی ''دھم'' کا ذکر ہے لیکن یہ کہانیاں پراکرت تحریروں کا محض ترجمہ ہیں۔ پراکرت تحریروں میں اشوک نے جسے دھم کہا ہے اس کا یونانی یا آرامی مفہوم بودھ دھرم یا مذہب ہر گز نہیں ہے۔ آرامی زبان میں ''دھم'' کا مفہوم ''دات'' ہے جس کا مفہوم ''دستور، قانون اور رسم ورواج'' اور ''کست'' یعنی صداقت اور سچائی ہے۔ یونانی کتبوں میں ''دھم'' کا مترادف ''ایوسیبیا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ''عدل وانصاف اور صداقت'' ہوتا ہے۔

### 2.5.2 دھم پالیسی اختیار کرنے کے اسباب (Reasons for Adopting the Policy of Dhamma)

اشوک کی دھم پالیسی دراصل اس کے اپنے ذہنی فکر کی پیداوار تھی۔ یہ ایک ایسا اخلاقی ضابطہ حیات تھا جو نہ صرف سماجی ذمے داری پر زور دیتا ہے، بلکہ سماجی الجھنوں اور کشمکش کو ختم کرنے کا ایک اہم ذریعہ بھی تھا۔ یہ ایسی طرز زندگی کی تجویز پیش کرتا ہے جو آسان، قابل عمل اور اخلاقی اصولوں پر بھی پوری اترتی ہو۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی کہتے ہیں کہ کلنگ جنگ کی ناقابل بیان تکلیفوں اور مظالم نے فاتح (اشوک) کا دل توڑ دیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب وہ کبھی حکومت کی توسیع کی خاطر تلوار میان سے نہیں نکالے گا۔ اس نے اعلان کیا کی اب طبل جنگ (بھیری گھوش) ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا ہے اور اس کے بعد ''دھم گھوش'' کی گونج یعنی عدم تشدد اور عالمی امن کی پکار ملک میں سنائی دے گی۔'' اشوک کی دھم پالیسی اور فلسفے کو سمجھنے کے لیے اس عہد کے سماجی حالات اور مذہبی ماحول کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے، جس میں اشوک پروان چڑھا تھا، جس کا اثر اس کی زندگی کے بعد کے دنوں میں دکھائی پڑتا ہے، خاص کر کلنگ کی جنگ کے بعد اور واضح ہو جاتا ہے۔ اشوک کے تیرہویں ''کلاں چٹانی فرمان'' سے اس کے دھم کا راستہ اپنانے کی وجوہات کا ذکر ملتا ہے۔ جس کا مفہوم یوں ہے کہ:

> تخت نشینی کے آٹھ برس بعد دیوتاؤں کے محبوب راجا پیاداسی (پریہ درشی) نے کلنگ کو فتح کر لیا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار لوگ ملک بدر کر دیے گئے۔ ایک لاکھ لوگ مارے گئے۔ اور اس سے کئی گنا لوگ تباہ وبرباد ہوئے۔ کلنگ کو حکومت میں شامل کرنے کے بعد دیوتاؤں کے محبوب

نے سچے دل سے ''دھم'' کے اصولوں پر عمل کرنا شروع کیا، ''دھم'' کی آرزو کی ''دھم'' کی تبلیغ کی۔ کلنگ کی فتح کے بعد دیوتاؤں کا محبوب بہت نادم ہوا۔ کیوں کہ جب کسی خود مختار ریاست پر قبضہ ہوتا ہے تو بہت سارے افراد کا قتل ہوتا ہے، بڑی تباہی مچتی ہے۔ لوگ ملک بدر ہوتے ہیں۔ اس سے دیوتاؤں کے محبوب کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور اس کے دماغ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ دیوتاؤں کے محبوب کے لیے اس سے تکلیف کی بات یہ تھی کہ وہاں رہنے والے افراد انتہائی پریشان ہوئے۔ وہ چاہے برہمن ہوں یا سرمن یا دیگر فرقوں کے افراد یا پھر گھر گرہستی کرنے والے وہ لوگ ہوں جو اساتذہ کے فرمابردار، احباب اور ساتھیوں کی خبر گیری کرنے والے، رشتہ داروں غلاموں اور ملازموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے سب کو تشدد اور قتل و غارت گری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنگ کلنگ کے وقت جتنے لوگ مارے گئے، قتل ہوئے یا ملک بدر ہوئے ان کے دسویں یا ہزارویں حصہ پر پھر سے یہ مصیبت دوبارہ آئے تو اس سے دیوتاؤں کے محبوب کو انتہائی گہرا رنج پہنچے گا۔''۔۔۔۔۔۔۔ دیوتاؤں کا محبوب ''دھم'' کے ذریعہ کی گئی فتح کو سب سے بڑی فتح تصور کرتا ہے۔

تاریخی حقائق کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ اکثر موریہ حکمراں انتہائی روادار تھے۔ ان کے اندر مذہبی تشدد اور کٹرپن نہیں تھا۔ اشوک کے دادا چندر گپت اپنی زندگی کے آخری ایام میں جین مذہب کے پیروکار بن گئے تھے۔ اس کے والد بندوسار اجیوک تعلیمات پر یقین رکھتے تھے۔ اور اشوک بذات خود بدھ مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اپنی ذاتی زندگی میں اس پر عمل پیرا بھی تھا، لیکن اس نے کبھی بھی اپنا عقیدہ اپنی عوام پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اشوک کے دھم پر بحث سے پہلے ان حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے جس نے دھم جیسے فلسفہ کو وجود بخشا۔

اشوک سمراٹ جب تخت نشین ہوا اسی وقت موریہ سامراج انتہائی پیچیدگی اور انتشار کا شکار تھا۔ سیاسی حالات کافی خراب تھے، سماجی نظام بھی کافی تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے مختلف تہذیب و ثقافت، نظریات و عقائد، سماجی اور سیاسی افکار کو اپنے اندر سمولیا تھا۔ اشوک کے سامنے اب صرف دو راستے تھے۔ اول: یہ کہ یا تو وہ طاقت کے زور پر حالات کو اپنے قابو میں کرلے۔ اس کے لیے بہت زیادہ پیسوں اور سرمایے کی ضرورت تھی۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایسے اخلاقی اصول و ضوابط اور ایسے اقدار پیش کیے جائیں جو سماج کے ہر طبقہ، ذات، برادری اور مذہب کے ماننے والوں کے لیے یکساں قابل قبول ہوں۔ اشوک نے یہی دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور اسے اپنی ریاستی پالیسی بناکر عوام کے سامنے پیش کیا۔ دوسری جانب اشوک سماج کے ان مذہبی کھینچ تان اور تناؤ سے بھی بخوبی واقف تھا، جو جین، بدھ اور اجیوک جیسے غیر سناتنی مذاہب کے آغاز و ارتقاء سے سماج میں پیدا ہو رہا تھا۔ یہ تمام مذہبی خیالات و نظریات کسی نہ کسی حد تک برہمنی عقائد و نظریات کے مخالف تھے اور ان کے ماننے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود برہمنوں نے اب بھی سماج پر اپنا کنٹرول برقرار رکھا تھا۔

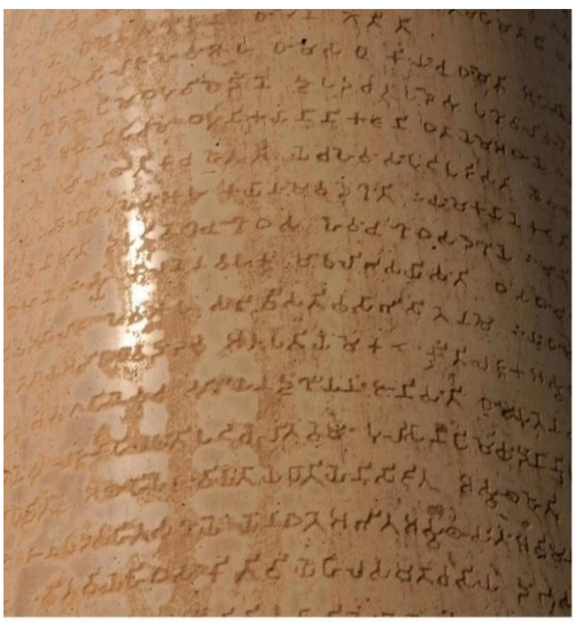

اشوک کا ایک کتبہ، لوریا ارراج، بہار (وکیپیڈیا)

### 2.5.3 اشوک کے فرامین میں دھم کی وضاحت (Interpretation of Dhamma in Ashoka's Edicts)

چٹانی فرامین کی ایک بڑی تعداد اشوک کے دھم سے متعلق تعلیمات پر روشنی ڈالتی ہیں۔ بھا بڑا کتبے میں اشوک نے مہا تما گوتم بدھ، ''دھم''اور ''سنگھ'' کی خاطر اپنی عقیدت مندی اور احترام کا ذکر کیا ہے۔ اشوک نے اپنی دھم پالیسی کو پھیلانے کے لیے کئی ذرائع کا استعمال کیا تھا۔ لیکن سب سے اہم ذریعہ جس سے اس کے دھم پالیسی کے بارے میں واقفیت ہوتی ہے۔ اس کے وہ فرامین میں جو مختلف چٹانوں اور ستونوں پر کندہ کروائے گئے تھے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مختلف طرز کے کتبے بڑی تعداد میں ملے ہیں۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے ان کی ساخت کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی کی ہے۔ مثلاً بڑے کتبے، چھوٹے کتبے، ستونی کتبے وغیرہ۔ اشوک نے اپنے مذہبی خیالات کو ان ستونوں اور چٹانوں پر اس مقصد سے کھدوایا تھا تاکہ لوگ انہیں پڑھ کر اسے اپنی زندگی میں شامل کریں اور اسے اپنی زندگی میں بھی لاگو کرنے کی کوشش بھی کریں۔ ان فرامین کے ذریعہ اشوک عوام تک اپنا نہ صرف مذہبی پیغام پہنچانا چاہتا تھا بلکہ عوام سے سیدھے رابطہ بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ ستونی اور چٹانی فرامین اس کے دورِ حکومت کے مختلف ادوار میں تحریر کروائے گئے تھے۔ ان فرامین میں بیان کیے گئے اصولوں کے مطالعہ سے اشوک کی دھم پالیسی کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اشوک کے ان فرامین کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

**اوّل:** وہ فرامین جس سے مہاراجا اشوک کی مذہبی عقیدت مندی کا پتہ چلتا ہے۔ ان فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجا اشوک بدھ مذہب کا پیروکار تھا اور یہ فرامین بدھ طبقہ کے لوگوں اور ان کے اداروں (سنگھوں) کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کروائے گئے تھے۔ ان فرامین میں اشوک کی بدھ مذہب سے ذاتی عقیدت واحترام کا پتہ چلتا ہے جس میں وہ بدھ مذہب سے اپنے ذاتی عقیدت واحترام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ خود ہی بدھ مذہب سے اپنی وابستگی کا اقرار کرتا ہے۔ اسی طرز کے ایک فرمان میں وہ بدھ مذہب کی مقدس کتابوں کا ذکر کرتا ہے۔ ان کے نام اس فرمان میں درج کرواتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بدھ مت کے تمام پیروکاروں کو ان کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ مذکورہ بیانات سے اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

**دوم:** دوسرے زمرے میں ان فرامین کو پیش کیا جاسکتا ہے، جو کلاں اور خرد چٹانوں پر تحریر کیے گئے تھے، اس میں وہ ستونی فرامین بھی شامل ہیں، جنہیں خاص مقاصد کے لیے ایستادہ کیا گیا تھا۔ اشوک نے اپنے یہ فرامین ایسی مخصوص جگہوں پر کھدوانے کا اہتمام کیا تھا، جہاں سے عوام کا بڑی تعداد میں گزر ہوتا کہ عوام الناس تک ان کی رسائی ہو اور وہ اسے پڑھ سکیں۔ اشوک کے ذریعہ تحریر کروائے گئے اس طرز کے تمام فرامین کو عوام کے لیے اعلامیہ کہا جاسکتا ہے۔ ان چٹانی اور ستونی فرامین میں اشوک کی ''دھم پالیسی'' کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہمیں اشوک کی دھم پالیسی اور اس کی بدھ مذہب کے ساتھ ذاتی دلچسپی اور عقیدت کو علاحدہ کرکے دیکھنا چاہیے۔ ماضی میں کچھ مورخین نے اشوک کی دھم پالیسی اور اس کی بدھ مذہب سے وابستگی کو ایک ہی نظریے سے دیکھنے کی کوشش کی تھی جب کہ اس میں تمیز اور تفریق کرنا ضروری ہے۔ اشوک کی مذہبی پالیسی کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر وہ ایک طرف بدھ مذہب کا عقیدت مند تھا تو دوسری طرف اس نے اپنی ''دھم پالیسی'' کے ذریعہ لوگوں کو سماجی ذمے داریوں کی اہمیت اور سماج کے مختلف طبقوں میں

میل جول بڑھانے اور رواداری کا درس دیا تھا۔

اشوک کا ''دھم''ایک مکمل ضابطۂ اخلاق تھا جس میں والدین، بزرگوں، اور اساتذہ کے احترام کا درس دیا گیا تھا۔ صداقت و حق گوئی پر زور، دوسروں کے ساتھ رواداری کا سلوک، فراخدلی کا مظاہرہ، اس کی اہم خصوصیات تھیں۔ براگوڑی کے چٹانی فرمان میں اس نے لکھا ہے کہ ''ماں باپ اور بزرگوں کی اطاعت کرنا چاہیے، ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ اس طرح ساتویں چٹانی کتبہ میں اس نے انسانوں کی ذہنی صلاحیتوں کو مثبت رکھنے پر زور دیتے ہوئے لکھا کہ ''انسانوں کو اپنے نفس پر قابو رکھنا چاہیے، دماغ کو صاف اور ذہنی کدورت سے پاک رکھنا چاہیے، احسان مندی کا جذبہ رکھنا چاہیے، اپنے عقیدے کو پختہ رکھنا چاہیے۔ گیارہویں اور تیرہویں چٹانی کتبہ میں کہا گیا ہے کہ ''غلاموں اور نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانا چاہیے۔ تمام ذی روح جانوروں، چرندوں، پرندوں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔ منفی جذبات، کینہ، بغض، حسد، جلن، غصہ، نفرت، ظلم، غرور اور تکبر کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ اس نے لوگوں کو آگاہ کیا ہے کہ ناپسندیدہ اور برے کام نہ کریں۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشوک نے اپنے ''دھم''میں انفرادی اور شخصی کردار سازی پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے چٹانی کتبوں اور فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شدید خواہش تھی کہ عوام، دھرم کے اصولوں اور ضابطۂ اخلاق کو اپنائیں اور خود کو رواداری، عدم تشدد، اچھے کردار اور فلاحی کاموں میں مصروف رکھیں۔

اشوک بدھ مذہب کا ایک سچا عقیدت مند تھا اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کئی اہم اقدامات بھی کیے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیشہ مذہبی رواداری کی حکمتِ عملی اپنائی۔ اس نے اپنے ذاتی عقائد اور مذہبی نظریات کو دوسروں پر تھوپنے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔ اس نے بدھ مذہب کی طرح دیگر مذاہب کا بھی بے حد احترام کیا۔ اس نے غریبوں محتاجوں حتیٰ کہ ہریجنوں کے ساتھ بھی بُرا سلوک کرنے کی مذمت کی۔ ان کو تحفے اور تحائف بھی پیش کیے۔ اسی طرح اس نے اجیوکوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا تھا۔ بارابار کے دو کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اجیوکوں کی رہائش کے لیے دو غار بھی دان میں دیے تھے۔

بارہویں چٹانی کتبے میں اشوک کی مذہبی رواداری کے بارے میں اس کے واضح خیالات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتبہ انسانی تاریخ میں مذہبی رواداری کا ایک عظیم دستاویزی شاہکار ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ''اپنے عقیدے کو بالاتر نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی دوسروں کے عقائد کی بے حرمتی کرنی چاہیے۔ اس نے نہ صرف دوسروں کے عقائد کے احترام پر زور دیا بلکہ اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ عوام کو دوسرے مذاہب و عقائد کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ اشوک توہم پرستی اور بے جا رسومات کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی اس کی ہمت افزائی ہی کرتا تھا۔ وہ سماج میں جاری غیر ضروری رسومات کا بھی مخالف تھا۔ خاص کر ان رسومات کا جو عورتیں مختلف مخصوص اوقات میں مناتی تھیں جیسے بیماری، شادی بیاہ، بچوں کی پیدائش اور سفر کی روانگی وغیرہ پر منائی جانے والی رسمیں اور تقریبیں۔ ان رسموں کے بارے میں چٹانی کتبہ نمبر نو میں اس نے اعلان کیا کہ ان رسومات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس نے دھرم کے اصولوں پر کاربند رہنے پر زور دیا تھا۔

اشوک کے ''دھم''میں ایک فلاحی ریاست کا تصور بھی موجود تھا۔ اسی لیے اس نے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں خاص دلچسپی لی

اور اپنی ریاست کے باہر بھی اس کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ جہاں اس نے ایک طرف انسانوں کے علاج و معالجے کا انتظام کیا تو وہیں جانوروں کے علاج کا بھی انتظام کیا۔ چٹانی کتبہ نمبر ۲ میں تحریر ہے کہ اس نے انسانوں کے علاج کے ساتھ ساتھ جانوروں کے علاج کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ یہ علاج جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے۔ ان جڑی بوٹیوں کی افزائش کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ طبّی امداد اور علاج و معالجے کے علاوہ عوام کی فلاح و بہبود اور آسائش کی خاطر اس نے اپنی ریاست میں ہر نو میل کے فاصلے پر کنویں کھدوائے۔ اہم شاہراہوں پر سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگوائے۔

اشوک کے دھم کی نوعیت انتہائی جامع، وسیع، پُر کشش اور عوام الناس کے لیے آسان اور قابلِ عمل تھی۔ سماج کا کوئی بھی فرد اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دھم کے اصولوں کو اختیار کر سکتا تھا۔ اس میں لوگوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے کہا گیا بلکہ دوسروں کے دھرموں کے احترام کا بھی درس دیا گیا۔ اپنے چٹانی فرمان نمبر بارہ میں اشوک کہتا ہے کہ ''دیوتاؤں کا محبوب اپنے عمل کے بدلے یا عزت کو اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی کہ تمام مسلکوں کے بنیادی اصولوں کو'' در حقیقت اشوک کا دھم ایک ایسا فلسفۂ حیات اور ضابطۂ اخلاق تھا جس میں ہر مذہب کے اہم اصول شامل تھے۔ سیکولر تعلیم اور اخلاقی کردار کا ایک ایسا ضابطہ تھا جس کا مقصد سماجی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا۔ دھم کے ذریعہ اشوک اپنی ریاست کو مضبوط اور مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ الغرض اشوک کی ''دھم پالیسی'' ایک ایسا مکمل اخلاقی اور رفاہی ضابطۂ حیات تھا جس پر کسی بھی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ جس میں تکثیریت اور مذہبی رواداری اس کا نصب العین ہوتے ہیں۔ یہی نصب العین اشوک کی پالیسی کا اہم نکتہ تھا جس سے وہ ہندوستان کی تاریخ میں عظیم ترین حکمرانوں کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ اشوک کا دھّم در حقیقت بدھ مت ہی تھا۔ اس نے دھّم میں صرف بدھ مت کے اصولوں کو ہی اکٹھا کیا تھا۔ لیکن بیشتر مورخ اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کچھ یکسانیت کے باوجود اشوک کے دھّم میں بدھ مت کے بنیادی اصولوں پر بحث نہیں کی گئی ہے۔ اس میں کہیں بھی چار آریہ ستیہ (چار اعلیٰ حقیقتیں)، اشٹ مارگ (آٹھ راستے) اور نروان (روح کی نجات) وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اشوک دھّم کے ماننے والوں کے لیے بھکشو (راہب) کی زندگی گزارنے یا ان کے لیے سنگھ کے قیام کی بات نہیں کرتا۔ اشوک کا دھّم کسی ایک مخصوص فرقے سے متعلق نہیں تھا۔ اشوک کے دھّم کا موازنہ کچھ حد تک مغل شہنشاہ اکبر کے دینِ الٰہی سے کیا جا سکتا ہے۔ اشوک نے اپنے کتبوں میں دھّم کے مختلف اصولوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر انسان ان اصولوں پر کاربند ہو جائے تو بلاشبہ ہماری زمین جنت بن جائے گی۔ اشوک کے دھّم کے خاص اصولوں کا ذکر نیچے کے سطور میں کیا جا رہا ہے۔

### 2.5.4 دھم کی تعلیمات (Teachings of Dhamma)

اشوک کا ''دھم'' یا ''دھما'' اخلاقی تعلیمات کا بہترین مجموعہ تھا۔ جو آنے والے دور میں نہ صرف اخلاقی تعلیمات بلکہ عہدِ حاضر کی اصلاحی تحریکوں کے لیے مشعلِ راہ بنا۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر آر۔ کے۔ مکھر جی نے لکھا ہے کہ ''اشوک اپنے عہد سے بہت آگے جا رہا تھا اور اس کے دھم کو بعض جدید اصلاحی تحریکوں کا پیش خیمہ کہہ سکتے ہیں'' اشوک اپنے آبا و اجداد کی طرح رواداری کا حامل، مذہبی تعصب اور شدت پسندی

سے پاک تھا۔ وہ اپنے عہد میں پائے جانے والے تمام فرقوں اور مسلکوں کا احترام کرتا تھا۔ اس نے اجیوک فرقہ کے افراد کو اپنی ریاست کے غاروں اور گپھاؤں میں رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ برہمنوں، سرمنوں، نرمتن ودں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری سے پیش آنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اپنی اسی بے تعصبی کے باعث اشوک نے اپنا ذاتی مذہب لوگوں پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی کہتے ہیں کہ ''جو دھم'' اس نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا وہ گویا تمام مذہبوں کا نچوڑ تھا۔ اُس نے اخلاقی چال چلن کے لیے ایک ضابطہ تجویز کیا تاکہ زندگی کو زیادہ خوشگوار و پاکیزہ بنایا جاسکے۔

اشوک نے والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی اطاعت (سوُ سرتا) اور احترام (اپ چتی) پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے اکثر فرامین میں برہمنوں، سرمنوں، رشتہ داروں، دوستوں، بزرگوں، سن رسیدہ لوگوں، اور مصیبت زدہ افراد کے ساتھ حسنِ سلوک، اچھے برتاؤ اور فیاضانہ رویہ کی جگہ جگہ تعریف کی گئی ہے۔ اشوک کے ستونی فرمان نمبر 12 اور چٹانی فرمان نمبر 7 کے حوالے سے اس کے دھرم (دھم) کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ؛'' دھم میں خیرات (دان) رحم (دَیا)، حق گوئی (سچے یاستَین) پاک باطنی (سوچیے یا ساچن) درویشی (ساڈھیا) ضبط نفس (سن یَم) احسان (کتم نتا، یا کرتگیتا) ثابت قدمی (درودھ بھتیا) وغیرہ شامل ہیں۔

اشوک نے اپنی تعلیمات میں اس بات پر بھی زور دیا کہ انسانوں کو اپنے اندر منفی رویہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کے مطابق، غصہ (کرودھ) ظلم (ہٹ تولیہ) تکبر (مانن) حسد (ارشا) کی وجہ سے انسان گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام انسانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اشوک کے دھم میں تمام مذاہب کی عمدہ تعلیمات شامل ہیں۔ اس نے تمام ذی روح کو تکلیف نہ دینے پر زور دیا۔ اس نے ان تمام قربانیوں کو ممنوع قرار دیا جن میں جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا، بعض رسموں کو اس نے فضول اور لغو سمجھتے ہوئے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ خاص کر ان رسومات کو جنہیں پیدائش، موت، سفر اور شادی بیاہ کے موقعہ پر خواتین انجام دیا کرتی تھی۔ اس کے مطابق انسان کو اپنے چال چلن، اخلاق و کردار کو سنوارنا چاہیے۔ اس نے فتوحات، تحفے تحائف اور دان کے مروجہ تصور کو بھی بدلنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے کہا سب سے بڑا دان ''دھم دان'' ہے۔ اس نے غلاموں اور ملازموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے پر زور دیا تھا۔ اشوک کی دھم پالیسی اور مذہبی تعلیمات نے اسے ایک عالم گیر شہرت عطا کی تھی۔ اس نے بدھ مت یا کسی خاص فرقے کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''اشوک کے ''دھم'' میں دنیا کے تمام مذاہب کی اچھی تعلیمات شامل تھیں۔ اس نے ایک عالم گیر مذہب کا تصور پیش کیا تھا۔'' اس وجہ سے تاریخ میں اسے (اشوکِ اعظم) کا خطاب ملا تھا۔

### 2.5.5 اشوک کی مذہبی رواداری (Religious Tolerance of Ashoka)

ایک عام نظریہ ہے کہ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک نے بدھ مذہب قبول کرلیا تھا اور اس نے بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے سرگرم کوششیں کیں۔ مذہب کی تبلیغ میں اس نے کسی تشدد، تعصب کا سہارا نہیں لیا۔ اس نے اس وقت کے تمام مذاہب اور عقائد کا احترام کیا اور ان کی سرپرستی بھی کی۔ اس نے اجیوک فرقہ کے لوگوں کو غاروں میں رہنے کی اجازت دے دی اور برہمنوں، شرمنوں اور بھکشوؤں کو ایک

دوسرے کے ساتھ اچھے برتاؤاور رواداری سے پیش آنے کی ہدایت کی۔اشوک کے فرمان نمبر۔7سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا قائل تھا کہ تمام مذاہب کا نصب العین ایک ہے یعنی ضبط نفس اور پاکی ضمیر۔اس نے اپنی رعایا کو ضبط نفس سے کام لینے کی تلقین کی اور دوسرے مذاہب کا احترام کرنے کی بات کہی۔اس نے یہ بھی کہا کہ ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کی تحقیر نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی عزت کریں۔اس سے ایک دوسرے کے احترام اور باہمی رواداری کو فروغ ملے گا۔اشوک کے یہ خیالات دور جدید میں بھی اتنی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔

مذہبی رواداری اشوک کے دھّم کا بنیادی نعرہ تھا۔اس کے مطابق انسان کو اپنے مذہب کی تعریف اور دوسروں کے مذہب کی توہین نہیں کرنی چاہیے۔انسان کو سبھی مذاہب کا احترام کرنا چاہیے۔اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔اشوک کے مطابق ''جو شخص اپنے مذہب کا احترام کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کی اہانت کرتا ہے اور اس طرح اپنے مذہب کی عظمت بڑھانا چاہتا ہے تو وہ در حقیقت اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ایسے انسان میں مذہب کی حقیقت کا فقدان ہے۔ سبھی مذاہب کی تعلیمات کا اکتسابی نتائج یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کا بھی احترام کیا جانا چاہیے۔اشوک کو اعمال کے فلسفے پر گہرا یقین تھا۔اس کے مطابق انسان کو اس کے اعمال کا ثمر ضرور ملتا ہے۔اگر انسان کے اعمال اچھے ہوں تو اسے نہ صرف اس زندگی میں سکھ حاصل ہوگا بلکہ آئندہ زندگی میں بھی جنت حاصل ہوگی۔

## 2.6 اشوک اور بدھ مذہب (Ashoka and Buddhism)

مورخین کا ماننا ہے کہ بدھ مذہب اختیار کرنے سے پہلے اشوک سمراٹ کٹر ہندو تھا اور ہندو مت کی سختی سے پابندی کرتا تھا۔راج ترنگنی کے مصنف کلہن نے اپنی مشہور تصنیف راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ اشوک ہندو دھرم کے شیو مت کا پجاری تھا اور بدھ مذہب قبول کرنے سے قبل 'شیو' اس کا سب سے پسندیدہ دیوتا تھا۔ایک خرد چٹانی کتبہ اور چٹانی کتبہ نمبر 3 کے حوالے سے آر۔کے۔ مکھرجی لکھتے ہیں کہ اشوک ابتدا میں برائے نام بدھ مت کا پیروکار تھا۔کلنگ کی جنگ کے دوڈھائی سال بعد وہ خانقاہ کا رکن بنا اور بدھ مذہب میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کیا تھا۔بدھ مت کی اکثر مذہبی کتابوں میں اشوک کو بدھ مذہب اختیار کرنے سے قبل ایک برا فرد بتایا گیا ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ جب تک وہ بدھ مذہب میں داخل نہیں ہوا وہ ایک برا اور ظالم انسان تھا۔کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک خاص واقعہ کے بعد اچانک بدھ مذہب کا پیروکار اور اس کا عقیدت مند بن گیا تھا۔لیکن بدھ مت کی مذہبی کتابوں 'مہاومس' اور 'دیپ ومس' سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک اپنے بھانجے ''نگرودھا'' کے توسط سے بدھ مت کی طرف مائل ہوا تھا، جب کہ ''دویاودان'' کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمدر نامی ایک تاجر کے توسط سے جو ایک بھکشو تھا بدھ مت کے قریب آیا۔''اشوکاودان'' میں ان دونوں کہانیوں کی ایک تیسری کہانی بیان کی گئی ہے کہ اشوک، سمدر نامی ایک تاجر کے بارہ سال کے بیٹے کے توسط سے بدھ مذہب میں شامل ہوا تھا۔لیکن اشوک نے اپنے کسی فرمان میں براہ راست بدھ مذہب اختیار کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔لیکن بدھ مذہب سے اس کی عقیدت واحترام کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ماسکی کے خرد چٹانی فرمان میں پہلی بار اشوک کا ذاتی نام 'اشوک' (دیوانم پیسا اسوکسا) استعمال ہوا ہے۔اسی کتبے میں آگے چل کر 'بدھ شاکیہ' کا ذکر آتا ہے، جس سے اس کے بدھ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔

عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کلنگ کی جنگ میں ہونے والے بے پناہ جانی ومالی نقصان کو دیکھ کر اشوک کو بے حد افسوس ہوا۔ اسے اس قدر تباہی کا اندازہ نہیں تھا جنگ کے بعد حالات کو دیکھ کر اسے بہت دکھ پہنچا۔ غم اور مایوسی کی حالت میں اس نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ لیکن اس کے بدھ مذہب اختیار کرنے کی بابت کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ کے بعد اشوک کے رویہ میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ یہ تبدیلی اچانک یا راتوں رات نہیں آئی تھی۔ بلکہ یہ تبدیلی اس مذہبی رواداری کا پر تو تھی جو اسے اپنے اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔

اشوک بدھ مذہب کی اہنسا اور سادہ تعلیمات سے متاثر اور اس کا عقیدت مند تھا اور اسے فروغ دینے میں نمایاں کردار بھی ادا کیا تھا۔ ابھی تک بدھ مت محض ایک مقامی فرقہ تھا اشوک نے اپنی کاوشوں سے اسے ایک بین الاقوامی مذہب بنا دیا تھا۔ اس کی ترویج، توسیع اور ترسیل کے لیے کئی اہم اقدامات کیے۔ جس بات کی تبلیغ واشاعت کی اس پر ثابت قدمی سے عمل بھی کیا۔ اس نے بدھ مذہب کی تعلیمات اور اس کے پیغام کو عام کرنے کی بھی مسلسل کوشش کی۔ اس نے بدھ مذہب کی بنیادی تعلیم اہنسا (عدم تشدد) کی حکمتِ عملی کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ تا عمر اس کا پابند بھی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جانوروں کی قربانیوں پر پابندی عائد کر دی تھی۔ چٹانی کتبہ نمبر 1 سے معلوم ہوتا ہے کہ دھم پر عمل پیرا ہونے سے قبل اس کے باورچی خانہ میں سینکڑوں اور ہزاروں جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ اس نے اس پر پابندی لگا دی۔ اس کتبہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ جس وقت یہ فرمان تحریر کیا گیا اس وقت صرف تین جانور کاٹے جاتے تھے۔ لیکن بعد میں وہ بھی بند کر دیے گئے۔

بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت مندی کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ اس نے عیش وعشرت کی تمام یاتراؤں کو منسوخ کر دیا تھا۔ شکاری یاتراؤں پر جانے کے بجائے اب دھرم یاتراؤں (مذہبی دوروں) پر جانا شروع کر دیا تھا۔ اس کے ذریعہ تحریر کروائے گئے چٹانی کتبہ نمبر آٹھ میں اس نے لکھا ہے کہ ''ماضی میں حکمراں عیش وعشرت کی خاطر یاترائیں (دورے) کرتے تھے۔ جس میں سیر و تفریح اور شکار کیا جاتا تھا اور دیگر عیش وعشرت کے کام کیے جاتے تھے۔ لیکن اب اس نے دھرم یاترا پر جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسی ہی ایک دھرم یاترا (مذہبی دورے) کے موقع پر اس نے بودھ گیا کا دورہ کیا تھا۔ چٹانی کتبہ نمبر سات میں لکھا ہے کہ ''اپنی تاجپوشی کے دسویں سال اس نے 'سمبودھی' (بودھی درخت جو بودھ گیا میں ہے) کا دورہ کیا تھا اور اپنی تاج پوشی کے بیس سال بعد اس نے مہاتما گوتم بدھ کی جائے پیدائش ''لمبنی'' میں حاضری دی تھی۔ لمبنی کے ''رومندی'' میں ایک کتبہ بھی نصب کروایا تھا۔ جس میں لکھا ہے کہ ''جب راجا دیونم پریہ پریہ درسن اپنے بیسویں سال جلوس کے بعد یہاں آیا تو اس نے (اس مقام کی) پرستش کی کیوں کہ مقدس ''بدھ ساکیا منی'' اس مقام پر پیدا ہوا تھا۔ اس نے پتھر کی ایک دیوار بنائی اور پتھر کی ایک لاٹ نصب کی۔ (تاکہ اس سے پتہ چلے کہ) یہاں ایک مقدس شخص پیدا ہوا تھا۔'' اس میں اس لمبنی گاؤں کو ''بلی'' (قربانی اور نذرانے) سے مستثنیٰ قرار دیا اور ''بھاگ'' (زرعی پیداور میں راجا کی طرف سے وصول کیا جانے والا حصہ جو تقریباً پیداوار کا آدھا ہوا کرتا تھا) کو کم کر کے آٹھواں حصہ وصول کرنے کا اعلان کیا۔

بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت کا پتہ اس کے ذریعہ منعقد کی گئی بدھ مجلس سے چلتا ہے۔ سری لنکائی روزناموں کے مطابق بدھ مت کی تیسری بڑی مجلس، اشوک کے عہد حکومت میں پاٹلی پتر میں منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت عظیم بودھ دانشور موگلی پت تس نے کی

تھی۔ مہاومس کے مطابق یہ مجلس اشوک کے دورِ حکومت کے سترہویں سن جلوس میں منعقد کی گئی۔اس کے انعقاد کا مقصد بدھ مت میں بڑھتے ہوئے اندرونی اختلافات کو دور کرنااور اسے تقسیم ہونے سے بچانا تھا۔ان کوششوں سے وقتی طور پر فائدہ ہوالیکن آئندہ صدیوں میں بالآخر بدھ مت دو حصوں ''ہنایان''اور ''مہایان''میں تقسیم ہونے سے نہیں بچ سکا۔

اشوک نے بدھ مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے ہندوستان سے باہر بیرونِ ممالک بھی کئی جماعتیں اور سفارتیں روانہ کی تھیں۔اس نے اپنے بیٹے مہیندر اور سنگ مترا کو سری لنکا روانہ کیا تھا۔کچھ دیگر ممالک جیسے برما، سوماترا، شام، مصر، مقدونیہ اور پیرس وغیرہ میں بھی تبلیغی جماعتیں روانہ کی تھیں۔بدھ مذہب سے اشوک کی عقیدت کا پتہ بھبرو کے کتبے سے بھی چلتا ہے۔اس میں وہ اپنے آپ کو ''اپاسک''یعنی بودھ سنگھ کے باہر کا بودھ کہتا ہے۔اس کے باوجود اس کی کسی تحریر یا کتبہ میں بدھ مذہب کی اہم تعلیمات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔رنبیر چکرورتی لکھتے ہیں کہ ''بدھ مذہب سے اس کی ذاتی دلچسپی اور عقیدت مندی کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اشوک کے کسی بھی کتبے میں جہاں اس کے دھم کا ذکر آیا ہے بدھ مذہب سے وابستہ اہم تعلیمات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔جیسے ''چار عظیم سچائیوں'' یا''اشٹانگ مارگ''(سچائی پر چلنے کے آٹھ راستے)وغیرہ۔یہاں تک کہ بدھ تعلیمات کا جو آخری ہدف اور مقصد نروان کا حصول ہے اس پر بھی اس کے کتبے بالکل خاموش ہیں۔''

بدھ مذہب سے اس کی وابستگی مستند روایات نیز لوحی شہادتوں سے ثابت ہے۔بھبھرو کے فرمان میں وہ بدھ تثلیث یعنی بدھ، دھّم اور سنگھ میں اپنے اعتقاد کا اظہار کرتا ہے اور سنگھ والوں اور عوام دونوں کو کتاب مقدس کے بعض ابواب کی تلاوت اور ان پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔سارناتھ کے چھوٹے ستونی فرمان اور اس جیسے دوسرے فرامین میں اشوک تقریباً دین کے محافظ کی حیثیت سے خطاب کرتا ہے اور مذہب میں تفریق پیدا کرنے والوں کے لیے سزائیں تجویز کرتا ہے۔اس نے بدھ مذہب کے مقدس مقامات مثلاً بودھ گیا، لمبنی وغیرہ کی زیارت کی۔اس نے ایسی تفریحات اور قربانیاں ممنوع قرار دیں جن میں بے زبان جانوروں کو ذبح کرنا ضروری ہوتا تھا۔آخر میں ہمیں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک نے بدھ کے تبرکات محفوظ کرنے کے لیے بے شمار استوپ بنوائے اور ابتدا میں ان میں سے آٹھ میں انہیں دفن کردیا۔اس کے علاوہ بدھ مذہب کی تبلیغ اور مسلملات طے کرنے کے لیے شہنشاہ نے موگلی پت تسّا کی رہنمائی میں ایک مجلس بھی طلب کی۔

## 2.7 تاریخ میں اشوک کا مقام (Ashoka's Place in History)

بلاشبہ اشوک قدیم ہندوستان کی سب سے نمایاں شخصیت ہے۔اس کا مقابلہ دنیا کی عظیم شخصیتوں مثلاً قسطنطین، اکبر اور دوسرے فرماں رواؤں سے کیا جاتا ہے۔اس تقابل میں یکسانیت ہو یا نہ ہو بہر حال، اشوک انسانی ہمدردی کے لیے فراموش نہیں کیا جائے گا۔اشوک کی سلطنت بہت وسیع تھی۔یہ ٹھیک ہے کہ اسے اپنے والد بندوسار اور دادا چندر گپت موریا سے ایک عظیم سامراج وراثت میں ملا تھا مگر اس نے کلنگ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت میں اور بھی وسعت کی۔اس کی حکومت شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں میسور تک، مشرق میں خلیج بنگال، شمال مغرب میں ہندوکش پہاڑ تک اور مغرب میں بحر عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ہندوستان کی تاریخ میں کسی بھی شہنشاہ کی حکومت اتنی

دور تک پھیلی ہوئی نہیں تھی۔ اس لیے اشوک کا شمار ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ شہنشاہ اشوک کا انتظام حکومت بہت عمدہ تھا۔ وہ اپنے عوام کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا تھا۔ اس لیے وہ اپنی رعایا کی فلاح کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ عوام کے مسائل سے باخبر رہنے کے لیے وہ ہمیشہ بھیس بدل کر گھومتا تھا۔ اس نے اپنے وزرا کو بھی عوامی فلاح کے لیے خصوصی احکامات جاری کر رکھے تھے۔ عوام الناس کی سہولت کے لیے اس نے سڑکوں کے کنارے سایہ دار درخت لگوائے، کنویں کھدوائے، سرائیں بنوائیں اور باغات لگوائے۔ اس نے بیماروں کے لیے اسپتال بنوائے۔ اس نے نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے علاج کے لیے بھی اسپتال بنوائے۔

شہنشاہ اشوک غالباً پہلا ایسا حکمراں تھا جس نے لوگوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لیے ان کے درمیان پائی جانے والی انتہا پسندی کو دور کرنے کے لیے اور انسانیت کی فلاح کے لیے کچھ نئے مذہبی اصول قائم کیے۔ اس میں اس نے سبھی مذاہب کے اچھے اصولوں کو اکٹھا کیا مثلاً بڑوں کا احترام کرنا، بچوں سے محبت کرنا، عدم تشدد، راست گفتاری، اچھے رسم و رواج کو اپنانا اور مذہبی رواداری اس کے خاص اصول تھے۔ ان اصولوں کی تشہیر کے لیے اس نے خود اپنی زندگی میں ان اصولوں کو اپنایا۔ اس نے جنگ کی پالیسی کو ترک کردیا اور شراب نوشی اور شکار کھیلنا بند کردیا۔ تاریخ عالم میں اشوک کی عظمت کی خاص بنیاد اس کے ذریعہ اپنائی گئی امن کی پالیسی اور انسان دوستی تھی۔ اشوک کی انفرادیت اس میں تھی کہ کلنگ کی جنگ کے بعد اس نے جنگ ترک کردی۔ اس نے فنون لطیفہ کو بہت پروان چڑھایا۔ ہندوستانی فنون کی اصلی ترقی اشوک کے عہد سے شروع ہوئی۔ اس نے شری نگر اور للتا پٹنم نام کے دو خوبصورت شہر بھی بسائے۔ ان میں سے سانچی کا استوپ اپنے فن کے لیے عالم گیر شہرت کا حامل ہے۔ اس کے ذریعہ تعمیر شُدہ ستون بھی فن کا دلکش نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان ستونوں پر چرندوں اور پرندوں کی مورتیاں بنائی گئی ہیں۔ یہ مورتیاں دیکھنے میں جاندار لگتی ہیں۔ سارناتھ کی لاٹ اپنی فنی خوبصورتی کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ موریا عہد میں زیورات بنانے اور پتھروں پر پالش کرنے کا فن اس قدر ترقی پاچکا تھا کہ بیرونی ممالک کے لوگ اس کو دیکھ کر متحیر ہو جاتے تھے۔ اس طرح اشوک کے عہد میں فن کے میدان میں ہوئی بے نظیر ترقی کی وجہ سے اسے عظیم کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اشوک کے عہد میں تعلیم کے میدان میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ اشوک کے کتبوں اور لاٹوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت لوگ بہت تعلیم یافتہ تھے۔ تعلیم کے فروغ کے لیے اشوک نے بہت سے گروکل اور مٹھ بنوائے۔ اس کے عہد میں ٹکشلا اور بنارس اعلیٰ تعلیم کے مراکز تھے۔ ان جگہوں پر نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک سے بھی طلبا حصول علم کے لیے آتے تھے۔ اشوک کے عہد میں ادب کے میدان میں بھی خوب ترقی ہوئی۔ اس کے عہد حکومت میں بودھ دھرم کی مشہور تصنیف کتھاوستو اور جین مت کی کئی تصانیف تخلیق ہوئیں۔ اشوک نے علم وادب کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ علم وادب کی ترقی کے میدان میں کی گئی کوششیں بھی اس کی عظمت کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔

## 2.8 اشوک کے جانشیں (Successors of Ashoka)

چالیس سال حکومت کرنے کے بعد 232 ق۔م میں اشوک کا انتقال ہوگیا۔ اشوک کی موت کے بعد موریہ سلطنت پر زوال آنا شروع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشوک کے سبھی جانشیں کمزور ثابت ہوئے۔ وہ عظیم سامراج کو متحد رکھنے میں ناکام ثابت ہوئے۔ اشوک کے جانشینوں کے بارے میں روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اتنی بات طے ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اشوک جیسی عظمت حاصل

نہیں کر سکا۔ اشوک کے بیٹوں میں سے صرف تیورا کا نام اس کے فرمانوں میں آتا ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ باپ سے پہلے انتقال کر گیا کیوں کہ بعد کے واقعات میں اس کا نام سننے کو نہیں ملتا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا دوسرا بیٹا جالوک جو شیو مت کا عقیدت مند تھا، اشوک کے انتقال کے بعد کشمیر میں خود مختار ہو کر حکومت کرنے لگا۔ اشوک کا تیسرا بیٹا کنال تھا جو 232ق۔م میں تخت نشیں ہوا۔ کنال اشوک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وایو پران کے مطابق اس نے آٹھ سال تک حکومت کی۔ کنال کے عہد میں مگدھ سامراج کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ 224ق۔م میں کنال کی موت ہو گئی۔ کنال کی موت کے بعد اس کا بیٹا دشرتھ تخت پر بیٹھا۔ اس کی تاریخیت ناگار جنی غار کے کتبوں سے ثابت ہے جس میں لکھا ہے کہ وہ اجیوک فرقے سے والہانہ عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے بھی آٹھ سال تک یعنی 216ق۔م تک حکومت کی۔

کچھ عالموں کا خیال ہے کہ دشرتھ کے عہدِ حکومت میں موریہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ سلطنت کے مشرقی حصّے پر دشرتھ کا قبضہ رہا جب کہ مغربی حصّہ پر سمپراتی نے قبضہ جمالیا۔ کھارویل کے ہاتھی گُمف کتبے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلنگ دشرتھ کے عہد میں آزاد ہو چکا تھا۔ دشرتھ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس لیے اس کا بھائی سمپراتی 216 ق۔م میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے 207ق۔م تک حکومت کی۔ وہ اشوک کے جانشینوں میں سب سے قابل تھا۔ وہ جین مذہب کا عقیدت مند تھا۔ اس نے جین مت کی تبلیغ کے لیے کوششیں کیں۔ وہ موریہ سلطنت کے زوال کو روکنے میں کچھ حد تک کامیاب ہوا۔ 207ق۔م میں سمپرتی کا بیٹا شالی شک تخت نشیں ہوا۔ اس کے عہد میں خانہ جنگی اور انتشار پھیل گیا۔ سامراج کے حصّے الگ ہونے لگے۔ اس عہد میں بیرونی حملے بھی ہوئے۔ 206ق۔م میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ شالی شک کے بعد دیو ورما(199-206 ق م)، شت دھنش (199 سے 191 ق۔م) اور برہدرتھ (191 سے 184 ق۔م) نے حکومت کی۔ یہ سبھی حکمراں نااہل ثابت ہوئے۔ وہ عیش و عشرت کے دلدادہ تھے۔ ان کے دور میں موریہ سلطنت زوال پذیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ برہدرتھ کا انجام اس کے اپنے سپہ سالار پُشیہ متر شُنگ کے ہاتھوں بڑے المیہ انداز میں ہوا۔ 184ق۔م میں پشیہ متر نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح عظیم موریہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

## 2.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اشوکِ اعظم کی شخصیت اور اس کی حکومتی پالیسی ہندوستانی تاریخ میں نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔ موریہ خاندان کے تیسرے حکمران کے طور پر اُس نے نہ صرف سیاسی اعتبار سے اپنے سلطنت کو بے مثال وسعت عطا کی بلکہ اخلاقی اور روحانی اقدار کے قیام کی بھی کوشش کی۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اُس کی زندگی میں جو تبدیلی آئی، اُس نے نہ صرف اُس کی ذاتی راہ کو بدلا بلکہ پورے ہندوستانی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔ اشوک نے جنگ و خونریزی کو ترک کر کے دین و شفقت کا راستہ اختیار کیا۔ یہی تبدیلی اُس کی "دھم" پالیسی کی صورت میں سامنے آئی۔ اشوک کی دھم پالیسی کسی ایک محدود مذہبی عقیدے پر مبنی نہیں تھی بلکہ یہ آفاقی انسانی قدروں پر استوار تھی۔ اُس نے اپنی رعایا کی بہبود کو حکمرانی کا بنیادی مقصد قرار دیا اور اُنہیں سچائی، عدم تشدد، رواداری اور رحم دلی کا درس دیا۔ یہ پالیسی اُس کے کثیر النسلی اور متنوع معاشرے کو ایک لڑی میں پرو دینے کی کوشش بھی تھی۔ اشوک نے صرف مذہبی رواداری ہی کی بات نہیں کی بلکہ عملی سطح پر بھی عوامی بہبود کے اقدامات کیے، جیسے شفاخانوں کا قیام، درخت لگوانا، کنویں کھدوایا جانا اور مسافروں کے لیے سرائے تعمیر کروانا۔ ان اقدامات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے

کہ اُس کا "دھم" صرف نصیحت نہیں بلکہ ایک عملی اور فلاحی حکمتِ عملی تھی۔ تاریخ میں اشوک کی اہمیت صرف ایک فاتح یا حکمران کے طور پر نہیں بلکہ انسانیت کے پیامبر اور اخلاقی قدروں کے ترجمان کے طور پر زیادہ ہے۔ اُس نے یہ ثابت کیا کہ ایک بادشاہ کی اصل طاقت اُس کی تلوار میں نہیں بلکہ اُس کی شفقت اور رعایا کے تئیں ذمہ داری میں ہے۔ یہی خصوصیت اُسے "دیوانام پریہ" اور "پیہ درشی" بناتی ہے۔ اُس کے کتبے اور ستون آج بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اُس نے حکومت اور مذہب کے درمیان توازن قائم کرکے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ اشوک کی سلطنت وقت کے ساتھ ختم ہو گئی، لیکن اُس کی "دھم پالیسی" اور اُس کے اصول آج بھی زندہ ہیں۔ عدم تشدد، رواداری اور مذہبی غیر جانب داری جیسے اقدار، جو آج کے جدید معاشرے کی بنیاد ہیں، دراصل اشوک ہی کے عطا کردہ ہیں۔ اس طرح اشوک صرف ایک تاریخی کردار نہیں بلکہ صدیوں سے انسانیت کے لیے ایک سرچشمۂ تحریک بنے ہوئے ہیں۔ اُس کی دھم پالیسی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ اصل عظمت طاقت اور فتوحات میں نہیں بلکہ انسانیت اور رحم دلی میں ہے۔

---

## 2.10 فرہنگ (Glossary)

**اترپتھ** : ہندوستان کی قدیم کتابوں میں جمبودیپ کے شمالی حصے کا نام اترپتھ ہے مگر پہلے اترپتھ شمالی شاہراہ کو کہتے تھے جو مشرق میں تامرلپتی (تملوک) سے لے کر ٹکشلا اور اس سے آگے وسط ایشیا کے بلخ تک جاتا تھا اور بہت زیادہ اہمیت کا حامل تجارتی راستہ تھا۔

**دھم** : "دھم"، سنسکرت کے لفظ "دھرم" کا پراکرت زبان میں مترادف ہے لیکن اشوک کے دھم کے کئی مفہوم بیان کیے جاتے ہیں مثلاً اشوک کے دھم کو مذہب کا احترام (Piety)، اخلاقی زندگی کی عظمت اور مذہبی عقیدت و احترام وغیرہ کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔

بھیری گھوش : میدانِ جنگ میں بجایا جانے والا وہ نقارہ، ڈھول اور تاشا جو جنگ کے آغاز اور فوجیوں کا جوش بڑھانے کی خاطر بجایا جاتا تھا۔

دھم گھوش : امن و شانتی یا مذہب کا ڈھول نگارہ، اس سے مراد مہاراجا اشوک کی وہ مذہبی پالیسی جس کے بعد اس نے جنگ کے ذریعہ فتح حاصل کرنے کو ترک کر دیا تھا۔ مذہبی رواداری کے ذریعہ عوام کے دلوں کو مسخر کرنا چاہتا تھا۔

اجیوک : قدیم ہندوستان کے وہ غیر برہمنی مذہبی نظریات و عقائد جو مہاویر جین اور مہاتما گوتم سے قبل ہندوستان میں رائج تھے۔ اس مکتب فکر کے اہم ترین معلم مکھیالی گوسلا تھے۔

بھاگ : زرعی پیداوار میں راجا کی طرف سے وصول کیا جانے والا وہ ریاستی محصول جو پیداوار کا تقریباً آدھا یا بسا اوقات اس سے بھی زیادہ ہوا کرتا تھا۔

سمبودھی : ہندوستان کے صوبہ بہار میں گیا کے مقام پر واقع وہ مشہور بودھی درخت جہاں پر مہاتما گوتم بدھ کو

"گیان"، حاصل ہوا تھا۔

دھم مہاماتیہ : موریہ حکومت کے وہ سرکاری افسران جن کو مہاراجا اشوک سمراٹ نے اپنے "دھم" کی توضیح، تشریح اور توسیع کی خاطر متعین کیا تھا۔

دھرم یاترا : کسی راجا، مہاراجا یا سرکاری اہلکار کا وہ دورہ جو خالص مذہبی نوعیت کا ہو۔

## 2.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 2.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. موریا سلطنت کا دارالسلطنت تھا۔

(الف) اُجین (ب) توشالی (ج) پاٹلی پتر (د) دکشن پتھ

2. موریہ سلطنت میں اشوک کے ذریعہ شامل کیا گیا صوبہ تھا:

(الف) مگدھ (ب) کلنگ (ج) مغربی صوبہ (د) دکنی صوبہ

3. 1837 عیسوی میں اشوک کے کتبے کو پڑھنے میں کس کو کامیابی ملی؟

(الف) میکس مولر (ب) جیمس پرنسپ (ج) میور (د) اے سی بنرجی

4. بدھ مذہب کے مسلمات کو طے کرنے کے لیے اشوک نے کس کی رہن مائی میں ایک مجلس طے کی تھی؟

(الف) فاہیان (ب) ہیون سانگ (ج) اتشنگ (د) موگلی پت تسا

5. بندوسار کے عہد میں اتراپتھ کہاں کی راجدھانی تھی؟

(الف) پاٹلی پتر (ب) ٹکشلا (ج) اجین (د) کلنگ

### 2.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. اشوک کی تخت نشینی کا مختصر جائزہ پیش کیجیے۔
2. اشوک کی کلنگ جنگ کا تذکرہ کیجیے۔ اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟
3. اشوک کے جانشینوں کا مختصر تذکرہ کیجیے۔

### 2.11.3 طویل جوااابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. اشوک کے دھّم سے کیا مراد ہے؟ اس کی تبلیغ کے لیے اس نے کیا تدابیر کیں؟
2. اشوک اور بدھ مذہب سے اس کی عقیدت پر تفصیلی مضمون لکھیے۔

# اکائی 3۔ موریائی نظم ونسق

(Mauryan Administration)

اکائی کے اجزا


3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 مرکزی انتظامیہ

3.2.1 منتری پریشد/ مجلس وزرا

3.2.2 افسر شاہی

3.3 صوبائی اور مقامی انتظامیہ

3.3.1 ضلعی انتظامیہ

3.3.2 مقامی انتظامیہ

3.3.3 میونسپل انتظامیہ

3.4 آمدنی اور خرچ کے ذرائع

3.5 جاسوسی کا نظام

3.6 عدالتی نظام

3.7 فوجی نظام

3.8 اکتسابی نتائج

3.9 فرہنگ

3.10 نمونہ امتحانی سوالات

3.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

3.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

3.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 3.0 تمہید (Introduction)

ہندوستانی تاریخ میں موریہ سلطنت کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ یہ سلطنت نہ صرف سیاسی اعتبار سے وسیع تھی بلکہ انتظامی لحاظ سے بھی منظم اور مضبوط تھی۔ میگستھنیز کی کتاب انڈیکا، کوٹلیہ کی ارتھ شاستر، اشوک کے کتبے، رودردامن کا جوناگڑھ کتبہ اور جین و بدھ مت کی روایات ہمیں موریہ انتظامیہ کی ساخت اور خصوصیات کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ موریہ سلطنت کا دائرہ کار شمال مغرب سے لے کر دکن کے جزیرہ نماتک اور افغانستان سے بنگال تک پھیلا ہوا تھا۔ اتنے وسیع خطے پر مؤثر حکمرانی کرنا کسی بھی حکمران کے لیے بیحد مشکل تھا۔ موریہ حکمرانوں نے اس چنوتی کو ایک طاقتور اور مرکزی نظام حکومت(Centralized Administration) قائم کر کے حل کیا۔ کوٹلیہ کے ارتھ شاستر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ موریہ بادشاہ صرف سیاسی حکمران نہیں تھے بلکہ ذمہ دار اور دور اندیش منتظم بھی تھے۔ انہوں نے ریاست کو مختلف صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا، جہاں ہر سطح پر سرکاری افسران تعینات کیے جاتے تھے۔ سلطنت کا دارالحکومت پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) تھا، جو انتظامیہ کا مرکزی مقام تھا۔ یہاں وزارتی کونسل اور اعلیٰ حکام حکومتی معاملات میں بادشاہ کی مدد کرتے تھے۔ معاشی سرگرمیوں کی دیکھ بھال، مالگزاری نظام، زمین کی پیمائش، تجارت، زراعت اور معدنیات پر حکومت کی خاص توجہ دی جاتی تھی۔ محصولات کے نظام کو مؤثر بنانے کے لیے سلطنت میں مختلف قسم کے مہاماتر یعنی اعلیٰ افسران مقرر کیے گئے تھے۔ انڈیکا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہری انتظام بھی نہایت ترقی یافتہ تھا۔ شہروں میں تجارت، قانون و انصاف، صفائی اور غذائی اجناس کی فراہمی کے لیے خصوصی کمیٹیاں تشکیل دی جاتی تھیں۔ موریہ حکمرانوں کے نظام حکومت میں مذہب اور اخلاقیات کو بھی نمایاں مقام حاصل تھا۔ خصوصاً اشوک نے دھمّ کی پالیسی اختیار کر کے عوام کی زندگی میں امن، رواداری اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیا۔ ان کے کتبے اس بات کی شہادت ہیں کہ موریہ انتظامیہ صرف سزا اور طاقت پر مبنی نہیں تھی بلکہ عوامی فلاح و بہبود پر بھی توجہ دیتی تھی۔ مؤرخین نے موریہ نظام حکومت کو قدیم ہندوستان کا پہلا 'منظم اور مرکزی انتظامی ڈھانچہ' (Organized and Centralized Administrative System) قرار دیا ہے۔ اس نظام نے برصغیر میں سیاسی اتحاد کو مضبوط کیا اور آنے والے حکمرانوں کے لیے ایک مستقل بنیاد فراہم کی۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ موریہ سلطنت کا نظم ونسق نہ صرف اپنی مرکزیت اور کارکردگی کے لحاظ سے اہم تھا بلکہ اس نے ہندوستانی انتظامی روایت پر گہرا اثر ڈالا۔ بعد کے ادوار میں، خصوصاً گپتوں سے لے کر عہد وسطیٰ کے حکمرانوں تک، اس کے اثرات صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

## 3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریہ ریاست کے نظم ونسق سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریہ ریاست کے تحت ایک شاندار مرکزی حکومت کیسے قائم ہوئی، جان سکیں گے۔
- موریہ ریاست کے مرکزی اور صوبائی نظم ونسق کو سمجھ سکیں گے۔
- موریہ عہد میں جاسوسی اور عدالتی نظام کے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔

- موریہ ریاست کے فوجی انتظام وانصرام کے بارے میں جان سکیں گے۔

## 3.2 مرکزی انتظامیہ (Central Administration)

موریہ سلطنت کی حکمرانی کا نظام دراصل ملوکیت (بادشاہت) پر مبنی تھا۔ سب سے پہلے ہمیں کوٹلیہ کے ارتھ شاستر میں ریاست کی واضح تعریف ملتی ہے، جہاں وہ اسے سات عناصر (سپت انگ نظریہ) کے مجموعے کے طور پر بیان کرتا ہے۔ ان میں بادشاہ کی حیثیت مرکزی اور فیصلہ کن ہوتی تھی۔ تمام اختیارات اور طاقتیں اسی کی ذات میں مرتکز تھیں۔ اگرچہ بادشاہ اپنی الوہی (آسمانی) پیدائش کا دعویٰ نہیں کرتا تھا، لیکن پھر بھی اسے دیوتاؤں کا محبوب سمجھا جاتا تھا۔ موریہ نظام حکومت میں سمراٹ (شہنشاہ) حکومت کا سربراہ اعلیٰ ہوتا تھا۔ اس کا فیصلہ فوج، عدالت، عاملہ اور قانون سازی سے متعلق تمام معاملات میں قطعی اور آخری مانا جاتا تھا۔ اس کا تخت موروثی ہوتا تھا۔ اسے بے پناہ اختیارات حاصل تھے۔ وہ اپنی مرضی سے کسی عہدیدار کو ترقی دے سکتا تھا یا اسے معزول کر سکتا تھا۔ کسی راجا سے جنگ کرنے یا صلح کرنے کا اختیار صرف سمراٹ کو تھا۔ وہ دوسرے ممالک میں اپنے سفیر بھیجتا تھا اور وہ بیرونی ممالک کے سفیروں سے ملاقات بھی کرتا تھا۔ وہ پوری ریاست کے آمد و خرچ پر نگاہ رکھتا تھا۔ وہ نئے ٹیکس کو نافذ کر سکتا تھا اور پرانے ٹیکسوں کو کم یا کالعدم قرار دے سکتا تھا۔ اس کے منھ سے نکلا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ وہ محکمہ انصاف کا اعلیٰ سربراہ بھی تھا۔ رعایا اپنے مقدمات سب سے آخری اپیل اسی سے کرتی تھی اور وہ ان کا فیصلہ خود کرتا تھا۔ وہ کسی بھی مجرم کو کڑی سے کڑی سزا دے سکتا تھا یا دی گئی سزا کو کم یا بالکل معاف کر سکتا تھا۔ فوج کی قیادت وہی کرتا تھا اور حملہ یا دفاع کی اسکیموں پر اپنے سپہ سالار اعظم سے مشورے کیا کرتا تھا۔ تمام اعلیٰ عہدوں پر تقرری وہ خود کرتا تھا۔ سرکاری جاسوس خفیہ خبریں لا کر براہِ راست اسی کو دیتے تھے۔ حالانکہ موریہ حکمراں کے اختیارات بہت زیادہ تھے مگر وہ ان کا بے جا استعمال نہیں کرتا تھا۔ وہ سماج میں رائج رسم و رواج، دھرم شاستروں میں دیے گئے اصولوں، وزیروں کے صلاح و مشورے اور رعایا کے دکھ سکھ کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔ وہ رعایا کے سکھ میں ہی اپنا سکھ اور عوام کی فلاح و بہبود میں ہی اپنی فلاح سمجھتا تھا۔ جیسا کہ اشوک کے قول سے ظاہر ہے ”سارے انسان میری اولاد ہیں جس طرح میں اپنی اولاد کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ وہ اس دنیا و آخرت کی خوشی حاصل کریں، میں سبھی انسانوں کی اسی طرح کی بھلائی کا خواہش مند ہوں۔“

میگاستھنیز ہمیں بتاتا ہے کہ بادشاہ دن کے وقت کبھی نہیں سوتا تھا بلکہ فیصلے کرنے یا دوسرے عوامی امور نمٹانے کے لیے سارا دن دربار میں بیٹھا رہتا اور رعایا کی عرضداشتیں سنتا تھا۔ اس کام میں وہ کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ جب اس کے بدن کو آبنوس کی لکڑیوں سے دبایا جاتا یا جسم کی مالش کا وقت ہوتا، تب بھی وہ رعایا کی شکایات ضرور سنتا تھا۔ اسی طرح جب وہ اپنے بال سنوار رہا ہوتا تو بھی عوامی معاملات سے الگ نہیں ہوتا بلکہ اس وقت سفیروں اور ایلچیوں کی باتیں سننے میں مصروف رہتا تھا۔ اس سلسلے میں کوٹلیہ کا بھی صاف نظریہ تھا کہ بادشاہ کو ہمیشہ رعایا کی شکایات سننے کے لیے دستیاب رہنا چاہیے اور عوام کو زیادہ دیر انتظار نہیں کروانا چاہیے۔ وہ سخت تنبیہ کرتا ہے کہ ”جس بادشاہ کا دیدار عوام کے لیے مشکل ہو، اس کے اہلکار عوامی معاملات میں گڑبڑ پیدا کرتے ہیں، جس سے بادشاہ یا تو رعایا کے غصے کا نشانہ

بنتا ہے یا دشمنوں کے ہاتھوں کمزور ہو جاتا ہے۔' اس لیے بادشاہ کو ہمیشہ محنتی اور سر گرم رہنا چاہیے، یہی اس کا فرض اور عہد ہے۔ بادشاہ زیادہ تر دارالحکومت ہی میں سکونت اختیار کرتا تھا اور ایک شاندار و عظیم محل میں رہتا تھا۔ اس کا دربار جاہ و جلال اور شان و شوکت سے معمور ہوتا تھا۔ بادشاہ اپنی ذاتی حفاظت پر بھی خاص توجہ دیتا تھا۔ وہ ہر وقت مسلح محافظوں سے گھرا رہتا تھا۔ جب بھی وہ محل سے باہر نکلتا تو راستے بھر اس کی حفاظت کے لیے مسلح فوجی متعین رہتے تھے۔ یوں کوٹلیہ کی ریاستی اسکیم میں سیاسی اور سماجی زندگی کے تمام شعبوں پر بادشاہ کا مکمل اختیار قائم تھا۔ ریاست کے سات اجزاء (سپت انگ) میں بادشاہ کو سب سے اعلیٰ اور مرکزی مقام دیا گیا ہے۔ باقی تمام اجزاء—وزیر (اماتیہ)، رعایا و علاقہ (جنپد)، قلعہ (درگ)، خزانہ (کوش)، فوج (بل) اور اتحادی دوست (متر)—سب کچھ بادشاہ کے ماتحت تھے اور اپنی بقا کے لیے اسی پر انحصار کرتے تھے۔

### 3.2.1 منتری پریشد (Mantri Parishad)

ملکی انتظام اور حکمرانی کی نگہ داشت کے لیے موریہ حکمرانوں نے ایک منتری پریشد (مجلس وزرا) کی تشکیل کر رکھی تھی۔ اس کی حیثیت ایک مشاورتی مجلس کی تھی۔ اس کے اراکین کی تعداد متعین نہیں تھی۔ اس کے اراکین کی فرض شناسی، ایمانداری اور دانشوری کی مت ائش پہلے ہی کر لی جاتی تھی۔ اس مجلس میں ممکن ہے کہ ولی عہد (یوراج)، وزیرِ اعظم، سپہ سالار اور ساہنِدھاتا (خزانچی) وغیرہ شامل ہوتے تھے۔ اس کونسل کے ارکان کو سالانہ 48 ہزار پن تنخواہ ملتی تھی۔ ارتھ شاستر میں وزارتی کونسل کو ایک قانونی ضرورت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق سلطنت کا نظام سب کی مدد سے ہی ممکن ہے، کیونکہ صرف ایک پہیہ چل نہیں سکتا۔ لہٰذا بادشاہ کو چاہیے کہ وہ مناسب افسروں کی تقرری کرے اور ان سے مشورہ لیتا رہے۔ اس مجلس وزراء میں ارتھ شاستر کے مطابق انتظام حکومت کے مختلف شعبوں کی نگرانی اعلیٰ افسران مثلاً اماتیہ (Amatya)، مہاماترا (Mahamatra) اور ادھیکش (Adhyaksha) وغیرہ کرتے تھے۔ اٹھارہ افسروں کی روایتی فہرست میں حسب ذیل عہدہ دار شامل تھے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| پردھان منتری | : | وزیر | پرادیشک | : | علاقائی کمشنر |
| پروہت | : | پجاری | نایک | : | شہر کا پولس افسر |
| سیناپتی | : | سپہ سالار اعظم | پَور | : | راجدھانی کا گورنر |
| یوراج | : | ولی عہد | ویوہارک | : | دیوانی عدالت (دھرماستھیہ) کا بڑا جج |
| دوّوارک | : | دربان | کرمان تِک | : | کانوں اور صنعت و حرفت کا نگراں |
| ان تروشک | : | حرم کا نگراں | منتری پریشد ادھیکش | : | کونسل کا صدر |
| پرشاتری | : | جیلوں کا بڑا انسپکٹر | دنڈپال | : | پولس کا بڑا افسر |
| سماہرتا | : | بڑا کلکٹر | درگ پال | : | داخلی دفاع کا نگراں |
| سنّی دھاتا | : | خازن | انت پال | : | سرحدی دفاع کا نگراں |

### 3.2.2 افسر شاہی (Bureaucracy)

موریہ عہد میں انتظامیہ کے مختلف شعبوں کی نگرانی کے لیے بہت سے افسران کو بحال کیا جاتا تھا جنہیں ادھیکش کہا جاتا تھا۔ ان کی بحالی سمراٹ کے ذریعہ ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ارتھ شاستر میں ایسے ادھیکشوں کی خدمات اور ذمے داریوں کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ یہ مختلف محکموں کے ادھیکش یا صدر ہوتے تھے۔ ایسے کچھ محکموں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کوش | : | خزانہ | پوتو | : | وزن اور پیمانہ |
| مان | : | فضا اور وقت کی پیمائش | گو | : | مویشی |
| لوہا | : | دھات | شُلک | : | چنگی |
| لکش | : | ٹکسال | سوتتر | : | کتائی بنائی |
| لون | : | نمک | سیتا | : | شاہی زمینوں کی کاشت |
| سورن | : | سونا | سورا | : | شراب |
| پانیہ | : | سرکاری تجارت | مُدرا | : | کرنسی |
| کوپیہ | : | جنگلات | وِوِت | : | چراگاہ |
| آیدھ گار | : | اسلحہ | دُیوت | : | جوا |
| بندھناگار | : | جیل | گنِکا | : | طوائف |
| نو | : | جہازرانی سے متعلق | دھرم دای | : | (مذہبی اداروں کا نگراں افسر) |
| پتّن | : | بندرگاہ | کوشٹھاگار | : | مال گودام |

## 3.3 صوبائی اور مقامی انتظامیہ (Provincial & Local Administration)

چندر گپت موریہ نے ایک بہت بڑی ریاست قائم کی تھی۔ حکومت کے بہتر نظم ونسق کے لیے کم از کم پانچ بڑے صوبوں (جنہیں 'چکر' بھی کہا جاتا تھا) میں تقسیم کیا گیا تھا:

| دارالحکومت | صوبہ | حیثیت |
|---|---|---|
| پاٹلی پتر (Pataliputra) | مرکزی صوبہ (مگدھ) | یہ براہِ راست بادشاہ کے زیرِ نگرانی تھا۔ |
| ٹکشلا (Takshashila) | شمالی مغربی صوبہ (گندھار) | |
| اُجین (Ujjain) | مغربی صوبہ (اونتی) | |
| سُورن گری (Suvarnagiri) | جنوبی صوبہ | |
| توشالی (Toshali) | مشرقی صوبہ (کلنگ) | اسے اشوک نے اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ |

صوبے کے سر براہ کو کمار(Kumar) یا آریہ پتر (Aryaputra) کہا جاتا تھا۔ اکثر شہزادوں کو ہی اس عہدے پر بحال کیا جاتا تھا۔ ان کا خاص کام اپنے صوبوں میں امن وامان قائم رکھنا اور وہاں کے لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنا تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ سمراٹ کو فوجی امداد بہم پہنچاتے تھے۔ صوبائی انتظامیہ میں کمار کے تعاون کے لیے بہت سے افسر بحال کیے جاتے تھے۔ صوبائی انتظامیہ، مرکزی انتظامیہ کا ہی نمونہ ہوتا تھا۔ سمراٹ صوبوں پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ اس کام کے لیے ناظر اور جاسوس مقرر تھے۔ جاسوسی اور نگرانی کے طریقے سے وہ دور افتادہ علاقوں میں اپنی رعایا کی تکالیف، پریشانیوں، بغاوتوں اور دوسرے معاملات سے باخبر رہتا تھا۔

## 3.3.1 ضلعی انتظامیہ (District Administration)

موریہ حکمرانوں نے صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ضلعوں کو اس وقت 'آہار' یا 'جن پد' کہا جاتا تھا۔ جن پد کا سربراہ 'پرادیشک'(Pradeshik) کہلاتا تھا۔ وہ جن پد کے انتظامی امور اور ٹیکس وصولی کا نگران تھا۔ تھا۔ اس کے تعاون کے لیے راجک(Rajuka) اور یکت(Yukta) نام کے افسران بحال کیے جاتے تھے۔ یہ افسر زمین کی پیمائش، بندوبست، اور عدالتی فرائض (انصاف فراہم کرنا) انجام دیتا تھا۔ یکت اکاؤنٹنٹ یا سیکریٹری کا کام کرتا تھا، جو محصول کا حساب کتاب اور دفتری ریکارڈ مرتب کرتا تھا۔

## 3.3.2 مقامی انتظامیہ (Local Administration)

گاؤں انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی ہوا کرتا تھا۔ گاؤں کا صدر 'گرامنی' کہلاتا تھا۔ وہ گاؤں کے باشندوں کے ذریعے منتخب ہوتا تھا اور تنخواہ دار ملازم نہیں ہوتا تھا۔ ارتھ شاستر میں 'دیہی بزرگوں کی کونسل'(گرام وردھ پریشد) کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں گاؤں کے معزز افراد شامل ہوتے تھے جو گرامنی کی گاؤں کی حکومت میں مدد کیا کرتے تھے۔ عام طور پر ریاست گاؤں کے انتظام میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ گرامنی کو گاؤں کی زمینوں کی نگرانی کرنے اور آبپاشی کے انتظامات کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ گاؤں کے بزرگوں کی کونسل عدالتی امور بھی انجام دیتی تھی۔ وہ چھوٹے موٹے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی اور جرمانے عائد کرسکتی تھی۔ گرامنی کا ایک اور اہم کام یہ تھا کہ وہ کسانوں سے زمین کا محصول (بھومی کر) وصول کرتا اور اسے شاہی خزانے میں جمع کراتا تھا۔ گاؤں کی سبھا کے دفتری امور "گوپ" نامی اہلکار سرانجام دیتے تھے۔ وہ گاؤں کے مکانات اور باشندوں کا درست اندراج رکھتے اور ان سے حاصل ہونے والے محصول کا حساب کتاب بھی محفوظ رکھتے تھے۔ چندر گپت موریہ کے دور کے گاؤں کی حکومت کے بارے میں سوہگورا(گورکھپور) اور مہاستان (بنگلہ دیش کے ضلع بوگرا میں واقع) کے کتبوں سے بھی معلومات ملتی ہیں۔ ان میں عوام کی حفاظت کے لیے تعمیر کیے گئے غلے کے گوداموں کا ذکر ہے۔ ارتھ شاستر میں بھی ان گوداموں کی تعمیر کی بات کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں محصول اناج کی شکل میں بھی وصول کیا جاتا تھا اور ان اناجوں کو گوداموں میں ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ بعدازاں یہ اناج قحط یا خشک سالی جیسی آفات کے وقت دیہاتی عوام میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔

## 3.3.3 شہری انتظامیہ (Municipal Administration)

موریہ عہد میں بڑے بڑے شہروں جیسے پاٹلی پتر، ٹکشلا اور اجین وغیرہ کے لیے خاص انتظامات کیے گئے تھے۔ شہر کے بڑے

عہدے دار کو ''نگرادھیکش''(Nagradhyaksha) کہاجاتا تھا۔اس کے تعاون کے لیے 30افراد پر مشتمل ایک بورڈ ہوتا تھا۔اس کے تحت چھ کمیٹیاں ہوتی تھیں۔ہر کمیٹی میں 5افراد ہوتے تھے۔یہ کمیٹیاں مندرجہ ذیل تھیں:

- پہلی کمیٹی دست کاروں اور کاریگروں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔یہ ان کے لیے مناسب اجرت اور کام کرنے کا وقت طے کرتی تھی۔یہ کمیٹی اس پر بھی نظر رکھتی تھی کہ تیار شدہ اشیا خالص ہیں اور اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔
- دوسری کمیٹی ریاست میں قیام پذیر غیر ملکیوں کی دیکھ ریکھ کرتی تھی۔یہ غیر ملکیوں کے کھانے پینے، ٹھہرنے اور علاج معالجے کا انتظام کرتی تھی۔ان کی حفاظت کی ذمے داری بھی اسی کی تھی۔ان کی موت ہو جانے پر ان کی جائداد ان کے ورثا تک پہنچاتی تھی۔یہ غیر ملکیوں کے آمد ورفت پر بھی سخت نگاہ رکھتی تھی۔
- تیسری کمیٹی شہر میں پیدائش اور موت کا اندراج رکھتی تھی۔ایسا غالباً محاصل کے تعین کی سہولت کی غرض سے کیا جاتا ہوگا۔عہد قدیم میں اس طرح کی تفصیلات رکھنا بلاشبہ حیرت انگیز بات ہے۔
- چوتھی کمیٹی کے سپرد تجارت کی نگرانی کا کام تھا۔یہ کمیٹی تجارتی اشیا اور اجناس کی قیمتیں مقرر کرتی تھی اور ناپ تول کا انتظام بھی کرتی تھی۔یہ تجارت سے متعلق قوانین بناتی اور اس کو نافذ بھی کرتی تھی۔ان قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔
- پانچویں کمیٹی صنعتوں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔یہ پیداوار میں کسی طرح کی ملاوٹ پر سخت نگرانی رکھتی تھی۔یہ تجارتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دیتی تھی۔اس طرح کے انتظامات کو دیکھ کر اس وقت ہندوستان آنے والے غیر ملکی بھی دنگ رہ جاتے تھے۔
- چھٹی کمیٹی تجارتی مال پر محصول طے کرتی تھی۔مال پر دسواں حصّہ محصول کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔اس ٹیکس کی ادائیگی میں غفلت یا ٹال مٹول پر سنگین سزا دی جاتی تھی۔لیکن عدم ادائگی میں بدنیتی شامل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ رعایت برتی جاتی تھی۔

مندرجہ بالا کاموں کے علاوہ یہ کمیٹیاں مشترکہ طور پر عوامی عمارتوں، بازاروں، اسکولوں، اسپتالوں، مندروں اور عوامی فلاح و بہبود سے وابستہ اداروں کا انتظام بھی کرتی تھی۔

## 3.4 آمدنی اور خرچ کے ذرائع (Sources of Revenue and Expenditure)

موریہ حکمرانوں کا معاشی انتظام بہت اچھا تھا۔کوٹلیہ کا خیال تھا کہ سرکار کو اپنی آمدنی بڑھانے کا اختیار تو ہے مگر اسے یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اس سے رعایا کو تکلیف نہ پہنچے۔اس سلسلے میں اس نے درخت اور پیڑ کی مثال دی ہے۔اس کے مطابق عقل مند لوگ صرف پھل توڑتے ہیں اور درخت کو نہیں کاٹتے۔اس طرح عقل مند حکومت وہ ہے جو محصولات اس طرح اکٹھا کرے کہ رعایا کی کمر نہ ٹوٹے۔موریہ عہد میں حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ زمین سے لگان حاصل کرنا تھا۔زمینیں دو طرح کی تھیں۔اوّل ''سیتا''(Sita)وہ

جو ریاست کے براہِ راست قبضے میں تھیں۔ان سے جو لگان حاصل کیا جاتا تھا اسے ''سیتا کر'' کہتے تھے۔دوسری قسم ''بھاگ''(Bhaga)وہ زمین تھی جس پر ''کرشک'' (کسان) کھیتی کرتے تھے۔ اس زمین سے جو لگان وصول کیا جاتا تھا اسے ''بھاگ کر'' کہتے تھے۔ یہ زمین کی پیداواری صلاحیت کے مطابق چوتھائی سے چھٹے حصّے تک ہوتا تھا۔ موریہ حکمراں زمینوں کی پیداوار بڑھانے کی غرض سے کسانوں کو خاص سہولیات فراہم کرتے تھے۔ حکومت کھاد اور سینچائی کا مناسب انتظام کرتی تھی۔اس کے نتیجے میں فصلوں کی پیداوار اچھی ہوتی تھی۔ زمین سے لگان وصول کرنے کے علاوہ موریہ حکومت کی آمدنی کے دوسرے ذرائع بھی تھے۔ مثلاً تاجروں سے لیا جانے والا بِکری محصول، سینچائی محصول، معدنیات پر محصول، جانوروں پر محصول، آمدنی پر محصول، نمک محصول، فاحشاؤں سے لیا جانے والا محصول، نشیلی اشیا پر محصول، مجرموں پر عائد کیے گئے جرمانے، راجا کو دیے گئے تحفے، بندر گاہ محصول، صنعت محصول، برآمدات پر محصول، درآمدات پر محصول وغیرہ۔ان کے علاوہ سمراٹ کو ہنگامی محصول نافذ کرنے کا بھی اختیار تھا۔ جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے موریہ حکومت میں کئی اہم مدوں پر رقومات خرچ کی جاتی تھیں۔سب سے اہم دربار کی زیب و زینت اور شاہی افراد پر ہونے والے اخراجات تھے۔اس کے بعد نوکر شاہوں اور وزرا کی تنخواہوں پر آمدنی کا بڑا حصّہ خرچ ہوتا تھا۔ان کے علاوہ فوجیوں کی تنخواہ، اسلحہ، قلعوں اور مقتول فوجیوں کے خاندان والوں کی مدد پر بھی بڑی رقم خرچ کی جاتی تھی۔ سرکاری کارخانوں میں کام کرنے والے دست کاروں کو تنخواہ اور مذہبی اداروں کو مالی امداد بھی شاہی خزانے سے دی جاتی تھی۔ ناداروں کی مدد اور عوامی فلاح و بہبود پر کثیر رقم خرچ کی جاتی تھی۔

## 3.5 جاسوسی کا نظام (Espionage system)

موریہ عہد کا جاسوسی کا نظام بہت عمدہ تھا۔ چندر گپت موریہ نے پوری ریاست میں جاسوسوں (Gudhapurusha) کا جال بچھا دیا تھا۔ جاسوسوں کے انتخاب کا انتہائی زبردست خیال رکھا جاتا تھا۔ صرف بہترین اور وفادار خاندانوں کے افراد، مختلف زبانوں اور فنون کے ماہرین، تیز طرار اور بھیس بدلنے میں ماہر افراد کو ہی جاسوسی کے محکمے میں بحال کیا جاتا تھا۔ اس محکمے میں عورتیں بھی کام کرتی تھیں۔ وہ جانکاریاں حاصل کرنے میں مردوں سے زیادہ مہارت رکھتی تھیں۔ان عورتوں میں طوائفیں بھی بھرتی کی جاتی تھیں۔ یہ جاسوس، گرہست، کسان، تاجر، سادھو سنت، بھکشو اور طلباء وغیرہ کی شکل میں سماج کے مختلف طبقوں میں گھل مل کر اطلاعات حاصل کرتے رہتے تھے۔ جاسوس شہزادوں، سرکاری افسران، رعایا اور بیرونی ممالک کی فوج اور جاسوسوں کی نقل و حرکت کے بارے میں سمراٹ کو باخبر رکھتے تھے۔ کوٹلیہ نے جاسوسوں کی انتہائی محتاط نگرانی کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ موریہ عہد میں جاسوسوں کے دو طبقے تھے۔ایسے جاسوس جو ایک جگہ پر رہ کر کام کرتے تھے انہیں 'سنستھا'(Sanstha) اور جو ایک مقام سے دوسرے مقام پر گھومتے رہتے تھے انہیں 'سنچار'(Sanchara) کہا جاتا تھا۔ان جاسوسوں کی نگرانی کے لیے دوسرے جاسوس بحال کیے جاتے تھے۔ اپنے فرائض سے پہلو تہی کرنے والے جاسوسوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔اس بہتر جاسوسی نظام کی وجہ سے ہی موریہ حکمراں ایک عظیم ریاست کو اپنے قابو میں رکھ پانے میں کامیاب ہوئے۔

## 3.6 عدالتی نظام (Judicial System)

موریہ حکمراں انصاف پسند تھے۔ سمراٹ ریاست کے محکمۂ انصاف کا سب سے بڑا عہدہ دار تھا۔ اس کی عدالت ریاست کی سب سے بڑی عدالت تھی۔ سمراٹ کھلے دربار میں بیٹھ کر مقدموں کی سماعت کرتا اور فیصلے سُناتا تھا۔ وہ زیریں عدالت کے خلاف مقدمے کی سماعت بھی کرتا تھا۔ عوام کے دُکھ درد سے باخبر رہنے کے لیے وہ ریاست کے مختلف علاقوں کا دورہ بھی کرتا تھا۔ وہ کسی معاملے سے متعلق فوری حکم صادر کر سکتا تھا۔ اس کا فیصلہ آخری مانا جاتا تھا۔ اسے کسی بھی مجرم کو سخت سزا دینے، یا اس کی سزا کو معاف کرنے یا کم کرنے کا بھی اختیار تھا۔

سمراٹ کے علاوہ موریہ ریاست میں کچھ دیگر ذیلی قسم کی عدالتیں بھی موجود تھیں۔ سب سے چھوٹی عدالت ''گرام پنچایت'' (Grama Panchayata) ہوتی تھی جس میں گاؤں کے چھوٹے موٹے قضیوں کو سلجھایا جاتا تھا۔ دس گاؤں کے مرکز میں قائم عدالت کو 'سنگرہن' (Sangrahan)، چار سو گاؤں کی عدالت کو 'درون مکھ' (Dronamukha) اور آٹھ سو گاؤں کی عدالت کو 'استھانیہ' (Asthanya) کہا جاتا تھا۔ موریہ عہد میں دو قسم کی عدالتیں پائی جاتی تھیں۔ پہلی 'دھرماستھیہ' (Dharmasthiya) دیوانی معاملات سے متعلق عدالت تھی۔ دوسری 'کنٹک شودھن' (Kankatshodhana) عدالت فوجداری معاملات دیکھتی تھی۔ دھرماستھیہ عدالتوں میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے آپسی معاملات، شادی بیاہ، طلاق، جائداد سے متعلق جھگڑوں کے معاملات سے متعلق مقدمات کے فیصلے سُنائے جاتے تھے۔ کنٹک شودھن عدالتوں میں جن کا کام ہی ریاست کے 'کانٹوں' (مجرموں) کو ہٹانا تھا، حکومت سے بغاوت، بغاوت بھڑکانے والوں، شاہی محل میں بزور گھسنے والوں اور زنا بالجبر سے متعلق مقدموں کی سماعت کی جاتی تھی۔ کوٹلیہ نے موریہ عہد کی عدالتوں کے کام کرنے کے طریقہ کار کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جب کسی عدالت میں کوئی مقدمہ آتا تھا تو واقعہ کی تاریخ، مقدمے کا موضوع، واقعے کی تفصیل، طرفین کے نام، پیشہ اور رہائش کی تفصیلات درج کر لی جاتی تھیں۔ جواب دینے کے لیے سات دن کی مدت طے کی جاتی تھی۔ گواہی دینے سے قبل انہیں حلف لینا پڑتا تھا۔ حقائق کی چھان بین کے لیے عدالتیں جاسوسوں سے بھی مدد لے سکتی تھیں۔ مقدمے کا خرچ مقدمہ ہارنے والوں کو برداشت کرنا ہوتا تھا۔ مقدمے کے فیصلے رائج روایات اور مذہبی صحیفوں کی بنیاد پر کیے جاتے تھے۔

موریہ عہد میں سزائیں بہت سخت دی جاتی تھیں۔ چھوٹے جرائم کے لیے معمولی جرمانے عائد کیے جاتے تھے۔ جھوٹی گواہی دینے پر زبان کاٹ لی جاتی تھی۔ جو شخص دوسروں کے کسی عضو کو نقصان پہنچاتا تھا اس کا بھی وہی عضو کاٹ دیا جاتا تھا۔ سرکار کو ٹیکس نہ دینے، سرکاری افسران کے ساتھ مجرمانہ حرکت کرنے، دستکاروں کو تکلیف پہنچانے، چوری، ڈاکہ، قتل، زنا بالجبر، دھوکہ دھڑی، ملک سے غداری کرنے والوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ برہمنوں کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی۔ ان پر صرف جرمانہ عائد کیا جا سکتا تھا۔ معالجوں اور طبیبوں کو علاج میں غفلت برتنے پر جرمانہ عائد کیا جا سکتا تھا۔ مجرموں کو سخت سزائیں دیے جانے کی وجہ سے موریہ عہد میں جرائم کی شرح بہت کم تھی۔ لوگ عام طور پر اپنے گھروں کو کھلا چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے۔ سمراٹ کے یوم پیدائش، تاج پوشی، شہزادے کی پیدائش اور کسی نئی فتح کے موقع پر قیدیوں کو رہا کرنے کا رواج تھا۔ اشوک ان لوگوں کو جنہیں سزائے موت دی گئی ہو، تین دن کی مہلت دیتا تھا تاکہ وہ عالم بالا میں سکون حاصل کرنے کے لیے عبادت کر سکیں۔

## 3.7 فوجی نظام (Military System)

چندر گپت موریہ نے اپنی ریاست کو وسیع کرنے اور بیرونی حملوں سے اس کی حفاظت کی غرض سے ایک عظیم اور طاقتور فوج تشکیل کی تھی۔ پلینی کے مطابق چندر گپت موریہ کی فوج میں 6 لاکھ پیدل فوج، 30 ہزار گھوڑ سوار، 9000 ہاتھی اور 8000 رتھ شامل تھے۔ ہر ایک رتھ پر تین فوجی اور ہر ایک ہاتھی پر چار فوجی ہوتے تھے۔ اس طرح چندر گپت موریہ کی فوج کی کل تعداد 6,90,000 تھی۔ یہ تعداد مبالغہ آمیز لگتی ہے۔ کوٹلیہ کے مطابق چندر گپت موریہ کی فوج چار شعبوں پر مشتمل تھی یعنی اس میں پیدل فوج، گھوڑ سوار فوج، ہاتھی سوار فوج اور رتھ سوار فوج شامل تھی۔ ان کے علاوہ چندر گپت موریہ کے پاس کچھ بحری فوج بھی تھی جس کا کوٹلیہ نے ذکر نہیں کیا ہے۔

یہ افواج **پتیادھیکش**(Patyadhyksha)(ملی جلی فوج کا سربراہ)**اشوادھیکش**(Ashwadhyaksha)(گھوڑ سوار فوج کا سربراہ) **ہستیادھیکش**(Hastyadhyaksha)(ہاتھی سوار فوج کا سربراہ)**اور رتھادھیکش** (Rathadhyksha)(رتھ سوار فوج کا سربراہ) کے ماتحت ہوتی تھیں۔ سمراٹ فوج کا سپہ سالار اعظم ہوتا تھا۔ جنگوں میں وہ بذات خود اپنی فوج کی قیادت کرتا تھا۔ چندر گپت موریہ کے عہد میں فوج میں بھرتی صرف لوگوں کی خواہش کی بنیاد پر ہوتی تھی۔ صرف صحت مند افراد ہی فوج میں داخل ہو سکتے تھے۔ اعلیٰ درجے اور اپنے سمراٹ سے وفاداری رکھنے والے خاندان کے افراد کو ہی افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ چندر گپت موریہ کے عہد میں فوجیوں کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ موریہ عہد میں سیناپتی(Senapati) کو 48000، پرشاست(Prshasta) کو 24000، نایک(Nayaka) کو 12000 اور ایک تربیت یافتہ فوجی کو 500 پن بطور تنخواہ دیے جاتے تھے۔ تنخواہ اچھی ہونے کی وجہ سے فوجیوں کا گزر بسر اچھی طرح سے ہوتا تھا۔ موریہ حکمراں فوجیوں کو عہدے میں ترقی صرف قابلیت کی بنیاد پر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں فوجیوں کی ذات اور مذہب وغیرہ حائل یا معاون نہیں ہوتا تھا۔ کوٹلیہ کے مطابق چندر گپت موریہ فوجیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً نقد انعامات سے بھی نوازتا تھا۔ دشمن فوج کے راجا کو قتل کرنے پر 10000 پن، ان کے سپہ سالار کا قتل کرنے پر 50000 پن بطور انعام دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ فوجیوں کے عہدوں میں بھی ترقی دی جاتی تھی۔

موریہ حکمرانوں کے عہد میں بغاوت کرنے والوں، حکومت کے خلاف غداری کرنے والوں، سمراٹ کی حکم عدولی کرنے والوں اور نظم وضبط توڑنے والے فوجیوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ یہ سزائیں جرم اور حیثیت کے مطابق دی جاتی تھیں۔ فوجیوں کو سزائے موت بھی دی جاتی تھی۔ موریہ حکمرانوں نے ریاست کی حفاظت کی خاطر جنگی اہمیت کے مقامات پر مضبوط قلعے تعمیر کروائے تھے۔ ان قلعوں کے چاروں طرف اونچی دیواریں ہوتی تھیں۔ قلعے کی حفاظت کی غرض سے اس کی چاروں جانب چوڑی خندقیں کھدوائی جاتی تھیں جن میں ہمیشہ پانی بھرا رہتا تھا۔ اس پانی میں مگرمچھ اور خطرناک جانور رکھے جاتے تھے۔ سرحدی قلعوں کی حفاظت کی ذمے داری 'انت پال'(Antapala) نام کے افسر کی ہوتی تھی اور ملک کے اندرونی حصّے میں بنے قلعوں کی حفاظت کا ذمہ 'درگ پال'(Durgapal) نام کے افسر کا ہوتا تھا۔ سرکاری کارخانوں میں فوجیوں کے لیے جنگوں میں کام آنے والے دفاعی ہتھیار بنائے جاتے تھے۔ اس وقت فوجیوں کے خاص ہتھیار تیر کمان، تلوار، ترشول، ڈھال، بھالے، کٹاریں اور نیزے وغیرہ تھے۔ اپنی حفاظت کے لیے کچھ فوجی زرہ بکتر کا استعمال کرتے

تھے۔ کوٹلیہ نے تین طرح کی جنگوں کا ذکر کیا ہے: اوّل 'پرکاش یدھ' (Prakash Yuddha)، یہ جنگ کھلے میدانوں میں لڑی جاتی تھی۔ دوم 'کوٹ یدھ' (Kuta Yuddha) جو سیاسی تدابیر کے ذریعہ لڑی جاتی تھی، سوم 'ترِشنی یدھ' (Trishani Yuddha) یہ سرد جنگ ہوتی تھی۔ کن حالات میں کس طریقے کو اپنایا جائے اس کا فیصلہ سمراٹ خود کرتا تھا۔ جنگ کے وقت فوجیوں کی سہولیات کا خیال رکھا جاتا تھا۔ میگا ستھنیز کے مطابق چندر گپت موریہ نے اپنے فوجی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے 30 افراد پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا تھا۔ یہ بورڈ چھ کمیٹیوں میں منقسم تھا۔ یہ کمیٹیاں حسب ذیل تھیں:

| | | |
|---|---|---|
| کمیٹی نمبر 1 | : | بحری معاملوں سے متعلق |
| کمیٹی نمبر 2 | : | سواری اور بار برداری، رسد اور جنگی خدمات سے متعلق |
| کمیٹی نمبر 3 | : | پیدل فوج سے متعلق |
| کمیٹی نمبر 4 | : | سوار فوج سے متعلق |
| کمیٹی نمبر 5 | : | رتھ فوج سے متعلق |
| کمیٹی نمبر 6 | : | ہاتھی فوج سے متعلق |

مندرجہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ موریہ سمراٹوں کا انتظام حکومت بہت اچھا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر آر سی مجمدار کہتے ہیں: ''بہ حیثیت مجموعی حکومت کی کارکردگی میں عوام کا سکون، امن اور خوش حالی مجتمع تھی۔ موریہ حکومت بہت زیادہ منظم اور مکمل طور پر خود مختار تھی۔ اس نے اکبر سے زیادہ وسیع سامراجیہ کو زیر تسلط رکھا۔ کئی معنوں میں اس نے موجودہ دور کے بہت سے اداروں کی پیش بندی کی تھی۔''

## 3.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریہ سلطنت، جو ہندوستان کی پہلی عظیم سلطنت تھی، اپنے وسیع اور منظم نظم و نسق کے لیے مشہور ہے۔ اس نظام کی معلومات کے بنیادی ماخذ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر، میگستھنیز کی انڈیکا اور اشوک کے کتبے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک مرکزیت پسند حکومت تھی۔ موریہ سلطنت کا نظم و نسق ایک مرکزی حکومت کے تحت تھا جس میں سمراٹ اور اس کے وزرا شامل تھے۔ سمراٹ حکومت کا سربراہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے وزرا سے حکومت کے کاموں میں مشورے لیتا تھا مگر ان کے مشورے ماننے کے لیے مجبور نہیں تھا۔ حکومت کے مختلف شعبوں کے کام کاج دیکھنے کے لیے ایک افسر شاہی (Beaurocracy) بنائی گئی تھی جس میں مختلف ادھیکش (Superintendent) ہوا کرتے تھے۔ موریہ ریاست کئی صوبوں میں منقسم تھی جہاں صوبائی حکومت مرکزی حکومت کے طرز پر قائم تھی۔ صوبوں کے سربراہ کو 'کمار' یا آریہ پتر کہتے تھے جو شاہی صوبوں میں سمراٹ کے نائب ہوتے تھے۔ بہتر نظم و نسق کے لیے صوبوں کو ضلعوں میں اور ضلعوں کو دیہی اکائیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ حکومت کی سب سے چھوٹی اکائی گرام کہلاتی تھی۔ موریہ حکومت میں بڑے بڑے شہروں کا انتظام ایک 'نگرادھیکش' کے تحت تھا جس کے تعاون کے لیے تیس افراد پر مشتمل ایک بورڈ قائم تھا۔ مرکزی انتظامیہ سے لے کر دیہی انتظامیہ تک آمد و خرچ کا پورا حساب

رکھا جاتا تھا۔ موریہ حکمرانوں کے تحت جاسوسی کا محکمہ بہت فعال تھا۔ ان جاسوسوں کی مدد سے سمراٹ دورافتادہ علاقوں میں ہوئے واقعات سے مکمل طور پر باخبر رہتا تھا۔ پریشان حال لوگوں کی شکایت کے لیے سمراٹ ہمیشہ تیار رہتا تھا اور بلا تاخیر فیصلے سُنایا کرتا تھا۔ چندر گپت موریہ اور اشوک کے تحت ایک بہت بڑی فوج تھی۔ اس فوج کی دیکھ ریکھ کے لیے تیس افراد پر مشتمل بورڈ قائم تھا۔ یہ بورڈ پانچ افراد پر مشتمل چھے کمیٹیوں میں منقسم تھا۔ یہ کمیٹیاں مختلف کاموں کی نگرانی کرتی تھیں۔ یہ موریہ انتظامیہ ہی تھی جس نے ہندوستان میں پہلی بار ایک مستحکم، مرکزی اور فلاحی ریاست کا نمونہ پیش کیا۔

---

## 3.9 فرہنگ (Glossary)

| | | | |
|---|---|---|---|
| نگرادھیکش | نگران شہر | پرکاش یدھ | دن کی جنگ |
| **سمراٹ** | عظیم بادشاہ، مہاراجا، شہنشاہ | اماتیہ | افسر |
| **مشاورتی** | باہمی مشوروں والی | مہاماتیہ | افسر اعلیٰ |
| **راشٹر** | صوبہ | گوپ | پانچ/دس گاؤں کا عامل |
| بھاگ کر | عام زمین پر لیا جانے والا محصول | **پن** | موریہ عہد کا سکہ |
| **میگاستھنیز** | سیلیوکس نکیٹر کا سفیر | جن پد سندھی | دو گاؤں کی عدالت |
| **گرامک** | گاؤں کا مکھیا | استھانیہ | ایک چوتھائی ضلع کا عامل |
| سنگرہن | آٹھ گاؤں کی عدالت | کنٹک شودھن | تعزیری عدالت |
| دھرماستھیہ | دیوانی عدالت | درون مکھ | چار سو گاؤں کی عدالت |
| سنستھا | ایک جگہ رہنے والے جاسوس | سنچار/سنچریہ | متحرک جاسوس |
| پتیادھیکش | ملی جلی فوج کا سربراہ | اشوادھیکش | گھوڑ سوار فوج کا ادھیکش |
| سیتادھیکش | شاہی زمینوں کا نگراں | گوادھیکش | سامان رسد کا افسر |
| کوٹ یدھ | سیاسی تدبیروں کی جنگ | ترشنی یدھ | سرد جنگ |
| انت پال | سرحدوں کا محافظ اعلیٰ | درگ پال | اندرونی دفاع کا نگراں |
| پلینی | یونانی جغرافیہ داں اور نیچرل ہسٹری کا مصنف | | |

## 3.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 3.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چندر گپت موریہ نے اپنی ریاست کو کتنے صوبوں میں تقسیم کیا تھا؟

(الف) تین (ب) چار (ج) پانچ (د) سات

2. موریہ عہد حکومت میں مگدھ صوبے کی راجدھانی کہاں تھی؟

(الف) پاٹلی پتر (ب) ٹکشلا (ج) سورن گری (د) اجین

3. موریہ فوجی نظام میں گھوڑ سوار فوج کے سپرنٹنڈنٹ کو کیا کہتے تھے؟

(الف) ہستیادھیکش (ب) پتیادھیکش (ج) اشوادھیکش (د) گوادھیکش

4. موریہ حکومت میں سرحدی علاقوں پر بنے قلعے کی حفاظت کی ذمے داری کس افسر کے ذمہ ہوتی تھی؟

(الف) انت پال (ب) درگ پال (ج) سامنت (د) نگرادھیکش

5. موریہ عہد کے سپہ سالار کی تنخواہ کتنی تھی؟

(الف) 48000 پن (ب) 36000 پن (ج) 24000 پن (د) 12000 پن

### 3.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ صوبائی انتظامیہ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. موریہ عہد میں مقامی انتظامیہ کی ذمے داری پر روشنی ڈالیے۔
3. موریہ عہد میں آمدنی و خرچ کے ذرائع کا جائزہ لیجیے۔

### 3.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ حکمرانوں کے تحت صوبائی اور مقامی نظم و نسق سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
2. موریہ حکمرانوں کے تحت مرکزی نظام حکومت کا تجزیہ پیش کیجیے۔

# اکائی 4۔ موریہ دور میں سماج، معیشت اور ثقافت

(Society, Economy, and Culture during the Mauryas)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید
4.1 مقاصد
4.2 سماجی حالات
4.2.1 ورن نظام
4.2.2 عورتوں اور غلاموں کی حالت
4.2.3 تعلیم اور اخلاق
4.2.4 بناؤ سنگار
4.2.5 کھیل کود اور تفریحات
4.2.6 کھان پان اور غذا
4.3 معاشی حالات
4.3.1 کاشتکاری اور زراعت
4.3.2 صنعت و حرفت
4.3.3 تجارت اور کاروبار
4.3.4 سکے
4.4 تہذیب و ثقافت
4.4.1 فنی باقیات
4.4.2 مجسمہ سازی
4.4.3 دھات اور زیورات سازی
4.4.4 موسیقی

4.4.5 ادب

4.5 اکتسابی نتائج

4.6 فرہنگ

4.7 نمونہ امتحانی سوالات


## 4.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں موریہ سلطنت(321ق۔م تا185ق۔م) کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ سلطنت صرف سیاسی اتحاد تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے اُس دور کے سماجی ڈھانچے، معاشی زندگی اور ثقافتی اظہار پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ چندر گپت موریہ نے اس کی بنیاد رکھی اور اشوکِ اعظم کے دور میں یہ سلطنت اپنے عروج پر پہنچی۔ پہلی مرتبہ پورے برصغیر کے ایک وسیع خطے کو ایک منظم حکمرانی کے تحت لانے میں یہ سلطنت کامیاب ہوئی۔ موریہ دور کا معاشرہ کثیر جہتی اور متنوع خصوصیات کا حامل تھا۔ اس زمانے میں ذات پات کا نظام مزید منظم ہو چکا تھا۔ سماج میں حکمرانی، مذہب، عورت و مرد کی حیثیت اور دیہی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس عہد میں زرعی پیداوار، تجارت، صنعت اور ٹیکس کے نظام کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ارتھ شاستر اور میگاستھنیز کی کتاب انڈیکا اس دور کی معاشی سرگرمیوں پر خاص روشنی ڈالتی ہیں۔ ثقافتی اعتبار سے بھی موریہ عہد ہندوستانی تاریخ میں ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ اس دور کا فنِ تعمیر، مجسمہ سازی اور کتبے آج بھی اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ اشوک کے فرامین، ستون اور استوپ نہ صرف مذہبی رواداری کے مظہر ہیں بلکہ اس عہد کی ثقافتی بیداری کی بھی علامت ہیں۔ یوں موریہ سلطنت محض ایک سیاسی طاقت نہیں تھی بلکہ اُس زمانے کے سماجی ڈھانچے، معاشی سرگرمیوں اور ثقافتی کامیابیوں کا حقیقی آئینہ تھی۔

## 4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریائی دور کے سماج و معاشرے سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریائی دور کے تعلیمی نظام سے واقف ہو سکیں گے۔
- موریائی دور کی معیشت سے بھی واقف ہوں گے۔
- موریائی دور کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں بھی گفتگو کر سکیں گے۔

## 4.2 سماجی حالات (Social Conditions)

### 4.2.1 ورن نظام (Varna System)

مختلف ادبی اور غیر ادبی ذرائع سے ہمیں موریائی دور کے سماج اور معاشرے کا علم ہوتا ہے۔ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس وقت معاشرے میں ورن آشرم اور ذات کا نظام ترقی پذیر تھا۔ بنیادی طور پر سماج چار ورنوں میں منقسم تھا۔ ذات پات کے نظام میں ویدک عہد کے مقابلے کافی سختی آگئی تھی۔۔ اس کی وجہ سے برہمنوں کو پورے سماج میں بالادستی حاصل تھی، جو مذہبی رسومات کی ادائیگی کرتے تھے۔ سماج میں دوسرا مقام چھتریوں کو حاصل تھا، جن کے ذمے نظم و نسق برقرار رکھنا اور فوجی خدمات انجام دینا تھا۔ تیسرے درجے میں ویشیہ تھے۔ اس طبقے کے اکثر افراد زراعت، کاشتکاری اور تجارت سے وابستہ تھے۔ ورن نظام میں سب سے نچلا طبقہ ان شودروں کا تھا، جن کے بارے میں تصور پیدا کیا گیا تھا کہ ان کی ذمے داری اور فرض منصبی اوپر والے تینوں طبقات کی خدمت کرنا تھا۔ سماج میں ان سے نیچے بھی کچھ ذات برادریاں تھیں جیسے ڈوم اور چنڈال، جنہیں مجموعی طور پر ''انتیاجہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ آخری طبقہ ورن نظام سے مطلقاً باہر تھا۔ ورن نظام میں ہر طبقے کی مخصوص ذمے داریاں تھیں، جن کو پورا کرنا ان پر پیدائشی طور پر واجب تھا۔ موریائی دور میں سماجی نظام بہت پیچیدہ ہو چکا تھا۔ موریائی معاشرے میں کئی ذات برادریاں تھیں۔ معاشرے میں برہمنوں کو خاص مقام حاصل تھا۔ میگاستھنیز لکھتا ہے کہ برہمنوں کو نہ تو محصول دینا پڑتا تھا اور نہ ہی شادی بیاہ سے متعلق ان پر کوئی پابندی تھی۔ وہ اپنی ذات سے باہر بھی شادی کر سکتے تھے۔ چھتریوں کا ذکر کم ملتا ہے، مگر انہیں سماج میں کافی وقار حاصل تھا۔ ویشیوں کو بھی سماج میں کچھ حد تک عزت حاصل تھی، مگر شودروں کی حالت قابل رحم تھی۔ اپنے کتبوں میں اشوک نے بار بار حکم جاری کیا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

رومیلا تھاپر اور آر۔ ایس۔ شرما جیسے مؤرخین کا خیال ہے کہ موریہ دور میں شودروں کی حالت نہایت خراب تھی۔ وہ ان کی زندگی کو یونان اور روم کے غلاموں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان کے مطابق ریاستی کنٹرول بہت سخت تھا اور شودر ایک طرح سے رومی غلاموں (Helots) جیسی حیثیت میں پہنچا دیے گئے تھے۔ تھاپر نے یہ بھی کہا کہ اشوک نے کلنگ کی جنگ کے بعد ڈیڑھ لاکھ قیدیوں کو زمین صاف کرنے اور نئی بستیوں کے قیام میں لگا دیا۔ شرما کا بھی ماننا ہے کہ جس طرح یونان اور روم میں غلام کام کرتے تھے ویسے ہی ہندوستان میں شودر کام کرتے تھے، اگرچہ ہندوستانی سماج براہِ راست غلاموں کا سماج نہیں تھا۔ لیکن یہ رائے کچھ زیادہ مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔ یونانی سیاح میگستھنیز نے کہیں غلامی کے رواج کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی شودروں کی حالت یونانی و رومی غلاموں سے بہتر تھی۔ یہ بھی طے نہیں کہ اشوک نے جنگی قیدیوں کو زمین صاف کرنے کے لیے ہی استعمال کیا تھا، ممکن ہے بغاوت کے اندیشے سے انہیں کلنگ سے ہٹایا گیا ہو۔ آر۔ سی۔ مجمدار کا خیال ہے کہ وہ قیدی جنوب مشرقی ایشیا کی طرف چلے گئے جہاں انہوں نے ہندوستانی ثقافت کو پھیلایا۔

ڈاکٹر اوم پرکاش کے مطابق غلام وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت کسی دوسرے کے پاس ہو۔ لیکن باندھے ہوئے مزدور یا اجرتی مزدور غلام نہیں کہلاتے۔ اسی لیے صرف کاموں کی یکسانیت سے شودروں کو غلام نہیں کہا جا سکتا۔ ارتھ شاستر میں صاف لکھا ہے کہ کھیتی، پشو پالن اور

تجارت شودروں کا دھرم ہے۔ وہاں "شودر کرشک" کا ذکر بھی ملتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ زمین کے مالک اور آزاد کسان بھی ہو سکتے تھے۔ انہیں فوج میں بھرتی ہونے اور جائیداد رکھنے کا بھی حق حاصل تھا۔ گوتما دھرم سوترا اور منو سمرتی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ شودروں کو جائیداد کا حق دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ کہنا درست ہے کہ موریہ عہد میں شودروں کی حالت یونانی اور رومی غلاموں سے کہیں بہتر تھی۔ میگا ستھنیز نے اس وقت کی سات ذاتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ سات ذاتیں ہیں :1۔ فلسفی 2۔کسان 3۔ فوجی 4۔ شکاری5. شلپ کار6۔ گڈریے7۔ افسر۔ رومیلا تھاپر نے انہیں ذات نہیں مانا ہے۔ ان کے مطابق :''میگا ستھنیز کے ذریعہ دی گئی یہ سماجی تقسیم سماجی سے زیادہ معاشی معلوم ہوتی ہے۔''موریہ دور میں مشترکہ خاندان کا نظام رائج تھا۔ خاندان کا سب سے بزرگ شخص اس کا سربراہ ہوتا تھا۔ خاندان کے سبھی افراد اس کا حکم مانتے تھے۔ لڑکے کی پیدائش کو بہتر اور ضروری سمجھا جاتا تھا۔ خاندان کے سربراہ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا بیٹا اس کی جگہ لیتا تھا۔

## 4.2.2 عورتوں اور غلاموں کی حالت (Position of Women & Slaves)

موریائی دور میں عورتوں کی حالت بہت زیادہ قابل اطمینان نہیں تھی۔ خاندان میں لڑکی کی پیدائش پر خوشی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ لڑکیاں اکثر گھروں میں ہی رہتی تھیں۔ عورتوں کو محض اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ انہیں تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ دوسری طرف کچھ باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب نہیں تھی۔ مثال کے طور پر سماج میں بیوہ عورتوں کو دوبارہ شادی کی اجازت تھی۔ وہ اپنے شوہروں کے طلاق لے سکتی تھیں۔ جہیز کے مال واسباب پر ان کا اختیار ہوتا تھا اور خاندان کی جائداد میں بھی ان کو حصہ ملتا تھا۔ عورتوں کے قتل کو برہما کا قتل تصور کیا جاتا تھا۔

ان دنوں آٹھ قسم کی شادیوں کا رواج تھا۔ ارتھ شاستر میں ان شادیوں کا ذکر آیا ہے۔ ان شادیوں کے نام تھے۔ برہما، دیو، پرجاپتی، آرش، گندھرو، اسر، راکشس اور پشاچ۔ اول الذکر چار شادیاں مذہبی اعتبار سے اچھی شادیاں تھیں۔ دوسری چار شادیاں غیر مذہبی تصور کی جاتی تھیں۔ لڑکی کی شادی کی عمر 12 سال اور لڑکوں کی شادی کی عمر 16 سال ہوتی تھی۔ اونچے گھرانوں میں کئی کئی بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ بندوسار کی 16 بیویوں اور اشوک کی 5 بیویوں کا ذکر ملتا ہے۔ میگا ستھنیز لکھتا ہے کہ ہندوستان کے لوگ کئی کئی شادیاں کرتے ہیں۔ عام طور پر شادیاں عمر بھر کے لیے ہوتی تھیں مگر کچھ خاص حالات میں شوہر اور بیوی کے درمیان تعلقات ختم بھی ہو سکتے تھے۔ سماج میں بین النسلی (اندرجانی) شادیوں کا رواج بھی موجود تھا۔ اگر کسی اونچی ذات کا مرد نچلی ذات کی عورت سے شادی کرتا تو اسے انُلوم کہا جاتا تھا، اور اگر کسی اونچی ذات کی عورت نچلی ذات کے مرد سے بیاہی جاتی تو اسے پرتی لوم کہا جاتا تھا۔ چندر گپت موریہ کا ایک یونانی لڑکی سے شادی کرنا ہندو سماج میں ایک انقلابی قدم سمجھا جاتا ہے۔ یونانی مصنفین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بادشاہ کی محافظہ (انگرکشک) بھی مقرر کیا جاتا تھا۔ ارتھ شاستر میں عورت کے لیے "اسوریہ پشیا" (یعنی وہ جو سورج کو نہ دیکھے)، "اوروَدن" اور "انتہ پور" جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سماج میں پردہ نظام رائج تھا، البتہ غالباً یہ صرف اونچے خاندانوں تک محدود رہا ہوگا۔ اسی طرح ارتھ شاستر میں طوائفوں (گانیکا) کا بھی ذکر ملتا ہے جن کی نگرانی کے لیے گانیکا ادھیکش نامی ایک افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ اس طبقے کی عورتوں میں اداکارائیں، رقاصائیں اور گلوکارائیں شامل تھیں۔

موریائی دور میں غلامی کا بھی رواج تھا۔ یہ غالباً غیر آریہ ہوتے تھے۔ اس عہد میں غلاموں کے ساتھ ناروا سلوک نہیں ہوتا تھا۔ قیمت چکانے پر غلام آزاد کردیے جاتے تھے۔ قانون کے مطابق غلاموں کو نہ تو کوئی گالی دے سکتا تھا اور نہ ہی پیٹ سکتا تھا۔ باندیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اشوک نے لوگوں کو غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی۔ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ غلاموں کے حالات بہتر ہونے لگے۔ غلاموں کی اس اچھی حالت کی وجہ سے ہی میگاستھنیز انہیں پہچان نہیں سکا اور اس نے ہندوستان میں غلامی کے رواج کا ذکر نہیں کیا ہے۔

### 4.2.3 تعلیم اور اخلاق (Education & Morality)

موریائی دور میں زیادہ تر لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ تعلیم عام طور پر اسکولوں، مٹھوں اور وہاروں میں برہمنوں اور بودھ بھکشوؤں کے ذریعے دی جاتی تھی۔ تکشیلا، بنارس اور اُجین اس وقت کی اعلیٰ تعلیم کے مشہور مراکز تھے۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے طلبا نہ صرف ہندوستان کے مختلف علاقوں سے بلکہ بیرونی ممالک سے بھی آتے تھے۔ ان میں سائنس، طب، سیاست، علم نجوم، قواعد اور ریاضی وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ مشہور مورخ وی، اے، اسمتھ کا خیال ہے کہ ''موریائی دور میں ہندوستان کے لوگ انگریزی عہد کے ہندوستان کے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔'' اس وقت لوگوں کا اخلاقی معیار اچھا تھا۔ چوری وغیرہ کے واقعات کم ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں تالے بھی نہیں لگاتے تھے اور گھر کھُلے چھوڑ کر باہر چلے جاتے تھے، حالانکہ یہ بات مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ حکومت کی طرف سے سخت سزاؤں کے ڈر سے جرائم سے باز رہتے ہوں۔ اس کے علاوہ زیادہ تر قضیے گاؤں کی پنچایتوں میں سلجھا لیے جاتے تھے اور لوگ بہت کم موقعوں پر سرکاری عدالتوں کا سہارا لیتے تھے۔ اشوک کی مذہبی تبلیغ کی وجہ سے بھی سماج میں کافی سدھار آیا تھا۔

### 4.2.4 بناؤ سنگار (Ornamentation)

میگاستھنیز کا خیال تھا کہ ہندوستان کے لوگ زیب وزینت اور آرائش و جمال کے شوقین تھے۔ ان کی پوشاک ہیرے جواہرات سے آراستہ ہوتی تھی اور وہ نفیس ترین ململ کے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ میگاستھنیز اعلیٰ طبقے کے ہندوستانیوں یا شاہی امیروں اور افسران کی بات کر رہا تھا جن کے درمیان وہ رہا تھا۔ ویدک عہد کی طرح اس عہد میں بھی لوگ ایک چادر اوڑھتے تھے جو پنڈلیوں تک پہنچتی تھی۔ دوسری چادر کندھوں تک ڈالتے اور تیسری سَر پر لپیٹتے تھے۔ ان کا لباس بہت شوخ رنگ کا ہوتا تھا۔ مرد لوگ داڑھی رکھتے تھے، جنہیں رنگتے بھی تھے۔ شوخ رنگ کو پسند کرنا اہل ہند کی ہمیشہ کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ وہ گرمی کے دنوں میں چھاتوں سے اپنی حفاظت کرتے تھے۔ کھاتے پیتے اور امیر لوگ کانوں میں ہاتھی دانت کی بالیاں اور طلائی زیورات پہنتے تھے اور ململ کی چھینٹ اور سفید کپڑے پہنتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اونچی ایڑی کے مزین جوتے استعمال کرتے تھے۔ بدھ مذہب کی مقدس کتاب ''ونے پتک'' میں مختلف قسم کے جوتوں کی ایک طویل فہرست درج ہے جو اس وقت لوگ استعمال کیا کرتے تھے۔ اس میں تحریر ہے کہ لوگ طرح طرح کی چپلیں نیلے، پیلے، سبز، سرخ، بھورے، کالے، نارنگی اور سینکڑوں قسم کے جوتے استعمال کرتے تھے جن کے کنارے بھی مختلف رنگوں سے رنگے جاتے تھے۔ کناروں میں

کئی کئی رنگ کی پٹیاں ڈالی جاتی تھیں۔ان جوتوں کو شیر، چیتے، تیندوے، ہرن، بلی، گلہری اور اُلو کی کھالوں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ گوٹے اور لیس کے کام کے جوتے پہنے جاتے تھے جن پر سوتی کام کی پٹیاں ہوتی تھیں۔اس کے علاوہ دوسرے مختلف رنگوں اور نمونوں کے جوتے پہنے جاتے تھے جو تیتروں کے پروں سے مشابہ ہوتے تھے اور جن میں مینڈھے یا بکرے جیسی سینگیں باہر کو نکلی ہوتی تھیں۔ان میں چاروں طرف مور کے پر ٹنگے ہوتے تھے۔لوگ اون کے بنے ہوئے جوتے بھی پہنتے تھے جن پر بلور، موتی یا فیروزے ٹنکے ہوتے تھے یا ان پر سونے، چاندی، سیسے اور پیتل وغیرہ کا کام بنا ہوتا تھا۔ان میں سے بعض ہیرا جڑاؤ بھی ہوتے تھے۔

## 4.2.5 تفریحات (Amusements)

اشوک کے زمانے کے بہت سے کتبے غاروں میں دریافت ہوئے ہیں جو اس عہد کے رہن سہن، رسم ورواج پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک کتبے میں جو برہمی زبان میں ہے اور رام گڑھ کی پہاڑی کے ایک غار میں ملا ہے، تحریر ہے: ''موسم بہار کی بھرپور چاندنی میں جب جھولے کا تیوہار (وشتی) منایا جاتا ہے اور نشاط و نغمہ کی محفل گرم ہوتی ہے تو لوگوں کی گردنیں چنبیلی کے پھولوں کے موٹے موٹے ہاروں سے بھر جاتی ہیں۔ غالباً اس سے مراد ہولی کے تیوہار سے ہے جس میں غار کے اندر ناٹک کھیلے جاتے تھے۔ یہ غار ناٹک کے نمونے پر بنائی گئی ہے اور ناٹک کا جو طرز تیسری صدی ق۔م میں رائج تھا اس کے مطابق اس میں انتظامات موجود ہیں۔رام گڑھ کی پہاڑی کے ایک دوسرے غار کے کتبے میں جو تیسری صدی ق۔م کا ہے، تحریر ہے کہ یہ آرام گاہ لڑکیوں کے لیے ''ست تُکا'' (Sattuka) نامی ایک دیوداسی نے بنائی ہے یہ لڑکیاں جن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے، ناٹک کرنے والی لڑکیاں تھیں۔اس غار میں مصوری کے نمونے بھی پائے گئے ہیں جن میں سے اکثر مسخ ہو چکے ہیں لیکن ان کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھی کے جلوسوں، برہنہ مردوں اور عورتوں، پرندوں اور جانوروں اور ان رتھوں کی تصویریں ہیں جنہیں گھوڑے کھینچتے تھے۔اشوک کے زمانے کے کتبوں اور واتسائن کی کام سوتر سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ بڑے زندہ دل تھے اور زندگی کی مسرتوں اور رنگینیوں سے بھرپور لطف اندوز ہوتے تھے۔ مذہبی رقص و سرود، موسیقی اور شراب وغیرہ کے استعمال نے ان میں ایسی جذباتیت پیدا کر دی تھی جس سے سماج میں رنگینیاں بھر گئی تھیں۔ موریائی دور میں راجا شکار کے ذریعہ اپنا دل بہلایا کرتا تھا۔ راجا شکار پر پوری سج دھج کے ساتھ جایا کرتا تھا۔اس کے ساتھ انگ رکشکا ییئں، فوجی اور کئی دوسرے افراد جاتے تھے۔ نٹ، مطرب، رقاص وغیرہ اپنے اپنے طور پر عوام کی تفریح کرتے تھے۔اس کے لیے انہیں حکومت سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ جوا کھیلنے کا بھی رواج تھا۔ کئی لوگ گھوڑ دوڑ، رتھ دوڑ اور ہاتھی دوڑ میں شامل ہو کر تفریح کرتے تھے۔

## 4.2.6 کھان پان اور غذا (Food Habits)

موریائی دور میں لوگ سبزی خور اور گوشت خور دونوں قسم کے تھے۔ لیکن بعد میں بدھ مذہب کی تبلیغ کی وجہ سے سبزی خوروں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ موریائی دور میں لوگوں کا خاص کھانا، چاول، گیہوں، جو، سبزیاں، پھل اور دودھ تھا۔ کچھ لوگ 'مدراپان' (شراب نوشی) بھی کرتے تھے لیکن سماجی طور پر اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ البتہ یگیوں کے موقع پر سوم رس پیا جاتا تھا، جو کہ شراب سے کچھ حد تک ملتا جلتا تھا۔اشوک نے گوشت خوری اور جانوروں کے بے تحاشا قتل پر پابندی لگائی تھی، لیکن اس کے باوجود مورخ ڈی، این، جھا کے مطابق اس کے

شاہی باورچی خانے میں ایک ہرن، دو مور اور چند مرغے روزانہ ذبح کیے جاتے تھے۔

## 4.3 معاشی حالات (Economic Conditions)

### 4.3.1 زراعت اور گلہ بانی (Agriculture & Pastoralism)

موریائی دور میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔اس لیے موریا حکمرانوں نے اسے ترقی دینے کے لیے کچھ خاص اقدامات کیے تھے۔ کسانوں کو عام خدمات اور جنگی ذمے داری سے الگ رکھا گیا۔ زمین کی پیمائش اور سینچائی کی دیکھ بھال کے لیے شاہی افسران بحال ہوتے تھے۔ قحط اور دیگر پریشانیوں کے وقت حکومت کسانوں کی ہر طرح سے مدد کرتی تھی۔ زرعی آلات بنانے والوں کو ہر طرح کے محصول سے آزاد رکھا جاتا تھا۔ نئی زمینوں کو قابلِ زراعت بنانے کے لیے کسانوں کو حکومت کی طرف خاص امداد دی جاتی تھی۔ موریائی دور میں کسان سال میں دو فصلیں اگاتے تھے۔اس عہد کی خاص فصلیں چاول، جو، کپاس، گیہوں، گنّا، جوار، باجرا، دالیں، سبزیاں اور پھل تھے۔ سینچائی کے لیے کسانوں کو خاص طور پر بارش پر منحصر رہنا پڑتا تھا۔اس کے علاوہ نہروں، جھیلوں، کنوؤں اور تالابوں وغیرہ سے بھی سینچائی کی جاتی تھی۔ زمین کی پیداواری صلاحیت کے مطابق حکومت پیداوار کا 6/1 سے 4/1 حصہ تک لگان کے طور پر وصول کرتی تھی۔ موریائی دور کے لوگ معاشی طور پر خوش حال تھے۔

موریائی دور میں زراعت کے بعد دوسرا اہم پیشہ گلہ بانی تھا۔زرعی اشیا کو ترقی دینے کی غرض سے حکومت گلہ بانی کو فروغ دیتی تھی۔ حکومت جانوروں کے لیے چراگاہوں کا انتظام کرتی تھی۔ موریائی دور میں لوگ گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری اور کتّے پالتے تھے۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں پر حکومت کا کنٹرول تھا۔ جنگلوں سے حکومت کو بہت آمدنی ہوتی تھی۔ ارتھ شاستر میں چار طرح کے جنگلوں کا ذکر ملتا ہے جو کہ پشوون(Pashuvan)، مرگ ون(Mrigvan)، درویہ ون(Dravyavan) اور ہستی ون (Hastivan) کہلاتے تھے۔ پشوون میں جنگلی جانور رہتے تھے، مرگ ون میں پالتو جانور ہوتے تھے۔ درویہ ون میں قیمتی لکڑیاں اور کانیں پائی جاتی تھیں۔ ہستی ون میں ہاتھی پائے جاتے تھے۔ پیڑ پودھوں کی دیکھ ریکھ کے علاوہ غیر قانونی طریقے سے پیڑ کاٹنے والوں کو سزائیں دی جاتی تھیں۔

### 4.3.2 صنعت و حرفت (Crafts & Craftmanship)

موریائی دور میں کئی قسم کی صنعتیں پائی جاتی تھیں۔اس عہد کی سب سے مشہور صنعت کپڑے کی صنعت تھی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک میں کپاس کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی تھی۔ کاشی، مگدھ، وتس اور مدورا سوتی کپڑے کی صنعتوں کے لیے مشہور تھے۔ بنگال کی شہرت اس کے ململ کی وجہ سے تھی۔ نیپال اونی کپڑوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ بہت سے افراد سونے، چاندی، تانبے اور لوہے کی کانوں میں کام کرتے تھے۔ کانوں کا نظم اکثر سرکار خود کرتی تھی۔ موریائی دور میں لکڑی کی صنعت بھی خوب ترقی یافتہ تھی۔ لکڑی سے اچھے قسم کی کشتیاں اور جہاز تیار کیے جاتے تھے۔ ان صنعتوں کے علاوہ موریائی دور میں، چمڑے کی صنعت، دست کاری، زیورات کی صنعت اور برتن سازی کی موریائی دور میں معیشت کو ترقی دینے میں شرینیوں نے اہم کردار ادا کیا۔اس عہد میں کاریگروں اور دست کاروں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے اپنی

اپنی شرینیاں قائم کرلی تھیں ۔ شرینیاں بہت متمول ادارے ہوتے تھے۔ یہ اکثر بینکوں کا کردار ادا کرتی تھیں ۔ شرینیوں کے مال واسباب کا معائنہ سرکار کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ شرینیوں کے سربراہ کو جیشٹھک (Jeshthak) کہا جاتا تھا۔

### 4.3.3 تجارت اور کاروبار (Trade & Commerce)

موریائی دور کی اندرونی اور بیرونی تجارت بہت زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ ہندوستان اور مغربی دنیا کے درمیان کئی تجارتی راستے کھل گئے تھے۔ تجارت کے فروغ کے لیے منظم شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ تاجروں کی سہولت کے لیے جگہ بہ جگہ آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ تاجروں اور شاہراہوں کی حفاظت حکومت کی ذمے داری تھی۔ موریائی دور میں برّی اور بحری دونوں راستوں سے تجارت کی جاتی تھی۔ اہم شاہراہوں میں پہلی شاہراہ دارالسلطنت پاٹلی پتر سے ٹکشلا کو جوڑتی تھی۔ یہ 2100 کلومیٹر لمبی تھی۔ دوسری شاہراہ پاٹلی پتر سے پریاگ ہوتے ہوئے اجین پہنچتی تھی۔ تیسری شاہراہ پاٹلی پتر سے تامرلپتی بندرگاہ کو ملاتی تھی۔ بحری راستوں میں کشتیوں اور جہازوں کا استعمال ہوتا تھا۔ ٹکشلا، اجین، کاشی، پریاگ، متھرا، کوشامبی اور پاٹلی پتر موریائی دور کے مشہور تجارتی شہر تھے۔ موریائی دور میں بیشتر غیر ملکی تجارت شام، مصر، روم، یونان، چین، سری لنکا، برما اور ایران سے ہوتی تھی۔ موریا حکومت بیرونی ممالک کو ہیرے، موتی، خوشبودار اشیا سوتی اور ریشمی کپڑے، ہاتھی دانت اور لکڑی کے سامان، دوائیں، گرم مسالے اور نیل وغیرہ برآمد کرتی تھی۔ وہ بیرونی ممالک سے سونا، چاندی، بیش قیمتی جواہرات، ریشم اور شراب وغیرہ درآمد کرتی تھی۔ موریائی دور کی تجارت ہندوستان کے حق میں فائدہ مند تھی۔ موریا حکمرانوں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی تجارتی اصول وضع کیے تھے۔ ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ اشیا کی قیمتوں پر حکومت کے ذریعہ کنٹرول رکھا جاتا تھا۔ ناپ تول کے لیے پیمانے حکومت کی جانب سے جاری کیے جاتے تھے۔ تاجروں کو دیسی مال پر 5 فیصد اور غیر ملکی مال پر 10 فیصد منافع لینے کا اختیار تھا۔ قرض کی رقم پر سود کی شرح حکومت کی جانب سے طے کی جاتی تھی۔ اسمگلنگ کرنے والوں، ملاوٹ کرنے والوں اور کم تولنے والوں کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ نتیجے کے طور پر موریائی دور میں تجارت نے خوب ترقی کی تھی۔

### 4.3.4 سکے (Coins)

موریہ دور تک آتے آتے تجارت اور کاروبار میں باقاعدہ سکوں کا استعمال شروع ہو چکا تھا۔ سکے سونے، چاندی اور تانبے کے ہوتے تھے۔ سونے کے سکوں کو 'نشک' (Nishk) اور 'سورن' (Suvarna) کہا جاتا تھا۔ چاندی کے سکوں کو 'دھرن' (Dharan) یا 'کارشاپن' (Karshapan) کہا جاتا تھا، جب کہ تانبے کے سکے 'ماشک' (Mashak) کہلاتے تھے۔ چھوٹے تانبے کے سکوں کو 'کاکنی' (Kakani) کہا جاتا تھا۔ یہ سکے بادشاہوں، تاجروں اور مختلف تجارتی انجمنوں کے ذریعے چلن میں لائے جاتے تھے اور ان پر ملکیت یا اقتدار کی علامت کے طور پر خصوصی نشان لگائے جاتے تھے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ اترپردیش اور بہار سے جو بڑی تعداد میں چاندی کے ٹھپہ دار سکے ملے ہیں، ان میں زیادہ تر موریہ عہد کے ہیں۔ موریہ دور کے سکے زیادہ تر چاندی اور تانبے میں ڈھالے گئے تھے۔ اس دور کا سب سے اہم سکہ 'پن' جو کہ چاندی کا کارشاپن تھا، موریہ دور کا معیاری سکہ تھا۔ اسے 'روپیاروپ' (Rupyaroop) یعنی چاندی کی شکل بھی کہا جاتا تھا۔ ارتھ شاستر میں شاہی ٹکسال کا ذکر بھی ملتا ہے، جس کا نگران افسر 'دلکشن ادھیکش' (Lakshna Adhyaksh) کہلاتا تھا اور سکوں کی جانچ

پڑتال کرنے والا افسر 'روپ درشک' (Roopdarshak) کہلاتا تھا۔

## 4.4 تہذیب و ثقافت (Culture and Civilization)

### 4.4.1 فنی باقیات (Artifacts)

موریائی دور کے فنی نمونے اپنے مواد کے اعتبار سے بے حد اہم ہیں۔ شہنشاہ اشوک کی سرپرستی نے فنون لطیفہ کو جِلا بخشی۔ موریائی دور کے فنون لطیفہ کے نمونے ہمارے پاس بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ موریائی دور میں بطور خاص اشوک کے عہد حکمرانی میں فنون لطیفہ کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اشوک کے زمانے کے چار قسم کے فنی نمونے پائے جاتے ہیں۔ یہ نمونے ،استوپ، لاٹوں، غار اور رہائشی مکانات کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

**استوپ:** اشوک نے ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں کی تعداد میں استوپ بنوائے تھے۔ سانچی کا استوپ، جو تمام استوپوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے، اشوک کا تعمیر کردہ ہے۔ یہ استوپ بھوپال سے تیس میل دور ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کے درمیان میں پتھر کا ایک بہت بڑا ٹھوس گنبد ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک چوڑی گیلری ہے جس پر چھت نہیں ہے۔ گیلری کے چاروں طرف بہت اونچا پتھر کا جنگلہ ہے۔ گیلری میں داخل ہونے کے لیے چار دروازے ہیں۔ یہ دروازے بھی پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ستونوں پر مہاتما بدھ کی زندگی کے مختلف واقعات تصویروں کی صورت میں نقش کیے گئے ہیں۔

شیر کے سر والی لاٹ، لوریا نندن گڈھ

**لاٹیں :** موریائی دور کے ممتاز ترین فنی نمونے اشوک کے ذریعہ تعمیر کردہ پتھر کی لاٹیں ہیں۔ ان کی تعمیر سے پتھر تراشنے کا فن اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اشوک نے لگ بھگ تیس چالیس لاٹیں بنوائیں۔ یہ لاٹیں سارناتھ، لوریہ نندن گڑھ، لوریا اررراج، میرٹھ، پریاگ، توپرا اور سانچی وغیرہ مقامات سے حاصل ہوئیں۔ سبھی لاٹیں پتھر کے ایک سالم ٹکڑے سے بنائی گئی ہیں۔ یہ 40 سے 50 فٹ تک اونچی ہیں۔ ہر ایک بڑی لاٹ کا وزن لگ بھگ 50 ٹن ہے۔ ان کو بنانے میں چنار کے بلوا پتھر کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہر لاٹ کے دو حصّے ہیں۔ ایک لاٹ کی ڈانڈ، دوسرے اس کا تاج۔ اس کو رگڑ رگڑ کر اتنا چکنا بنادیا گیا ہے کہ آج کل کے لوگ دھوکہ کھا کر اسے دھات کا بنا ہوا سمجھتے ہیں۔ لوریہ نندن گڑھ میں جو لاٹ ہے اس کی اسمتھ نے بڑی تعریف کی ہے۔ ڈانڈ کے متعلق وہ کہتا ہے: ''اس کی اس قدر مکمل تیاری اس بات کا ثبوت ہے کہ اشوک کے زمانے کے انجنیئر اور سنگ تراش صلاحیت اور ذہانت میں

کسی عہد اور کسی ملک کے کاریگروں سے کم نہیں تھے۔ لاٹ کا تاج بھی پتھر کے ایک سالم ٹکڑے سے بنایا گیا ہے۔ اس پر جانوروں کی جو مورتیاں بنائی گئی ہیں وہ قابل دید ہیں۔ سارناتھ کی لاٹ کا تاج ان میں سب سے اچھا ہے۔ اس میں چار شیر ایک دوسرے سے پشت کیے کھڑے ہیں۔ درمیان میں ایک پتھر کا چکر ہے۔ یہ وہی ''دھرم چکر ہے'' جسے ہمارے قومی جھنڈے میں جگہ دی گئی ہے۔ یہ شیر ایک ڈھول پر کھڑے ہیں جس پر چار جانوروں کی تصویریں کھدی ہوئی ہیں۔ یہ جانور شیر، ہاتھی، بیل اور گھوڑا ہیں۔ جانوروں کی یہ تصویریں اصل جانوروں کے مشابہ ہیں۔ ان کی صنعت ماہرین فن سے داد تحسین حاصل کرتی ہے۔ اسمتھ کا ان کی عمدہ کاریگری کے بارے میں خیال ہے کہ ''کسی دوسرے ملک میں کاریگری کے ایسے نمونے جو حسن صورت و سیرت میں اتنے مکمل ہوں، اس عہد میں ملنے مشکل ہیں۔'' ان کے بارے میں جان مارشل لکھتا ہے کہ: ''طرز اور تکنیک کے اعتبار سے ایسے شاہ کار زمانۂ قدیم میں دست یاب ہونا ناممکن ہیں۔'' حقیقت یہ ہے کہ اشوک کی لاٹیں فن سنگ تراشی کے نقطۂ کمال کی بہترین مثال ہیں۔

**غار:** اشوک نے بدھ بھکشوؤں اور بھکشنوں کے لیے پہاڑوں میں غار کُھدوائے تھے جنہیں ''وہار'' کہتے ہیں۔ ان غاروں میں سے ایک جو سُداما میں برآمد ہوا ہے، ''آجیوک'' فرقے کے بھکشوؤں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس میں دو کمرے ہیں۔ ایک کمرہ 32 فٹ 9 انچ لمبا اور 19 فٹ 6 انچ چوڑا ہے۔ ایک دوسرے وہار میں ایک بہت بڑا ہال ہے۔ ان غاروں کی دیواریں پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بنائی گئی ہیں اور انہیں رگڑ رگڑ کر اتنا چکنا کر دیا گیا ہے کہ وہ شیشے کی طرح چمک دار لگتی ہیں۔ اس سے اس زمانے کے کاریگروں کی محنت و جاں فشانی اور حیرت انگیز صبر و استقلال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

**عمارتیں:** بد قسمتی سے موریائی دور کی عمارتوں کے نشانات اب باقی نہیں رہے ہیں۔ البتہ یونانی اور چینی سیاحوں نے اپنی کتابوں میں ان عمارتوں کا جو ذکر کیا ہے اس سے اس عہد کے فن تعمیر کا کسی حد تک تصور کیا جا سکتا ہے۔ یونانی سفیر ''میگا ستھنیز'' نے پاٹلی پتر کی عمارتوں کی بے حد تعریف لکھی ہے۔ شاہی محل کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ ''یہ دنیا کی بہترین عمارت ہے۔ اس کے ستون اپنی سنہری انگوری بیلوں کے ساتھ جن پر چاندی کی چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں، بہت خوش نما نظر آتے ہیں۔'' اسی طرح چینی سیاح فاہیان نے اشوک کے زمانے کی عمارتوں کی تعریف لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''یہ محلات اشوک نے جِنّوں سے بنوائے تھے جو دور سے اتنے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لاتے تھے کیوں کہ یہ کام مادی قوت رکھنے والے ہاتھوں کے بس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔'' چنانچہ اشوک کے دور حکومت کی تعمیرات اپنی دلکشی اور جاذبیت میں فن تعمیر کا عمدہ شاہکار تھیں۔

### 4.4.2 مجسمہ سازی (Sculpture)

موریائی دور میں مجسمہ سازی کا فن بھی نہایت ترقی یافتہ تھا۔ اشوک کے ستونوں کے سروں پر بنے ہوئے جانوروں کے مجسموں کو دنیا بھر میں شہرت حاصل ہے۔ سارناتھ کے ستونوں پر چاروں شیروں کے مجسمے فنون لطیفہ کے میدان میں لاثانی ہیں تصور کیے جاتے ہیں اور اپنے لازوال حسن اور جاذبیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس کے علاوہ پٹنہ میں ملے یکش اور یکشنی کے مجسمے، متھرا سے ملے یکش کے مجسمے اور

سارناتھ میں ملے دومردوں کے مجسمے اعلیٰ سطح کے فنی شاہکار ہیں۔ مجسمہ سازی کے ساتھ موریائی دور میں پالش کرنے کا فن بھی کافی ترقی یافتہ تھا۔اشوک کی لاٹوں، غاروں کی دیواروں پر کی گئی پالش کا حسن لاجواب ہے۔ یہ دیواریں آج بھی شیشے کی طرح چمکتی ہیں۔ خاص طور پر 'گیا' کی غاروں کی دیواریں دیکھنے والوں کو چکاچوندھ کر دیتی ہیں۔ اشوک کی لاٹوں کو تو لوگ کسی دھات کا بنا ہوا سمجھتے ہیں۔ آج تک یہ پتہ نہیں مل سکا کہ یہ پالش کیسے تیار کی جاتی تھی۔

### 4.4.3 دھات اور زیورات سازی (Metallurgy and Ornament Making)

موریائی دور میں ملے زیورات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت دھات سازی کے فن میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ موریائی دور کے سونے چاندی کے زیورات بہت خوب صورت ہیں۔ یونانی مصنفین کے مطابق اشوک کے عہد میں ہاتھی دانت کے زیورات بنانے کا فن بھی بہت ترقی یافتہ تھا۔ مندرجہ بالا باتوں سے ظاہر ہے کہ موریائی دور میں فنون لطیفہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ اس لیے ایچ، سی، رے چودھری کا یہ قول نہایت مناسب ہے کہ ''ہندوستانی فنون کی تاریخ میں موریائی دور ایک زریں عہد تھا۔''

### 4.4.4 موسیقی (Music)

اس عہد کا ایک اور کارنامہ استوپوں اور غاروں میں موسیقی کے آلات کی شبیہ سازی ہے۔ بہت سے مورخین نے اس عہد کو ثقافتی ترقی کا سنہرا دور تصور کیا ہے۔ یہ رائے موسیقی، رقص اور متعلقہ ثقافتی فنون پر صادق آتی ہے۔ اس عہد میں موسیقی کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جس میں عورتوں نے موسیقی اور رقص کو ایک تفریحی پیشے کے طور پر منتخب کیا تھا اور ان کو سماج میں باعزت مقام بھی حاصل تھا۔ ریاست میں ناٹیہ شالائیں اور سنگیت گرہ بنے ہوئے تھے جہاں لوگ تفریح اور دل بہلانے کی غرض سے جمع ہوتے تھے۔ یہاں موسیقی (راگ) کے تماشے اور مقابلے منعقد کیے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ خود چندر گپت موریہ ماہر موسیقار تھا۔ اشوک کے عہد میں موسیقی کو مزید ترقی ملی۔ اس عہد کی ایک خاص بات یہ بھی رہی کہ بدھ بھکشوؤں کے ہم راہ ہندوستانی سنگیت بیرون ممالک بھی گیا۔

### 4.4.5 ادب (Literature)

موریائی دور میں ادبی تخلیقات کے کم نمونے ملتے ہیں۔ اس عہد کے ادب کے بارے میں ہمارے پاس بہت زیادہ جانکاری نہیں ہے۔ جو کچھ شواہد ملتے ہیں اس سے اس عہد کی ادبی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ کوٹلیہ یا چانکیہ نے اپنی کتاب میں ویدی ادب کا ذکر کیا ہے۔ موریائی دور کا ادب سنسکرت، پراکرت، یا پالی زبانوں میں تخلیق ہوا۔ چانکیہ اس عہد کا مشہور مصنف تھا۔ وہ بودھی، جینی اور برہمنی تصانیف کا عالم تھا۔ کوٹلیہ کی تصنیف ''ارتھ شاستر'' سیاسی معیشت اور فن حکمرانی کی بہترین کتاب ہے۔ ارتھ شاستر کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ اس میں ہمیں موریائی عہد کے بارے میں ٹھوس اور راست معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر تاریخی، سیاسی، معاشی اور ادبی لحاظ سے ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اس کتاب میں حکومت کے مختلف مسائل اور طرز حکومت کا جتنا خوب صورت تجزیہ کیا گیا ہے اتنا جامع تجزیہ شاید ہی دنیا کے کسی قدیم سیاسی مفکر نے کیا ہو۔ مشہور مورخ رومیلا تھاپر کے مطابق: ''ارتھ شاستر کی اہمیت اس امر میں

پوشیدہ ہے کہ یہ اس وقت کے رائج معاشی اور سیاسی افکار کا بہتر طریقے سے تجزیہ پیش کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہم عصر حالات کے عین مطابق ہے۔'' جین مُنی بھدر باہو اس عہد کا پراکرت زبان کا عظیم مصنف تھا۔ وہ جین سنگھ کے رہنما ''یشودھرا'' کا شاگرد تھا اور چندر گپت موریہ کا ہم عصر تھا۔ اس نے جین مذہب سے متعلق کئی پراکرت کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ ''کلپ سوتر'' بھدر باہو کی اہم ترین تخلیق ہے۔ یہ تین حصّوں جن چترا (جن کی سوانح)، استھاویراولی (استھاویروں کی فہرست) اور ساچاری (پتی کے ضوابط) میں منقسم ہے۔ کچھ دانشوروں نے اس کے بھدر باہو کی تصنیف ہونے پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ موریائی دور کی واحد بودھی کتاب ''کتھاوستو'' ہے جو موگلی پتر تسّا کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔ اس کی تخلیق اشوک کے عہد میں ہوئی۔ اشوک کا عہد بودھی ادب کی ترویج واشاعت کے لیے کافی مشہور ہے۔

## 4.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریائی دور کے معاشرے میں ورن آشرم اور ذات کا نظام عروج پر پہنچ گیا تھا۔ بنیادی طور پر سماج چار ورنوں یا طبقوں میں منقسم تھا جس میں برہمنوں کو سب سے اونچا مقام حاصل تھا اور شودر نچلے مقام پر تھے۔ سماج میں مشترکہ خاندان رائج تھا۔ سماج میں عورتوں کی حالت قابل اطمینان نہیں تھی۔ اس عہد کے معاشرے میں آٹھ قسم کی شادیوں کا ذکر ملتا ہے۔ اعلیٰ گھرانوں میں کئی کئی بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ عام طور پر لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ تکشیلا، بنارس اور اجین اس وقت کے اعلیٰ تعلیم کے مشہور مراکز تھے۔ لوگوں کا اخلاقی معیار بہتر تھا۔ اس عہد کے لوگ بڑے زندہ دل تھے اور زندگی کی مسرتوں سے بھرپور لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ لوگ شکار، جوا، گھوڑوں کی دوڑ، رتھ دوڑ اور ہاتھی دوڑ وغیرہ میں شامل ہو کر تفریح کرتے تھے۔ موریائی دور میں لوگ معاشی طور پر خوش حال تھے۔ اس عہد میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ فصلوں کی اچھی پیداوار کی وجہ سے اس عہد کے کسان خوش حال اور آرام دہ زندگی بسر کرتے تھے۔ زراعت کے بعد دوسرا اہم پیشہ گلہ بانی تھا۔ زرعی اشیا کو ترقی دینے کی غرض سے حکومت گلہ بانی کو فروغ دیتی تھی۔ موریائی دور میں مختلف قسم کی صنعت ترقی یافتہ تھی۔ اس عہد میں معیشت کو ترقی دینے میں مختلف قسم کی شرینیوں (گلڈز) نے اہم کردار ادا کیا۔ موریا حکمرانوں نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی تجارتی اصول وضع کیے تھے۔ موریائی دور کی اندرونی اور بیرونی تجارت بہت زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ تجارت کے فروغ کے لیے منظم شاہراہوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ بیشتر غیر ملکی تجارت شام، مصر، روم، یونان، چین، سری لنکا، برما اور ایران سے ہوتی تھی۔ موریائی دور میں بطور خاص اشوک کے عہد حکمرانی میں فنون لطیفہ کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اشوک کے زمانے کے چار قسم کے فنی نمونے۔ استوپ، لاٹیں، غار اور رہائشی مکانات اہم ہیں۔ اشوک کے تعمیر کردہ ستونوں کے سروں پر بنے ہوئے جانوروں کے مجسموں کو دنیا بھر میں شہرت حاصل ہے۔ موریائی دور میں ملے زیورات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت زیورات بنانے کا فن بہت ترقی یافتہ تھا۔ موریائی دور کے استوپوں اور غاروں میں ملے موسیقی کے آلات سے پتہ چلتا ہے کہ فن موسیقی کے لیے یہ سنہرا دور تھا۔ کوٹلیہ کی تصنیف ارتھ شاستر اس عہد کی مشہور کتاب ہے جو سیاست، معیشت اور فن حکمرانی سے متعلق ہے۔

## 4.6 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| **کثیر زوجگی** | : | ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی |
| **انگ رکشکا** | : | زنانہ محافظ |
| **مطرب** | : | گویّا |
| **مستثنیٰ** | : | الگ کیا ہوا |
| **گلّہ بانی** | : | شبانی۔چرواہا گیری |
| **ٹکسال** | : | وہ جگہ جہاں سکے ڈھالے جائیں |
| **مطلا** | : | سونے کا کام کیا ہوا |
| **ناٹیہ شالا** | : | تھیٹر |
| سنگیت گرہ | : | موسیقی گاہ |

## 4.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 4.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. میگا ستھنیز نے اپنی تصنیف میں کتنی ذاتوں کا ذکر کیا ہے؟

(الف)چار (ب)سات (ج)آٹھ (د)دس

2. موریائی دور میں کتنی قسم کی شادیوں کا رواج تھا؟

(الف)آٹھ (ب)سات (ج)چار (د)دس

3. ذات سے متعلق میگا ستھنیز کے خیال پر کس مورخ کا یہ قول ہے؟ ''میگا ستھنیز کے ذریعہ کی گئی یہ سماجی تقسیم سماجی سے زیادہ معاشی معلوم ہوتی ہے۔''

(الف)ڈی این جھا (ب)رومیلا تھاپر (ج)وی اے اسمتھ (د)ڈی ڈی کوسامبی

4. موریائی دور کی تعلیم کے سلسلے میں کس مورخ کا یہ خیال ہے کہ ''موریائی دور میں ہندوستان کے لوگ انگریزی عہد کے ہندوستان کے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔''

(الف)اے ایل باشم (ب) جیمس پرنسپ (ج)وی اے اسمتھ (د) میکس مولر

5. ارتھ شاستر میں کتنے قسم کے جنگلوں کا ذکر ملتا ہے؟

(الف)دو (ب) تین (ج)چار (د)پانچ

## 4.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریائی دور میں عورتوں کی حالت کیسی تھی؟ بتائیے۔
2. موریاؤں نے تجارت اور کاروبار کی کس طرح حوصلہ افزائی کی؟ بتائیے۔
3. ہندوستانی آرٹ اور فن تعمیر کی توسیع میں موریا حکمرانوں کا کردار بیان کیجیے۔

## 4.7.2 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریائی دور کے سماجی حالات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. موریائی دور میں معاشی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

# اکائی 5۔ موریہ سلطنت کا زوال: تاریخی مباحث

(Decline of the Mauryan Empire: Historiographical Debates)

اکائی کے اجزا


5.0 تمہید

5.1 مقاصد

5.2 موریہ سلطنت کے زوال کے اسباب

5.2.1 سیاسی اسباب

5.2.2 معاشی اسباب

5.2.3 مذہبی اسباب

5.2.4 سماجی اسباب

5.3 موریہ سلطنت کے زوال کے نتائج

5.3.1 سیاسی اور سماجی نتائج

5.3.2 معاشی اور تہذیبی نتائج

5.4 اکتسابی نتائج

5.5 فرہنگ

5.6 نمونہ امتحانی سوالات

5.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

5.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

5.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 5.0 تمہید (Introduction)

موریہ حکومت کا قیام تاریخِ ہند میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہندوستان میں پہلی مرتبہ ایک عظیم ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ایک متحدہ حکومت تھی جو بہت وسیع و عریض علاقہ پر قائم تھی۔ چندر گپت موریہ، بندوسار اور اشوک نے اس ریاست کے قیام، توسیع اور مستحکم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ موریہ حکمرانوں نے ایک منظّم اور ترقی یافتہ عظیم حکومت قائم کی۔ موریہ ریاست تاریخ ہند میں اشوک کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئی اور اس کی عدم تشدّد کی پالیسی کو پوری دنیا میں شہرت ملی۔ اس نے ایک مستحکم سیاسی و معاشی نظام قائم کیا۔ لیکن اس کے انتقال کے بعد موریہ ریاست انتشار کا شکار ہو کر زوال پذیر ہوگئی۔ موریہ حکومت کا اتنی جلدی انتشار آج بھی مورخین کے مابین بحث کا موضوع ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی تک کسی حتمی نتیجے پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا ہے۔ موریہ سلطنت کے زوال کے سوال نے مورخین کے درمیان وسیع پیمانے پر مباحثے(debates) کو جنم دیا ہے۔ بعض علما نے اس کے زوال کی وجوہات کو انتظامی کمزوری اور حکومتی جبر سے جوڑا ہے، جبکہ کچھ نے اسے مذہبی و معاشی اسباب یا سلطنت کی حد سے زیادہ وسعت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ جدید مورخین نے اس عمل کو ایک 'تدریجی زوال'(gradual decline) کے طور پر دیکھا ہے، جبکہ روایتی نقطۂ نظر اسے اشوک کی "دھرم پالیسی" اور اس کے نتائج سے مربوط کرتا ہے۔ یوں موریہ سلطنت کا زوال محض ایک سیاسی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ سماجی، معاشی اور ثقافتی عمل سے بھی گہری وابستگی رکھتا تھا۔ اسی لیے یہ موضوع تاریخ نویسی میں مختلف نقطہ ہائے نظر اور نظریاتی مباحث کا مرکز رہا ہے۔

## 5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- موریہ سلطنت کے زوال کے سیاسی اسباب و وجوہات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- زوال کے معاشی اسباب بیان کر سکیں گے۔
- زوال کے سماجی اسباب کو جان سکیں گے۔
- زوال کے مذہبی اسباب کا جائزہ لے سکیں گے۔

## 5.2 موریہ سلطنت کے زوال کے اسباب (Causes for the Decline of Mauryan Empire)

232ق م میں اشوک کے انتقال کے بعد موریہ ریاست کو اشوک کے جانشیں زیادہ دنوں تک سنبھال نہیں پائے اور یہ وسیع و عریض ریاست انتشار کا شکار ہوگئی۔ جانشینوں سے متعلق تاریخی ماخذ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پرانوں کے مطابق ''کنال'' اس کا جانشیں تھا لیکن دیویاودان اس بات سے متفق نظر نہیں آتا۔ اس کے مطابق اس کا جانشیں ''سمپرادی'' تھا۔ کلہن کی راج ترنگی کے مطابق اشوک کا جانشیں جالوک تھا۔ تبتی مورخ تاراناتھ کی رائے بھی مختلف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کے انتقال کے فوراً بعد اس کی ریاست اس کے بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوگئی۔ جس سے ایک مضبوط افسر شاہی اور طاقتور فوج کو رکھنا اشوک کے کسی ایک جانشیں کے لیے

مشکل ہو گیا۔اسی اندرونی خلفشار کی وجہ سے شنگوں اور کنوؤں کو اسے اکھاڑ پھینکنے کا موقع ملا۔ موریہ سلطنت کے زوال کے تعلق سے محققین میں اختلاف رائے ہے اور اس بات پر بھی کہ اشوک کی سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی پالیسیاں اس کے لیے کس حد تک ذمہ دار تھیں، مورخین متفق نہیں ہیں۔

پٹنہ میں کمہرار کے مقام پر پائے گئے ستون والے موریائی محل کے باقیات،(ASIEC 1912-13 ref. Wikipedia)

## 5.2.1 سیاسی اسباب (Political Causes)

رومیلا تھاپر(Romila Thapar) کا خیال ہے کہ موریہ ریاست بہت زیادہ مرکزیت پسند افسر شاہی (Centralised Bureaucracy) پر مشتمل تھی، جس کے لیے ایک طاقتور حکمراں اور مضبوط مرکزی حکومت کی ضرورت تھی۔آخری طاقتور حکمراں اشوک کے بعد اس کے جانشینوں میں سے کوئی ایک بھی اس لائق نہیں تھا جو اتنی بڑی ریاست اور نہایت پیچیدہ انتظامی ڈھانچے کو سنبھال سکے جس کی وجہ سے سلطنت زوال پذیر ہو گئی۔ وہ مزید لکھتی ہیں کہ ''موریہ ریاست کے زوال کو فوجی سرگرمیوں کے فقدان، برہمنی ردِّ عمل اور مخالفت، بغاوت اور معاشی بوجھ کے پس منظر میں تشفی بخش طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔'' زوال کے کچھ اور ہی بنیادی اسباب تھے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ''موریہ ریاست کی توسیع اور استحکام اسی افسر شاہی کی دین تھی۔ موریہ ریاست کی کامیابی ان کی صلاحیت اور وفاداری پر قائم تھی۔ لیکن بعد میں اس میں بہتر نوعیت کے عملہ کی تقرری نہیں کی گئی جس سے یہ بدعنوانی کا شکار ہو کر ریاست اور خزانے پر بوجھ بن گئی۔اس کے علاوہ کوئی نمائندہ اسمبلی بھی نہیں تھی۔ حکمرانوں نے بھی عدلیہ اور مقننہ کو الگ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی لہٰذا بادشاہ کے ہاتھ میں اقتدار اعلیٰ مرکوز تھا۔ بادشاہ کی شخصیت پر حکومت کی کارکردگی منحصر تھی۔ کمزور حکمرانوں کی جانشینی کے بعد ایسی انتظامیہ کو ناکام ہونا ہی تھا۔''

معاشی اور تہذیبی اختلاف ایک ریاستی نظریہ کے حصول میں بہت بڑی رُکاوٹ تھی لہٰذا موریہ ریاست کے زوال کے لیے بے پناہ مرکزیت پر مبنی انتظامی ڈھانچے اور قومی جذبہ کے فقدان کو رومیلا تھاپر ریاست کے زوال کے لیے ذمے دار مانتی ہیں۔ رومیلا تھاپر کے ذریعے مرکزیت پسند افسر شاہی کو زوال کے لیے ذمے دار ٹھہرانا عقلیت پر مبنی ہے لیکن ان کا موریہ ریاست میں قومی جذبے کے فقدان کو موردالزام

ماننا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ جدید دور کا نظریہ ہے اور تیسری صدی ق۔م کے موریائی سماج میں قومی جذبے کی تلاش بے معنی ہے۔ دورِ جدید کی طرح عوام کے نمائندہ ادارے اس وقت ممکن نہیں تھے۔ چنانچہ ''اپیندر سنگھ''اس سے متفق نہیں ہیں کیوں کہ قدیم عہد میں ان سب چیزوں کی توقع نہیں کی جاسکتی، لہٰذا صرف ذاتی حکومت اور مرکزیت پسند افسر شاہی کو موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ نہیں کہہ سکتے۔

سیاسی اسباب میں ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اشوک کی وفات کے بعد سلطنت میں جانشینی کے مسئلے نے عدمِ استحکام کو جنم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اشوک کے بعد کمزور اور نااہل حکمران تخت نشین ہوئے۔ موریہ سلطنت کے آخری فرمانروا برج دَرتھ موریہ جیسا حکمراں سلطنت کی وحدت کو برقرار رکھنے میں ناکام رہا۔ یونانی مؤرخ جسٹن نے بھی اس امر کا ذکر کیا ہے کہ اشوک کے جانشین ''کمزور اور نااہل'' تھے، جن میں سلطنت کو سنبھالنے کی صلاحیت موجود نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رفتہ رفتہ صوبائی حکمران خود مختار ہوتے گئے اور سلطنت کے شیرازے بکھرنے لگے۔ ان داخلی اسباب کے علاوہ بیرونی عوامل نے بھی موریہ سلطنت کے زوال میں اہم کردار ادا کیا۔ شمال مغربی سرحد ہمیشہ سے سلطنت کے لیے ایک چیلنج رہی تھی۔ یونانی، ساکا، کشان اور دیگر حملہ آور اسی راستے سے برصغیر میں داخل ہوتے تھے۔ اشوک کی وفات کے بعد جب سلطنت کی طاقت کمزور پڑ گئی تو ان بیرونی یلغاروں کا مقابلہ کرنا دشوار ہو گیا۔

## 5.2.2 معاشی اسباب (Economic Causes)

عظیم ریاستوں کے زوال میں معاشی اسباب کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ ڈی۔ ڈی۔ کوسامبی (D.D. Kosambi) کے مطابق موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ معاشی بحران تھا۔ ابتدائی دور میں سلطنت کی زرعی بنیاد مضبوط تھی اور تجارت بھی کافی ترقی کر چکی تھی۔ موریہ ریاست ایک بہت عظیم ریاست تھی جو بہت ہی وسیع و عریض علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے نظم و نسق کو چلانے کے لیے بہت بڑی افسر شاہی اور اس کے تحفظ کے لیے طاقتور فوج کی ضرورت تھی جس کو منظم کرنے پر حکومت کا بہت زیادہ خرچ آتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں زمینی محصولات کا نظام اور کسانوں پر بڑھتے ہوئے بوجھ نے معاشی بحران کو جنم دیا۔ نیز سلطنت کی عسکری اور انتظامی ضروریات کے لئے درکار وسائل آہستہ آہستہ کم ہونے لگے۔ اس بھاری بھرکم خرچ کو پورا کرنے کے لیے مجبوراً انہوں نے غیر معیاری سکے جاری کیے جس کا براہ راست اثر زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت پر پڑا۔ لہٰذا حکومت رفتہ رفتہ مالی بحران کا شکار ہو گئی، جس کا خمیازہ حکومت اور عوام دونوں کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ موریہ ریاست کا زوال یقینی ہو گیا۔

تاہم دورِ جدید کے محققین، ڈی۔ ڈی۔ کوشامبی کے نظریہ سے اتفاق نہیں رکھتے۔ ان کا ماننا ہے کہ حکمراں اور عوام دونوں اس عہد میں خوشحال تھے، اس لیے معاشی خستہ حالی کو ریاست کے زوال کے لیے موردالزام ٹھہرانا حق بجانب نہیں ہے۔ ان محققین میں سے کچھ کی رائے ہے کہ اشوک کے جانشینوں کے دور میں غیر مستحکم معیشت کے لیے خود اشوک کی بہت سی پالیسیاں ذمہ دار تھی۔ اشوک کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ اشوک نے جنگ وجدال کو ترک کر کے عدم تشدد (کسی کو تکلیف نہ دینا) کی پالیسی اپنائی تھی۔ اس کی وجہ سے جنگ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت جو حکومت کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ تھا، وہ بند ہو گیا۔ اشوک نے اپنی

دھمّ پالیسی کی تبلیغ واشاعت کے لیے دھمّ مہاماتر جیسے افسران مقرر کیے جن سے حکومت پر اضافی خرچ کا بوجھ بڑھ گیا۔ اشوک نے رفاہِ عامہ کے منصوبوں پر بھی کافی پیسہ خرچ کیا، جس کی وجہ سے سرکاری خزانہ خالی ہو گیا اور ریاست مالی بحران کا شکار ہو گئی۔ جہاں ایک طرف موریہ ریاست معاشی بحران کا شکار ہوئی وہیں دوسری جانب نااہل جانشیں اس دیوالیہ پن سے نپٹنے کے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کر سکے، جس سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا۔ لہٰذا موریہ ریاست زوال کا شکار ہو گئی۔

### 5.2.3 مذہبی اسباب (Religious Causes)

اشوک نے نہ صرف سیاسی اعتبار سے سلطنت کو نئی جہت عطا کی بلکہ تہذیبی اور مذہبی سطح پر بھی اسے ایک نئی سمت فراہم کی۔ کلنگ کے خونریز معرکے کے بعد جب اس نے بدھ مت کو اختیار کیا تو اس کی حکمرانی کا تصور محض فتوحات کی سیاست تک محدود نہ رہا بلکہ اُس نے ''دھرم وجے'' کی پالیسی پر زور دیا۔ اشوک نے اپنی سلطنت کو اخلاقی اور مذہبی اصولوں کی بنیاد پر منظم کرنے کی سعی کی۔ لیکن یہی وہ نکتہ ہے جہاں سے مؤرخین کے درمیان شدید اختلافات کی ابتدا ہوتی ہے۔ متعدد ماہرینِ تاریخ کا خیال ہے کہ اشوک کی ''دھم نیتی'' نے سلطنت کی عسکری قوت اور انتظامی سختی کو کمزور کر دیا، اور یہی کمزوری آگے چل کر موریہ سلطنت کے زوال کا ایک بنیادی سبب بنی۔

موریہ ریاست کے زوال کا سبب کچھ مورخین مذہبی اسباب کو بتاتے ہیں۔ برطانوی مؤرخ ونسینٹ اسمتھ کا خیال تھا کہ اشوک کی مذہبی پالیسی ہی سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب تھی۔ اسمتھ کے مطابق جب اشوک نے تشدد کو ترک کر دیا اور فوجی فتوحات کے بجائے ''دھرم وجے'' کو اپنا نصب العین بنایا تو سلطنت کی جارحانہ اور دفاعی دونوں طاقتیں کمزور پڑ گئیں۔ ان کے نزدیک یہ ایک طرح کی ''سیاسی خودکشی'' تھی۔ اسمتھ کے اس نظریہ کو ہندوستانی قوم پرست مورخ ہرپرشاد شاستری (Har Prasad Shastri) نے بھی مزید واضح کیا ہے۔ ہرپرساد شاستری کا ماننا ہے کہ اشوک کے ذریعے بدھ مذہب کی سرپرستی ورہنمائی اور اس کی تبلیغ واشاعت، رسم ورواج بالخصوص جانوروں کی قربانی سے اجتناب، برہمنی روایات اور رسومات سے پرہیز، شودروں کو سماجی رتبہ فراہم کرنے اور بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے دھما مہاماتروں کی تقرری سے برہمنوں میں شدید غم وغصہ پھیل گیا۔ برہمنوں کو اپنی عزت، وقار اور روزی روٹی خطرے میں دکھائی دینے لگی۔ سمراٹ اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت کی وجہ سے وہ شاہی سرپرستی سے محروم ہو گئے تھے۔ جانوروں کی قربانی اور یگیہ وغیرہ پر پابندی لگائے جانے کی وجہ سے ان کو ملنے والی دان دکشنا میں کمی آ گئی۔ قدیم سماجی ومعاشرتی نظام میں برہمن خود کو اس کا محافظ تصور کرتے تھے۔ سمراٹ اشوک نے سماجی ومعاشرتی بالادستی کو پس پشت ڈال کر شودروں کی سماجی حیثیت میں اضافہ کر دیا تھا، جس سے برہمنوں کا ایک بڑا طبقہ اشوک سے ناراض ہو گیا۔ مزید برآں دھم مہاماتروں کی تقرری سے سماج میں برہمنوں کے دبدبے میں کمی آ گئی۔ ان تمام باتوں کا شدید ردعمل برہمنی بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ سپہ سالار پشیہ مترا کی رہنمائی میں برہمنوں نے ایک کامیاب بغاوت کی اور آخری موریہ حکمراں برہدرتھ کو قتل کر کے پشیہ مترشنگ نے ایک نئے حکمراں خاندان کی بنیاد ڈالی۔ شنگوں کے بعد کنووں نے حکومت قائم کی۔ قابل غور ہے کہ شنگ اور کنوّ دونوں برہمن حکمراں خاندان تھے۔

لیکن ہر پر ساد شاستری کے اس خیال کو بھی محققین رد کر دیتے ہیں کیوں کہ تاریخی شواہد سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اشوک نے برہمنوں سے کوئی برا سلوک کیا ہو یا ان کو دان دکشنا دینا بند کر دیا ہو یا دھم مہاماتر کے طور ان کی تقرری پر روک لگائی ہو۔ اس بات کے شواہد کہیں نہیں ملتے کہ برہمنوں نے کوئی منظم بغاوت کی یا پھر ایسا کوئی منصوبہ بنایا، جب کہ دوسری طرف تاریخی مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک خود برہمنوں کا احترام کرتا تھا اور اس کے لیے اس نے عوام سے بھی اپیل کی تھی۔ پشیہ متر کی بغاوت سے برہمنوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ موریہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ موریہ حکمرانوں کی کمزوری اور ان کی ناعاقبت اندیشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے بغاوت کر دی اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اس طرح موریہ ریاست کا اختتام ہوا اور ایک نئے خاندان ''شنگ'' کی حکومت قائم ہو گئی۔

کچھ محققین کا خیال ہے کہ موریہ ریاست کے زوال کی بنیادی وجہ دراصل اشوک کی مذہبی پالیسی تھی۔ ان کا یقین ہے کہ اشوک کی امن پسند پالیسی اور عدم تشدد (اہنسا) کی حکمت عملی نے فوجی اور انتظامی قوت کو اس حد تک کھوکھلا کر دیا جس کے نتیجے میں ریاست زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی۔ اشوک کی امن پسندی اور عدم تشدد کی پالیسی نے فوجیوں کی حوصلہ مندی کے جذبے کو کمزور کر دیا۔ ان کی جنگ جویانہ ہمت رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی گئی جس کی وجہ سے وہ یونانی حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکے اور داخلی بغاوتوں کو کچلنے میں بھی ناکام رہے۔ ان خیالات کی ترجمانی ''ایچ۔ سی۔ رائے چودھری''(H.C. Ray Chaudhry) نے بھی کی۔ ان کا ماننا ہے کہ اشوک کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے فوجی قوت مدافعت میں کمی آئی اور ملک میں داخلی انتشار پھیل گیا جس کو کنڑول کرنے میں فوج ناکام رہی۔ ان خیالات کو مورخین کی بڑی تعداد نے ماننے سے انکار کیا ہے۔ بلاشبہ اشوک کی عدم تشدد کی پالیسی نے فوج کے حوصلے اور ہمت کو متاثر کیا لیکن اس کی اس پالیسی کو بنیادی وجہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ موریہ عہد کے تاریخی ماخذ سے ہمیں اس بات کے شواہد نہیں ملتے ہیں کہ اشوک نے اپنی فوجی قوت کو کم کیا ہو یا پھر نظم و ضبط سے کوئی مصالحت کی ہو۔ اس کے جانشیں ''جالوک''(Jaloka) نے اسی فوج کی مدد سے یونانیوں کو شکست دی۔ موریہ فوج کے کمانڈر اور بعد میں بغاوت کر کے شنگ حکومت قائم کرنے والے پشیہ متر شنگ نے یونانی حملہ آور دیمتریس کو اسی فوج کے بل بوتے پر شکست سے دوچار کیا اور اس کی پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) کی طرف پیش قدمی کو بھی روک دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اشوک کی مذہبی پالیسی یا عدم تشدد اور امن دوستی کی وجہ سے موریہ فوج کمزور نہیں ہوئی۔ کچھ محققین کا ماننا ہے کہ اشوک کے جانشینوں کے درمیان آپسی خانہ جنگی اور ریاست کے بٹوارے کی وجہ سے ریاست کی بنیاد کمزور ہو گئی۔ یہ مفروضہ بہت حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔ آپسی خانہ جنگی اور ریاست کے بٹوارے سے سیاسی اور سماجی تفرقہ بازی کو موقع ملا جس کی وجہ سے خانہ جنگی ایک مسلسل مسئلہ بنی رہی۔ مثلاً ''کنال اور سمپرتی'' کے درمیان مسلسل خانہ جنگی۔ جلوک نے یونانیوں کو ملک بدر کرنے کے لیے جنگ کی جب کہ اس کا بھائی سمبھوانی یونانیوں کی مدد کر رہا تھا۔ آپسی سیاسی اختلافات نے خانہ جنگی کو جنم دیا جس نے سیاسی اور معاشی بنیادوں کو کمزور کر دیا اور نتیجتاً موریہ ریاست کا زوال ہوا۔

### 5.2.4 سماجی اسباب (Social Causes)

موریہ سلطنت کے زوال کی تشریح صرف سیاسی یا اقتصادی بنیادوں پر نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سماجی عوامل بھی نہایت گہرے طور پر اس عمل میں شامل تھے۔ موریہ حکمرانوں کا اقتدار جس سماجی ڈھانچے پر قائم تھا، وہ وقت کے ساتھ ساتھ کمزور اور غیر متوازن

ہوتا گیا۔ اس دور میں معاشرہ مختلف طبقات اور ذاتوں میں بٹا ہوا تھا۔ ابتدا میں موریہ فرمانروا نسبتاً عملی اور معتدل پالیسی اپناتے نظر آتے ہیں، لیکن وقت کے ساتھ سماجی ناہمواری اور طبقاتی تقسیم میں سختی پیدا ہو گئی۔

سب سے پہلے برہمن طبقے اور بدھ مت کے درمیان پیدا ہونے والا تصادم قابل ذکر ہے۔ چندر گپت اور بندوسار کے عہد میں برہمنوں کی حیثیت مضبوط بنی رہی، لیکن اشوک نے کلنگ کی جنگ کے بعد بدھ مت کو قبول کر کے اسے سلطنت کی پالیسی کا حصہ بنا لیا۔ اشوک نے اپنی حکومت کی بنیاد ''دھم'' پر قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس سے معاشرے میں اخلاقیات اور عدم تشدد کا رجحان تو ضرور بڑھا، لیکن دوسری طرف برہمنوں کے اثر و رسوخ کو شدید دھچکا لگا۔ رفتہ رفتہ بدھ مت اور برہمن دھرم کے پیروکاروں کے درمیان فکری اختلافات کی خلیج وسیع ہونے لگی۔ جب حکمران طبقے نے اپنی ترجیحات بدلیں تو برہمن اپنے آپ کو نظرانداز شدہ محسوس کرنے لگے اور اس کے نتیجے میں سماجی کشیدگی بڑھتی گئی۔ مؤرخین جیسے ڈی ڈی کوسامبی اور رومیلا تھاپر کا خیال ہے کہ مذہبی و سماجی کشمکش نے سلطنت کی پائیداری کو کمزور کر دیا۔

اس کے علاوہ، ورن (ذات پات) کے نظام کی سختی بھی زوال کا ایک اہم سبب بنی۔ موریہ عہد تک پہنچتے پہنچتے یہ نظام کافی سخت ہو چکا تھا۔ حکومت اور معاشرت دونوں ہی اس طبقاتی تفریق سے متاثر تھے۔ نچلے طبقات، خصوصاً شودر، غلام اور کسان، بھاری بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ زمین داروں اور جاگیردارانہ رجحانات نے ان کی مشکلات اور بڑھا دیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام میں بے اطمینانی اور غصہ بڑھنے لگا۔ مزید برآں، سلطنت کی وسعت اور اس کے اندر پائی جانے والی لسانی، نسلی اور مذہبی تنوع بھی ایک بڑا چیلنج تھا۔ موریہ سلطنت اتنی وسیع تھی کہ اس میں مختلف زبانیں، قومیں اور روایات شامل تھیں۔ اشوک نے ''دھم'' کو ایک اخلاقی رشتہ بنا کر انہیں جوڑنے کی کوشش کی، لیکن یہ اصول سیاسی اعتبار سے اتنا مؤثر ثابت نہ ہو سکا۔ جب مرکزی حکومت کی گرفت ڈھیلی پڑی تو مقامی سماج اور صوبے اپنی علیحدہ روایتوں کے سہارے آزاد ہونے لگے۔ اسی تسلسل میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس دور میں عورتوں، کسانوں اور غلاموں کی حالت میں کوئی نمایاں بہتری نہیں آ سکی۔ استحصال اور نابرابری کے باعث معاشرے میں بڑھتا ہوا اضطراب سیاسی عدم استحکام میں تبدیل ہو گیا۔ اشوک کی پالیسیاں اگرچہ اخلاقی بنیادوں پر قائم تھیں، لیکن وہ عوامی بے چینی کو دور کرنے کے لیے کافی نہ تھیں۔ اس کے علاوہ پرانوں کے مطابق موریہ حکمرانوں کا تعلق نچلے طبقے سے تھا۔ 'وشنو پران' (Vishnu Purana) کے مطابق چندر گپت موریہ کی پیدائش ایک معمولی خاندان اور ادنیٰ ذات میں ہوئی تھی۔ کچھ تاریخی مآخذ میں اس کی ماں کا تعلق شودر ذات سے بھی بتایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ طبقے میں موریہ حکمرانوں کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا تھا۔ جب تک موریہ حکمراں طاقتور رہے اس وقت تک ان کے خلاف اعلیٰ طبقے نے باغیانہ رویہ اختیار نہیں کیا لیکن اشوک کے انتقال کے بعد جب موریہ حکومت انتشار کا شکار ہوئی اور اس کے جانشینوں کے دور میں موریہ حکومت کئی حصوں میں منقسم ہو گئی تو مختلف طبقوں نے موریوں کے خلاف سر اٹھانا شروع کر دیا۔ لیکن تاریخی مآخذ بطور خاص بدھ ادب سے اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ موریہ حکمراں چھتری تھے اور چندر گپت کا تعلق ایک چھتریہ قبیلے سے تھا جس کا نام موریہ تھا۔ یقیناً یہ برہمنوں کی سازش رہی ہو گی کہ موریوں کو کم اصل ثابت کر کے ان کی حکمرانی کے جواز کو کمزور کیا جا سکے اور وقت آنے پر رائے عامہ کو ان کا مخالف کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کیا جا سکے۔

اس سوال پر مؤرخین کے درمیان اختلاف بھی رہا ہے۔ ونسینٹ اسمتھ جیسے سامراجیت پسند مؤرخین نے زیادہ زور اشوک کی مذہبی پالیسی پر دیا ہے، جب کہ رومیلا تھاپر اور عرفان حبیب جیسے جدید مؤرخین کا ماننا ہے کہ موریہ سلطنت کے زوال کو سمجھنے کے لیے سماجی عناصر کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ ان کے نزدیک یہ محض حکمرانوں کی کمزوری کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سماج کے اندر پائی جانے والی ناہمواریوں اور تضادات کا شاخسانہ بھی تھا۔ یوں سماجی نقطۂ نظر سے تو موریہ سلطنت کا زوال محض بیرونی حملوں یا انتظامی ناکامیوں کی پیداوار نہیں تھا، بلکہ معاشرے کے اندر رچی بسی نابرابری، طبقاتی تقسیم، مذہبی اختلافات اور عوامی بے اطمینانی نے اس عظیم سلطنت کی بنیادوں کو اندر سے کمزور کر دیا تھا۔

## 5.3 موریہ سلطنت کے زوال کے نتائج (Consequences for the Decline of Mauryan Empire)

ہندوستانی تاریخ میں موریہ سلطنت کا مقام نہایت اہم ہے۔ چندر گپت موریہ نے اس سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اور اشوک مہان کے عہد میں یہ اپنی انتہا پر پہنچی۔ شمال مغرب میں ہندوکش (Hindukush) سے لے کر جنوب کے میسور تک اور بنگال سے افغانستان تک پھیلا ہوا یہ سلطنت، برصغیر ہندوستان کا پہلا مضبوط سیاسی اتحاد تھا۔ لیکن اشوک کی وفات کے بعد یہ سلطنت تیزی سے بکھرنے لگی اور تقریباً 185 قبل مسیح میں آخری موریہ حکمران برہدرتھ (Brihadratha) کو اس کے ہی سپہ سالار پُشیہ متر شُنگ (Pushyamitra Shunga) نے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ صرف ایک خاندان یا سلطنت کے اختتام کی کہانی نہیں تھی بلکہ ہندوستانی تاریخ میں ایک نئے عہد کی شروعات بھی تھی۔ کسی بھی سلطنت کا زوال محض اقتدار کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ وہ سیاست، معیشت، سماج اور تہذیب میں گہرے اثرات چھوڑتا ہے۔ موریہ سلطنت کا زوال بھی ہندوستانی تاریخ میں کئی بڑے نتائج کا سبب بنا جس نے آنے والی صدیوں کی سمت متعین کی۔

### 5.3.1 سیاسی اور سماجی نتائج (Political and Social Consequences)

موریہ سلطنت کے زوال کا سب سے نمایاں اور براہِ راست نتیجہ سیاسی انتشار تھا جس سلطنت نے پورے برصغیر کو ایک لڑی میں پرویا تھا، اس کے بکھرنے کے بعد ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔ مگدھ (Magadha) میں شُنگ (Shunga) اور پھر کنو (Kanva) خاندان نے اقتدار سنبھالا، شمال مغرب میں پہلے یونانی (Greeks) اور بعد میں شَک (Shakas) اور کشان (Kushans) داخل ہوئے جب کہ دکن میں ساتواہن خاندان (Satavahanas) کو اقتدار حاصل ہوا۔ اس تقسیم کا طویل مدتی اثر یہ ہوا کہ ہندوستان تقریباً ایک ہزار برس تک کسی مستحکم و متحد سلطنت سے محروم رہا۔ علاقائی ریاستوں کا یہ رجحان ہندوستانی سیاست کی مستقل خصوصیت بن گیا۔ سیاسی انتشار نے سماجی ڈھانچے پر بھی اثر ڈالا۔ اشوک اور اس کے جانشینوں کے زمانے میں بدھ مت کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ اس وجہ سے برہمن نسبتاً کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن موریہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی یہ منظر نامہ بدل گیا۔ شُنگ اور کنو جیسے برہمن حکمرانوں نے برہمنی روایت اور ویدک مذہب (Vedic Religion) کو دوبارہ طاقت دی۔ بڑے بڑے یگیہ (Yajnas) ہونے لگے، پُران (Puranas) مرتب ہونا شروع ہوئے اور برہمنوں کو زمینیں اور خصوصی حقوق دیے گئے جس سے ان کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں ورن نظام (Varna System) دوبارہ سخت ہو گیا اور سماجی غیر برابری میں اضافہ ہوا۔

دوسری طرف بدھ مت، جسے موریہ دور میں خاص سرپرستی حاصل تھی، اس کے زوال کے بعد حکومتی سرپرستی سے محروم ہونے لگا۔ پُشیہ متر شُنگ کے دور میں بدھ خانقاہوں (Viharas) اور استوپوں (Stupas) پر حملوں کا ذکر ملتا ہے۔ اگرچہ بعض مؤرخین ان واقعات کو متنازع مانتے ہیں، لیکن اتنا واضح ہے کہ ریاستی تعاون کی کمی نے بدھ مت کو کمزور ضرور کیا۔ بدھ سنگھ (Sangha) اور خانقاہوں کے پاس عطیات کی زمینیں تو موجود تھیں مگر اشوک کے زمانے جیسی حکومتی سرپرستی نہیں رہی۔ تاہم چند کشان حکمرانوں، جنوب میں ساتواہن خاندان اور کچھ عرصے بعد بنگال میں پال خاندان کے ذریعے بدھ مت کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی۔ اس طرح بدھ مت مکمل طور پر ختم نہ ہوا بلکہ اسی دور سے اس نے برصغیر سے باہر نکل کر سری لنکا، وسط ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا میں پھیلنا شروع کیا۔ اس طرح موریہ سلطنت کے زوال سے ہندوستان میں بدھ مت کے کمزور ہونے کا آغاز ہوا، لیکن ساتھ ہی اسے ایک عالمی مذہب بننے کی سمت بھی حاصل ہوئی۔

## 5.3.2 معاشی اور تہذیبی نتائج (Economic and Cultural Consequences)

موریہ سلطنت کے زوال کے معاشی اثرات بھی کافی گہرے تھے۔ اشوک اور اس کے پیش رو حکمرانوں کے عہد میں ایک مضبوط مرکزی مالیاتی نظام (Centralised Fiscal System) قائم تھا۔ سلطنت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ زرعی محصول اور تجارت تھا۔ سلطنت کے زوال کے بعد یہ مرکزی ڈھانچہ ٹوٹ گیا۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے اپنی الگ الگ محصولاتی پالیسیاں بنائیں اور عوام پر ٹیکس کا بوجھ بڑھنے لگا۔ اسی دور سے زمین عطیہ کرنے (Land Grants) کی روایت عام ہوئی، جس کے تحت برہمنوں اور مذہبی اداروں کو زمینیں دی جانے لگیں۔ اس سے ایک طرف برہمن اور بدھ سنگھ مالی طور پر مضبوط ہوئے لیکن دوسری طرف ریاست کی آمدنی کم ہو گئی۔ نتیجتاً کسان طبقے پر دباؤ بڑھا اور معاشی غیر برابری میں اضافہ ہوا۔ اس کے باوجود تجارتی سرگرمیاں نہیں رُکیں بلکہ ان میں مزید بڑھوتری دیکھنے کو ملی۔ غیر ملکی حملوں اور روابط کے سبب تجارت کے نئے راستے کھلے۔ یونانی اور رومی (Romans) تاجر ہندوستان آنے لگے اور کپڑا، قیمتی پتھر اور مصالحے باہر بھیجے جانے لگے۔ ساتواہنوں نے جنوبی ہندوستان سے روم تک سمندری تجارت کو ترقی دی۔ یہ دور ہندوستان اور مغرب کے درمیان تجارتی تعلقات کے عروج کا دور تھا، یہاں تک کہ رومی خزانہ ہندوستانی اشیا کی درآمد سے خالی ہونے لگا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ موریہ سلطنت کا زوال ہندوستان کو عالمی تجارت سے جوڑنے کا سبب بنا۔

تہذیبی لحاظ سے بھی موریہ زوال نے نئے امکانات پیدا کیے۔ موریہ دور کا فن تعمیر اشوک کے قائم کردہ ستونوں (Ashokan Pillars) اور استوپوں کے لیے مشہور تھا۔ لیکن زوال کے بعد شُنگ اور ساتواہن حکمرانوں نے فنونِ لطیفہ کو نئی سرپرستی دی۔ سانچی (Sanchi) اور بھرہت (Bharhut) کے استوپوں کی مرمت اور آرائش اسی دور میں ہوئی۔ کشان وں کے دور میں گندھار (Gandhara) اور متھرا (Mathura) فنی مکاتب کا ظہور ہوا جس میں ہندوستانی اور یونانی طرزِ فن کا حیرت انگیز امتزاج نظر آتا ہے۔ یہ فن نہ صرف بدھ مت کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنا بلکہ اس نے ہندوستانی ثقافت کو مزید رنگا رنگ اور لچکدار بھی بنایا۔ ادب کے میدان میں بھی بڑے بدلاؤ آئے۔ سنسکرت ادب کو حکومتی سرپرستی ملی۔ رامائن اور مہابھارت جیسے مہاکاویوں (Epics) کی تدوین اور توسیع کے کام اسی دور

میں تیزی سے ہوئے۔ اسی دور میں پُرانوں کی تصنیف کا آغاز ہوا جس نے آگے چل کر ہندو دھرم کے ارتقا میں اہم کردار ادا کیا۔ بدھ مت کا ادب بھی ہندوستان سے باہر مختلف زبانوں میں منتقل ہوا جس سے اس کا عالمی اثر قائم ہوا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ موریہ سلطنت کا زوال صرف ایک سلطنت کا خاتمہ نہیں تھا بلکہ ہندوستانی تاریخ کی سمت بدلنے والا ایک اہم موڑ تھا۔ ایک طرف اس نے سیاسی انتشار اور غیر ملکی حملوں کا راستہ کھولا، تو دوسری طرف اس نے علاقائی ثقافتوں، مذہبی تنوع اور عالمی تجارت کو نئی قوت دی۔ سماجی سطح پر برہمنی مذہب کو کامرانی حاصل ہوئی اور ورن نظام مزید سخت ہو گیا، مگر اس طرح بدھ مت برصغیر سے باہر نکل کر عالمی مذہب بن گیا۔ تہذیبی اعتبار سے نئے فنون اور ادب نے ہندوستانی روایت کو مزید رنگین اور وسیع کیا۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہوگا کہ موریہ سلطنت کا زوال نہ تو ایک منفی واقعہ تھا اور نہ ہی محض زوال کی علامت۔ یہ ایک عبوری دور (Transitional Phase) تھا جس نے ہندوستانی سماج اور تہذیب کو نئی جہتیں دیں۔ موریہ سلطنت نے جہاں ہندوستان کو سیاسی اتحاد سے محروم کیا، وہیں اسے ثقافتی ہم آہنگی اور مذہبی تنوع کی طرف بھی بڑھایا۔ اسی وجہ سے مؤرخین اس کو ہندوستانی تاریخ کا ایک فیصلہ کن اور پیچیدہ واقعہ مانتے ہیں۔

## 5.4 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

چندر گپت نے 314 قبل مسیح میں کوٹلیہ کی مدد سے عظیم موریہ ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس نے پہلے غیر ملکی یونانیوں کو شکست دے کر شمال مغربی ہندوستان کو پھر سے حاصل کیا۔ مزید فتوحات اور نند حکمراں کو ہرانے کے بعد نئی ریاست قائم کی اور پاٹلی پتر کو اس کی راجدھانی بنایا۔ بندوسار نے موریہ ریاست کی توسیع اور اسے مستحکم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اشوک موریہ ریاست کا سب سے مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے کلنگ کی جنگ کے بعد بدھ مذہب قبول کر لیا اور دھمّ پالیسی یا مذہبی رواداری پر تاحیات کاربند رہا۔ اس نے جنگ و جدال ترک کر دیا اور دھمّ کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ اشوک کے بعد موریہ ریاست کا شیرازہ بکھر گیا، اس کے جانشینوں میں موریہ ریاست جیسی وسیع و عریض مملکت کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت نہ تھی جس کی وجہ سے ریاست زوال کا شکار ہو گئی، بعض مورخین اشوک اور اس کی پالیسیوں کو زوال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، لیکن ریاست کے زوال کے اور بھی بہت سے اسباب تھے۔ رومیلا تھاپر کے مطابق کمزور جانشیں بے حد مرکزی افسر شاہی اور پیچیدہ انتظامی ڈھانچے کو سنبھال نہیں سکے۔ بدعنوانی اور انتظامی ڈھیلے پن کی وجہ سے ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو گئی۔ ڈی ڈی کوشامبی کے مطابق بے حد پیچیدہ اور لمبے چوڑے انتظامی ڈھانچے ساتھ ہی ایک طاقت ور فوج کے رکھ رکھاؤ پر بے تحاشہ خرچ نے خزانہ خالی کر دیا۔ نااہل اور عیاش جانشیں اس کے سدباب کے لیے کوئی واضح منصوبہ بندی نہ کر سکے جس کے نتیجے میں ریاست مالی بحران کا شکار ہو کر زوال پذیر ہو گئی۔ ہرپرساد شاستری کے نزدیک اشوک کی بدھ مذہب سے عقیدت اور برہمنی رسوم و روایات سے بیزاری شدید برہمنی بغاوت کی شکل میں نمودار ہوئی اور بالآخر پشیہ متر شنگ نے جو کہ ایک برہمن تھا موریہ ریاست کے آخری حکمراں برہدرتھ کا قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر دی۔ ایچ سی رے چودھری کے مطابق دھمّ پالیسی اور جنگ و جدال سے اجتناب نے فوجی طاقت اور حوصلہ مندی کو کمزور کر دیا جس سے وہ بیرونی خطرات اور داخلی دشواریوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور اختتام پذیر ہو گئی۔ اشوک کے جانشینوں کی آپسی خانہ جنگی اور سلطنت کا بٹوارہ بہت حد تک زوال کا صحیح سبب معلوم ہوتا ہے۔ سماجی اعتبار سے شودروں کا رتبہ بڑھانا اور غیر برہمنی فرقوں کی موریہ حکمرانوں کے

ذریعے سرپرستی ریاست کے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوئی۔اس طرح متعدد اسباب اور وجوہات کی بناپر ریاست زوال کا شکار ہوئی۔اس کے لیے کسی ایک سبب کو بطور خاص اس کا ذمے دار نہیں مانا جا سکتا۔موریہ سلطنت کے تقریباً500 سال بعد گپت حکمراں ہی ایک طاقتور مرکزی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے مگر وہ بھی وسعت اور ہمہ گیری میں موریہ حکمرانوں کے مقابل نہیں پہنچ سکے۔

## 5.5 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| **وشنوپران** | : | اتیہاس پران روایت سے وابستہ تقریباً چوتھی یا تیسری صدی کی برہمنی تصنیف |
| **پشیہ متر شنگ** | : | آخری موریہ حکمراں برہ درتھ کا سیناپتی، جس نے اسے قتل کر کے شنگ خاندان کی بنیاد رکھی |
| **ارتھ شاستر** | : | چندر گپت موریہ کے وزیر اعظم اور مشیر خاص کوٹلیہ کی تصنیف |
| **انڈیکا** | : | موریہ دربار میں سیلیوکس نکیٹر کے سفیر میگا ستھنیز کی ہندوستان سے متعلق روداد |
| **غیر ملکی سیاح** | : | دوسرے ملک سے گھومنے کے لیے آنے والا |
| **دیپ ومس مہاومس اور دویاودان** | : | بدھ ادب کی اہم کتابیں جو شری لنکا میں پائی گئیں۔ |
| **کونسل** | : | کوئی کمیٹی یا مشورے کے لیے بنائی گئی جماعت |
| **آبپاشی** | : | کھیت وغیرہ کو پانی دینا یا سینچائی |
| **مرکزیت پسند افسر شاہی** | : | مرکز سے متعینہ افسروں کے ذریعے سرکاری کام کاج |
| **برہمنی ردعمل** | : | برہمنوں کے ذریعے جوابی کاروائی |
| **بحران** | : | دیوالیہ ہو جانا، سخت مشکل میں آجانا |

## 5.6 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 5.6.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. موریہ ریاست کی راجدھانی کیا تھی؟

(الف) چمپا　(ب) اجین　(ج) شراوستی　(د) پاٹلی پتر

2. دھنانند کس خاندان کا حکمراں تھا؟

(الف) نند　(ب) ششوناگ　(ج) ہرنیک　(د) شنگ

3. چندر گپت نے کس کو500 ہاتھی تحفے میں دیے؟

(الف) سکندر　(ب) سیلیوکس نکیٹر　(ج) انٹی اوکس　(د) ٹالمی

4. بادشاہ بننے سے پہلے اشوک کہاں کا گورنر رہا تھا؟

(الف)دکشناپتھ (ب)ٹکشلا (ج)انگ (د)ویشالی

5. دھم کس زبان کا لفظ ہے؟

(الف)تمل (ب)سنسکرت (ج)پراکرت (د)اپبھرنش

### 5.6.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. موریہ ریاست کے قیام میں چندر گپت موریہ اور اشوک کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
2. اشوک کی جانشینی اور ابتدائی مشکلات کا کلنگ کی جنگ کے پس منظر میں تبصرہ کیجیے۔
3. موریہ ریاست کے زوال کا تنقیدی جائزہ پیش کیجیے۔

### 5.6.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. اشوک کی مذہبی پالیسی پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
2. ریاست کے زوال کے سیاسی اور معاشی اسباب بیان کیجیے۔

# اکائی 6۔ سیاسی طاقتوں کا ایک جائزہ: شنگ اور کنوّ

(An Overview of the Political Powers: Shungas and Kanvas)

اکائی کے اجزا


6.0 تمہید
6.1 مقاصد
6.2 ماٰخذ
6.3 شنگ خاندان
6.3.1 شنگ خاندان کے سیاسی حالات
6.3.2 پشیہ متر کی سلطنت اور نظم ونسق
6.3.3 پشیہ متر کی مذہبی پالیسی اور اس کی شخصیت
6.3.4 پشیہ متر کے جانشیں اور ریاست کا زوال
6.4 کنوّ خاندان
6.4.1 شنگ اور کنوّ دور کے سماجی حالات
6.5 اکتسابی نتائج
6.6 کلیدی الفاظ
6.7 نمونہ امتحانی سوالات
6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 6.0 تمہید (Introduction)

تقریباً ایک صدی تک عروج پذیر رہی طاقتور موریہ سلطنت اشوک کی موت کے بعد بکھرنا شروع ہوئی اور اسی کے ساتھ ہندوستان میں بہت سی غیر ملکی اور مقامی ریاستیں قائم ہوئیں۔ غیر ملکی ریاستوں میں ہند-یونانی(Indo-Greek)، سیتھیائی/ شک (Scythians/Shakas) پارتھیائی(Parthian) اور کشان(Kushanas)جیسی طاقتیں موریہ سلطنت کے شمال مغربی علاقوں میں نئی طاقتوں کے طور پر ابھریں۔ کچھ نئی طاقتوں نے مگدھ، وسطی ہندوستان اور دکن کے علاقوں میں اپنی بادشاہتیں قائم کیں جو جیسے شنگ (Shunga) ، کنوّ (Kanva) اور ساتواہن (Satvahan)خاندان۔ یہ تمام ریاستیں ایک دوسرے کی ہم عصر اور ایک دوسرے سے متصادم تھیں۔ یہاں ہماری اکائی کا موضوع شنگ اور کنوّ خاندان کی ریاستیں ہیں۔ یہ دونوں ریاستیں برہمن مذہب کی پیروکار تھیں جس کی وجہ سے ان کے دور میں ویدک مذہب کی بہت ترقی ہوئی۔ لیکن سماج کے ڈھانچے میں کوئی ٹھوس بنیادی تبدیلی دیکھنے کو نہیں ملی۔ جو ویدک دور کا معاشرہ تھا وہ موریا سلطنت میں بھی عمل میں رہا(اشوک کی دھما پالیسی کی وجہ سے کچھ تبدیلیوں کے ساتھ)۔ ورن نظام قائم رہا لیکن کچھ نئی ذاتیں معاشرے میں ضرور پیدا ہوئیں، ساتھ ہی ساتھ اپنی مذہبی رواداری کی وجہ سے دوسرے مذاہب جیسے بدھ مت اور جین مت کو بھی پھلنے پھولنے کا عام موقع فراہم ہوا۔ اس اکائی میں ان اہم سیاسی اور سماجی پہلوؤں پر بات کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

## 6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- شنگ اور کنو خاندان کے بارے میں جانکاری کے ذرائع پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- شنگ اور کنوّ خاندان کی سیاسی تاریخ کے بارے میں سمجھ سکیں گے۔
- شنگ اور کنوّ دور کے سماجی حالات پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- ویدک دور کے سماجی اور مذہبی نظام کے احیا اور بھاگوت (برہمن) مذہب کی ترقی کو جان سکیں گے۔

## 6.2 ماخذ (Sources)

ادبی ماخذ میں پرانوں(Puranas)، ہرش چرتر(*Harshacharitra*)، مہابھاشیہ(*Mahabhashya*) ، گارگی سمہتا (*Gargi Samhita*)، مالویکاگنی متر(*Malavikagnimitra*)، دویاودان(*Divyavadan*) وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ پرانوں میں متسیا (Matsya) وایو (Vayu) اور برہمنڈا(Brahmand)پران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پرانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شنگ خاندان کی بنیاد پشیہ متر شنگ نے رکھی تھی۔ ایف۔ای۔ پارجیٹر (F.E. Pargiter)نے پرانوں میں دیے گئے شاہی نسب نامہ کو تاریخی طور پر مستند کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ پتنجلی(Patanjali) کا لکھا ہوا مہابھاشیہ، شنگ خاندان کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اس کی اہمیت میں مزید اضافہ اس لیے بھی ہے کہ پتنجلی، پشیہ متر کے درباری پروہت تھے۔ اس کتاب سے یہ اہم معلومات دستیاب ہوتی

ہے کہ کس طرح یونوں(یونانیوں) نے ساکیت(Saket) اور مدھیامیکا (Madhyamika) پر حملہ کیا اور ان علاقوں کو تباہ کیا۔ مالویکا گنی متر کے مصنف کالی داس ہیں۔ یہ ایک ڈرامہ ہے جس کا ہیرو شنگ شہزادہ (جو بعد میں حکمراں بنا) اگنی مترا(Agnimitra) اور ہیروئن مالویکا تھی جو اگنی متر کی بیوی کی ایک داسی تھی۔ اس کتاب سے شنگ دور کی سیاسی سرگرمیوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اگنی متر، پشیہ متر شنگ کا بیٹا اور ودیشا کا گورنر تھا۔ اس نے وِدربھ کو فتح کرکے اسے اپنی ریاست کا حصہ بنالیا تھا۔ اس کتاب کے مطابق اگنی متر کے بیٹے وسومترا نے دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر یونوں کو شکست دی تھی۔ ایک جین تصنیف ہری ومسا پران (*Harivamsa Purana*) کے مطابق پشیہ متر کو اودبھجا(Audabhijja) یعنی اچانک اٹھنے والا کہا گیا ہے۔ اسی طرح علم نجوم پر لکھی گئی گرگ (Garga) منی کی تصنیف، گارگی سمہتا(*Gargisamhita*) کے مطابق یونوں کے حملے پاٹلی پتر کی سرحد تک پہنچ چکے تھے۔ ایک بودھ متن دویاودان میں پشیامتر کا ذکر بدھ مت کو تباہ کرنے والے کے طور پر کیا گیا ہے لیکن اس کی تفصیلات کو مورخین قابل اعتماد نہیں سمجھتے ہیں۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ منواسمرتی، رامائن اور مہابھارت جیسی مذہبی کتابیں بھی شنگ دور میں مکمل ہوئیں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں منواسمرتی کو برہمنی یا ہندو مذہب کی سب سے اہم قانون کی کتاب سمجھا جاتا ہے، اس لیے منواسمرتی شنگ دور کے سماجی اور مذہبی علوم کے لیے ایک اہم ماخذ ہے۔ یہ کتاب اس دور کی سماجی حالت پر خصوصی روشنی ڈالتی ہے۔

ان ادبی ذرائع کے علاوہ آثار قدیمہ کے ذرائع بھی شنگ خاندان کی تاریخ کے لیے بہت اہم ہیں۔ ان میں بنیادی طور پر ایودھیا کا کتبہ، بیس نگر (Besnagar) کا گروڑ ستون (Garuda Pillar)، بھرہوت کا کتبہ، فن تعمیر اور شنگ دور کے سکے وغیرہ اس وقت کی تاریخ پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ ایودھیا کا کتبہ پشیہ متر کے گورنر دھن دیو کا ہے جو کوسل کا گورنر تھا۔ اس کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ پشیہ متر نے دو اشومیدھ (Ashwamedha) یگیہ کیے تھے۔ اس کتبے کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس میں شنگ خاندان کے بانی پشیہ متر شنگ کے منظم نام کا بھی ذکر ملتا ہے، جب کہ اس کے برعکس سنسکرت ادب میں پشپامترا کا ذکر ملتا ہے۔ اس تحریر کا پہلا تفصیلی مطالعہ بابو جگناتھ داس رتنا کر نے ہندی ناگری پرچارنی سبھا سے شائع کیا۔ اس کے بعد اہم مورخین جیسے گوری شنکر ہیرا چند اوجھا، کے پی جیسوال، این کے بھٹا شالی اور این جی مجمدار نے اس موضوع پر اپنے مضامین لکھے۔

مدھیہ پردیش کی دارالحکومت بھوپال سے تقریباً 62 کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مغرب میں واقع بیس نگر (ودیشا) سے یونانی حکمراں اینٹی الکیدس (Antialkidas) کے سفیر ہیلیوڈورس (Heliodorus) کے ذریعہ قائم کردہ گروڑ ستون پر ایک کتبہ ملا ہے، جو شنگ خاندان کے نویں راجہ بھاگبھدر (Bhagbhadra) کے دربار میں آیا تھا۔ 1877ء میں اس کتبے کو الیگزنڈر کنگھم (Alexander Cunningham) نے دریافت کیا تھا۔ دستکاری اور فن تعمیر کے نقطہ نظر سے یہ ستون بہت خوبصورت اور برہمنی مذہب سے متعلق پہلا پتھر کا ستون ہے جس میں ہیلیوڈورس کو بھاگوت دھرم میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ کتبہ وسطی ہندوستان میں بھاگوت مذہب کی مقبولیت کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے، ساتھ ہی اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ودیشا جو اب شنگوں کی نیا دارالحکومت بن چکا تھا، ثقافتی نقطہ نظر سے اس شہر کی شہرت میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ مذکورہ ذرائع کے علاوہ مختلف عمارتیں

اوران پر کندہ تصویریں جیسے سانچی کا استوپ، بھرھوت استوپ، بودھ گیا استوپ وغیرہ اس وقت کے وسطی ہندوستان کے لوگوں کی زندگی کو سمجھنے میں کافی مددگار ہیں۔ اس کے ساتھ اس دور کے مختلف مقامات سے حاصل کیے گئے سکے بھی شنگ دور کی سماجی، ثقافتی اور معاشی تاریخ پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ سکے خاص طور سے کوشامبی، اہی چھترا، ایودھیا اور متھرا جیسے مقامات سے دریافت ہوئے ہیں۔

## 6.3 شنگ خاندان (Shunga Dynasty)

شنگ خاندان کی ابتدا کے بارے میں بہت سی غیر یقینی مفروضے ہیں۔ اس خاندان کے حکمرانوں کے ناموں کے آخر میں لفظ 'متر' لگا ہونے کی وجہ سے، پنڈت ہرپرساد شاستری نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ وہ دراصل زرتشتی تھے اور 'متھرا'(Mithra) یعنی سورج کے پجاری تھے۔ لیکن ہندوستانی شواہد کی بنیاد پر یہ رائے منطقی نہیں لگتی۔ کیونکہ ہرش چرت میں پشیہ متر کو غیر آریائی کہا گیا ہے۔ بعض مورخین اس بنیاد پر شنگوں کو شودر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن قدیم تاریخ کے ماہرین کا ایک گروہ اس سے متفق نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شاید بان بھٹ (Banabhatta) نے پشیہ متر کے قابل مذمت فعل (اپنے آقا کو قتل کر کے تخت پر قبضہ) کی وجہ سے غیر آریائی کہا ہے۔ زیادہ تر ہندوستانی تصانیف شنگوں کو برہمن مانتے ہیں۔ پرانوں میں پشیہ متر کو 'شنگ' کہا گیا ہے۔ شنگ خاندان کو مہارشی پانینی نے 'بھاردواج'(Bharadwaj) گوتر کے برہمن کے طور پر بیان کیا ہے۔ کالی داس نے مالویکاگنی متر (*Malvikagnimitra*) میں پشیہ متر کے بیٹے اگنی مترا کو 'بیمبک کل' (Baimbika Lineage) سے متعلق بتایا ہے۔ بودھاین (Baudhayan) دھرم سوتر سے پتہ چلتا ہے کہ بیمبک 'کشیپ' گوتر کے برہمن تھے۔ تاراناتھ نے بھی انہیں ایک برہمن اور پشیہ متر کے آباؤاجداد کو پروہت کے طور پر بیان کیا ہے۔ بہت سی قدیم تحریروں میں بھی شنگ نامی آچاریوں (teachers) کا ذکر ملتا ہے۔ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ شنگ برہمن پروہت تھے۔ اشوک کی طرف سے یگیوں پر پابندی کی وجہ سے اُن لوگوں نے اپنے پجاری فرائض سے دستبردار ہو کر فوجی پیشہ اختیار کیا۔ ان کا ہتھیار اٹھانا قدیم روایت کے مطابق بھی درست تھا۔ منو جو ورن نظام کے مضبوط حامی تھے، کے مطابق جب دھرم پر کوئی بحران ہو تو برہمن بھی ہتھیار اٹھا سکتے ہیں۔ حالانکہ نئی تحقیق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اشوک برہمن مذہب کا دشمن نہیں تھا۔ اس لیے کہ اس دور میں بہت سے ایسے برہمن تھے جو موریہ سلطنت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے برعکس ہمیں ہندو افسانوں میں بہت سے برہمن سپہ سالاروں کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر، مہابھارت میں درون، وشوامتر، کرپاچاریہ اور اشوتتھاما (Ashwatthama) وغیرہ نے برہمن ہوتے ہوئے چھتری پیشہ اختیار کر کے جنگیں لڑیں۔ اس طرح یہ دلیل دینا کہ برہمنوں نے اشوک کے برہمن مخالف اقدامات سے ناراض ہو کر متحدہ طور پر بغاوت کر کے موریہ خاندان کا خاتمہ کر دیا، بالکل بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔

### 6.3.1 شنگ خاندان کے سیاسی حالات (Political Conditions of Shunga Dynasty)

شنگ خاندان کی بنیاد پشیہ متر نامی سیناپتی (کمانڈر) نے اپنے حاکم اعلیٰ برہدرتھ (Brihadratha) کو قتل کر کے رکھی تھی جس کا ذکر پرانوں اور بان بھٹ کی ہرش چرت میں ملتا ہے۔ اس دور کے تمام ادبی تاریخ میں پشیہ متر کو صرف سینانی (Senani) کے خطاب سے

درج کیا گیا ہے جب کہ اس کے بیٹے اگنی مترا کو راجہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اسی لیے بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ پشیہ متر کبھی راجہ نہیں بنا بلکہ اس نے اپنی جگہ اپنے بیٹے کو راجہ بنا دیا تھا۔ لیکن ایسے خیالات قابل اعتماد نہیں لگتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ پشیہ متر نے دو اشومیدھ قربانی کیے تھے جسے قدیم ہندوستان میں شاہی بالادستی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ جہاں تک سینانی کے لقب کا تعلق ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طویل عرصے تک موریہ فوج کے کمانڈر رہنے کی وجہ سے اس کی شہرت ایک جنگجو کے طور پر زیادہ تھی یہی وجہ تھی کہ اس نے راجہ بننے کے بعد بھی یہ لقب برقرار رکھا۔ مگدھ میں موریہ سلطنت اپنی حکومت کے آخری دور میں نظم و نسق کے لحاظ سے کافی سست روی کا شکار ہو گئی تھی۔ ملک اندرونی و بیرونی بحرانوں کے خطرے سے دوچار تھا، ایسے نازک حالات میں پشیہ متر شنگ نے مگدھ سلطنت پر اپنا اختیار جما کر ایک طرف تو مگدھ ریاست کی حفاظت کی، دوسری طرف ملک میں امن و امان قائم کر کے ویدک مذہب اور نظریات کا وقار دوبارہ بحال کیا۔ یہ پشیہ متر کا عظیم کارنامہ ہے اور اسی وجہ سے اس کے دور کو ویدک رد عمل یا ویدک نشاۃ ثانیہ کا دور سمجھا جاتا ہے۔

پشیہ متر کے دور میں دو اہم سیاسی مشکلات رونما ہوئے اور وہ دونوں مشکلات کو حل کرنے میں کامیاب رہا۔ پہلا واقعہ ودربھ (جدید برار) کو مگدھ سلطنت میں شامل کرنا تھا۔ مالویکاگنی متر کے مطابق ودربھ صوبہ، یگیہ سین (Yagyasen) کی قیادت میں آزاد ہو گیا تھا۔ اس وقت ودیشا کا گورنر پشیہ متر کا بڑا بیٹا اگنی مترا تھا جس نے ودربھ پر حملہ کر کے یگیہ سین کو شکست فاش دی اور ودربھ کو مگدھ کی سلطنت کا حصہ بنا دیا۔ دوسرا اہم واقعہ یونوں کا حملہ تھا۔ اس حملے کا ذکر مختلف ادبی مآخذ میں ملتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ پتنجلی کے مطابق، یونوں نے ساکیت (جدید ایودھیا) اور مدھیامیکا (جدید چتور کے قریب کوئی علاقہ) پر حملہ کیا۔ گارگی سمہیتا میں بتایا گیا ہے کہ ''شریر و کرانت یونوں نے ساکیت، پانچال اور متھرا کو فتح کیا اور پاٹلی پتر تک پہنچ گئے۔ انتظامیہ میں کافی افراتفری مچ گئی اور عام عوام پریشان ہو گئی۔ لیکن یونوں کے آپس میں جنگ خانہ چھڑ گئی اور وہ واپس لوٹ گئے۔'' یونوں کے حملے کے بارے میں مورخین کے درمیان اتفاق رائے نہیں ہے۔ اس حملے کا رہنما کون تھا، یہ حملہ کہاں ہوا، دونوں فوجوں کے درمیان لڑائی کی جگہ کیا تھی، یہ سوالات اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ اس موضوع پر قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ حقیقت کچھ بھی ہو، یہ ناقابل تردید ہے کہ حملہ آور باختری یونانی تھے اور انہیں پشیہ متر کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

زیادہ تر مورخین کا خیال ہے کہ اس حملے کی قیادت یونانی حکمراں میناندر (Menander) نے کی تھی۔ کالی داس نے لکھا ہے کہ پشیہ متر کے اشومیدھ یگیہ کا گھوڑا جو اس کے پوتے وسومتر کی قیادت میں چھوڑا گیا تھا، اسے سندھ ندی کے منہ پر یونوں نے پکڑ لیا تھا جس پر دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ وسومتر نے یونوں کو شکست دی اور گھوڑے کو پاٹلی پتر لے آیا۔ سندھ ندی کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ای جے ریپسن (E.J. Rapson) کے مطابق یہ پنجاب کی سندھ ندی نہیں بلکہ وسطی ہندوستان میں چمبل کی ایک معاون ندی کالی سندھ ہے یا پھر جمنا کی کوئی معاون ندی ہے۔ آر سی مجمدار (R.C. Majumdar) اسے شمال مغربی ہندوستان کا دریائے سندھ سمجھتے ہیں جسے جے ایس نیگی (J.S. Negi) نے تاریخی طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ بھی مجمدار سے متفق ہیں۔ اس طرح پشیہ متر نے ملک کو ایک طاقتور بیرونی حملے سے بچایا اور یونانیوں کی طاقت کو شمال مغرب تک محدود کر دیا۔ یہ پشیہ متر کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔

### 6.3.2 شنگ خاندان کا نظم ونسق (Administration of Shunga Dynasty)

پشیہ متر قدیم موریہ سلطنت کے مرکزی حصے کو محفوظ بنانے میں کامیاب رہا۔ ایودھیااور ودیشا تو یقینی طور پراس کی ریاست میں شامل تھے۔ پشیہ متر کا ذکر ایودھیا کے نوشتہ جات میں ملتا ہے۔ اس کا بیٹا اگنی متر اودیشا میں حکومت کرتا تھا۔ کالی داس کے مطابق ودربھ ریاست ان کے ماتحت تھی۔ دویاودان اور تاراناتھ کی تفصیل کے مطابق جالندھر اور ساکل (سیالکوٹ) پر بھی اس کا کنٹرول تھا۔ اس طرح اس کی سلطنت شمال میں ہمالیہ سے جنوب میں برار تک اور مغرب میں پنجاب سے مشرق میں مگدھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ سلطنت کی راجدھانی پاٹلی پتر ہی رہا۔

تصویر 6.1۔ مابعد موریہ دور میں شمالی ہندوستان

(Source: https://commons.wikimedia.org/wiki/File:SungaEmpireMap.jpg)

ہمیں پشیہ متر کی انتظامیہ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس نے موریہ انتظامیہ کی خصوصیات کو برقرار رکھا۔ منوا سمرتی کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ شہنشاہ اپنی الوہی اصل کے نظریہ (Divine origin) پر یقین رکھتے تھے۔ کے پی جیسوال کا

خیال ہے کہ منو نے پشیہ متر کی برہمن بادشاہت کی حمایت کرنے کے مقصد سے بادشاہ کی الوہی اصل کا نظریہ پیش کیا تھا۔ منو کے مطابق ایک بچے سمراٹ کی بھی توہین نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ وہ انسانی شکل میں ایک عظیم دیوتا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ حکمران مطلق العنان تھا، عملاً وہ مذہب اور نظریات کے مطابق حکومت کرتا تھا۔ منو نے عوام کی پرورش اور حفاظت کو بادشاہ کا بہترین فرائض قرار دیا ہے۔ ریاست کے مختلف حصوں میں شہزادوں اور شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والوں کو گورنر مقرر کرنے کی روایت جاری رہی۔ وائیوپران میں کہا گیا ہے کہ پشیہ متر نے اپنے بیٹوں کو مختلف علاقوں میں شریک حکمران مقرر کیا تھا۔ اس کا بیٹا اگنی متر اودیشا کا گورنر تھا۔ ایودھیا کے نوشتہ جات کے مطابق دھندیو جس کا تعلق شاہی گھرانے سے تھا، کوسل کا گورنر تھا، وسومترا کی مثال سے واضح ہے کہ شہزادے بھی فوج کی قیادت کیا کرتے تھے۔ ایسا ذکر ملتا ہے کہ جب وسومترا اشومیدھا گھوڑے کے ساتھ نکلا تو اس کے ساتھ سینکڑوں راجہ بھی تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ماتحتی نائب حکمراں بھی ہوا کرتے تھے جنھیں راجہ کہا جاتا تھا۔ مالویکا گنی متر میں 'اماتیہ پریشد '(Council) اور مہابھاشیہ میں 'سبھا' کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ موریہ دور کی وزراء کی کونسل تھی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حکمرانی میں مدد فراہم کرنے کے لیے وزیروں کی ایک کونسل بھی تھی۔ منو نے وزراء کی کونسل کی ضرورت کے رول کو لیکر لکھا ہے کہ عظیم ذمہ داری بھی ایک واحد انسان کے لیے مشکل ہے۔ خاص طور پر جو ریاست عظیم پھل دیتی ہے وہ اکیلا بادشاہ کیسے چلا سکتا ہے۔ منو کے مطابق، بادشاہ کو سات یا آٹھ وزیروں کو تقرر کرنا چاہیے۔ منوا سمرتی شنگ دور کے ترقی یافتہ، عدل اور مقامی انتظامیہ کے بارے میں بھی معلومات فراہم کراتی ہیں۔ اس وقت بھی گاؤں انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ اس وقت تک موریہ دور کا مرکزی کنٹرول ڈھیلا ہو چکا تھا اور جاگیرداری کے رجحانات سرگرم ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اگرچہ شنگ ریاست کی دارالحکومت پاٹلیپترا تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ودیشا نگر کی سیاسی اور ثقافتی اہمیت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔

## 6.3.3 پشیہ متر کی مذہبی پالیسی اور اسکی شخصیت

(The Religious Policy of Pushya Mitra and His Personality)

پشیہ متر برہمن خاندان کا حکمران تھا اور جس موریہ خاندان کا اس نے خاتمہ کیا تھا وہ بدھ مت کے سرپرست کے طور پر مشہور تھا۔ اسی لیے بدھ مت کے مذہبی متن دویاودان اور تبتی عالم تاراناتھ کی تفصیلات میں پشیہ متر کو بدھ مت کا شدید دشمن اور استوپوں اور وہاروں کو تباہ کرنے والا بتایا گیا ہے۔ دویاودان میں مذکور ہے کہ اس نے لوگوں سے اشوک کی شہرت کی وجہ پوچھی۔ اس پر اسے معلوم ہوا کہ اشوک 84000 استوپ بنانے کے لیے مشہور ہے۔ اس کے نتیجے میں اس نے اتنے ہی استوپ تباہ کر کے شہرت حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے برہمن پجاری کے مشورے پر اس نے مہاتما بدھ کی تعلیمات کو ختم کرنے کا عزم کیا۔ وہ پاٹلی پترا میں کوکٹرام (Kukkataram) کے مہاوہار کو تباہ کرنے گیا لیکن ایک روحانی دہاڑ سے خوفزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ پھر وہ اپنی فوج کے ساتھ مختلف استوپوں کو تباہ کرتا، وہاروں کو جلاتا اور راہبوں کو قتل کرتا ہوا ساکل (سیالکوٹ) پہنچا۔ وہاں اس نے اعلان کیا کہ جو بھی مجھے بُدھ راہب کا سر دے گا میں اسے سو دینار انعام کے طور پر دوں گا۔ تاراناتھ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ لیکن بدھ مت کے مصنفین میں حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور غیر بدھ مت والوں کی بداعمالیوں کے افسانے بیان کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح یہ تحریریں اشوک کی بدھ مت سے پہلے کی زندگی کے

بارے میں بھی بے معنی بیانات پیش کرتی ہیں۔اس لیے ان پر حتمی یقین نہیں رکھا جانا چاہیے۔شنگ دور کی سانچی اور بھرہوت سے حاصل کردہ باقیات کی بنیاد پر پشیہ متر کے بدھ مت کے مخالف ہونے کی رائے منطقی طور پر غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ سانچی کے دو استوپوں کی تعمیر اور بھرہوت استوپ کی باڑ(railing)جو اشوک کے زمانے میں لکڑی سے بنی تھی شنگ دور میں پتھر سے بنا کر مرمت کی گئی۔ یہ شنگوں کی مذہبی رواداری کو ظاہر کرتا ہے۔ بودھ شہنشاہ برہدرتھ کے قتل اور برہمن مذہب کی ریاست کو تحفظ فراہم کرنے کے اقدامات نے بدھ مذہب کے پیروکاروں کو شدید تکلیف پہنچایا۔ ممکن ہے کہ کچھ بدھ بھکشو ساکل میں یونوں سے جا ملے ہوں(یون جو بُدھ مذہب کے پیروکار تھے)،پشیہ متر نے انہیں غداروں کے سر لانے والوں کو انعام کے طور پر سو دینار دینے کا اعلان کیا ہو۔اس لیے سلطنت کی سلامتی کے پیش نظر بدھ راہبوں کو سزا دینا،اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔اس طرح بدھ مت کے ساتھ یونوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے سخت سلوک کیا گیا۔ صرف اس بنیاد پر ہم پشیہ متر کو بدھ مت کا دشمن نہیں مان سکتے۔ دویاودان خود بتاتا ہے کہ پشیہ متر نے کچھ بودھوں کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔اس طرح پشیہ متر پر یہ الزام لگانا بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کے اقدامات کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھنے کے بجائے ان کی سیاسی مجبوریوں اور فوائد کے زاویے سے دیکھنا چاہیے۔

## 6.3.4 پشیامتر کے جانشیں اور ریاست کا زوال

(Successors of Pushyamitra and the Decline of Shunga Dynasty)

پشیہ متر کے بعد اس کا بڑا بیٹا اگنی متر، جو کالیداس کی کتاب مالویکا گنی متر کا ہیرو تھا، شنگ خاندان کا راجہ بنا۔ اس سے پہلے وہ ودیشا کا گورنر رہ چکا تھا۔اس نے کل آٹھ سال حکومت کی لیکن اس کے دور حکومت کے کسی اہم واقعہ کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ اس کے بعد سوجیسٹھا یا واسوجیسٹھ راجہ بنا، جن کے نام کے علاوہ کوئی معلومات دستیاب نہیں ہے۔اس خاندان کا چوتھا بادشاہ وسومترا تھا،اس کی قیادت میں شنگوں کی فوج نے یونوں کو شکست دی تھی۔ شاید وہ پشیہ متر کے دور حکومت میں ریاست کی شمال مغربی سرحد کا گورنر تھا۔ اس کے بعد بہت سے برائے نام راجہ ہوئے۔ اس خاندان کا نواں حکمران بھاگوت یا بھاگبھدر تھا۔ وہ کچھ حد تک طاقتور حکمران کے طور پر مقبول ہے۔ اس کی تصدیق اس کے اور یونوں کے درمیان سفارتی تعلقات سے ہوتی ہے۔ اس کے دور حکومت کے چودھویں سال ٹکشلا کے یون بادشاہ انٹیالکیڈس کا سفیر ہیلیوڈورس اس کے ودیسا کے دربار میں آیا تھا۔ پرانوں کے مطابق شنگ خاندان کا دسواں اور آخری حکمراں دیو بھوتی (Devbhuti) تھا جسے اس کے جنرل واسودیو نے قتل کرکے ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھی، جسے تاریخ میں کنوّ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

---

## 6.4 کنوّ خاندان (Kanva Dynasty)

جس طرح پشیہ متر نے اپنے آقا برہدرتھ کو قتل کرکے اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا، اسی طرح شنگ خاندان کا آخری حکمراں دیو بھوتی جو بہت کمزور اور عیاش حکمراں تھا، اپنے اماتیا، واسودیو(Vasudev) کی سازشوں کا شکار ہو گیا۔ اس واقعہ کو ہرش چرت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''شنگ کے منتری واسودیو نے دیو بھوتی کو ایک داسی کی مدد سے ملکہ کا بھیس بدل کر مار ڈالا۔ واسودیو نے جس نئے خاندان کی بنیاد رکھی

اسے تاریخ میں کنوّ یا کنوّئن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کنو خاندان بھی شنگوں کی طرح ایک برہمن خاندان تھا۔ ویدک مذہب اور ثقافت کے تحفظ کی روایت جو شنگوں نے شروع کی تھی اس وقت بھی جاری رہی۔ بدقسمتی سے اس خاندان کے حکمرانوں کے نام کے علاوہ ہمیں اس کے دور حکومت کے کسی تاریخی واقعہ کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ پرانوں میں بیان کیا گیا ہے کہ اس خاندان کے حکمرانوں نے حق اور انصاف کے ساتھ حکومت کی اور پڑوسیوں پر اپنی اقتدار قائم رکھا۔

ہیم چندر رائے چودھری کا خیال ہے کہ کنوّ حکمرانوں نے شنگ حکمراں کو مکمل طور پر ختم کرنے کے بجائے خود کو ان کے پیشوا کے طور پر رکھ کر حکومت کرنا شروع کیا اور پورے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، شنگوں کا وجود صرف نام کے لیے برقرار رکھا۔ اسی لیے شنگ اور کنوّ دونوں ریاستیں ایک دوسرے کی ہم عصر تھیں اور بعد میں جب ستواہنوں نے کنوّ سلطنت کا خاتمہ کیا تو شنگ خاندان کا بھی خاتمہ ہوا۔ ہیم چندر رائے چودھری اور اسمتھ کے مطابق کنوّ حکمرانوں نے 75 قبل مسیح سے 30 قبل مسیح تک حکومت کی۔ اس خاندان میں چار حکمرانوں کا ذکر ملتا ہے۔ پرانوں کے مطابق، واسودیو نے کل نو سال حکومت کی۔ اس کے بعد بھومی مترا (Bhumimitra)، نارائن (Narayan) اور سشرما (Susharma) تین راجہ ہوئے جنھوں نے بالترتیب چودہ، بارہ اور دس سال حکومت کی۔ سشرما اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ وایوپران کے مطابق اسے آندھرا جاتیہ بھرتیا شموکھا (سندھوکا یا سمک) نے مارا تھا۔ اس طرح کنوّ خاندان کا خاتمہ ہوا۔

### 6.4.1 شنگ اور کنوّ دور کے سماجی حالات (Society during Shunga and Kanva Period)

شنگ دور کا معاشرہ ورن نظام پر مبنی تھا۔ اس وقت سماج میں چار ورنوں کے علاوہ اور بھی کئی ذاتیں پیدا ہو گئی تھی۔ موریہ دور میں ورن آشرم کا نظام بدھ مت کے اثر سے کمزور ہوا تھا۔ زیادہ تر لوگوں نے اپنے سماجی فرائض کو ترک کر کے بھکشو (راہب) یا شرمن (سنیاسی) کی زندگی گزارنی شروع کر دی تھی۔ لیکن شنگ دور میں ورن آشرم مذہب دوبارہ قائم ہوا۔ اس دور کی یادگار تخلیق منوا سمرتی میں ورن آشرم مذہب کے قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔ منوا سمرتی میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنی ذات کے پیشے کی پیروی کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ اگرچہ خود کے مذہب میں کمتر ہو لیکن وہ دوسرے مذہب سے بہتر ہے۔ اگر کوئی نچلی ذات کا شخص لالچ سے اونچی ذات کا پیشہ اختیار کرے تو بادشاہ کو اس کی جائیداد ضبط کر کے اسے ملک بدر کر دینا چاہیے۔ منوا سمرتی میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جس ملک میں مختلف ذات پات کا خلط ملط ہوتا ہے وہ ملک جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ چاروں ورنوں کے فرائض بھی الگ الگ زیر بحث آئے ہیں۔ برہمن کے اہم فرائض مطالعہ، تعلیم، مذہبی رسوم و رواج کی منظوری، عطیہ اور قبولیت ہیں۔۔ اگر برہمن نے صحیفوں کے مطابق برتاؤ نہیں کیا تو وہ اپنا سماجی وقار کھو دے گا۔ بحران کے وقت منو نے برہمن کو اپنے ورن سے مختلف پیشہ اختیار کر کے روزی روٹی کمانے کی آزادی دی ہے۔ منو نے برہمنوں کو پیدائش، نظم و ضبط، علم اور ثقافت کی بنیاد پر تمام طبقات اور رسومات کا مالک قرار دیا ہے۔ دنیا کی تمام دولت اور اناج برہمنوں کا ہے، منو کا خیال تھا کہ اگرچہ برہمن کی عمر دس سال ہو لیکن وہ سو سال کے کھشتری سے بلند اور قابل احترام ہے۔ راجہ نہ تو اسے کسی قسم کی جسمانی سزا دے سکتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی قسم کا ٹیکس لگا سکتا ہے۔ اسے قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ برہمن کو ہمیشہ سادگی، ویدوں کے مطالعہ اور مذہبی کاموں میں مشغول رہنا چاہیے۔ اسے صرف اتنی ہی دولت جمع کرنی چاہیے، جو اپنے اور اپنے خاندان کی پرورش کے

لیے کافی ہو۔اس طرح اپنے ورن، طرزِ عمل اور ذمہ داری کی وجہ سے برہمن کو سماج کے دیگر طبقات سے بلند اور قابل احترام سمجھا جاتا تھا۔

سماجی بالادستی کے نقطہ نظر سے برہمن کے بعد کھشتری ورن آتا ہے۔ بدھ سماجی نظام میں جس میں کھشتری کے مقام کو برہمن سے اونچا بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ شنگ دور میں سبھی اسمرتی اور سوترو نے پھر برہمن ورن کو دوسرے ورنوں پر قائم کیا۔ منو کے مطابق پیدائشی طور پر برہمن کھشتری سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔ گوتم سوتر میں زیادہ عملی زاویے اور فراخدلی کے ساتھ کام کیا گیا ہے۔انہوں نے سماج کی ترقی کے لیے دونوں کو یکساں اہم قرار دیا۔انہوں نے کہا کہ راجہ اور عالم برہمن دونوں ہی دنیا میں مذہب کی حفاظت کرتے ہیں۔ مہاکاویہ میں بھی برہمنوں کو کھشتریوں سے برتر بتایا گیا ہے لیکن اکثر جگہوں پر دونوں کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کشتریہ حکمران طبقہ تھا اور ان کا پیشہ جنگجوئی تھا۔اس کا بنیادی فرض چار ورنوں کی حفاظت کرنا تھا۔

تیسرا ورن ویشیوں کا تھا۔ وقار کے لحاظ سے برہمن اور کھشتری کے بعد ان کا مقام تھا۔اصولی طور پر برہمنوں اور کھشتریوں کی طرح ویشیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے، قربانی کرنے اور عطیہ کرنے کا حق حاصل تھا۔ گوتم نے ان تینوں اعمال کو دوذاتوں (برہمن، کشتریہ اور ویشیہ) کا مستحق قرار دیا ہے۔ بودھاین کے مطابق ویدوں کا مطالعہ اور زراعت باہمی طور پر متضاد ہیں اور عام طور پر انسان ان دونوں کو ایک ساتھ نہیں کر سکتا۔ ویشہ ورن کے ساتھ بھی یہی ہوا۔اس لیے ویدوں کا مطالعہ، قربانی اور عطیہ وغیرہ ترک کر کے ویشیہ نے اپنے آپ کو پیسہ کمانے کے ذرائع جیسے زراعت، تجارت، جانور پالنے جیسے کاموں کے لیے اپنے ہنر اور محنت کو مرکوز کر دیا۔ وہ جنگی کاموں سے بالکل آزاد تھے۔ان کا خاص کام زراعت تھا جسے وہ بدامنی کے دور میں بھی سکون سے کرتے تھے۔ مہابھارت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سماج کا وہ طبقہ جو تعلیم اور قربانی وغیرہ کو چھوڑ کر زراعت اور گائے پالنے کا کام کرتا تھا،اسے ویشیہ کہا گیا۔ سب سے امیر ہونے کے ناطے ویشیہ زیادہ سے زیادہ ٹیکس فراہم کرنے والا بن گیا تھا۔ جنگ لڑنا کشتری کے فرائض تھے لیکن مصیبت کے وقت ویشیہ کو بھی یہ فرائض انجام دینے ہوتے تھے۔

چوتھا ورن شودر کا تھا۔ ان کا بنیادی فرض تینوں ورنوں کی خدمت کرنا تھا۔ وہ مذہبی رسومات اور صحیفے سننے کے حقدار نہیں تھے۔ اگرچہ منواسمرتی میں شودر اساتذہ اور شودر شاگردوں کا ذکر ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انھیں تعلیم حاصل کرنے کے حق سے محروم نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن گوتم سوتر حکم دیتا ہے کہ اگر وہ ویدک منتر پڑھے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے اور اگر وہ دل میں محفوظ رکھے تو اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اور اگر وہ جان بوجھ کر وید سنتا ہے تو اس کے کانوں میں گرم پگھلا ہوا ٹن یا لاکھ بھر دیا جائے۔ کسی حد تک انھیں جائیداد رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن وہ جائیداد بھی تینوں ورنوں کے ہی کام آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شودروں کی حالت انتہائی ابتر تھی۔ منواسمرتی انہیں داس (غلام) کے زمرے میں رکھتی ہے۔ان کے فرائض تو بہت تھے لیکن حقوق بہت کم۔ جرائم کے معاملے میں انہیں دیگر ورنوں سے زیادہ سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ شودر کو مارنے پر برہمن کو وہی سزا دی جاتی تھی جیسی کتے، بلی، مینڈک اور کوے کو مارنے کی تھی۔ سب سے نیچے اور ورن نظام سے باہر انتیج جیسے ڈوم، ہادی اور چنڈال تھے جن سے غلیظ کام اور صاف صفائی کرائی جاتی تھی۔ جاتک متون سے معلوم ہوتا ہے کہ چنڈال کو سماج سے بے دخل سمجھا جاتا تھا اور ان کو سماج کی نظر کو برا سمجھا جاتا تھا۔

لیکن اس کے خلاف سماج میں ایک نیا نظریہ جنم لے رہا تھا جو ذات پات کے نظام کی بنیاد پیدائش پر نہیں بلکہ کرم پر رکھنا چاہتا تھا۔ یہ سادھو کرم (نیک کام کرنے والا یا پاک زندگی بسر کرنے والا) شودروں کو وہ تمام حقوق دینا چاہتا تھا جو ایک آریہ کو حاصل تھا۔ اگرچہ یہ نئی تحریک زیادہ کامیاب نہ ہو سکی اور اس کے خلاف سماج نے پیدائشی ذات پات کے نظام کو زیادہ اہمیت دی۔ تاہم اس قسم کے نظریے نے معاشرے کی بنیاد پرستی کو ہلکا سا دھکا ضرور دیا۔ ان کے علاوہ کچھ غیر ملکی جیسے کمبوج، یون، شک، پارتھیائی اور کشان وغیرہ کو شودر میں شامل کیا گیا تھا جس وجہ سے شودر طبقہ کافی مضبوط ہو چکا تھا۔ اس لیے ان میں سے بہت سی ذاتیں حکمران طبقے میں شامل تھیں۔ مہابھارت کے سبھا پرو میں شودر حکمرانوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے مغربی ہندوستان پر حکومت کی۔ شانتی پرو سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کے تین اہم عہدے شودروں کو ملتے تھے۔ نتیجتاً بنیاد پرست طبقے کا نمائندہ ہونے کے باوجود منو اس نئے شودر سماج (غیر آریائی اور غیر ملکی ذاتوں) کو مکمل طور پر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ بدلے ہوئے حالات میں اسے شودر ذات کو بہت سی سہولتیں دینی پڑیں، انہیں خدمات کے علاوہ لکڑی کی دستکاری، مصوری وغیرہ کے کاموں کی بھی اجازت دے دی گئی۔ اب شودر مکمل طور پر غیر ثقافتی اور غیر مذہبی نہیں تھا۔ منوا سمرتی میں شودروں کے اپنین تقریب کا حوالہ ملتا ہے۔ وہ ازدواجی مقدس آگ کی رسم ادا کر سکتا تھا۔ ایک اور جگہ منو نے واضح طور پر کہا ہے کہ ایک شودر کو دوسری ذات کی تمام مذہبی رسومات ادا کرنے کا حق حاصل ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ان رسومات میں ویدک منتروں کا استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح مہابھارت کے دور میں ابھرنے والی نئی تحریک کے نتیجے میں شودروں کو منو کے سخت ورن نظام کے تحت بھی مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکا تھا۔ منوا سمرتی میں بیان کردہ سماج میں شودروں کی حالت سوتر دور کے سماج سے بہتر تھی۔

روایتی چار ورنوں کے علاوہ، بہت سی ذاتیں بھی تھیں جو بین ورن شادیوں کے نتیجے میں پیدا ہوئیں۔ مذہبی کتابوں میں مرد کو صرف اپنے ورن کی لڑکی سے شادی کرنے کو کہا گیا ہے۔ لیکن گوتم نے اپنی ضرورت کے مطابق نچلی ذات کی لڑکی سے شادی کی اجازت دے دی ہے۔ اس قسم کی شادی کو انولوم شادی کا نام دیا گیا ہے۔ منو کے نظام کے تحت بھی انولوم شادیاں جائز سمجھی جاتی ہیں لیکن نظام سازوں کے مطابق نچلی ذات کے مرد کی اونچی ذات کی لڑکی سے شادی قابل مذمت ہے۔ اس طرح کی شادی کو پرتیلوم شادی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ گوتم کے مطابق تمام پرتیلوم شادیاں غیر مذہبی ہیں۔ مہابھارت میں پرتیلوم شادی کو ناجائز سمجھا گیا ہے۔ پرتیلوم بچہ، چاہے وہ برہمن عورت اور کھشتری مرد کا ہی کیوں نہ ہو، مذہبی رسومات کا حق دار نہیں ہو سکتا۔ اس طرح انولوم اور پرتیلوم شادیوں کے نتیجے میں چار ورنوں کے علاوہ کئی ذاتیں اور ذیلی ذاتیں پیدا ہوئیں۔ اسے ورن سنکرن (ورن نظام کی تباہی) کہا گیا ہے۔ بودھاین نے ورن سنکر سے پیدا ہونے والے بیٹے کو وراتیا (Vratya) کہا ہے۔ شاید انولوم اور پرتیلوم دونوں شادیوں سے پیدا ہونے والے بچوں کو ان وراتیاؤں میں شامل کیا گیا ہے۔ ان ذاتوں میں امبیسٹھ (Ambesth)، اوگر (Ugra)، رتھکار، نشاد، ویدیہک (Vaidehak)، سوت، چنڈال، ماگدھ، کشتر (Kshatra)، آیوگ وغیرہ ہیں۔

شنگ دور کے معاشرے میں خواتین کی کچھ اچھی حالت کے اشارے ملتے ہیں۔ ویدک مذہب میں آٹھ قسم کی شادیاں معاشرے میں رائج تھیں۔ بین ذاتی شادیاں بھی ہوتی تھی۔ پرتیلوم اور انولوم دونوں قسم کی شادیاں ہوتی تھیں۔ طلاق کا کوئی رواج نہیں تھا۔ کیونکہ منو

نے شادی کو زندگی بھر کا ادارہ بتایا ہے۔ منواسمرتی میں راجہ کو مشورہ دیا گیا ہے کہ بیوی کو چھوڑنے والے شوہر کو سزا دی جائے۔ نیوگ کا رواج تھا جس کے تحت عورت شوہر کی موت یا نامرد ہونے کی صورت میں دیور یا جیٹھ سے ہمبستری کر سکتی تھی۔ بیوہ شادیاں بھی ہوتی تھی۔ شوہر کی خدمت اور عقیدت عورت کی حتمی ذمے داری تھا۔ سماج میں ستی کے رواج کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ منواسمرتی سے معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں بچپن کی شادی کا رواج تھا اور لڑکیوں کی شادی آٹھ سے بارہ سال کی عمر میں ہو جاتی تھی۔ شادی کی عمر کم کرنے سے خواتین کی تعلیم بری طرح متاثر ہوئی۔ اب وہ مکمل طور پر اپنے شوہر کے ماتحت کر دی گئی تھی۔ منواسمرتی میں ایک جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کی دیوتا کی طرح پوجا کرنی چاہیے اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہیے اگرچہ اس کا شوہر بدکردار اور ظالم ہو۔

## 6.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

شنگ حکمرانوں کا دور ہندوستان کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ انہوں نے مگدھ سلطنت کے مرکزی حصے کو غیر ملکیوں سے محفوظ کیا اور وسطی ہندوستان میں امن وامان قائم کر کے کچھ عرصے کے لیے صوبائی طاقتوں کو پنپنے سے روک دیا۔ شنگ حکمرانوں نے موریہ سلطنت کے کھنڈرات پر ویدک ثقافت کے نظریات قائم کیے اور اسی وجہ سے اس کے دور کو ویدک یا برہمنی نشاۃ ثانیہ کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شنگ خاندان کے حکمرانوں، خاص طور پر پشیہ متر شنگ نے مگدھ سلطنت کی اس وقت کے اندرونی اور بیرونی مسائل سے حفاظت کی، جس سے اس کی فوجی طاقت کا بھی تعارف ہوتا ہے۔ ان کی مذہبی رواداری کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے سانچی اور بھرہوت استوپوں کی مرمت کروائی اور خود بدھ ادب کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ شنگ دربار میں بہت سے بدھ مت کے پیروکار مقرر کیے گئے تھے۔ ایک اور موضوع جس نے ہمارے علم میں اضافہ کیا وہ یہ تھا کہ غیر ملکی مقامی فلسفے اور مذہب سے کیسے متاثر ہوئے۔ بہت سے غیر ملکی ہندوستان کی ثقافت کے ساتھ اس قدر گھل مل گئے کہ مذہبی فقہاء کو انہیں ورن نظام میں شامل کرنا پڑا۔

## 6.6 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| انولوم | : | اپنے برابر یا نچلے ورن کی لڑکی سے شادی |
| پرتیلوم | : | اپنے ورن سے اپر ورن کی لڑکی سے شادی |
| سرمن | : | جین بھکشو، راہب |
| سیناني | : | سپہ سالار |
| استوپ | : | ایک ٹیلہ نما یا نصف کروی ڈھانچہ ہوتا ہے، جس میں تبرکات (مثلاً جسد خاکی—عام طور پر مہاتما بدھ یا بودھ بھکشوؤں یا بھکشونیوں کی باقیات) ہوتے ہیں، جو مراقبہ کی جگہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ |
| وہار | : | بدھ مذہب یا جین مذہب کی خانقاہ، آشرم |
| نیوگ | : | ایک قدیم ہندو رسم تھی جس کے تحت ایک بے اولاد عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے |

اولاد حاصل کرنے کی اجازت ہوتی تھی، جس کا واحد مقصد خاندانی سلسلہ کو جاری رکھنا ہوتا تھا۔اس عمل کی اجازت مخصوص حالات میں دی جاتی تھی، خاص طور پر جب شوہر وارث کے بغیر فوت ہو جاتا یا اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہوتا۔اس انتظام سے پیدا ہونے والے بچے کو قانونی اور سماجی طور پر عورت اور اس کے شوہر کا بچہ سمجھا جاتا تھا، نہ کہ حیاتیاتی باپ کا۔

## 6.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. شنگ خاندان کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟

(الف)اگنی متر (ب)پشیہ متر (ج)واسودیو (د)دھن دیو

2. کالی داس کے کس ڈرامے کا ہیرو شنگ شہزادہ اگنی متر ہے؟

(الف)ہرش چرتر (ب)مہابھاشیہ (ج)مالویکاگنی متر (د)گارگی سمہتا

3. پتنجلی کا 'مہابھاشیہ' کس شنگ حکمران کے دور کی اہم معلومات فراہم کرتا ہے؟

(الف)پشیہ متر (ب)اگنی متر (ج)وسومتر (د)دیوبھوتی

4. یونانی سفیر ہیلیوڈورس کس شنگ راجہ کے دربار میں آیا تھا؟

(الف)پشیہ متر (ب)اگنی متر (ج)بھاگبھدر (د)دیوبھوتی

5. کنوّ خاندان کی بنیاد کس نے رکھی؟

(الف)دیوبھوتی (ب)واسودیو (ج)بھومی متر (د)سشرما

### 6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. شنگ خاندان کی تاریخ کے لیے آثار قدیمہ کے ذرائع کی اہمیت کو بیان کریں۔
2. شنگ دور میں بھاگوت مذہب کی ترقی پر ایک نوٹ لکھیں۔
3. شنگ دور میں شودروں کے خصوصی حوالے سے رونما ہونے والی سماجی تبدیلیوں کا تنقیدی مطالعہ کریں۔

### 6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. شنگ خاندان کی سیاسی تاریخ پر ایک نوٹ لکھیں۔
2. شنگ خاندان کے دور کو ویدک نشاۃ ثانیہ کا دور سمجھا جاتا ہے۔وضاحت کریں۔

# اکائی 7۔ کشان خاندان اور کنشک

(Kushana and Kanishka)

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید
7.1 مقاصد
7.2 سیاسی تاریخ
7.2.1 کنشک اور اس کی خدمات
7.2.2 کنشک کے جانشیں
7.3 کشان عہد میں سکہ سازی کا نظام
7.4 مذہبی زندگی
7.5 فن اور فن تعمیر
7.6 اکتسابی نتائج
7.7 فرہنگ
7.8 نمونہ امتحانی سوالات
7.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
7.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
7.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 7.0 تمہید (Introduction)

اس سے قبل کی اکائیوں میں آپ نے موریہ حکومت کے قیام اور استحکام کے بارے میں معلومات حاصل کی۔ چندر گپت موریہ نے مگدھ کے نند حکمرانوں کو بے دخل کر کے عظیم الشان موریہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چندر گپت کے بعد اس کے بیٹے بندوسار اور اس کے پوتے اشوک کے دور میں موریہ حکومت طاقتور اور مستحکم ہوئی۔ 232ق م میں اشوک کا انتقال ہوا۔ اس کے انتقال سے کچھ سال قبل ہی ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع بیکٹریا اور پارتھیا کے صوبے جو سکندر کے حملے کے بعد سے ہی سیلوکسی حکمرانوں کے تسلط میں تھے، انہوں نے خود مختاری حاصل کر لی اور موریہ دور کے آخری حصے میں اور اس کے بعد اس علاقہ میں اہم کردار ادا کیا۔ موریہ سلطنت کے زوال کے بعد شمالی ہند شنگ اور کنو اور شمال مغربی ہند کی تاریخ ہند یونانی، شک، پارتھی اور کشان اقتدار کی تاریخ ہے۔ اس دوران ہندوستانی حکمراں خاندانوں جیسے شنگ اور کنو نے شمالی ہند میں کچھ حد تک تفریق اور انتشار کو روکنے کی کوشش کی اور بیرونی حملہ آوروں کو شمال مغرب تک محدود رکھا اور اندرون ملک انہیں پیش قدمی کرنے سے باز رکھا۔ اس کے بارے میں آپ نے پچھلی اکائی میں پڑھا۔ تاہم جو غیر ملکی حملہ آور یہاں وارد ہوئے انہوں نے بھی شمال مغربی ہندوستان میں بس کر ہندوستانی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہاں پر ہم ان غیر ملکی حملہ آوروں میں سے سب سے اہم اور طاقتور ترین کشان خاندان کا جائزہ لیں گے جس نے مذہب اور فن کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیے۔ کشانوں کا تعلق چینی ترکستان اور صحرائے 'کن لن (Kunlun)' کے درمیانی علاقے میں رہنے والے 'یوچی' قبائل کی ایک شاخ سے تھا۔ یوچی قبائل کو چین کی سرحد پر واقع ان کے آبائی علاقے سے بھگا دیا گیا۔ مغرب کی طرف ہٹتے ہوئے ان قبائل نے 'اُن سُن' قبائل کو اِلی ندی کی ترائی (Ili River Basin) سے باہر کر دیا۔ اس دوران یہ خود بھی دو حصوں میں بنٹ گئے۔ چھوٹے حصے نے جنوب کی طرف ہجرت کرتے ہوئے بالآخر شمالی تبت میں پناہ لی۔ جب کہ 'تایوچی' یعنی عظیم حصے کی توسیع مغرب کی سمت ہوی۔ اس سلسلے میں انہوں نے سیر دریا علاقے سے شکوں کو نکال باہر کیا، لیکن کچھ ہی عرصے بعد 'ووسُن' قبیلے نے انہیں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ 'وادی سیحوں (Oxus Valley)' میں جا کر آباد ہوے اور آخر کار افغانستان میں آبسے۔ انہوں نے پارتھی حکمرانوں کے انتشار کا فائدہ اٹھایا۔ گندھار کے علاقے میں پارتھی حکمرانوں کی شکست کے لیے کشان ہی ذمہ دار تھے۔ انہوں نے بیکٹریا میں شکوں کو شکست دے کر انہیں مار بھگایا تھا۔ ہندوکش کے جنوبی علاقوں میں پائے گئے کڈفیسس اول کے سکوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے پانچ یوچی قبائل کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ لیکن کشان حکمرانوں میں سب سے عظیم راجا کنشک تھا جس نے اپنی حکومت مدھیہ دیس سے اُتر پتھ اور افغانستان تک وسیع کر لی تھی۔ اس اکائی میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح اس خاندان نے اپنی حکومت مستحکم کی اور کنشک کی خدمات کیا رہیں۔

## 7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- مابعد موریائی عہد کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔
- ہندوستان میں آنے والے کشان خاندان سے متعارف ہو سکیں گے۔

- کشانوں کے ماتحت ایک علاقائی شاہی خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔
- کشان حکمرانوں، بطور خاص کنشک کے عہد حکومت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- کشان عہد کے سکوں کا تفصیلی تجزیہ کر سکیں گے۔
- کشان عہد میں مذہب، آرٹ، فن تعمیر اور تکنیکی ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔

## 7.2 مآخذ (Sources)

کشان سلطنت کے ابتدائی دور کی تاریخ جاننے کے لیے ہمیں زیادہ تر چینی مآخذ پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ پان کو (Ban Gu) کی تصنیف سین ہان شو (Tsien-Han-Shu) جسے 'ہان خاندان کی کتاب' (Book of Han) بھی کہا جاتا ہے، اولین یا مغربی ہان (Western Han) خاندان (206 قبل مسیح – 9 عیسوی) کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ ہو ہان شو (Hou-Han-Shu) جسے 'آخیر ہان خاندان کی کتاب' (Book of the Later Han) بھی کہا جاتا ہے، فان یے (Fan Ye) نے مرتب کی اور یہ مشرقی ہان (Eastern Han) خاندان (25–220 عیسوی) کے حالات پر مبنی ہے۔ پان کو کی تصنیف سے یہ پتا چلتا ہے کہ یوچی (Yu-Chi) قوم کا ٹکراؤ، ہن (Huns)، شک (Sakas) اور پارتھیائی (Parthian) حکمرانوں سے ہوا۔ ان ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یوچی قبیلہ کئی شاخوں میں منقسم تھا۔ 'ہوہان شو' سے 25 عیسوی سے آگے کے حالات سامنے آتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یوچی قبائل میں سب سے طاقتور قبیلہ کئی-شوَنگ (Kui-Shuang / Kushan) تھا۔ اس قبیلے کے سردار کُجول کڈفیسس (Kujula Kadphises) نے دیگر قبائل کو زیر کرکے ایک مضبوط ریاست قائم کی۔

کشان خاندان کے پہلے دو حکمرانوں کی تاریخ کا سراغ ہمیں نہ صرف ان چینی مآخذ سے ملتا ہے بلکہ پارتھیائی فرمانروا گنڈوفیرنس (Gondopharnes) کے تختِ بَہی کتبے (Takht-i-Bahi Inscription) اور ان حکمرانوں کے جاری کردہ سکّوں سے بھی ملتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کڈفیسس حکمرانوں نے سلطنت کی فتوحات اور وسعت کو منظم کیا۔ انہیں میں سے وِما کڈفیسس (Vima Kadphises) نے سب سے پہلے ہندوستان میں سونے کے سکے (Gold Coins) جاری کیے جو سلطنت کی معاشی خوشحالی اور تجارتی وسعت کی علامت تھے۔ عظیم کشان حکمران کَنِشک (Kanishka) اور اس کے جانشینوں کا حال ہمیں زیادہ تر تبتی بدھ مآخذ، بودھ تصانیف کے چینی تراجم اور چینی سیاحوں، فاہیان (Fa-Hien) اور ہوین سانگ (Hiuen Tsang) کی تحریروں سے ملتا ہے۔ تبتی مآخذ کے مطابق خُتن (Khotan) کے راجا وِجَے کیرتی (Vijaykirti) نے 'کنِک' (Kanika) یعنی کنشک کے ساتھ مل کر ہندوستان پر ایک مہم چلائی تھی اور اسی کی مدد سے کنشک نے پٹالی پتر (Pataliputra) اور ساکیت (موجودہ ایودھیا کے قریب) کو فتح کیا تھا۔

سنسکرت بودھ متون جیسے شری دھرم پیٹک نیدان سوترا(Sri-Dharmapitaka-Nidana-Sutra)، سمیکت رتن پیٹک (Samyukta-Ratna-Pitaka)اور کلپنامنڈ ٹیکا(Kalpana-Manditika) کے چینی تراجم سے ہمیں کنشک کی شمالی اور مشرقی فتوحات کا علم ہوتا ہے۔ ان ماٰخذ کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں ملنے والے اس عہد کے کتبے اور سکے بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ کنشک کے کتبے مختلف مقامات سے ملے ہیں جیسے کوشامبی (Kausambi)، سارناتھ (Sarnath)، متھرا(Mathura)، صوئی وہار (Sui Vihar)، اُند / جیڈا(Und/Jeda)اور منِکیال (Manikyala)۔ اسی طرح اس کے جانشینوں مثلاً ہُووشک (Huvishka)اور کنشک دوم(Kanishka II) کے کتبے متھرااور آرا(Ara) سے دریافت ہوئے ہیں۔ ان مکتوبات اور سکّوں کے علاوہ آثارِ قدیمہ کی دریافتیں بھی کشان عہد کے مطالعے میں مدد دیتی ہیں۔ خاص طور پر ٹیکسلا(Taxila)اور بیگرام (Begram) کی کھدائیوں نے قیمتی مواد فراہم کیا۔ 1915ء میں سر جان مارشل(Sir John Marshall) نے ٹیکسلا کی کھدائی کروائی تھی جہاں سے کشان عہد کے سکے اور یادگار عمارتیں دستیاب ہوئیں۔ ان آثار نے اس امر کی تصدیق کی کہ کنشک خاندان نے کڈفیسس خاندان کے بعد اقتدار سنبھالا تھا۔ اسی طرح بیگرام میں سب سے پہلے ہاکن (Hackin)اور بعد میں ویرشمن(Wershman) نے کھدائی کروائی تھی۔ یہاں سے کنشک، ہُووشک اور واسودیو(Vasudeva) کے سکے ملے ہیں، جن کی بنیاد پر کشان تاریخ کے کئی گوشے واضح ہوئے۔

کشان عہد کے سکے نہ صرف اُن کے حکمرانوں کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ اُن کے مذہب، معیشت، فنِ نقش و نگار اور بیرونی تعلقات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سکّوں کی کثرت اور اُن کی دھات(Metal) ہمیں اُس دور کی معاشی خوشحالی اور تجارتی سرگرمیوں کا اندازہ کراتی ہے۔ کڈفیسس (Kadphises) خاندان کے حکمرانوں نے چاندی اور تانبے کے سکّوں کے ساتھ ساتھ پہلی بار ہندوستان میں سونے کے سکے(Gold Coins) جاری کیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشان سلطنت تجارت اور مال وزر کے اعتبار سے طاقتور تھی۔ خاص طور پر روم(Rome)اور وسطی ایشیا(Central Asia) کے ساتھ اُن کے تجارتی تعلقات اس دور کی معاشی ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ کشان حکمرانوں کے سکّوں کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اُن پر مختلف مذاہب کے دیوی دیوتا اور علامات بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً: کڈفیسس کے سکّوں پر یونانی رسم الخط (Greek Script)اور ہندوستانی براہمی(Brahmi) میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ کنشک کے سکّوں پر نہ صرف بُدھ مت بلکہ ایرانی، یونانی اور ہندو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں ملتی ہیں، جیسے شیو(Shiva)، ویشنو (Vishnu)، میتر (Mitra)، ہیرکلیز (Heracles)اور سرَپیس (Serapis)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کشان حکمران مذہبی رواداری میں یقین رکھتے تھے۔ کنشک کے سکّوں پر بدھ مت سے وابستہ تصویریں بھی ملتی ہیں جن سے اُس کی مذہبی سرپرستی واضح ہوتی ہے۔

ابتدا میں یونانی رسم الخط زیادہ رائج رہا۔ بعد میں ہندوستانی اثرات کے تحت خروشتی (Kharosthi)اور براہمی زیادہ استعمال ہونے لگے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ کشان سلطنت مختلف تہذیبوں کے سنگم پر واقع تھی اور اُن کے سکے ایک کثیر تہذیبی (Multi-Cultural) پہچان کو ظاہر کرتے ہیں۔ سکّوں پر حکمرانوں کے نام اور القاب درج ہیں، جن کی مدد سے کشان خاندان کے حکمرانوں کی ترتیب (Dynastic Order)۔ مختلف علاقوں جیسے متھرا، ٹکسلا، بیگرام اور پشاور (Peshawar)وغیرہ سے ملے سکے یہ بتاتے ہیں کہ

سلطنت کتنے وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ سکّوں کے وزن اور دھات سے ہمیں اس دور کے معاشی حالات اور معیار اور تجارتی لین دین کا علم ہوتا ہے۔ اس طرح کشان عہد کے سکے صرف لین دین کا ذریعہ نہیں تھے، بلکہ وہ اُس دور کی تاریخ، مذہب، معیشت اور فن کا زبردست آئینہ ہیں۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشان عہد کی تاریخ ہمیں بنیادی طور پر چینی ماٰخذ، بدھ متون، سکّوں، کتبوں اور آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام ذرائع مل کر نہ صرف کشان سلطنت کے سیاسی ارتقاء کو واضح کرتے ہیں بلکہ ان کی معاشی خوشحالی، مذہبی رجحانات اور بین الاقوامی روابط کا بھی پتہ دیتے ہیں۔

## 7.3 سیاسی تاریخ (Political History)

'یوچی' خانہ بدوش قبائل تھے جن کا تعلق وسطی ایشیا سے تھا۔ انہیں چین کے سرحدی علاقوں سے بھگا دیا گیا تھا جس کے بعد وہ وادیٔ اوکسس (Oxus Valley) میں آکر بس گئے۔ کشان 'یوچی' قبائل کی ہی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو چینی ترکستان اور صحرائے 'کن لن' کے درمیانی علاقے میں رہتے تھے۔ تقریباً 165 ق م کے آس پاس اس خطے کے دیگر قبائل میں سے ایک 'ہیونگ اُن' (Hiung-un) قبیلے نے انہیں شکست دے کر ان کے علاقے سے بے دخل کر دیا تھا۔ اس شکست کی وجہ سے 'یوچی' قبیلے کو مغرب کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہجرت کے دوران ان کا ایک ذیلی حصہ شمالی تبت کی سرحد کے پاس خیمہ زن ہو گیا۔ اس حصے کو 'چھوٹا یوچی' (Little Yueh Chi) کہہ کر پکارا جانے لگا جب کہ بقیہ قبائل مغرب کی جانب آگے بڑھ گئے۔ مغرب کی جانب اپنی ہجرت کے دوران انہوں نے شکوں کو شکست دے کر ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ 'یوچی' جن پانچ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے ان میں سے ایک 'کشان' تھا۔

انہوں نے سب سے پہلے باختر یا یا شمالی افغانستان پر قبضہ کیا اور شکوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔ رفتہ رفتہ ان کے قدم وادیٔ کابل کی طرف بڑھے اور پھر جب ہندوکش کے پہاڑی سلسلے کو پار کر کے وہ قندھار پر قابض ہو گئے تو ان علاقوں میں یونانیوں اور پارتھیائیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آخر کار ان کی حکومت وادی سندھ کے نشیبی یا نچلے علاقے اور دریائے گنگا کے میدان کے بڑے حصے پر قائم ہو گئی۔ اب ان کی سلطنت دریائے جیحون (Oxus river) سے گنگا تک یعنی وسط ایشیا میں خراسان سے ہندوستان کے صوبے اترپردیش میں وارانسی تک پھیل گئی۔ وسط ایشیا کا ایک بڑا علاقہ، ایران اور افغانستان کے کچھ حصے، پورا پاکستان اور پورا شمالی ہندوستان، یہ سب کشانوں کے دور میں ایک واحد حکومت کے تحت آ گئے تھے۔ اس وسیع حکومت سے مختلف طرح کے لوگوں اور تہذیبوں کو آپس میں میل جول کا موقع ملا۔ اس عمل کے نتیجے میں ایک ایسی نئی تہذیب نے جنم لیا جس کو پانچ جدید ملکوں نے گلے لگایا۔

کشانوں کے بارے میں ہمیں سکوں، کتبوں اور ان کے مجسموں جیسے دیگر ماٰخذ سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ کجل کڈفیسس اول (Kujul Kadphises I) نے ہندوکش کے جنوبی علاقے میں اپنے سکے ڈھالے تھے۔ مانا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پانچ قبائل کو متحد کر کے ہندوستان کی جانب کوچ کیا تھا۔ گونڈوفرنیس کی حکومت کو شکست دے کر اس نے کابل اور کشمیر میں اپنے قدم جما لیے۔ اس نے 'پاکوریس' (Pacores) کے جانشیں راجاؤں سے 'ٹیکسلا' بھی چھین لیا۔ یہ بات ہمیں مارشل کے ذریعے 'سرکاپ' میں دریافت کیے جانے

والے سکوں کے ذخیرے سے معلوم ہوتی ہے جس میں گونڈوفرنیس، پاکوریس اور کجل کڈ فیسس کے سکے شامل ہیں۔ اس نے مختلف قسم کے تانبے اور دوسری قسم کے سکے ڈھالے جن پر رومی طرز پر بادشاہ کی تصویر تھی۔ اس کے ذریعے ڈھالے گئے کچھ سکوں کے سامنے کے رخ پر یونانی عبارت درج ہے جب کہ پشت پر 'خروشی' یا 'خروشٹی' رسم الخط میں تحریر کیا ہوا ہے۔

کجل کڈ فیسس اول کے بعد اس کا بیٹا 'وِما کڈ فیسس' تخت پر بیٹھا۔ ہان خاندان کے چینی واقعات کے مطابق 'وِما کڈ فیسس' نے ہندوستان پر قبضہ کرکے یہاں کے انتظام وانصرام کے لیے ایک جنرل مقرر کیا۔ وی۔ اے۔ اسمتھ کے مطابق، کشان راجا وِما کڈ فیسس نے اپنی حکومت مشرق میں بنارس سے لے کر پارتھیا کی سرحدوں تک وسیع کرلی جس میں افغانستان، ترکستان، بخارا اور روسی ترکمانستان بھی شامل تھے۔ اس کے سر ہندوستان میں سکہ سازی کے ایک نئے دور مثلاً سونے کے باقاعدہ سکے جاری کرنے کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے جاری کیے گئے سونے کے سکے وزن میں رومی سکوں کے برابر تھے جو تھوڑی بہت ترمیم و تبدیلی کے ساتھ گپت دور تک چلن میں رہے۔ کئی مورخین اس دور میں سونے کے سکوں کے عام استعمال کو ہندوستان میں رومی سونے کی آمد سے منسوب کرتے ہیں۔ کڈ فیسس حکمرانوں میں آگے چل کر کشان خاندان کا عظیم راجا کنشک میسر آیا۔ کنشک کی حکومت کی توسیع کے بارے میں ہمیں کتبوں میں درج تحریروں کے ذریعے علم ہوتا ہے۔ اس کی حکومت مدھیہ پردیش میں سانچی سے اترپردیش میں بنارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہم اگلے حصے میں کنشک کے دورِ حکومت کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے۔ کنشک کے بعد آنے والے حکمرانوں میں وشسک، ہووِشک اور واسودیو شامل تھے۔ تیسری صدی عیسوی کے وسط تک افغانستان اور سندھ کے مغربی خطے میں کشانوں کی حکومت کو ایران کے ساسانی حکمرانوں نے زوال پذیر کردیا۔ انجام کار کشانوں کی حکومت ماتحت حکمرانی تک محدود ہوگئی۔ ایران کی ساسانی حکومت کے عروج اور گپت سلطنت کے ارتقا نے شمال مغرب میں کشان حکومت کے تیزی سے خاتمے میں اہم رول ادا کیا۔

### 7.3.1 کنشک اور اس کی خدمات (Kanishka and His)

کنشک کی تخت نشینی 78 عیسوی میں ہوئی جسے شک سموت (Shaka Era) کا آغاز بھی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس پر مورخین میں اختلاف ہے۔ کچھ مورخین 127ء یا دیگر تاریخیں بھی تجویز کرتے ہیں۔ تاہم 78 سب سے زیادہ مقبول تاریخ ہے، اور یہاں اسی کا استعمال کیا گیا ہے۔ کنشک کی حکومت مدھیہ پردیش کے سانچی سے اترپردیش کے وارانسی تک پھیلی ہوئی تھی۔ سنگی کتبوں کے مطالعے سے ہم اس کی حکومت کی سرحدوں کے بارے میں قیاس لگا سکتے ہیں۔ دنڈ نایک لالہ، چھترپ ویسپاسی اور لیاکا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شمال مغربی ہندوستان کے علاقوں کے حکمراں تھے جب کہ مہاشترپ کھارپلان اور شترپ ونسھار مل جل کر مشرقی اترپردیش کے حصوں پر حکومت کرتے تھے۔ البیرونی کے مطابق، کنشک کی حکومت افغانستان اور وسطی ایشیا کے سرحدی علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ دیگر ماخذ جیسے راج ترنگنی اور چند بودھ روایات کے مطابق کشمیر پر بھی کنشک کی حکومت تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ کے مطابق، کنشک کی پہلی راجدھانی موجودہ پشاور کے نزدیک 'پُرُش پُر' تھی۔ متھرا کنشک کی دوسری راجدھانی تھی۔ کنشک نے اپنی حکومت وسطی ایشیا کے علاقوں اور بنگال کی سرحدوں تک وسیع کرلی تھی۔ بیکٹریا میں پائے جانے والے کشان دور کے کتبوں میں سے ایک، روبتک کتبے میں کنشک اول کے دورِ حکومت کے

ابتدائی سالوں کا اندراج ملتا ہے۔ اس کتبے کے اندراج کے مطابق اس کی حکومت شمالی ہندوستان سے خلیجِ بنگال تک تھی۔ اس کتبے کے ذریعے ہمیں شمالی ہند کے شہروں جو کنشک کے حکومت کا حصہ تھے اور کشانوں کے خاندانی شجرے کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس میں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ کنشک اس مندر (باگولاگو) کی تعمیر کے لیے بنائے گئے دفتر (شافرا) کا بھی نگراں کار تھا جس میں دیوی نانا اور دیگر دیوی دیوتاؤں کے مجسمے نصب کیے گئے تھے۔ اس کتبے میں کنشک کی فتوحات اور اس کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے کئی دیوی دیوتاؤں سے دعا مانگنے کا ذکر ملتا ہے۔

کنشک کا مجسمہ، متھرا اسکول، متھرا میوزیم

کنشک نے مغرب میں پارتھی حکومت کے خلاف ایک مہم کی قیادت کی تھی اور چین کے باجگذار کاشغر، یارقند اور ختن کے راجاؤں کو زیر کیا تھا۔ کنشک کو بدھ مذہب سے اس کی مناسبت کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ ہیون سانگ اور البیرونی کے مطابق کنشک نے پشاور میں ایک 'خانقاہ' (خانقاہ) تعمیر کروائی تھی۔ کنشک کے دور میں پشاور بدھ تہذیب کے علمی مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا۔ 1871 عیسوی میں الیکزینڈر کننگھم نے پشاور کے لاہور گیٹ کے باہر 'شاہ جی کی ڈھیری' کی شناخت کنشک کے استوپ کے ممکنہ مقام کے طور پر کی تھی۔ چینی زائرین کے بیان کی توثیق تب ہوئی جب اس مقام پر ڈی۔ بی۔ اسپونُر اور ایچ۔ ھار گریویز کے زیرِ نگرانی کی گئی کھدائی کے دوران ہر زاویے پر نیم دائروی توسیع اور ہر رخ پر 15 میٹر کے پروجیکشن کے ساتھ ایک 54 مربع میٹر کا استوپ دریافت ہوا جس کے اطراف بھی ایک چھوٹا استوپ تھا۔ ڈی۔ بی۔ اسپونر نے 1912 میں ایک پرانے کمرے میں کانسے کے ایک صندوقچے کا ذکر کیا ہے جس پر خروشٹی رسم الخط میں کنشک کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس کے بارے میں مزید کہا جاتا ہے کہ اس نے کشمیر میں چوتھی مجلس کا انعقاد کیا تھا جہاں 'کنڈل ون وِہار' نامی خانقاہ میں بودھ مذہبی علما، پرانے دستاویزات حاصل کرنے، انہیں جمع کرنے اور ان پر حاشیہ نویسی کا کام کرنے کے مقصد کے تحت جمع ہوئے تھے۔ اس مجلس کی صدارت 'واسومتر' نے کی تھی جب کہ 'اشوگھوش' کو نائب صدر مقرر کیا گیا تھا۔ اشوگھوش نے 'بدھ چرت' کے نام سے مہاتما بدھ کے حالات زندگی لکھے تھے۔ اس نے دوسری کتاب 'سوندرانند' بھی لکھی جو سنسکرت شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ کنشک علم و فن کی سرپرستی کرتا تھا لہٰذا اس نے نہ صرف اشوگھوش، پارسوا اور واسومتر جیسے بدھ فلسفیوں کی سرپرستی کی بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی سرپرستی کی جن میں پجاری 'سنگھ رکشک'، مہایان فرقے کے پیروکار 'ناگارجن' کے علاوہ کئی دوسرے بھی شامل تھے۔ بدھ مذہب کے تھیرا واد مکتب کی ایک اہم شاخ 'سروستی واد' تھی جس کی بنیاد 'راہل بھدرا' نے رکھی۔ اس مکتب نے سنسکرت زبان اختیار کی تھی۔ یہ مکتب کشمیر، متھرا اور گندھار میں نہایت مقبول تھا۔ 'سروستی واد' نامی اس شاخ کو کنشک اول کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے دورِ حکومت کو اس وجہ سے بدھ مذہب کی تاریخ میں

ایک سنگِ میل تسلیم کیاجاتاہے کہ اس نے نہ صرف چوتھی بدھ کونسل کاانعقاد کیاتھااوراس مذہب کا سرپرست تھابلکہ اس وجہ سے بھی کہ اس کے دور میں بدھ مذہب کے مہایان فرقے اور بدھ مذہب کے ہندیونانی مکتب کو فروغ حاصل ہوا۔ پشاور کی زیارت کرنے والے تمام زائرین کے اندراجات کے مطابق پشاور میں ایک درخت کے پاس کنشک کاایک عظیم الشان استوپ بنایا گیا تھا۔ جس کی فاہیان نے پانچویں صدی عیسوی میں سیاحت کی تھی۔ اس کے مطابق اس استوپ کی بلندی تقریباً400 فٹ تھی۔ اس استوپ کی مغربی جانب ایک پرانا وہار تھا جسے کنشک نے تعمیر کیا تھا۔ کنشک نے تقریباً23 سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا 'وسِشک' تخت پر بیٹھا۔ وسشک کے بعد 'ہووِشک' حکمراں بنا

## 7.3.2 کنشک کے جانشیں (Successors of Kanishka)

### ہووشک (Huvishka)

کنشکِ اعظم کے بعد، ہووِشک کا دورِ حکومت کشان سلطنت کی تاریخ کاایک روشن اور مستحکم ترین دور ماناجاتاہے۔ اس کے دورِ حکومت کے کتبات ایک تسلسل کے ساتھ کنشک عہد کے 28ویں سال (تقریباً155 عیسوی) سے 60ویں سال (تقریباً187 عیسوی) تک پائے جاتے ہیں، جو اس کی کم از کم 32 سالہ طویل حکمرانی کا ثبوت ہیں۔ ہووِشک نے نہ صرف کنشک کی وسیع سلطنت کو برقرار رکھا بلکہ اسے مزید استحکام بخشا۔ اس کے شاہی القابات اس کی عظمت اور بتدریج بڑھتے ہوئے اختیار کی عکاسی کرتے ہیں۔ مثلاً، چھٹر گاؤں ناگا تصویری کتبے میں اس کا ذکر 'مہاراج راجاتِراج ہووِشکا' کے طور پر ملتا ہے۔ متھرا سے ملنے والی دستاویزات میں اس کے القابات میں ارتقاء نظر آتا ہے؛ 40ویں سال کے کتبے میں اسے 'مہاراج دھیراج' کہا گیا ہے، 45ویں سال میں اسے 'مہاراج دیوپتر' (یعنی دیوتا کا بیٹا) کہا گیا، اور 47ویں سال تک وہ 'مہاراج ادھیراج دیوپتر' کا جامع خطاب استعمال کرنے لگا۔ اس کے عہد کی ایک اہم دریافت ایک حجری ستون پر درج بودھ کتبہ ہے، جس میں 'اُدین' (موجودہ سوات، پاکستان) کے رہنے والے ایک بدھ راہب 'جیوک' کو ایک وہار (خانقاہ) تحفے میں دیے جانے کا ذکر ہے۔ اس کتبے پر ہووِشک کا مکمل شاہی خطاب 'مہاراج راجادھراج دیوپتر ہووِشک' درج ہے، جو بدھ مت کی سرپرستی اور سلطنت کے شمالی علاقوں پر اس کے کنٹرول کو ظاہر کرتا ہے۔

ہووِشک کے دورِ حکومت کی سب سے مشہور دستاویز متھرا سے ملی ہے، جو اس کے عہد کے 28ویں سال میں جاری کی گئی تھی۔ یہ ایک وقف سے متعلق دستاویز ہے، جس کے مطابق بدخشاں (شمالی افغانستان) کے ایک مقامی حکمران (ممکنہ طور پر ہووِشک کے ماتحت) نے 100 برہمنوں کے روزانہ کھانے کے اخراجات اور غریبوں کو ضروری اشیاء فراہم کرنے کے لیے ایک مستقل عطیہ دیا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہووشک کے تعلقات بدخشان جیسے دور دراز علاقوں سے بھی دوستانہ اور مستحکم تھے۔ اس کی سلطنت کی وسعت کا اندازہ اس کے سکوں کی دریافت سے لگایا جا سکتا ہے، جو شمال مغرب میں کپشا (موجودہ بگرام، افغانستان) سے لے کر مشرق میں بہار تک پھیلے ہوئے تھے۔ کشمیر کی مشہور تاریخ 'راج ترنگنی' میں بھی اس کا نام کشمیر پر حکومت کرنے والے ایک مشہور کشان حکمران کے طور پر لیا گیا ہے۔

## واسودیو اول (Vasudeva I)

واسودیو اول، کنشک کے شاہی سلسلے کا آخری عظیم تاجدار تھا۔ اس کے نام سے ہی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک کشان حکمران مکمل طور پر ہندوستانی ثقافت اور مذہبی دھارے میں ضم ہو چکے تھے، کیونکہ 'واسودیو' ہندو دیوتا کرشن کا ایک اہم نام ہے۔ اس نے ایک طویل عرصے تک حکومت کی، اور اس کے کتبات کنشک عہد کے 67 ویں سال (تقریباً 194 عیسوی) سے 98 ویں سال (تقریباً 225 عیسوی) تک ملتے ہیں۔ اس کے جاری کردہ سکے سحری بہلول، سرکپ (ٹیکسلا) اور بگرام کے علاوہ سلطنت کے وسیع علاقے میں دستیاب ہوئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو ورثے میں ایک بہت بڑی اور مستحکم مملکت ملی تھی۔ اس نے مشرق میں وارانسی (بنارس) سے لے کر شمال میں ٹیکسلا، افغانستان اور کشمیر تک پھیلی ہوئی سلطنت پر کامیابی سے حکومت کی۔ واسودیو نے بین الاقوامی سفارت کاری بھی جاری رکھی۔ چینی تاریخی ذرائع کے مطابق، 'پو-تیاؤ' (Po-Tiao) نامی ایک کشان حکمراں جسے مؤرخین واسودیو ہی مانتے ہیں، نے 230 عیسوی میں چینی حکمراں کے دربار میں ایک سفیر روانہ کیا تھا اور اس سے 'یوچی کے بادشاہ' کا خطاب حاصل کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واسودیو کے دور کے آخر تک کشان سلطنت بین الاقوامی سطح پر ایک اہم طاقت تسلیم کی جاتی تھی۔

## واسودیو کے جانشین اور کشانوں کا تیسرا خاندان

## (Successor of Vasudeva and the Third Dynasty of Kushanas)

واسودیو اول کی موت کے بعد کشانوں کی مرکزی حکومت کا شیرازہ بکھرنے لگا، لیکن کشان خاندان کی حکومت مختلف شکلوں میں جاری رہی۔ بگرام اور دیگر مقامات سے دریافت ہونے والے آخری دور کے کشان سکوں، کتبوں اور تاریخی واقعات کی زمانی ترتیب کے مطالعے کی بنیاد پر مؤرخین کشانوں کے ایک 'تیسرے خاندان' کی تاریخ مرتب کرتے ہیں، جو واسودیو کے بعد برسرِ اقتدار آیا۔ اس سلسلے کا پہلا راجا 'وامٹاکش' (Vamtaksha) تھا، جس نے اپنے لیے 'کشان پُتر' (کشان کا بیٹا) کا خطاب اختیار کیا، جو شاید اس خاندان کے بانی سے تعلق جوڑنے کی کوشش تھی۔ اس کے بعد کنشک دوم (Kanishka II) تخت پر بیٹھا، جس کے نام کا ذکر 'دل پتی کی کھڑکی محلے' کے قریبی علاقے میں دریافت ہونے والے کتبے میں ملتا ہے۔

کنشک دوم کے بعد 'واس کشان' یا 'وَسشک دوم' (Vashishka II) راجا بنا۔ اس راجا کے بارے میں سب سے پہلی معلومات اس کی تخت نشینی کے 22 ویں سال کے ایک کتبے سے ملتی ہیں، جو سانچی میں واقع گوتم بدھ کے ایک قدآدم مجسمے کے پائے (base) پر کندہ ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کنشک سوم (Kanishka III) تخت پر بیٹھا۔ اس کا ذکر 'آرا' (اٹک کے قریب، پاکستان) کے کتبے میں ملتا ہے جو اس کے دورِ حکومت کے 41 ویں سال کا ہے۔ اس کا ذکر افغانستان میں سُرخ کوتل کی کشان عبادت گاہ کے کھنڈرات کے کتبوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ کتباتی ثبوتوں کی بنا پر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ اس سلسلے کا آخری اہم راجا تھا۔ بعد کے دور کے ان کشانوں کے زوال کے بعد شمالی ہند میں ایک سیاسی خلا پیدا ہوا، جسے مقامی طاقتوں مثلاً 'یودھیہ'، 'کنند'، 'مالو' اور 'ناگ ماگ' جیسی ریاستوں نے پُر کرنا شروع کر دیا۔

کدار کشان (The Kidar Kushans)

چوتھی صدی عیسوی کے آخر اور پانچویں صدی عیسوی کے آغاز کے درمیان، کشانوں کی وراثت کا دعویٰ کرنے والا ایک نیا گروہ 'کدار کشان' کے نام سے ابھرا۔ انہوں نے گندھار اور کشمیر کے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان کے سکے واضح طور پر آخری دور کے کشانوں کے سکوں کی نقل تھے، جن میں خاص طور پر قربان گاہ کے سامنے کھڑے راجا اور دیوی 'اردوکش'(Ardokhsho) کے نقوش پائے جاتے ہیں، اگرچہ ان کی بناوٹ نسبتاً ادھوری اور کم معیاری تھی۔

---

## 7.4 کشانوں کے دور میں سکہ سازی (Coinage during the Kushana Period)

سکوں کے ذریعے ہمیں کسی شاہی خاندان کے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ آیئے، اس اقتباس میں ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کشانوں کے دور میں سکے ڈھالنے کے لیے کون سے طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ پہلے کشان راجا کُجل کڈفیسس نے زیادہ تر تانبے کے سکے جاری کیے جن میں چاندی کے سکے بہت کم تھے۔ کُجل کے دور کے تانبے کے سکے مختلف قسم کے تھے۔ یونانی دیوتا ہرکیولس اور ہرمائس کے دھڑ کی تصویر، بیل اور باختری اونٹ، تاجدار کا سر اور تخت نشین بادشاہ، دھیان لگاتے گوتم بدھ اور زیوس دیوتا وغیرہ کی تصویریں ان سکوں پر کندہ تھیں۔ اس کے دور کے تانبے کے سکوں کے چہرے پر یونانی عبارت ہوتی تھی جب کہ پشت پر خردشٹی لکھی ہوتی تھی۔ کُجل کڈفیسس کے سکوں پر خروشٹی میں 'کشان یاووگاس' اور یونانی میں 'کھونشانسوزاؤ' جیسی اصطلاحیں درج تھیں جس کے معنی ہوتے ہیں 'یاووگا' اور 'کشان' کے دور سے متعلق۔ اس کے بارے میں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے سکوں پر 'کُجالا کارا کڈفیسس' اور مہاراج راج تراج' جیسا شاہی خطاب بھی درج کروایا تھا۔ اس کے ذریعے جاری کیے گئے سکوں میں سے ایک اہم قسم کے سکے وہ تھے جن پر بیل اور باختری اونٹ کی تصویر تھی اور جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کے باختری حکومت سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ اس نے ہرمائس کے دھڑ والے تانبے کے گول سکے بھی جاری کیے تھے۔ اس کے ایسے سکے جن پر تخت پر بیٹھے راجا اور زیوس کی ایستادہ تصویر بنی تھی، اس کا نام 'کڈاپا' درج تھا۔ ٹکشیلا میں 78 سکے دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے دور کے سکوں میں ہمیں اس کے کُجل، کڈفیسس، کڈافیس، کاؤ، کاسا، کُجل کاراکاپا وغیرہ جیسے مختلف ناموں اور خطابات کا پتا چلتا ہے۔

'وِما کڈفیسس' وہ آخری کشان راجا تھا جس نے دولسانی اور دو رسم الخط والے سکے جاری کیے تھے۔ رومی معیارات کے مطابق سونے کے سکے جاری کرنے والا وہ پہلا راجا تھا۔ وِما کڈفیسس کے سکوں کی ایک اہم خاصیت یہ بھی تھی کہ ان کی پشت پر شیو دیوتا کی تصویر ہوتی تھی۔ اس نے مختلف قسم کے سونے کے سکے جاری کیے تھے جن میں تخت پر بیٹھا راجا اور شیو کی تصویر والے سکے، بادلوں پر سوار راجا، بیل کے ساتھ شیو کی تصویر والے سکے، راجا اور شیو کی نصف تصویر والے کے سکے، ہاتھی سوار اور شیو تصویر والے سکے شامل تھے۔ دوسری طرف اس کے تانبے کے سکے 'مندر میں راجا اور شیو' طرز کے تھے۔ وِما کڈفیسس کے بعد کشانوں نے سونے اور تانبے کے سکے ڈھالنے کی روایت برقرار رکھی۔ سکہ سازی میں سونے کے استعمال نے کشانوں کے وقار اور ساکھ میں اضافہ کر دیا۔ 1878 عیسوی میں تانبے سے بھرے سکوں کا ایک

برتن کھدائی کے دوران دریافت ہوا جس میں 500 سکے تھے جو وِما کڈ فیسس اور کنشک سے منسوب ہیں۔

کنشک اور اس کے بعد والے راجاؤں کے سکے ان کے پیشرو راجاؤں کے سکوں سے مختلف تھے۔ کنشک اور ہووِشک کے سکوں پر ہمیں ہندو، بودھ، یونانی اور ایرانی دیوی دیوتاؤں کے نام کندہ ملتے ہیں۔ کنشک کے سکوں کو بنیادی طور پر دو قسموں میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے؛ سونے کے سکے اور تانبے کے سکے۔ کنشک کے دور کے سونے کے سکے ایک ہی قسم کے ہیں لیکن یہ دو سائز میں ہیں ۔اسٹیٹر اور کوارٹر اسٹیٹر۔ ان میں سے ہر ایک میں سامنے کے رخ پر راجا کے کسی عبادت گاہ سے سامنے کھڑے ہونے والی تصویر ہے اور دوسرے رخ پر کسی دیوی دیوتا کی تصویر ہے۔ زیادہ تر سکوں پر یونانی رسم الخط اور شک زبان میں لکھا ہوا ہے۔ عبادت گاہ (معبد) پر کھڑے ہوئے راجا اور دیوی دیوتا کی تصویر والے طرز کے سکوں میں ہمیں 'کنشک، کشان، راجاؤں کا راجا' لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس کے تانبے کے سکوں پر یونانی سورج دیوتا، ناناوا دیوی، آگ دیوتا وغیرہ کے تصویریں ہیں ۔اس کے سکوں کے ایک مجموعہ پر خود اسے بنفس نفیس عبادت گاہ پر کھڑے ہوئے راجا کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ بودیہہ کے مقام پر کارلائل کے ذریعے وِما کڈ فیسس کے سکوں کے ساتھ ساتھ کنشک کے مربع ٹھپہ دار سکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ پشاور ضلع کی تحصیل سوابی کے امان کوٹ مقام پر 451 سکے دریافت ہوئے ہیں جن میں سے 44 سکوں کا تعلق وِما کدفیسس سے اور 406 سکوں کا تعلق کنشک کے دورِ حکومت سے ہے۔ ان 406 سکوں میں 387 سکے کنشک کے نہایت عام تانبے کے سکے ہیں۔ وشسکا کے سکوں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

کنشک اول کا ایک سونے کا سکہ، برٹش میوزیم

ہووِشک جس کا ذکر 'کلہن' کی 'راج ترنگنی' میں ہوشک کے طور پر ملتا ہے، کنشک کا جانشیں تھا۔اس کے عہد حکومت کی تصدیق اس کے جاری کردہ سونے اور تابنے کے سکوں سے ہوتی ہے۔ کنگھم نے بودھ گیا کے بدھ کی نصف شبیہ والے سکے کو جو بودھ گیا کے مقام پر مہابودھی مندر کے تخت کے نیچے پائے گئے پرانے ذخیرے میں ہووِشک کے دور کے سونے کے سکوں کے ساتھ تھا۔ مازدین اشوشکو اور اووانندا اور بھارتی مہاسینا، اسکندا کمارا وغیرہ جیسے کچھ اضافوں کے ساتھ، ہووِشک کے دور کے سکوں میں مازدین اور ہندوستانی طرز کی آمیزش ملتی ہے۔اس کے دور کے سونے کے زیادہ تر سکوں پر راجا کے دھڑ کی تصویر کندہ ملتی ہے۔نہایت کم تعداد ایسے سکوں کی ہے جن پر راجا کا 'سر' کندہ ہے۔ ہووِشک کے سکوں پر اس کی تخت پر بیٹھے ہوئے یا ہاتھی پر سوار تصویر مشکل ہی سے ملتی ہے۔اس کے سونے کے سکوں پر راجاؤں کے ملبوس دھڑ (شبیہ) اور سر پر جواہرات وزیورات سے مزین تاج رکھے ہوئے سروں کی تصویر ہوتی ہے۔تانبے کے سکوں کے سامنے کے رخ پر اس کی ہاتھی پر سوار یا آرام کرتی ہوئی تصویر کندہ ملتی ہے۔ ہووِشک کے نہایت عام تانبے کے سکوں میں وہ سکے بھی شامل ہیں جن پر اسے ہاتھی پر سوار دکھایا گیا ہے۔ان سکوں کے پچھلے رُخ پر پانتھین،، یونانی، ایرانی اور ہندوستانی (اوما، مہاسینا) دیوی دیوتاؤں کی شکلیں کندہ ملتی ہیں۔ کنگھم کے مطابق، ہووِشک کے تانبے کے سکے مختلف قسم کے ہیں یعنی ان سکوں جیسے جن پر راجا اپنے دائیں ہاتھ میں نیزہ اور بائیں ہاتھ میں ہاتھی کا

انکش لیے ہاتھی پر سوار ہے۔اس کے دوسری قسم کے سکوں میں اسے تخت پر بیٹھا دکھایا گیا ہے۔ہووِشک کے دو چاندی کے سکے برلن اسٹیٹ میوزیم میں محفوظ ہیں۔

کنشک، ہووِشک اور واسودیو کے سکوں میں وزن، بناوٹ، ٹائپ اور یونانی عبارت کے استعمال کے معاملے میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔واسودیو کے سکے پنجاب اور شمالی ہندوستان کے کئی مقامات پر پائے گئے ہیں۔پشاور میں 1200 دینار پر مشتمل ایک خزانہ دریافت ہوا ہے جس میں واسودیو کے دور کے سونے کے سکے بھی شامل ہیں۔اس کے تانبے کے سکوں میں سے ایک پر واسودیو کا نام 'واسو' ترچھی تحریر براہمی رسم الخط میں درج ہے۔اس کے سکوں پر لارڈ شیو کی تین سروں اور چار بانہوں والی شکل بھی ملتی ہے۔ کبھی کبھی ہمیں ان سکوں کے سامنے والے رخ پر ایرانی دیویوں 'نانا' اور 'اردوکشو' کی تصویریں بھی ملتی ہیں۔اس کے تانبے کے سکوں کے دوسرے رخ پر ترشول کے ساتھ اس کی تصویر کندہ ہے۔کشان کے دور کے سونے کے سکے واسودیو اول کی موت کے بعد تک بھی چلن میں رہے۔بعد کے دور کے کشانوں کے سکوں کے ایک رخ پر راجا کو عبادت گاہ پر کھڑا دکھایا گیا ہے جب کہ دوسرے رخ پر ہمیں 'اوئیشو' (شیو) اور 'اردوکشو' (لکشمی) کی تصویریں ملتی ہیں۔واسودیو دوم کے سکوں میں معیار قائم نہیں رہ پائے۔اس کے 'شیو اور بیل' ٹائپ کے سکے بیکٹریا اور افغانستان میں پائے گئے ہیں۔اس نے اپنے گورنروں کو بھی اجازت دی تھی کہ وہ اپنے سکوں پر اپنے نام کے ابتدائی حروف کندہ کروائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دور میں گورنر زیادہ بااختیار ہو رہے تھے۔بیکٹریا کے گورنروں نے کشان۔ساسانی سکے جاری کیے جس سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ واسودیو دوم کو ساسانیوں نے تخت سے بے دخل کر دیا تھا۔

## 7.5 مذہبی زندگی (Religious Life)

کشانوں کے دور میں مذہبی پہلوؤں کو ہم ان راجاؤں کے اختیار کردہ خطابات اور ان کے سکوں پر کندہ دیوی دیوتاؤں کی تصویروں کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں۔ سکوں اور سنگتراشی کی مدد سے ہم بہ آسانی جان سکتے ہیں کہ کشانوں کے دور میں تین مذاہب نہایت اہم تھے جن کی پیروی کی جاتی تھی۔یہ تین مذاہب تھے

1۔ برہمنی مذہب 2۔ بدھ مذہب 3۔ جین مذہب

**برہمنی مذہب**:۔اس زمانے کے تخلیق کردہ ادب اور سکوں میں برہمنی دیوی دیوتاؤں کی عبادت کو دکھایا گیا ہے۔شیو یا اس کی علامتوں میں سے ایک وِما کڈفیسس کے سکوں پر کندہ ہوتی تھی۔کڈفیسس کے اختیار کردہ القاب میں 'شیو' یا 'ماہیشور' شامل تھے۔کنشک اور ہووِشک کے سکوں پر شیو کی ایسی تصویریں ہمیں ملتی ہیں جن میں وہ دو ہاتھوں اور چار ہاتھوں والے دیوتا کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ تین سر والے شیو کے گرد ایک ہالہ، جس میں وہ صرف زیر جامہ پہنے ہوئے ہے، اور 'اردھونردرا' ہووِشک کے دور کے سکوں پر کندہ ملتے ہیں۔ہووِشک کے دور کے سکے جن میں شیو کے ساتھ 'اوما' کی تصویر بھی ہے، یہ دکھاتے ہیں کہ اس زمانے میں 'اوما' کی رسم منائی جاتی تھی۔واسودیو کے سکوں پر شیو اور نانا (دیوی) کی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔واسودیو کے سکوں پر شیو کو پانچ سر والا بتایا گیا ہے۔راجاؤں کے نام کے علاوہ ان سکوں پر ہمیں رودرا، شیو، پشوپتی جیسے نام بھی کندہ ملتے ہیں۔ برہمنی مذہب میں شیومت سب سے زیادہ مقبول مسلک تھا۔

ایک اہم ویدک دیوتا، وشنو بھی ان دیوتاؤں میں شامل تھا جس کی پوجا کشان راجاؤں کے دور میں کی جاتی تھی۔آخری کشان راجا کے ذریعے اپنے لیے اختیار کیے گئے آخری نام 'واسودیو' سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ برہمنوں میں سب سے اعلیٰ مقام رکھنے والے دیوتاؤں میں سے ایک وشنو یا واسودیو کا عقیدت مند تھا۔ایک مہر جسے کنگھم ہووِشک کے دور سے منسوب کرتا ہے، وشنو دیوتا کو شنکھ، چکر، گدا اور کمل کے بجائے ایک انگوٹھی جیسی چیز کے ساتھ دکھاتی ہے۔ ہووِشک کے دور کے دوسرے سکوں میں چار بانہوں والے وشنو کی تصویر ملتی ہے جن کے دوسرے رُخ پر اس کا نام 'اوشنا' کے طور پر ملتا ہے۔چار دیوتاؤں کے گروپ بشمول 'اردھ ناریشور شیو، وشنو، گج لکشمی اور کبیر، ایک تختی پر کندہ تھے۔ وَشسکا کے دورِ حکومت کے متھرا ریکارڈ کے مطابق اس نے 'یوپا' ستون تعمیر کروایا تھا۔ یہ ستون رودریلا کے بیٹے درونالا کے ذریعے منعقدہ یگیہ کی بارہ دن تک چلنے والی رسم کی ادائیگی کے دوران تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ستون اب متھرا میوزیم میں محفوظ ہے۔ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشانوں کے دور میں لوگوں کی اکثریت برہمنی مذہب پر عمل پیرا تھی۔

**بدھ مذہب:**۔دیگر مذہبی عقائد میں بدھ مذہب کو بھی کشانوں کے دور میں شاہی سرپرستی حاصل تھی۔اس دور میں کنشک کے دورِ حکومت میں منعقد ہونے والی چوتھی بدھ مجلس کا انعقاد بدھ مذہب کی تاریخ میں ایک سنگِ میل تھا۔ 'ساہیت ماہیت' کے مقام پر تعمیر کیا گیا استوپ کشان دور سے منسوب کیا جاتا ہے۔ابتدائی صدیوں کے چینی زائرین کے مطابق، کنشک نے اپنی حکومت کی راجدھانی 'پُرش پور' یعنی موجودہ پشاور کے نزدیک ایک استوپ تعمیر کروایا تھا۔ 'شاہ جی کی ڈھیری' پر دریافت صندوقچے کے کتبے کی تحریر سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ کنشک نے بدھ مذہب کے مہایان مکتب فکر کی سرپرستی کی۔ 'تھیرا واد' بدھ مذہب کا ایک فکری مکتب تھا جسے کنشک کے دور میں فروغ حاصل ہوا جب کہ کشان حکومت کے بعد کے دور میں تھیرا واد کی ہی ایک شاخ 'سروستی واد' کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ یہ بات برہمنی ماخذ سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وردھک کتبہ جس کا تعلق ہووِشک کی تخت نشینی کے 51 ویں سال سے ہے، وگرماریگا کے شاکیہ مُنی کی باقیات کے قیام کا ذکر کرتا ہے جس کا انتظام وانصرام 'مہایان' راہبوں کے ہاتھوں میں تھا۔

کشان سلطنت وسطی ایشیا سے لے کر مشرقی ہند تک پھیلی ہوئی تھی اور اسی وسیع خطے میں بُدھ مت کے اشاعت وارتقاء کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ دوسری صدی قبل مسیح سے دوسری صدی عیسوی تک کے عرصے میں جو مذہبی آثار ہمیں ملتے ہیں ان میں سب سے زیادہ تعداد بُدھ مت سے وابستہ ہے۔اِسی زمانے میں کثیر تعداد میں چَیتیہ اور وِہار تعمیر کرائے گئے۔کشانوں کا میلان ابتدائی حکمران کُجُول قَدفیسَس کے عہد ہی سے بُدھ مت کی طرف ہو گیا تھا، لیکن بُدھ مت کے حقیقی عروج کا سہرا عظیم حکمران کنیشک کے سر ہے۔ کنشک کی تاریخی عظمت اس کی فتوحات سے زیادہ بُدھ مت کو سرکاری سرپرستی دینے میں ہے۔ بعض روایات کے مطابق وہ ابتدا میں نہایت سخت گیر اور جابر حکمران تھا، مگر بُدھ مت کے اثر سے اس کے مزاج میں نرمی اور عدل پیدا ہوا۔ اگرچہ یہ روایات کسی حد تک مبالغہ آمیز اور فرقہ وارانہ جوش سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں، تاہم سِکّوں اور کتبوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کنشک نے بُدھ مت کو باقاعدہ قبول کیا اور اس کی حمایت میں بڑے اقدامات کیے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کو بدھ مذہب کی تعلیم سُدَرشن نامی بھکشُو نے دی تھی۔ کنشک نے بُدھ مت کی مہایان شاخ کو خصوصی سرپرستی دی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ وسطی ایشیا اور چین میں بھی اس کے فروغ کی راہیں کھول دیں۔ اگرچہ بُدھ مت کا پھیلاؤ اشوک کے عہد

میں ہی شمال مغربی سرحدوں سے وسطی ایشیا تک ہو چکا تھا، لیکن کنیشک نے اس تحریک کو مزید وسعت بخشی۔اس کے دور میں بُدھ بھکشو کشمیر، خُتن، کاشغر، سمرقند اور تَرِیم وادی تک پہنچے اور وہاں بے شمار وِہار اور استوپ قائم کیے گئے۔ تاجکستان اور دیگر وسطی ایشیائی علاقوں میں ملنے والے بُدھ مت کے آثار اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ پہلی صدی عیسوی تک بُدھ مت اِن خطوں میں مضبوطی سے جَڑ پکڑ چکا تھا۔ چین میں بُدھ مت کا باضابطہ داخلہ 65ء میں ہوا جب ہان فرمانروا مِنگ تی نے ہندوستانی بھکشُوؤں کو مدعو کیا۔ وہ اپنے ساتھ بُدھ مت کے متون اور مجسّمے لے کر چین پہنچے، جہاں ان کے قیام کے لیے مشہور ''سفید گھوڑا خانقاہ'' تعمیر کی گئی۔اس طرح بُدھ مت نے چین میں جڑ پکڑی اور رفتہ رفتہ ایک بڑی مذہبی و فکری تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ کنشک نے کشمیر میں ''کنڈل وَن'' نامی مقام پر بُدھ مت کی چوتھی مجلس بھی منعقد کروائی، جس کی صدارت واسومتر نے اور نیابت مشہور ادیب و شاعر اشوگھوش نے کی۔اس مجلس میں سینکڑوں بھکشُو شریک ہوئے، بُدھ مت کے مختلف گرنتھ مرتب کیے گئے اور نئے شاستروں کی تدوین عمل میں آئی۔ کنشک کے عہد میں بُدھ مت میں ایک اہم تقسیم سامنے آئی: ہین یان اور مہایان۔ خود کنشک نے مہایان کو اپنا سرکاری مذہب قرار دیا اور اسے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی فروغ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کشان عہد بُدھ مت کی تاریخ میں سنہری دور کی حیثیت رکھتا ہے۔

**جین مذہب**:۔بدھ مذہب کے مختلف فکری مکتبوں کے علاوہ جین مذہب کو بھی کشانوں کی شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ 24ویں تیرتھنکر، مہاویر کی اولین تصویر کا تعلق بھی کشان دور سے ہے۔ کشانوں کے دور میں جین راہبوں کے علاوہ کمار مترا، واسولا، سنگمِکا، جیناداسی، بال ورما، دیوااور سادیتا کا ذکر جین راہباؤں کے طور پر ملتا ہے۔ہم بہ آسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ کشان راجاؤں کو تمام مذاہب کی یک جہتی کا شعور حاصل تھا۔

## 7.6 فن اور فن تعمیر (Art & Architecture)

فن تعمیر اور فن کے مختلف شعبوں میں کشان راجاؤں کی خدمات قابلِ قدر ہے۔ کشان حکومت کے مشرقی اور مغربی حصوں میں فن کے دو مکتب فروغ پانے لگے۔ فاہیان نے پرش پور (موجودہ پشاور) کے مقام پر ایک مینار کا ذکر کیا ہے جو 13 منزل بلند تھا اور چھتری سے لگے ہوئے ایک آہنی ستون سے گھرا ہوا تھا۔اس کی تعمیر کنشک اول سے منسوب کی جاتی ہے۔ کنشک حکومت کے شمال مغربی علاقے میں فن کے 'گندھارا اسکول' کو فروغ حاصل ہوا۔ جب کہ کشان حکومت کے مشرقی حصے میں فن کے 'متھرا اسکول' کو فروغ ملا۔ دونوں نے مل کر فن کی مختلف شکلوں کے امتزاج سے ایک نئی روایت کو جنم دیا۔ کشانوں کے دورِ حکومت کا ایک اہم پہلو راجاؤں، ان کے وارثین اور دیوی دیوتاؤں کے مجسموں کو تراشنے کے لیے درباری فن کاروں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی تھا۔ گندھارا اسکول کو گوتم بدھ کے مجسمے تیار کرنے والے اولین مکتب کی حیثیت حاصل ہے۔ گندھار میں گوتم بدھ کا اولین مجسمہ وہ ہے جسے 'اسپونر' نے شاہ جی کی ڈھیری کے مقام پر کنشک کے صندوقچے کے اوپر دریافت کیا تھا۔ گندھارا اسکول کے فن کاروں نے 'بدھی ستو' ٹائپ کے مجسمے تراشے تھے جن میں گوتم بدھ کو شاہی لبادے میں ملبوس اور عالی شان دستار اور زیورات کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ مختلف ترتیبوں، پھولوں کے ڈزائن اور جانوروں کی تصویروں کی سجاوٹ گندھار فن تعمیر کی خصوصیات ہیں۔ کنشک نے پشاور کے نزدیک ایک مشہور استوپ تعمیر کروایا تھا جس کا تعلق گندھار فن تعمیر سے تھا۔ ہیون سانگ نے اس

کاذکر اس دور کی نہایت کامیاب اور عظیم ترین عمارت کے طور پر کیا ہے۔

کشانوں کے دور میں متھرا فن کی تیاری کے مرکز کے طور پر مستحکم ہو گیا تھا۔ کشان دورِ حکومت کو متھرا فن سنگتراشی کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ کشان دورِ حکومت سے تعلق رکھنے والے کارتکیہ، وشنو، سرسوتی، کبیرؔ جیسے چند برہمنی مجسموں کے علاوہ ناگا جیسے دیوتاؤں کے مجسمے متھرا میں پائے گئے ہیں ۔کشان دورِ حکومت میں سوریہ دیوتا کو دو گھوڑوں کے ذریعے کھینچے جانے والے رتھ پر سوار دکھایا گیا ہے۔ متھرا کے 'ماٹ' گاؤں میں کشان راجاؤں کنشک، وِما اور چاستانا کے مجسمے پائے گئے ہیں ۔اس دور میں پہلی مرتبہ بدھ کی تصویریں انسانی شکل میں دکھائی گئی ہیں۔اس مکتب کے ذریعے تیارکردہ گوتم بدھ کے اولین مجسمے ماہولی کے بودھی ستو اور کنشک دور کے سارناتھ بودھی ستو کے مجسموں کی طرح سائز کے اعتبار سے دیوہیکل اور ایستادگی کی حالت میں ہیں ۔ کشانون کے دور میں متھرا فن بھاروت اور سانچی کی پرانی شکلوں کا ہی سلسلہ تھا۔کشان حکومت کے زیرِ سرپرستی پورٹریٹ فن کا بہترین نمونہ کنشک کا مجسمہ ہے جو متھرا کے نزدیک 'ماٹ' گاؤں کے 'ٹوکری ٹیلا' کے مقام پر دریافت ہوا ہے۔اس مجسمے میں کنشک کو ایک بلم mace پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے اور بائیں ہاتھ سے تلوار کا دستہ تھامے کھڑا ہوا دکھایا گیا ہے۔ کشان راجاؤں کا ایک اور مجسمے میں اسے تخت پر بیٹھا دکھایا گیا ہے جس کے سامنے ایک شیر بیٹھا ہوا ہے جب کہ راجا کا دایاں ہاتھ ایک تلوار کے دستے کو تھامے ہوئے اوپر کی سمت اٹھا ہوا ہے۔ لکھنو کا ایک قدآدم بودھی ستو مجسمہ ہووِشک کی تخت نشینی کے 35ویں سال سے منسوب کیا جاتا ہے۔ متھرا فن میں شیو دیوتا کو پاروتی کے ساتھ انسانی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کشان دور اور کنکالی ٹیلا سے ہے۔ کشان دور کے سنگتراشوں نے وشنو کا اپنی ساتھی کے ساتھ، ناگا اور ناگی کے دیوہیکل مجسمے بھی بنائے ہیں۔ متھرا اسکول نے نئے فن مجسمہ سازی کو بھی فروغ دیا جس میں گوتم بدھ، بودھی ستو اور جین تیرتھنکروں کی تصویریں نہایت اہم ہیں۔

گوتم بدھ حالت قیام میں، گندھارا اسکول، کشان عہد، ٹوکیو نیشنل میوزیم (ویکیپیڈیا)

## کنشک کا دور اور ادبی و فکری ترقی

کنشک کا عہد صرف سیاسی اور مذہبی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ ادب کی ترقی کے لحاظ سے بھی نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔ وہ علم و فن کا بے حد قدردان اور سرپرست تھا۔اس کے دربار میں اعلیٰ درجے کے عالم، شاعر اور فلسفی موجود رہتے تھے جنہوں نے اپنے علمی کارناموں سے تاریخ میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ان علماء اور ادباء میں سب سے نمایاں نام اشوگھوش (Ashvaghosha) کا ہے جو کنشک کے دربار کے راجکوی (Court Poet) تھے۔ان کی تصنیفات میں تین اہم کتابیں شمار کی جاتی ہیں: بُدّھ چرِت (*Buddhacharita*)، سَوندر نند

(*Saundarananda*)اور شاری پُتر پر کرن(*Shariputra Prakarana*)۔ پہلی دو تصانیف مہاکاویہ یا رزمیہ نظمیں ہیں جب کہ تیسری ایک ناٹک(Drama)ہے۔

بُدّھ چرِت میں گوتم بدھ کی زندگی کا نہایت سادہ اور دلکش بیان ملتا ہے۔ سَوندر نند میں بدھ کے سوتیلے بھائی نند(Nanda)کے سنیاس اختیار کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مکمل صورت میں دستیاب ہے اور اس کے 18 سرگ (ابواب) ہیں۔ تیسری تصنیف شارِپُتر پر کرن، نو قوانین (Nine Acts)پر مشتمل ایک ڈرامائی تصنیف ہے جس میں بدھ کے شاگرد شاری پتر کے بُدّھ مت میں داخل ہونے کا ڈرامائی بیان ملتا ہے۔ اشوگھوش صرف شاعر اور ڈرامہ نگار ہی نہیں بلکہ ایک عظیم موسیقار، کہانی نویس، اخلاق فلسفی اور دانشور بھی تھے۔ ان کی شخصیت ہمہ جہت تھی اور اسی وجہ سے مغربی علمانے ان کا موازنہ ملٹن(Milton)، گوئٹے(Goethe)، کانٹ(Kant) اور والٹئیر (Voltaire) جیسے عظیم مفکرین اور ادباء سے کیا ہے۔ اشوگھوش کے علاوہ ناگار جُن (Nagarjuna) بھی کنشک کی درباری محفل میں شامل تھے جو مَادھیمک فلسفہ (Madhyamika Philosophy) کے بانی اور مشہور عالم تھے۔ ان کی تصنیف پرَجنا پارِمِتا سُوتر (Prajnaparamita Sutra) ہے جس میں شونیہ واد (Doctrine of Emptiness/Relativity) کو بیان کیا گیا ہے۔

کنشک کے دربار میں دیگر اہلِ علم میں پارشو(Parshva)، وسُمتر (Vasumitra)، ماتری چیٹ(Matrichheta)اور سنگھ رکش(Sangharaksha) کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں۔ سنگھ رکش کنشک کے پُروہت تھے۔ وسُمتر نے کنشک کے عہد میں منعقد ہونے والی چوتھی بُدّھ سنگیتی کی صدارت کی تھی اور تری پٹک (Tripitaka) کی تشریح وتدوین میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی کو مشہور تصنیف ویبھاشا شاستر (*Vibhasha Shastra*) کی تالیف کا سہرا بھی دیا جاتا ہے۔ کنشک کے دربار سے وابستہ ایک اور عظیم عالم چرک (Charaka) تھے جو یونانی علومِ طب کے ہم پلہ ایک مشہور وید یہ (Physician) اور کنشک کے راج وید یہ (شاہی طبیب) تھے۔ انہوں نے مشہور کتاب چرک سنہتا(*Charaka Samhita*) تصنیف کی جو قدیم ہندوستان میں طب(Medicine) پر لکھی گئی سب سے اہم اور جامع کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ بعد میں عربی اور فارسی میں بھی کیا گیا اور یہ مدتوں مشرق و مغرب کی طبّی تعلیم کا بنیادی ماخذ رہی۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ کنشک کا عہد علمی و ادبی لحاظ سے ایک زریں دور تھا جس نے نہ صرف بدھ مت کے فلسفے کو ایک نئی جہت دی بلکہ سنسکرت ادب، فلسفہ اور طب جیسے علوم کو بھی نئی بلندیوں تک پہنچایا۔

## 7.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

کشان عہد ہندستانی تاریخ میں ایک ایسا دور ہے جو سیاسی، معاشی، ادبی، فکری اور مذہبی اعتبار سے نہایت اہم اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماخذوں کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ کشان حکمرانوں نے نہ صرف ایک وسیع و عریض سلطنت کی بنیاد ڈالی بلکہ اسے مضبوط سیاسی ڈھانچے کے ذریعے ایک استحکام بھی بخشا۔ کنشک جیسے فرمانروا نے اپنی وسعتِ نظر اور حکمتِ عملی کے ذریعہ سلطنت کو وسط ایشیا،

افغانستان، گندھارا اور شمالی ہندوستان تک پھیلایا۔ اس طرح کشان عہد نے ایک طرف وسط ایشیائی اثرات کو ہندوستانی تہذیب سے جوڑا تو دوسری طرف ہندوستانی ثقافت کو بین الاقوامی جہت عطا کی۔ سکوں (Coins) کی کثرت اور ان پر کندہ تحریروں اور تصویروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشان عہد ایک خوشحال اور منظم معیشت کا دور تھا۔ ان سکوں پر مختلف دیوی دیوتاؤں اور بدھ مت کے اثرات اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ کشان حکمراں مذہبی رواداری اور کثرت پسندی کے حامی تھے۔ یہی رجحان فنِ تعمیر اور مجسمہ سازی میں بھی جھلکتا ہے۔ گندھارا اور متھرا کی عظیم الشان بدھ مورتیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ کشانوں نے فن کو نہ صرف سرپرستی دی بلکہ اسے عالمی شہرت بھی عطا کی۔ ادب و فکر کے میدان میں کنشک کے دربار کو اشوگھوش، ناگارجُن، وسمتر اور چرک جیسے عظیم علما و دانشوروں نے ایک علمی مرکز بنا دیا۔ سنسکرت ادب، بُدّھ فلسفہ، شونیہ واد اور طب جیسے علوم کو کشان عہد میں ایک نئی جہت ملی۔ اشوگھوش کی تخلیقات اور چرک سنہتا نے صدیوں تک مشرق و مغرب کو متاثر کیا۔ کشان عہد کی سب سے نمایاں خصوصیت بدھ مت کی سرپرستی اور اس کی وسیع پیمانے پر تبلیغ تھی۔ کنشک نے بدھ مت کو صرف ہندوستان تک محدود نہیں رکھا بلکہ وسط ایشیا، چین اور دیگر خطوں تک پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ چوتھی بدھ سنگیتی اور ترپٹک کی تدوین نے بُدّھ مذہب کو ایک منظم شکل دی اور اسے عالمی دھرم کی حیثیت بخشی۔ مجموعی طور پر کشان دور کو ہندوستانی تاریخ میں ایک ایسا عہد کہا جا سکتا ہے جس نے نہ صرف سلطنت و سیاست کو وسعت دی بلکہ معیشت، فنون، ادب، فلسفہ اور مذہب کے میدانوں میں بھی ایسی انمٹ چھاپ چھوڑی جو بعد کے ادوار میں مسلسل اثر انداز ہوتی رہی۔ کشان عہد کی یہی ہمہ گیر خصوصیات اسے ہندوستان کی قدیم تاریخ کا ایک سنہری باب بناتی ہیں۔

## 7.8 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| **یوچی قبائل** | : | وسطی ایشیا اور چینی ترکستان سے آنے والا خانہ بدوش قبائلی گروہ |
| **صحرائے کن لن** | : | چینی ترکستان اور تبت کے درمیان پڑنے والا چٹیل میدان |
| **شک سموت** | : | کشان بادشاہ کنشک کے ذریعے 78ء میں جاری کی گئی ایک تقویم |
| **متھرا اسکول** | : | متھرا سے ابھر کر شمالی ہند میں پھیلنے والا فن کا ایک ملکی طرز |
| **گندھارا اسکول** | : | ٹکسلا میں نشوونما پانے والا یونانی اور ہندوستانی امتزاج سے تعمیر فن کا ایک مخلوط طرز |

## 7.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 7.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. کشانوں کا تعلق وسطی ایشیا کے کن خانہ بدوش قبائل سے تھا؟

(الف) ہن (Huns) (ب) یوچی (Yueh-Chi)

(ج) شک (Sakas) (د) پارتھیائی (Parthians)

2. کشان خاندان کا سب سے عظیم اور مشہور حکمران کون تھا؟

(الف) کجل کڈ فیسس (ب) وِما کڈ فیسس (ج) کنشک (د) ہووِشک

3. کنشک کی تخت نشینی (78 عیسوی) کے موقع پر شروع ہونے والے کیلنڈر کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) وکرم سموت (ب) گپت سموت (ج) شک سموت (د) کشان سموت

4. کنشک نے بدھ مت کی چوتھی مجلس (کونسل) کہاں منعقد کروائی؟

(الف) پاٹلی پتر (ب) متھرا (ج) پُرُش پور (د) کشمیر (کنڈل وَن)

5. کنشک کے دربار میں موجود مشہور طبیب (راج ویدیہ) کون تھے، جنھوں نے 'چرک سنہتا' لکھی؟

(الف) اشوگھوش (ب) ناگارجن (ج) چرک (د) واسومتر

## 7.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. کشانوں کے ابتدائی حالات بیان کیجیے۔
2. کشان سلطنت کے بارے میں جانکاری کے ماخذ پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
3. ہوشک کے بارے میں مختصراً بیان کیجیے۔

## 7.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. کنشک کی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون قلم بند کیجیے۔
2. کشانوں کی زیرِ سرپرستی فن اور فن تعمیر پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

# اکائی 8۔ ستواہن خاندان

(Satvahanas)

اکائی کے اجزا


8.0 تمہید
8.1 مقاصد
8.2 ماخذ
8.3 سیاسی تاریخ
8.3 سماج
8.4 انتظامی ڈھانچا
8.5 معاشی صورت حال
8.6 ستواہن دور کے سکے
8.7 مذہبی حالات
8.7.1 بدھ مذہب کا فروغ
8.8 ستواہن حکمرانوں کے وارثین
8.9 اکتسابی نتائج
8.10 فرہنگ
8.11 نمونہ امتحانی سوالات
8.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
8.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
8.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 8.0 تمہید (Introduction)

شمالی ہندوستان میں موریہ خاندان نے ہندوستان میں پہلی عظیم حکومت کی بنیاد رکھی۔ اشوک کی وفات کے بعد جلد ہی موریہ حکومت انتشار کا شکار ہو گئی۔ موریہ حکومت کے شمال مغربی علاقوں پر یونانیوں، ساکاؤں، پارتھیوں اور کشانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگدھ اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر سنگ خاندان کا قبضہ ہو گیا۔ دکن اور مرکزی ہندوستان کے علاقے بھی موریہ حکومت میں شامل تھے۔ ہندوستان کے دکنی علاقوں میں موریاؤں کے بعد ستواہنوں کا اقتدار قائم ہوا۔ انہیں آندھرا بھی کہا جاتا ہے۔ ستواہنوں کو دریائے نربدا کے جنوب میں سب سے قدیم اور بڑی ریاست تصور کی جاتا ہے جو تقریباً ۲۸ ق م سے ۲۱۹ عیسوی تک قائم رہی۔ اس ریاست نے ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں علم وادب، تہذیب و ثقافت کی عمدہ اور شاندار روایت چھوڑی ہے۔ اپنی وسعت اور حجم کے اعتبار سے ستواہنوں کی حکومت اگرچہ چھوٹی تھی لیکن انتظامی معاملات میں بہت زیادہ منظم اور مستحکم تھی۔ اسی وجہ سے یہ ریاست شمال سے آنے والی کسی بھی غیر ملکی حملے اور پیش قدمی کو روکنے میں زیادہ قابلیت رکھتی تھی۔ ستواہنوں کے بارے میں ہماری معلومات محدود ذرائع پر مبنی ہے۔ ادبی ماخذ، کتبے اور سکے ستواہنوں کے بارے میں واقفیت کے اہم وسائل ہیں۔ اس کے باوجود اس خاندان کے بارے میں ہماری معلومات کے ذرائع بہت محدود ہیں۔ ادبی شہادتوں کا ریکارڈ بھی کم ہے۔

## 8.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- ستواہنوں کے بارے میں معلومات کے اہم ذرائع کو جان سکیں گے۔
- ستواہنوں کے آغاز وارتقا سے واقف ہو سکیں گے۔
- ستواہنوں کے انتظامی نظام کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ستواہن عہد کی سماجی و معاشرتی زندگی کی خصوصیات کو بیان کر سکیں گے۔
- ستواہن عہد کے مذہبی حالات پر گفتگو کر سکیں گے۔
- ستواہنوں کی تجارت و معیشت پر اظہارِ خیال کر سکیں گے
- مختلف علوم وفنون، آرٹ اور کلچر کے فروغ میں ستواہنوں کی خدمات کا جائزہ لے سکیں گے۔

## 8.2 ماخذ (Sources)

آندھرا۔ستواہن عہد کے مطالعے کے لیے ہمیں مختلف طرح کے ماخذ دستیاب ہیں جو اس خاندان کی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی زندگی کو سمجھنے میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ سب سے پہلی روشنی ہمیں پورانوں سے ملتی ہے۔ متسیہ پران اور وایو پران میں اس خاندان کا ذکر "آندھر بھرتیہ" اور "آندھر جاتیہ" کے ناموں سے کیا گیا ہے۔ ان میں تیس حکمرانوں کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے تقریباً چار صدیوں تک

حکومت کی۔ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ پران مرتب ہوئے تب ستواہنوں کی حکومت بنیادی طور پر آندھرا پردیش تک محدود تھی۔ یہی پران ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس خاندان کا بانی سندھو کا یا شمک تھا جس نے کنو خاندان کے سشَر مَن کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی اور شُنگ خاندان کی بچی کھچی طاقت کو ختم کر دیا۔ادبی حوالوں کے ساتھ ساتھ آثارِ قدیمہ بھی ساتواہنوں کی تاریخ کو جاننے کا اہم ذریعہ ہیں۔ ناسک، کارلے اور ناناگھاٹ سے ملے ہوئے کتبات اس زمانے کے حکمرانوں کی فتوحات اور شخصیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ناگانیکا کا ناناگھاٹ کتبہ شاتکرنی اوّل کی عظمت بیان کرتا ہے جبکہ گوتمی پُتر شاتکرنی کے ناسک کتبے اس کی طاقت اور ودیک دھرم کے محافظ کی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ گوتمی بالا شری کا کتبہ اس کے بیٹے کی فتوحات کی گواہی دیتا ہے اور یجّنیہ شری شاتکرنی کے کتبے اس خاندان کے زوال کے باوجود سمندری طاقت کے جاری رہنے کی جھلک دکھاتے ہیں۔

ستواہن حکمرانوں نے بڑی تعداد میں سکے بھی جاری کیے جو اس عہد کی معیشت، تجارت اور مذہبی رجحانات کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ان سکوں پر ہاتھی، بیل، شیر، گھوڑا، پہاڑ، کنول، چکر، سواستک اور اُجّیینی نشان جیسے نقوش کندہ ہوتے تھے۔ بعض سکوں پر جہاز کی تصویر ملتی ہے جو سمندری تجارت کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ناسک کے مقام سے نَہپان کے بے شمار سکے ملے ہیں جنہیں بعد میں گوتمی پُتر شاتکرنی نے دوبارہ ڈھلوایا، یہ اس کی فتح کا ٹھوس ثبوت ہے۔ زیادہ تر سکے سیسہ، تانبے یا پوٹن دھات میں ڈھلے ہوئے ملتے ہیں۔اسی زمانے کی چَیتیہ اور وِہار تعمیرات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ناسک، کارلے اور بھاجا کی غاریں نہ صرف مذہبی زندگی کی جھلک دکھاتی ہیں بلکہ ساتواہن عہد کی فنِ تعمیر اور فنونِ لطیفہ کی ترقی کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔

ستواہن عہد کو جاننے کا ایک اور معتبر ذریعہ یونانی اور رومی مصنفین کے بیانات ہیں۔ پلنی اور ٹالمی نے اگرچہ اپنی معلومات دوسرے ذرائع سے لی تھیں لیکن پیری پلس آف دی ایریتھرین سی کا مصنف مغربی ہندوستان کے بندرگاہوں کا عینی شاہد تھا۔اس نے مغربی ساحل کی بندرگاہوں، خصوصاً بھڑوچ یعنی بریگازا کی تجارتی سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ان بیانات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ستواہن دور میں بحیرۂ روم، بحیرہ احمر اور خلیج فارس کے راستے بڑی سطح پر سمندری تجارت ہوتی تھی اور ہندوستان مغربی دنیا کے ساتھ تجارتی رشتوں میں بندھا ہوا تھا۔اس طرح آندھرا۔ستواہن عہد کی تاریخ مختلف ذرائع سے جڑی ہوئی ہے۔ پوران ہمیں اس کے ابتدائی حکمرانوں اور نسب کی جھلک دکھاتے ہیں، کتبے اور سکے ہمیں حکمرانوں کے کارناموں، معیشت اور مذہبی رجحانات کے بارے میں بتاتے ہیں، غیر ملکی مصنفین کے بیانات سے تجارتی رشتوں اور سمندری طاقت کا اندازہ ہوتا ہے اور آثار و عمارات سے اس زمانے کی فنکارانہ اور مذہبی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سب مل کر ستواہن عہد کی ایک جامع اور مستند تاریخی تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

## 8.3 سیاسی تاریخ (Political History)

موریا دور کے بعد دکن میں برسرِ اقتدار آنے والی طاقتور ترین حکومت ستواہن حکومت تھی۔ پُرانوں کے مطابق، ستواہن راجاؤں نے آندھرا کے علاقے پر مسلسل 460 برسوں تک حکومت کی۔انہیں 'آندھرا جاتیہ' اور 'آندھرا بھرتیہ' بھی کہا جاتا تھا۔ 'ایتریہ براہمن' میں

آندھراؤں کا ذکر وشوامتر کے جلاوطن بیٹوں کے طور پر کیا گیا ہے۔ کہانی کے مطابق، راجاستیہ ورت کے شاہی پروہت وشوامتر کے کئی بیٹے تھے۔اس کے بیٹوں میں سے ایک لے پالک بیٹے(منہ بولے بیٹے)'دیوورت' کو اس کے دیگر تمام بیٹوں کا حکم(سربراہ)بنایا گیا تھا۔اس کے دوسرے بیٹوں نے دیوورت کی قیادت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے وشومتر نے انہیں بددعا دی کہ وہ آندھراؤں،پُندراؤں اور سبارسوں کی طرح ہی کتے کھانے والے اور ملیچھ (غلیظ) بن جائیں۔مہابھارت میں آندھراؤں کو پُلندا، گوہا،سبارس اور مدرکاس کے ساتھ دکشن پتھ (دکن) میں مقام دیا گیا ہے۔آندھرا یا ستواہن کا ذکر 'متسیہ پُران' اور 'وایو پُران' میں آندھراؤں کا ذکر دکن میں رہنے والے 'وِدربھیوں'، دنڈکوں اور وندھیاؤں کے ساتھ ملتا ہے۔درسی حوالوں کے علاوہ ہمیں آندھراؤں کا ذکر اشوک کے تیرہویں چٹانی فرمان میں یاون، کامبوج، پلنداوغیرہ کے ساتھ اپنے علاقے سے باہر رہنے والوں کے طور پر ملتا ہے۔کے۔اے۔نیل کنٹھ شاستری کے مطابق، 'آندھرا بھرتیہ' نام ہمیں یہ تاثر دیتا ہے کہ ستواہن کے پیشرو بزرگ موریا کے خدمت گزار رہے ہوں گے جو موریا دور کے زوال کے بعد دکن آگئے ہوں گے جہاں انھوں نے اپنی خود مختار آزاد حکومت قائم کی۔درجِ بالا ثبوتوں سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ستواہن یا آندھراراجاؤں نے دکن کے علاقوں پر حکومت کی تھی۔

ناسک کے پانڈولیناغار میں پائے گئے کتبوں میں ہمیں ستواہن راجاؤں سے متعلق باقاعدہ تاریخی ریکارڈس ملتے ہیں۔پُرانوں کے مطابق، 'سیمک ستواہن' نے دکن میں ستواہن حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔اس کے بعد اس کا بھائی کرشنا تخت پر بیٹھا۔پُرانوں میں تیس 30 ستواہن راجاؤں کے نام ملتے ہیں۔ستواہن راجا ستکرنی کی بیوہ رانی نیانیکا کے 'ناناگھاٹ کتبے' میں بھی آندھراخاندان کے راجاؤں کی فہرست ملتی ہے۔اس کتبے میں 'سیمک' کا ذکر 'راجا سیمک ستواہن' کے طور پر ملتا ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ستواہن اس کے نام کا دوسرا جزو تھا۔ 23 برسوں تک مسلسل حکومت کرنے کے بعد 'سیمک' کے بعد اس کا بھائی کرشنا تخت پر بیٹھا جس کا ذکر ہمیں ناسک میں پائے گئے سنگی کتبے میں بھی ملتا ہے۔سیمک اور اس کے وارثین، کرشنا اور ستکرنی کا ذکر ناناگھاٹ، ناسک، سانچی اور ہاتھی غار کے سنگی کتبوں میں بھی ملتا ہے۔ ناسک کی پہاڑیوں میں دریافت ہونے والے کتبات(Inscriptions)کے ذریعے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ راجا کرشنا کے دورِ حکومت میں اس مقام پر کھدائی کی گئی تھی۔

کرشنا کے بعد اس کا بیٹا ستکرنی تخت پر بیٹھا۔ستکرنی کے دورِ حکومت کی تفصیل نانے گھاٹ کے کتبوں کے مطالعے سے حاصل ہوتی ہے۔کھارویل کے ہاتھی غار کے سنگی کتبوں میں بھی ستواہن خاندان کے تیسرے راجا کی رانی اور پھر دکشن پتھ (دکن) کے راجا کے طور پر ستکرنی کا ذکر ملتا ہے جس کے خلاف تخت نشینی کے دوسرے سال میں کھاراویل نے پیش قدمی کی تھی۔پُرانوں کی روایت کے مطابق، سیمک کی تخت نشینی کے 33 سال بعد ستکرنی تخت پر بیٹھا۔نانے گھاٹ کتبوں کے مطابق، ستکرنی نے مالوہ، وادیٔ نرمدا اور ودربھ کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔آگے چل کر یہ کتبے ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ستکرنی نے اپنی فتوحات کا جشن منانے کے لیے 'اشومیدھ یگیہ' اور 'راج سویا یگیہ' بھی کروایا تھا اور اپنے لیے 'سمراٹ' کا خطاب اختیار کیا تھا۔اس نے اپنے لیے 'دکشِن پتھی' اور اپرا تھی ہتھا چکر' کے القابات بھی اختیار کیے تھے۔اس کے بعد اگلا اہم راجا ستکرنی دوم تھا۔ستکرنی دوم، مگدھ کی راجدھانی 'پاٹلی پُتر' کو پہلی مرتبہ ستواہن حکومت کے تابع لانے کے لیے جانا جاتا ہے۔اس

کے دورِ حکومت میں شک راجاؤں نے مغربی دکن کو فتح کر لیا تھا۔اس کے وارثوں کے بارے میں ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ گوتمی پُتر ستکرنی، ستواہن خاندان کا سب سے عظیم راجا تھا۔گوتمی پتر ستکرنی کے بارے میں ہماری معلومات ان چار کتبوں، جن میں سے تین ناسک میں واقع ہیں جب کہ ایک 'کارلا' میں واقع ہے،اور جوگا تھیم بی کے ذخیرے میں پائے جانے والے 'نہاپانا' کے سکوں پر مبنی ہیں۔ناسک کے تین کتبوں میں سے دو سنگی کتبے خود گوتمی پتر ستکرنی نے جاری کیے تھے جب کہ تیسرا کتبہ اس کی ماں 'بالا سری' نے جاری کیا تھا۔ناسک کے کتبوں میں کرشنا، پولومائی اور گوتمی پتر اول نے خود کا ذکر ستواہن خاندان کے ارکان کے طور پر کیا ہے۔اس کو اسکائی تھیین، انڈو۔یونانی اور پار تھیین حکومتوں کو نیست و نابود کرنے والا مانا جاتا ہے۔گوتمی پتر ستکرنی رِشیکا، اساک، مُلاکا اور وِدربھ کے علاقوں پر قابض تھا۔اس کا ذکر وندھیاوؤں، رِکشاوت، پری یاترا، ساہیا اور ملایا کے علاوہ جنوبی ہند کے پہاڑی سلسلوں کے حاکم کے طور پر بھی ملتا ہے۔مغربی دکن گجرات کے 'شتر پاؤں' کو شکست دینے کے بعد گوتمی پتر ستکرنی نے شتر پانہاپانا کے سکوں کو دوبارہ ڈھالا تھا۔ناسک کے پانڈولینا غاروں میں پائے جانے والے کتبہ نمبر 2 میں اس کی حکومت کی سرحدوں کا ذکر ملتا ہے جو اسیکا، سُساکا، مُداکا، سوراشٹر، کوکورا، اپرانتا، انوپا، وِدربھ، وندھیا، رِکشاوت، پری یاترا، کرشنا گری وغیرہ پر مشتمل تھی۔یہ کتبہ مزید یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ گوتمی پتر نے شکوں، یونوں اور پہلوؤں کو نیست و نابود کر دیا تھا۔

گوتمی پتر ستکرنی کے بعد اس کا بیٹا وششٹھ پتر پلومئی (۱۳۰۔۱۵۶) تخت پر بیٹھا۔وہ پہلا ستواہن حکمراں ہے جس کے کتبے اور سکے آندھرا کے علاقے میں دستیاب ہوئے۔پلومئی کے بارے میں ہمیں ان سات کتبوں کے ذریعے معلومات حاصل ہوتی ہیں جن میں سے چار ناسک میں واقع ہیں جب کہ دو کارلا میں اور ایک امراوتی میں واقع ہے۔ناسک میں واقع دوسرے کتبہ کی گیارہویں سطر میں وششٹھ پتر کو دکشن پتھ کا حاکم بتایا گیا ہے۔اس کے دورِ حکومت میں ستواہن خاندان کی حکومت مشرقی دکن کے علاقے میں مزید مستحکم ہوئی۔اس نے ''دکشن پتھ سوامی'' اور مہاراجا کا لقب اختیار کیا تھا۔

بعد کے ستواہنوں میں یگیہ شری ستکرنی (194-165) ستواہن خاندان کا ایک اہم اور سب سے زیادہ مشہور راجا گزرا ہے۔اس نے ستواہن حکومت کا احیائے نو کیا تھا۔اس نے ایک وسیع علاقہ اپنے زیرِاقتدار کیا اور ساکاوؤں کے ذریعہ چھینے ہوئے علاقے دوبارہ واپس لینے میں کامیاب ہوا۔ساک سکوں کی طرز کے اس کے سکے بھی جنوبی ہندوستان میں ملے ہیں ہے جو ساکاؤں پر اس کی فتح کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یگیہ شری ستکرنی کے کچھ سکوں پر مستول کے ساتھ جہاز کی تصویر بنی ہوئی ہے جو سمندر پر اس کے اقتدار کی طرف اشارہ کرتی ہے۔اس کی موت کے بعد یہ حکومت اس کے وارثین میں تقسیم ہو گئی۔پُران روایات کے مطابق، پولوماوی کے بعد وششٹھ پتر تخت پر بیٹھا جس کا ذکر کرشنا اور گوداوری ضلعوں میں دریافت ہونے والے سکوں پر درج ملتا ہے۔یگیہ شری ستکرنی ستواہن خاندان کے مشہور راجاؤں میں آخری راجا تھا۔یگیہ شری ستکرنی کو راجا 'رودر دمن' نے ایک جنگ میں شکست دے دی حالانکہ یگیہ شری اس وقت 157 عیسوی تک مشرقی دکن پر محدود ایک چھوٹے سے علاقے پر حکومت کر رہا تھا۔اس کی تخت نشینی کے 27ویں سال کے ذکر پر مبنی کرشنا ضلع کے چِنّا گاؤں کے نزدیک کرشنا ندی کے کنارے واقع ایک کتبے میں 'مہاتارک' بتایا گیا ہے اور اس کا ذکر ایسے شخص کے طور پر کیا گیا ہے جس نے بودھ عمارتوں کو عطیات پیش کیے تھے۔اس کے بعد اس کے وارثین میں جو راجا ہوئے وہ نہایت کمزور اور نااہل تھے۔وہ ستواہن حکومت کو اگلے 17 سالوں

سے زیادہ قائم نہیں رکھ پائے۔آیئے، ہم ستواہن حکومت کے دور میں سماجی اکائی کے اجزاسے متعلق معلومات کا جائزہ لیں۔

## 8.4 انتظامی ڈھانچہ (Administrative Structure)

ستواہن حکمرانوں نے اپنی ریاست کو ایک مضبوط انتظامی نظام فراہم کیا۔یہی وجہ ہے کہ وہ جنوب میں کسی بیرونی دخل اندازی کو نہایت چابک دستی سے روکنے میں کامیاب رہے۔یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انہوں نے شاشتروں کی بنیاد پرایک راج شاہی طرز کی حکومت قائم کی تھی۔ستواہن عہد میں راجا حکومت کا سربراہِ اعلیٰ ہوتا تھا۔وہی تمام جنگوں کا سپہ سالار اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔اسے غیبی اور الوہی طاقت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔اس کا اولین فرض منصبی اپنے علاقوں کی توسیع اور ان کا تحفظ تھا۔راجا کو ایک مضبوط سماجی نظام قائم کرنے والے سرپرست کی حیثیت حاصل تھی۔اس کی مدد کے لیے اماتیہ، سچیو، مہاماتر اور پرتی ہار جیسے افسران مقرر کیے جاتے تھے۔کتبوں کے مطالعے سے ہم ستواہن دورِ حکومت کے انتظامی ڈھانچے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔یہ کتبے بتاتے ہیں کہ ستواہن حکومت کا انتظام وانصرام شاہی عہدے داروں اور افسران کے ذریعے انجام دیا جاتا تھا جب کہ باقی علاقوں کا انتظام جاگیروں کے سربراہ انجام دیتے تھے۔ستواہن حکمرانوں میں بادشاہت موروثی نوعیت کی تھی جس کی ایک اہم خاصیت یہ تھی کہ ان میں سے چند راجاؤں نے اپنے ناموں کے ساتھ اپنی ماؤں کے نام کی نسبت اختیار کی تھی۔

انتظامی باقاعدگی اور سہولت کے لحاظ سے ستواہن حکومت ''جن پدوں'' (صوبوں) اور آہاروں (ضلعوں) میں بٹی ہوئی تھی۔ہر ''آہار'' کا ایک مرکزی شہر ہوتا تھا جو مختلف دیہاتوں سے گھرا ہوتا تھا۔یہ دیہات یا گاؤں 'گرام' کہلاتے تھے۔آہاروں کا نظم ونسق 'اماتیہ' سنبھالتے تھے جن کا تقرر گورنر کے طور پر کیا جاتا تھا۔کچھ مہاماتروں کی نگرانی میں بھی ہوتے تھے۔شہری انتظامیہ کی دیکھ بھال میونسپل بورڈ جسے ''نگم'' کہا جاتا تھا اس کے ماتحت تھی۔دیہی علاقوں کی دیکھ ریکھ گاؤں کی اسمبلیاں مقامی افسران کی مدد سے کرتی تھیں جو ''گرامک'' کہلاتے تھے۔گاؤوں میں امن وامان بحال رکھنے اور نظم وضبط قائم کرنے کے لیے ''گولمک'' (Gaulmika) جیسے دیگر افسران کا تقرر کیا جاتا تھا۔راج اماتیہ پر مشتمل ایک مشاورتی مجلس بھی ہوا کرتی تھی۔ہمیں مزید حوالوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مختلف کاموں کے لیے مختلف افسران کا تقرر کیا جاتا تھا مثلاً 'بھنڈار نائیک' جو اناج کے ذخائر کا نگراں وذمہ دار (سپر نٹنڈنٹ) ہوتا تھا جب کہ 'ہیرانیکا' خازن ہوتا تھا۔ستواہن دورِ حکومت میں سرکاری فوج کا سپہ سالار 'مہاسیناپتی' کہلاتا تھا جب کہ سکریٹری کو 'لیکھک' کہا جاتا تھا جو شاہی دستاویزات تحریر کرتا تھا۔سب سے پہلے وششٹھ پتر سری پلومئی کے ناسک کتبے میں مہاسیناپتی کا ذکر ملتا ہے۔

آہاروں کو 'گام' (گرام) یا دیہاتوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔'ہالا' نے اپنی کتاب 'سپت شتکم' میں ذکر کیا ہے کہ ہر 'گرام' ایک 'گامِک' کے ماتحت ہوتا تھا۔گامِک کا دائرۂ اختیار کم از کم پانچ گاؤں پر محیط ہوتا تھا۔کبھی کبھی اسے 10 گاؤوں پر بھی اختیار حاصل ہوتا تھا۔اس کتاب میں 'نگم/سبھا' نامی عوامی مجلس کا بھی ذکر ملتا ہے جو چند تجارتی مراکز میں کام کرتی تھی۔رعایا (عوام) کی فلاح وبہبود ایک اہم پہلو تھا جس کی مثال ہمیں ستواہن دورِ حکومت میں ملتی ہے۔مثلاً ستکرنی دوم نے کئی یگیہ منعقد کیے تھے۔اور برہمنوں کو ٹیکسوں سے مستثنیٰ زمین کا عطیہ دیا تھا۔دوسری طرف گوتمی پتر ستکرنی نے اپنی حکومت میں موجود بودھ بھکشوؤں کے لیے ہر قسم کے انتظامات کیے اور انہیں بھی بلا ٹیکس کی زمینیں

عطا کی تھیں۔ ستواہن راجاؤں کے دور میں امراوتی کے استوپ کی توسیع کی گئی اور 'الورو' گھنٹا شالا، گڑی واڑا اور گولی' کے استوپ تعمیر کروائے۔

## 8.5 سماج (Society)

کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ابتدا میں ستواہن محض ایک قبیلہ تھا جو بعد میں برہمن مذہب کی پرستش کرنے لگے اور رفتہ رفتہ برہمن مذہب اختیار کر لیا۔ وہ ہم عصر سماج کی طبقاتی درجہ بندی برہمن، چھتری، ویش اور شودر کی سماجی تقسیم سے واقف تھے ستواہن دورِ حکومت میں سماج چار طبقوں میں تقسیم تھا۔ گولک (چرواہے) جیسی ذیلی ذاتیں بھی تشکیل پانے لگی تھیں۔ جب کہ گوتمی پتر ستکرنی، جو برہمن مت کا حامی تھا، چار طبقات (ذاتوں) کے باہمی اختلاط کی روک تھام کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس نے مختلف ذاتوں کے آپسی اشتراک کو ختم کرکے ورن نظام کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس کا ماننا تھا کہ غیر ملکی حملہ آوروں کی ہندوستان آمد سے یہ طبقاتی نظام منتشر ہو گیا ہے اس کا احیا ہونا چاہیے۔ ستواہنوں نے اپنے کتبوں میں خود کو برہمن کہا ہے جنہوں نے چھتریہ طاقتوں کی سرکوبی کی تھی۔ اگرچہ وہ ذات پات کے خالص ہونے کے وہ سختی سے قائل تھے اس کے باوجود انہوں نے ساکاوؤں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔

ستواہنوں کے سماج کی ابتدائی اکائی خاندان تھا۔ اس عہد میں شمالی ہندوستان میں پدری خاندان کا نظام رائج تھا جب کہ ستواہنوں کے سماج کا خاندانی ڈھانچا مادرانہ پہلوؤں پر مبنی تھا۔ گوتمی پتر اور وشسٹ پتر جیسے نام اختیار کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس دور میں جنوبی ہند میں ماں کے نام پر بچوں کے نام رکھنے کا رواج تھا۔ امراوتی میں پائے جانے والے کتبوں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف باپ اور ماں ہی نہیں بلکہ بیٹے، بیٹیاں، بہوویں، بہنیں اور بھائی بھی عطیہ دہندگان ہوتے تھے۔ ناسک اور کانہیری کے کتبوں میں عطیہ دہندہ کا ذکر راجا کے تمام خونی رشتوں کے ساتھ ملتا ہے۔ امراوتی اور ناسک کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کو بھی عطیہ میں قیمتی تحائف دینے کا اختیار تھا اور اس سماج میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ عورتوں کو قابل قدر رتبہ حاصل ہونے کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ ستواہن خاندان بنیادی طور پر پدرانہ سماج پر ہی مبنی تھا۔

ستواہن راجاؤں کی سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے عورتوں کو سماج میں مرتبہ دیا۔ شاہی خواتین انتظامی کام کاج میں ملوث ہوتی تھیں۔ ستواہن رانی 'نائی نیکا' اپنے نابالغ بیٹے کی مختار (ولی) تھی۔ ستواہن دور کے سماج میں مادری شجرے پر مبنی سماجی ڈھانچا موجود تھا جس کے تحت راجا اپنی ماں کا نام اختیار کرتے تھے، مثلاً گوتمی پتر ستکرنی اور وششٹھ پتر ستکرنی۔ اس دور میں خواتین کے لیے 'حقوق اور اعزاز' کا تصور ہی اجنبی تھا۔ مغربی غاروں اور امراوتی کتبوں سے ہمیں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں عورتوں نے سنگتراشی کے ستون، توران اور استوپ عطیہ کیے تھے۔ امراوتی سنگتراشی کے نمونوں سے ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ عورتیں سبھاؤں میں حصہ لیتی تھیں، ساز بجاتی تھیں اور بودھ علامتوں کی پوجا کرتی تھیں۔ ستواہن راجاؤں کے ذریعے اختیار کی گئی 'حکومت' موروثی نوعیت کی تھی۔ اگرچہ کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ماں کی نسبت استعمال کرتے تھے لیکن تخت نشینی اور وراثت کے لیے پدری نظام کی پیروی کی جاتی تھی۔

## 8.6 معاشی صورتِ حال (Economic Conditions)

ستواہن حکمرانوں کے دور میں معاشی میدان میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ اندرونی معیشت اور غیر ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ زراعتی ترقی نے معیشت کو پروان چڑھنے میں کافی مدد کی۔ ستواہن کتبوں میں گایوں، زمین اور گاؤں کو تحفے میں دینے کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اس سے زمین اور اس کی کاشتکاری کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ لوہے کے آلات کے استعمال اور دھان کے پودوں کو منتقل کرکے روپائی سے واقفیت نے پیداوار میں اضافہ کیا۔ اس عہد میں چاول اہم غذائی اناج تھا۔ اس کے علاوہ گیہوں، دالیں، باجرہ، لونگ، تل، کالی مرچ اور کپاس جیسی فصلیں بھی اگائی جاتی تھیں۔ راجا کاشتکاروں سے ان کی پیداوار کا چھٹا حصہ ٹیکس کے طور پر وصول کرتا تھا جسے ''بھاگ'' کہا جاتا تھا۔ راجا اپنی عوام سے ایک طرح کا تفریحی ٹیکس بھی وصول کیا کرتے تھے جسے ''بھوگ'' کہا جاتا تھا۔ کانوں کے تمام ذخائروں اور نمک پر ریاست کی مکمل اجارہ داری قائم تھی۔

ستواہن عہد میں صنعت و حرفت کو بھی کافی عروج حاصل ہوا تھا۔ سناروں، لوہاروں، کمہاروں، بنکروں، روغن گروں، بانس کا کام کرنے والوں اور تانبہ کا کام کرنے والے ماہرین دستکاروں کا ذکر اس عہد کی ہم عصر شہادتوں میں ملتا ہے۔ ہر پیشے کی علاحدہ انجمن (گلڈ) تھی جس کے سربراہ کو ''سریشٹھی'' یا ''سیٹھی'' کہا جاتا تھا۔ انجمن کے اصول کو ''سرن دھرم'' کہتے تھے اسے قانونی حیثیت حاصل تھی۔ اس انجمن کی رکنیت سے سماجی رتبہ اور مقام حاصل ہوتا تھا۔ یہ انجمنیں بہت سے رفاہی کام کرتی تھیں۔

ستواہن دورِ حکومت میں داخلی اور بحری تجارت کے بارے میں ہمیں اس دور کے سکوں پر بنے بحری جہازوں کی تصویروں سے ہوتا ہے۔ ہمارے اس خیال کو کرشناندی کی وادی میں دریافت ہونے والے رومن سکوں سے مزید تقویت ملتی ہے۔ ستواہن دورِ حکومت میں غیر ملکی تجارت کو اہم مقام حاصل تھا۔ کیمبے کی ایک اہم بندرگاہ، سوپارا، ستواہن دور کی ایک اہم بندرگاہ تھی۔ اس کے علاوہ دیگر بندرگاہوں میں بامبے کے مشرقی ساحل پر واقع کلیان اہم تھی۔ کلیان کی بندرگاہ کو شکوں نے تباہ کر دیا تھا جو اس وقت ایک نہایت خوش حال تجارتی اور صنعتی مرکز تھا۔ یہ بات کانہیری کے مقام پر دریافت ہونے والے سنگی کتبوں سے بھی ظاہر ہوتی ہے جن میں سے ایک کا تعلق یگیہ شری ستکرنی کے دور سے ہے۔ بحری سفر نامہ (Periplus of the Erytherian Sea) اور یونانی جغرافیہ دان پٹولمی (Ptolemy) نے دیگر بندرگاہوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی شناخت ہم ستواہن حکومت کے مغربی حصے میں بانکوٹ اور بالی پٹنا کے طور پر کر سکتے ہیں۔ تجارت سرگرمیوں کا ایک اہم پہلو بازاروں کی موجودگی اور ان کا قیام بھی تھا۔ اس زمانے میں ہمیں مغربی دکن کے شہری بازاروں جونر، کاراہاکٹ اور ناسک وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ امراوتی کے مقام پر دریافت ہونے والے سنگی کتبوں میں تاجروں کی رہائش گاہوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ 'وانج' یا 'نگم' جیسی اصطلاحوں کا استعمال تاجروں کے لیے کیا جاتا تھا۔ نگم (تاجروں کے گلڈس) تجربہ کار بزرگوں کے گلڈس (سیٹھن) اور قافلوں میں سفر کرنے والے تاجرین (ساٹھ واہا)، تیلیوں (Oil millers) وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ناسک کی غاروں میں دریافت ہونے والے کتبوں سے ہمیں 'موگوداس' (مچھوارے) مالاکار (پھُلاری) کُلال (کمھار) وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ امراوتی کتبوں میں ہمیں تاجروں کے رہائشی مقامات کے طور پر 'کے وورورا، وِجے پور اور کودرا کا بھی ذکر ملتا ہے۔

## 8.7 ستواہن دور کے سکے (Coins of Satvahana Period)

ستواہن حکومت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اور ماخذ اس دور کے سکے ہیں ۔کسی بھی حکومت میں اندرونی یا بیرونی تجارت کی کیفیت کا اندازہ اس دور کے سکوں کی تعداد اور استعمال یا جاری کیے جانے والے سکوں کی مختلف قسموں سے ہوتا ہے۔سکے کسی بھی دور کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے اور ملک کی معیشت کی علامت ہوتے ہیں۔ستواہن راجاؤں نے اپنے دورِ حکومت میں تانبے، سیسے اور کانسے، پیتل اور پوٹن سے بنے سکے جاری کیے۔سموکا کے ذریعے جاری کیے گئے 6 سکے جن میں سے پانچ سکے تانبے کے تھے اور ایک پوٹن کا تھا موجودہ ریاست تلنگانہ کے ضلع کریم نگر میں دریافت ہوئے ہیں۔یہ سکے چوکور (مربع) شکل کے تھے جن کے سامنے کے رُخ پر 'رانو سیری چھموکا ستواہن' کا مجسمہ کندہ تھا جب کہ دوسرے رُخ پر 'سواستک' کے ساتھ جین علامت تھی۔

ستکرنی اول کے دور کے سکے دائرہ نما شکل کے تھے جو کانسے کے بنے ہوئے تھے۔یہ سکے حیدرآباد میں دریافت ہوئے ہیں جب کہ مربع شکل کے پوٹن کے بنے سکے 'پاؤنی' میں دریافت ہوئے ہیں۔کانسے کے سکوں کے سامنے والے رخ پر پانچ پتوں والے درخت کی تصویر، تری رتن، سواستک، دو چوٹیوں والی پہاڑی ہوتی تھی جب کہ پوٹن سے بنے سکے پر سیدھی طرف ایک دُم اٹھائے بیل اور اوپر کی سمت 8 اسپوک والے پہیے کی تصویر تھی۔جبل پور، تیور، کے نزدیک دریافت ہونے والے اس دور کے کانسے کے سکے چوکور تھے اور اس کی سامنے والا رخ خالی تھا۔ریاستِ مہاراشٹرا کے پونہ سے ستکرنی اور ناگانیکا دور کے سکے دریافت ہوئے ہیں جو مستطیل (لمبوتری) شکل کے ہیں۔رانی نائی نیکا کے نانے گھاٹ کتبوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ رانی اور اس کا شوہر یگیہ اور قربانی کی رسم کے مختلف موقعوں پر 'دکشنا' کے طور پر سکے بھی دیا کرتے تھے۔دکشنا میں دی جانے والی اشیا میں ''کرساپن'' بھی شامل تھی جو اس بات کی علامت ہے کہ چھیدے ہوئے punch marked سکے بھی چلن میں تھے۔

1888 میں سینٹرل پروونس کے ضلع چاندہ کی تحصیل برہم پوری میں ستواہن دور کے سکوں کے ذخیرے دریافت ہوئے تھے۔ ستواہن دور کے 183 سکے یہاں دریافت ہوئے تھے۔اس ذخیرے میں ڈاکٹر ہورنل نے سری ستکرنی کے 51 سکے، پلومئ کے 24 سکے اور یگیہ شری ستکرنی کے 42 سکے ملے ہیں۔اس کے بعد ستمبر 1939 میں ستواہن دور کے سکوں کا دوسرا ذخیرہ دریافت ہوا۔اتفاق سے ایک 9 سالہ بچے کو برار کے آکولہ ضلع کے ''ترہالہ' گاؤں کی ندی کے کنارے نالے میں ایک قدیم سکہ دریافت ہوا۔جب اس مقام پر کھدائی کی گئی تو ستواہن دور کے تقریباً 1600 سکے ایک مٹی کے برتن میں رکھے ہوئے برآمد ہوئے جنہیں علاقائی حکومت نے Treasury Trove Act کے تحت اپنے تابع میں لے لیا اور انہیں ناگپور میوزیم میں رکھ دیا گیا ہے۔ان 1600 سکوں میں سے 75 سکے ٹوٹی ہوئی حالت میں تھے جب کہ باقی سکے صحیح سالم ملے تھے۔تحقیقی جائزہ کے بعد پتا چلا کہ یہ سکے تانبے، ٹِن اور لوہے سے بنے تھے۔تمام سکے دائرَ نما شکل کے اور ضرب لگائے ہوئے (die-struck) تھے۔جب کہ کچھ سکوں پر دونوں اطراف سے ضرب لگے ہوئے (double struck) ملے تھے اس کے سیدھے رُخ پر سونڈ اٹھائے ہوئے ایک ہاتھی کی تصویر بنی تھی۔1600 سکوں میں سے 1525 سکے جو صحیح سالم حالت میں ملے تھے، گوتمی پتر ستکرنی، پلومئ، اسکنداستکرنی، یگیہ شری ستکرنی وغیرہ کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

آندھرا پردیش کے گوداوری اور کرشنا ضلعوں سے 'وششٹ پُتر ستکرنی' کے دور کے دائرہ نما شکل کے سیسے کے سکے دریافت ہوئے ہیں۔ان سکوں پر 'رانو وششٹ پتر ستکرنی' درج ہے۔ درجِ بالا سکوں کے علاوہ ستواہن دور کے تصویری سکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ یہ سکے سب سے پہلے ستکرنی اور نائی نیکا نے جاری کیے تھے جو گوتمی پتر ستکرنی اور اس کے وارثین کے زمانے میں کچھ عرصے تک چلن میں رہے۔ شتر پاؤں کے دور کے چاندی کے سکوں کو گوتمی پتر ستکرنی نے 'نہاپانا' شتر پاپر فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے ذاتی علامات کے ساتھ دوبارہ جاری کیے تھے جو عرصہ تک چلن میں رہے۔ ناسک ضلع کے جوگا تھیمی میں دوبارہ جاری کیے گئے ان سکوں کے ذخائر ملے ہیں۔ اب تک دریافت ہونے والے مختلف قسم کے ستواہن سکوں سے ہم بہ آسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ستواہن راجا باقاعدگی کے ساتھ ایسے سکے جاری کرتے تھے جن پر راجاؤں کے اوپری دھڑ کی شبیہ، شاہی خاندان کی علامتیں اور مجسمے وغیرہ ثبت ہوتے تھے۔

## 8.8 مذہبی حالات (Religious Conditions)

ستواہنوں کے عہد میں جنوبی ہندوستان کے مذہبی حالات، عبادات، عقائد، رسوم ورواج پر برہمن مذہب کے اثرات نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ان دنوں ویدک فلسفہ کافی مقبول تھا۔ ستواہن حکمرانوں نے ''آشومیدھ یگیہ''، ''واجپییہ'' اور راج سویہ جیسی ویدک قربانیاں ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ستکرنی اول کے بارے میں کہا جا چکا ہے کہ اس نے برہمنوں کو گائیں، ہاتھی، زمینیں اور نقدر قومات عطیہ کے طور پر دیا تھا۔ ستواہن حکمرانوں نے بدھ مت کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا تھا۔اس دور میں بہت سی بدھ خانقاہیں اور استوپ تعمیر کیے گئے۔ ناسک، کارلے، امراوتی اور ناگ ارجن کنڈا میں تعمیر کی گئی بدھ قدیم یادگاروں سے اس عہد میں بدھ مت کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ راجاؤں مہاراجاؤں کے علاوہ اس دور کے سوداگروں اور ساہوکاروں نے بھی بدھ مذہب سے اپنی عقیدت واحترام کے ثبوت میں فلاحی کاموں میں حصہ لیا تھا۔ جین مت جو رفتہ رفتہ شمالی ہندوستان میں اپنا اثر ورسوخ کھوتا جا رہا تھا۔ ستوہنوں کے دور میں دکن میں اپنا اثر ورسوخ قائم کر رہا تھا۔اس نے دکن کے بیشتر علاقوں میں اپنے مراکز قائم کیے۔ کچھ مورخین کا ماننا ہے کہ راجا سُمِک نے جین مذہب اختیار کیا تھا۔

### 8.7.1 بدھ مذہب کا فروغ (Development of Buddhism)

بدھ مت اس مذہب کا نام ہے جو گوتم بدھ پر بودھ گیا، بہار کے 'اُروویلا' میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے 49دن تک مسلسل ریاضت کرنے کے بعد منکشف ہوا تھا۔ بودھ شاعر 'ستّانار' کی کتاب 'منی سکھلائی' اور جین شاعر 'اِلا نگوادی گل' کی کتاب 'سِلاپّادھِکارم' Book of the Anklet سے ہمیں جنوبی ہندوستان میں بدھ مت سے متعلق تفصیلی معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ ناسک سے 8 کلو میٹر دور 'تھل گھاٹ' میں واقع بودھ غار ہیں جنہیں مقامی زبان میں 'پانڈولینا' کہا جاتا ہے۔ یہ ستواہن کا ایک اہم مقام تھا جہاں ستواہن دور کے کئی کتبے پائے جاتے ہیں۔ان میں بودھ عبادت گاہوں اور گاؤں کے لیے زمینوں کے عطیات کا ریکارڈ ملتا ہے۔ ستواہن خاندان کے دوسرے راجا 'کانہا' نے ناسک میں اپنا 'مہامتر' مقرر کیا تھا جو بودھ بھکوؤں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ گوتم بدھ کے قدموں کی پوجا کا ذکر بھی 'ہالا' کی 'ستّاسائی' میں ملتا ہے۔

ناسک کے بودھ غاروں میں ایک چیتیہ Chaitya اور 20 وِہار ہیں۔ان میں سے ایک وِہار (وِہار نمبر XIX) میں اولین کتبے ہیں جن میں ان کے ستواہن راجا 'کانہا' کے دور میں جاری کیے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ ہمیں ناسک کے غار نمبر III کے کتبوں کے 2 سیٹوں کے ذریعے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ستواہن راجاؤں نے انہیں بودھ بھکشوؤں کو عطیہ کر دیا تھا۔ان دو میں سے ایک سیٹ پر کتبہ تحریر ہے جس میں درج ہے کہ گوتمی پتر ستکرنی نے 'وشنو پالیتا' کے افسر 'گوور دھن' کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا کہ 'اپارک کھاڑی' گاؤں کا کھیت بودھ بھکشوؤں کو عطیہ کر دیا جائے۔ سیٹ 1 کے دوسرے کتبے پر جو پہلے کتبے ہی کا حصہ تھا، گوتمی پتر ستکرنی اور اس کی ماں کے ذریعے ناسک کے بدھ بھکوؤں کو امداد جاری کرنے کا فرمان درج تھا کیوں کہ پہلے دی گئی زمین غیر زرعی تھی۔ لیکن ناسک کے غاروں کے کتبے یہ بتاتے ہیں کہ بدھ مت ناسک سے 11ویں عیسوی میں غائب ہو گیا۔

پونے بمبئی ہائی وے پر واقع 'کارلے' جو 'بھاجا' کے شمال میں 8 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے،ایک اور بودھ مقام تھا جسے ستواہن راجاؤں سے امداد ملا کرتی تھی۔ 'کارلے' میں دریافت ہونے والے تین کتبوں میں ستواہن راجاؤں کی جانب سے بودھ بھکشوؤں کو دیے جانے والے عطیات کا ذکر ملتا ہے۔ان میں سے وَششٹھ پتر پلومئی کی تخت نشینی کے ساتویں سال میں جاری کیے گئے ایک کتبے میں ایک گاؤں کا ذکر ملتا ہے جسے ستواہن راجا کے ایک افسر نے والوراک غاروں (کارلے) کے بدھ بھکوؤں کو عطیہ کیا تھا۔ ستواہن دور کے کامبے کی ایک اہم بندرگاہ 'سوپارا' میں ایک بودھ فرقہ 'دھمّوتریا' کو فروغ حاصل ہوا۔ 'کارلے' اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں 'مہاسنگی کاؤں' کی بالادستی تھی۔ ایک ریکارڈ کے مطابق گنیش اور گج مترا نامی دو تاجروں نے گوتمی پتر ستکرنی کے دورِ حکومت میں 'کانہیری' کی غاروں میں ایک چیتیہ تعمیر کروایا تھا۔اس سے یہ بات بھی پتا چلتی ہے کہ بدھ مت کے فروغ میں راجاؤں کے ساتھ ساتھ عوام بھی اہم کردار تھے۔امراوتی میں دریافت ہونے والے ستواہن دور کے کتبوں کے ذریعے ہمیں اس زمانے میں بودھ سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

بدھ مت کے ایک فرقے 'بھدرایانی' کو بھی ستواہن دورِ حکومت میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ گوتمی بالاسری نے اس فرقے کو 'تری رسمی' پہاڑ میں ایک غار عطیہ کی تھی۔ دوسری طرف 'وششٹھ پتر پولوماوی نے بھی 'پِساجی پادک' اور 'سالی پد' نامی دو گاؤں 'بھدریانی' فرقے کو عطیہ کیے تھے۔ ہمیں اس زمانے کے کتبوں میں بھی کارلے، سوپارا اور جُنر کے 'دھموتریا' فرقے کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ کارلے میں دریافت ہونے والے کتبوں میں سے ایک میں سوپارا کے 'دھموتریا' کے 'بھانک' کے ذریعے عطیہ کیے گئے ستون کا ذکر ملتا ہے۔ لٰہذا اہم مختلف جغرافیائی ثبوتوں کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں کہ بدھ مت کو ستواہن دورِ حکومت میں شاہی سرپرستی حاصل تھی جس کی وجہ سے ان کے زیرِ حکومت علاقوں میں بدھ مت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

## 8.9 ستواہن حکمرانوں کے وارثین (Successors of Satvahana Rulers)

ہمیں سِکوں کے تجزیے کے بعد کَرن، کُمبھ اور رُدرا ستکرنی جیسے ستواہن راجاؤں کے ناموں کا علم ہوتا ہے۔ لیکن ان ناموں کا ذکر 'پُرانوں' کی کسی فہرست میں نہیں ملتا۔ پھر ستواہن حکومت بتدریج اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ ستواہن حکومت اپنے زوال کے بعد مختلف حصوں

میں بٹ گئی جن میں شمال مغرب میں 'ابھی را'، جنوب میں 'چوتو'اور آندھر دیش میں 'اشواکو' شامل ہیں۔ 'پُرانوں' کے مطابق ستواہن راجاؤں کے بعد دس 'ابھی را' حکمرانوں نے کل ملا کر تقریباً 65 سال تک حکومت کی۔ یہ معلومات ہمیں ناسک کے کتبے سے حاصل ہوتی ہے جس میں 'راجا مدھاری پُت اِسور سین ابھی رااور شیودت کا ذکر ملتا ہے۔ 'ابھی را' راجاؤں کے علاوہ مہاراشٹر اور کنٹلا میں 'چوتو' راجاؤں نے بھی ستواہن راجاؤں کی جگہ سنبھالی جس کے بارے میں ہمیں میسور کے چیتل دُرگ اور شمالی کنارا میں پائے جانے والے سکوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اننت پور اور کڈپہ کے مقامات پر دریافت ہونے والے سیسے کے سکوں سے ہمیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ان سکوں پر 'ہری تی' کا نام کندہ ہے جو 'چوتو' راجاؤں کے نام کا حصہ ہوتا تھا۔ 'ابھیرا' اور 'چوتو' راجاؤں کے بارے میں ہمیں مزید معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔

ستواہن کے وارثین کا ایک اور گروہ، 'اِشواکو' نے کرشنا گنٹور کے علاقے پر حکومت کی تھی۔ ان کا تعلق ستواہن راجاؤں کے جاگیرداروں سے تھا جن کا ذکر 'پُرانوں' میں 'سری پروت' اور 'آندھرا بھرتیہ' کے طور پر ملتا ہے۔ کتبوں کے ذریعے ہمیں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ 'وششٹھ پُت سری چنٹا مولا' اس خاندان کا بانی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے 'اگنی استوم، اگنی ہوتر، اشومیدھ اور واجپئا یگیہ منعقد کروائے تھے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا 'مادھاری پُت سریری وِراپوری سادت' گدی نشین ہوا جس کا دورِ حکومت بدھ مت کی تاریخ میں ایک درخشاں دور کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ناگارجن کونڈا کے مقام پر دریافت ہونے والے 'ایاک' ستونی کتبہ epigraph کے ذریعے ہمیں اس کے دورِ حکومت کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ 'اِشواکو' راجاؤں نے بھی ستواہن راجاؤں کی طرح اجین کے شکوں کے ساتھ شادی بیاہ کے رشتے قائم کیے تھے۔ 1882 عیسوی میں 'برگیس (Burgess)' نے کرشنا ندی کی شاخ پالیر کے 'جگایاپیٹا استوپ' کے پاس کھدائی کی تھی جہاں اسے تین ستون دریافت ہوئے جن پر پراکرت زبان میں تحریر کندہ تھی۔ ان میں پانچ اشواکو خاندان کے راجا 'مادھاری پُت سریری وراپوری سادت' کی تخت نشینی کے بارھویں سال میں ایک کاریگر (آویسانی) کے ذریعے مہاچیتیہ کے مشرقی دروازے پر پانچ 'ایاک' کھمبوں کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے۔ 'جگایاپیٹا' کتبے 'مادھاری پُت اِکھاکو نم سیری وراپوری سادت' کی تخت نشینی کے بیسویں سال میں جاری کیے گئے تھے۔ اس خاندان کا آخری معروف راجا 'اِہو والا کیم ٹامول' تھا جو 'مادھاری پُت سیری وراپوری سادت' کا بیٹا تھا۔ اس کے دور میں 'دیوی وِہار' مٹھ (خانقاہ) کی تعمیر مکمل ہوئی تھی۔

## 8.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریاؤں کے بعد کے دور میں مختلف قسم کی علاقائی طاقتوں جیسے کشانوں، شکوں اور ستوہنوں کو عروج حاصل ہوا۔ دکن میں ابھرنے والی ستواہن ریاست کا بانی سمک تھا۔ ستکرنی اول، گوتمی پتر ستکرنی، وششٹ پتر پلومئی اور یگیہ شری ستکرنی اس خاندان کے ممتاز اور عظیم حکمراں رہے ہیں۔ اس اکائی میں ہم نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ کس طرح ستواہنوں نے طاقت حاصل کی اور سماجی اور ثقافتی نشوونما کے لیے انہوں نے کیا خدمات انجام دیں۔ ہم نے مزید یہ بھی سمجھا کہ ستواہن راجاؤں کے دورِ حکومت میں بدھ مت کو کس طرح شاہی سرپرستی حاصل ہوئی اور دکن اور جنوبی ہند میں اسے کس طرح فروغ حاصل ہوا۔

## 8.11 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| مستول | : | سمندری جہازوں اور کشتیوں پر بادبان باندھا جانے والا کھمبا |
| اماتیہ | : | ضلع کا نظم نسق کا ذمہ دار |
| سچیو | : | سیکریٹری |
| مہاماتیہ | : | وزیر اعلیٰ |
| پرتی ہار | : | منتظم |
| جن پد | : | وہ جگہ جہاں کئی خاندان رہتے ہوں یہاں ستواہن عہد کے صوبے مراد ہے |
| آہار | : | ستواہن عہد میں صوبے سے چھوٹی انتظامی اکائی یعنی ضلع |
| نگم | : | شہری انتظامیہ کی دیکھ بھال کرنے والا میونسپل بورڈ |
| گرامک | : | دیہی علاقوں کا انتظامی افسر |
| گامک | : | گاؤں میں امن وامان کا ذمہ دار |
| مہاسیناپتی | : | سپہ سالار |
| سیٹھی | : | کسی بھی پیشے سے وابستہ انجمن (گلڈ) کا سربراہ |
| موگوداس | : | مچھیرا |
| کُلال | : | کمہار، مٹی کا برتن بنانے والے |
| سارتھ واہا | : | قافلوں میں سفر کرنے والے |

## 8.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 8.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. دکن میں موریہ سلطنت کے زوال کے بعد قائم ہونے والی سب سے قدیم اور بڑی ریاست کون سی تھی، جسے 'آندھرا' بھی کہا جاتا ہے؟

(الف) چولا (ب) چالوکیہ (ج) راشٹر کوٹ (د) ستواہن

2. ستواہن خاندان کا سب سے عظیم راجا کسے مانا جاتا ہے؟

(الف) سیمک (ب) ستکرنی اول (ج) گوتمی پُتر ستکرنی (د) یگیہ شری ستکرنی

3. کس خاندان کے حکمران اپنے ناموں کے ساتھ اپنی ماؤں کے نام (مادری نسبت) استعمال کرتے تھے؟

(الف) گپت　　(ب) کشان　　(ج) ستواہن　　(د) چالوکیہ

4. کس ستواہن حکمران کے سکوں پر جہاز کی تصویر بنی ہوئی ہے، جو اس کی بحری طاقت اور تجارت کو ظاہر کرتی ہے؟

(الف) گوتمی پُتر ستکرنی　　(ب) وششٹھ پتر پلومئ　　(ج) یگیہ شری ستکرنی　　(د) سیمک

5. ستواہن عہد کے زیادہ تر کتبے کن مقامات سے ملے ہیں؟

(الف) سانچی اور بھرہوت　　(ب) ناسک، کارلے اور نانا گھاٹ

(ج) متھرا اور اجین　　(د) ایہول اور بادامی

## 8.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ستواہن حکوت کے قیام کا مختصر خاکہ پیش کریں؟
2. ستواہن دور کی معیشت پر مختصر روشنی ڈالیں؟
3. ستواہن عہد کے مذہبی حالات بیان کریں؟

## 8.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ستواہن عہد کے سماجی نظام پر تفصیل سے روشنی ڈالیں؟
2. ستواہن عہد میں جنوبی ہند کے مذہبی رجحانات کا تفصیلی جائزہ پیش کریں؟

# اکائی 9۔ سنگم عہد

(Sangam Age)

اکائی کے اجزا


9.0 تمہید

9.1 مقصد

9.2 مآخذ

9.3 معنی اور مفہوم

9.4 جنوبی ہند کی ریاستیں

9.4.1 سنگم ادب

9.4.2 سماجی حالات

9.4.3 معاشی حالات

9.4.4 مذہبی حالات

9.5 اکتسابی نتائج

9.6 کلیدی الفاظ

9.7 نمونہ امتحانی سوالات

9.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

9.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

9.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 9.0 تمہید (Introduction)

سنگم دور جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں بالخصوص اور ہندوستان کی تاریخ میں بالعموم بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ تمل تاریخ کا آغاز سنگم دور سے ہوتا ہے۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دور تمل تاریخ کا اہم ترین دور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس دور کی تاریخ کے تعین میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس عہد میں جنوب بعید میں تین شاہی گھرانوں یعنی چولوں، پانڈیاؤں اور چیراؤں کی حکومت تھی۔ یہ حکومتیں آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں اور ان میں سے بعض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شمالی ہند کے علاقوں کے ماسوا سری لنکا پر بھی حملے کیے تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے علاقوں میں شاندار حکومتیں قائم کیں بلکہ بیرونی ممالک سے تجارتی اور سیاسی تعلقات بھی استوار کیے۔ ان کے بعد ایک ایسا دور آتا ہے جس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ اس دور کو تاریک دور کہا جاسکتا ہے۔ ہمیں سنگم عہد کے بعد کی تین صدیوں کی زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ چھٹی صدی کے آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے حکمراں منصۂ شہود پر آئے جنہیں کلابھر یا کلپ پالر کہا جاتا ہے۔ کلبھروں نے منظم سیاسی نظام کو الٹ دیا۔ پرانے نظام کو اس وقت از سر نو قائم کیا گیا جب چالوکیوں اور بادامی کے چالوکیوں نے انہیں مغلوب کیا۔

## 9.1 مقصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- سنگم عہد کے مآخذ کے بارے میں جان سکیں گے۔
- سنگم کا معنی اور مفہوم سمجھ سکیں گے۔
- سنگم ادب کا تجزیہ کا کر سکیں گے۔
- سنگم عہد میں ابھرنے والی چولا، چیرا اور پانڈیہ ریاستوں کے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- سنگم عہد میں سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا جائزہ لے سکیں گے۔

## 9.2 مآخذ (Sources)

سنگم عہد (300 قبل مسیح سے 300 عیسوی تک) دَکن کے جنوبی حصے کے تاریخ کا ایک درخشاں باب سمجھا جاتا ہے۔ اس زمانے کی معلومات ہمیں مختلف ذرائع سے حاصل ہوتی ہیں جن میں ادبی تخلیقات، آثارِ قدیمہ کے شواہد اور غیر ملکی سیاحوں کے بیانات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ سب مل کر اُس دور کے سماج، سیاست، مذہب، معیشت اور ثقافت کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتے ہیں۔ سنگم ادب اس عہد کا سب سے بنیادی اور معتبر ماخذ ہے۔ یہ ادب تمل (Tamil) زبان میں تخلیق کیا گیا اور اس کی رچنا اہلِ علم کی انجمنوں یعنی "سنگموں" میں ہوئی۔ روایت کے مطابق تین سنگم منعقد ہوئے لیکن صرف آخری سنگم کا ادب ہی آج محفوظ ہے۔ اس ادب میں اُس وقت کے زندگی کے تقریباً ہر پہلو کا بیان ملتا ہے۔ "ایٹّوتوکّئی" (*Ettuttokai*) اور "پتّوپاٹّو" (*Pattuppattu*) میں بہادری کی داستانیں اور فطرت سے متاثر شاعری شامل

ہے۔ "تولکاپیَم" (Tolkappiyam) اگرچہ قواعد (Grammar) کی کتاب ہے لیکن اس میں سماجی اور تہذیبی زندگی کے بارے میں اہم اشارے بھی ملتے ہیں۔ "پدینیں کلکنکّو" (*Patinen Kilkanakku*) میں اخلاقیات اور طرزِ عمل سے متعلق نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔ "شلاپّدیکارم" (*Silappadikaram*) اور "منی میکھلئ" (*Manimekalai*) جیسے مہاکاویہ بھی اُس زمانے کی ثقافت، عقائد اور سماجی نقطۂ نظر کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان تخلیقات میں "اکم" (Akam) شاعری محبت اور فطرت کے موضوع پر ہے جبکہ "پُرم" (Puram) شاعری میں بہادری اور جنگوں کی کہانیاں ملتی ہیں۔ یوں سنگم ادب نہ صرف شعری روایت کا مظہر ہے بلکہ تاریخی واقعات اور طرزِ زندگی کا آئینہ بھی ہے۔

ادب کے ساتھ ساتھ آثارِ شواہد بھی اس دور کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ 'سنگ کلاں' (Megalithic) ثقافت کی روایت سنگم عہد میں بھی جاری رہی جس کا ثبوت قبریں، ڈولمن (Dolmen)، مٹی کے برتن، لوہے کے اوزار اور زیورات سے ملتا ہے۔ یہ چیزیں اُس وقت کے معاشرے کی ٹیکنیکی ترقی اور معیارِ زندگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ تمل ناڈو اور کیرالا سے ملے 'براہمی' کتبے اس دور کے حکمرانوں اور انتظامی ساخت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پوہار (Puhar/Kaveripattinam)، اریکامیڈو (Arikamedu) اور اُریّور (Uraiyur) جیسے شہروں کی کھدائی میں رومی اشیاء، سکے اور مٹی کے ظروف ملے ہیں جو اس دور کے بین الاقوامی تجارت کی مضبوط دلیل ہیں۔

غیر ملکی مصنفین اور سیاحوں کے بیانات بھی اس زمانے کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ یونانی اور رومی مؤرخ جیسے 'ٹالمی' (Ptolemy)، 'پلینی' (Pliny) اور "پیرِپلس آف دی ایریتھرین سی" (*Periplus of the Erythraean Sea*) کے مصنف نے جنوبی ہندوستان کی بندرگاہوں، تجارتی تعلقات اور خوش حالی کا ذکر کیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمل ناڈو کے ساحلی شہر بحیرۂ روم (Mediterranean) کے ملکوں سے سرگرم تجارتی ربط رکھتے تھے۔ اریکمیڈو اور پمپوہار میں رومن سکوں کی موجودگی ان بیانات کی تصدیق کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ابتدائی چینی سیاحوں نے بھی تمل علاقے میں بدھ مت اور تجارت کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح غیر ملکی ماخذ سنگم عہد کی معاشی اور ثقافتی خوش حالی کو اور زیادہ معتبر بنا دیتے ہیں۔

اگرچہ سنگم ادب میں بہت سی تاریخی معلومات ہیں لیکن اسے براہِ راست تاریخی دستاویز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کی تخلیقات زیادہ تر شعری اور جذباتی انداز میں ہیں جن میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اگر صرف ادب کی بنیاد پر تاریخ لکھی جائے تو وہ ادھوری رہے گی۔ لیکن جب ادبی بیانات کو آثارِ قدیمہ کے شواہد اور غیر ملکی مؤرخین کی روایات سے ملایا جاتا ہے تو زیادہ واضح اور متوازن تصویر سامنے آتی ہے۔ مثال کے طور پر ادب میں سمندری تجارت کا ذکر ہے جس کی تصدیق اریکمیڈو سے ملے رومن سکوں اور یونانی و رومی مصنفین کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ اس طرح مختلف ماخذ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور سنگم عہد کو تاریخ کے طور پر مستحکم بناتے ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو سنگم عہد کے ماخذ نہایت متنوع ہیں۔ ادب ہمیں اُس وقت کے لوگوں کے جذبات، خیالات اور نظریات سے واقف کراتا ہے، آثارِ قدیمہ ان کے حقیقی طرزِ زندگی، تجارت اور ٹیکنالوجی کی سطح کو نمایاں کرتے ہیں اور غیر ملکی بیانات جنوبی ہندوستان کی بین الاقوامی شناخت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان سب کے باہمی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سنگم عہد صرف تمل علاقے کی ادبی اور تہذیبی نشاۃِ ثانیہ نہیں تھا بلکہ یہ جنوبی

ہندوستان کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی ارتقا کی بنیاد رکھنے والا دور بھی تھا۔ اسی لیے سنگم عہد کے ذرائع (Sources) ہندوستانی تاریخ نویسی میں منفرد اور نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

## 9.3 معنی اور مفہوم (Meaning and Definitions)

سنگم کے لفظی معنی اعلی اکادمی یا انجمن کے ہیں۔ تمل ادب میں لفظ سنگم کا استعمال پہلی مرتبہ ساتویں صدی عیسوی کے بھجنوں میں کیا گیا ہے۔ آٹھویں صدی کے ایک تبصرے میں سنگم دور کے بارے میں تفصیل سے تینوں سنگموں کے عہد کے آغاز، ارتقا اور زوال کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اس کی فراہم کردہ معلومات گو جامع ہیں مگر نا قابل یقین ہیں۔ اس لیے بعض دانشور اس کے وجود پر شبہات ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے باوجود سنگم کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پہلا سنگم جس کو مثالی سنگم کہتے ہیں کا آغاز پانڈین حکمراں کیرتی کے دور میں ہوا تھا۔ یہ مجلس جنوبی مدورائی میں منعقد ہوئی تھی جو کیپ کیمرون کے جنوب میں واقع ہے۔ ایسا بتایا جاتا ہے کہ پہلے سنگم میں 4449 شعراء نے کلام پیش کیے تھے۔ اس سنگم میں شیو، مروگا اور کبیر نے شرکت کی تھی۔ دوسرے سنگم کو ایڈائی سنگم یا درمیانی سنگم کہا جاتا ہے جو کٹپا پورم میں منعقد ہوا تھا جو پانڈیوں کا دوسرا صدر مقام تھا۔ دوسرا سنگم دور 3700 برسوں تک جاری رہا اور اس میں بھی شعرا کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تیسرا سنگم جدید مدورائی میں منعقد ہوا تھا۔ تیسرے سنگم کو کدائی سنگم کہا جاتا ہے۔ یہ سنگم 1850 سال تک جاری رہا اور 449 شعراء نے اس میں شرکت کی۔ عظیم کلاسک تیر وکورال اسی دور کی یادگار ہے۔ جہاں تک سنگم عہد کی وسعت کی بات ہے اس کے بارے میں وی آر رام چندر دکشتیار کا خیال ہے کہ سنگم عہد 1000 برسوں کی مدت تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پانچویں صدی عیسوی کے دوران قائم تھا۔ اس کے برخلاف نیل کنٹھ شاستری کے مطابق سنگم دور کا آغاز چوتھی صدی قبل مسیح سے قرار دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ ان کے مطابق سنگم دور دوسری اور تیسری صدی عیسوی تک قائم رہا۔

## 9.4 جنوبی ہند کی ریاستیں (South Indian Kingdoms)

مختلف ادبی ذرائع سے ہمیں جنوب کی ابتدائی ریاستوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ ریاستیں کرشاندی کے جنوب میں میدانی علاقوں میں واقع تھیں۔ ان ریاستوں کا کل علاقہ چولا، پانڈیہ اور چیرا یا کیرالہ خاندانوں کے تین تاجدار شہنشاہوں اور کئی چھوٹے چھوٹے سرداروں کے درمیان بٹا ہوا تھا۔ سردار اپنے زمانے کی سیاست کے پیشِ نظر کسی نہ کسی بادشاہ کی اطاعت میں رہتے تھے یا کسی بادشاہ کی طرف سے لڑائی میں شامل ہو جاتے تھے یا خود مختار رہ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ شعرا نے ان سرداروں میں سے سات سرداروں کو ادب اور فنون لطیفہ کا فراخ دلی کے ساتھ سرپرستی کرنے کی بنا پر خاص طور سے تسلیم کیا اور ولال (سرپرست) کی حیثیت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ سنگم تصنیفات سے ہمیں چولوں کی سیاسی تاریخ کا علم ہوتا ہے۔ چولا سلطنت ابتدائی قرون وسطی کے دوران ابھری۔ یہ پنیار اور ویلار ندیوں کے درمیان پانڈیوں کے علاقے کے شمال میں مشرق میں واقع تھی۔ پانڈیوں کا ذکر سب سے پہلے میگا ستھنیز نے کیا۔ پانڈیہ کی سرحد میں ہندوستان میدانی علاقے کے جنوب بعید اور جنوب مشرقی حصوں پر پھیلی ہوئی تھیں جس میں اندازاً ترتنے ولی، رام ند اور تمل ناڈو میں مدورائی ضلع شامل تھے۔ سنگم ادب میں بھی

پانڈیہ حکمرانوں کا ذکر ملتا ہے۔ چولوں، پانڈیوں اور چیراؤں کا ذکر اشوک کے کتبوں میں بھی آیا ہے۔ چیرا ریاست پانڈیہ کی سرحد کے مغرب اور شمال میں واقع تھی۔ اس میں سمند اور پہاڑوں کے درمیان کا تنگ علاقہ شامل تھا جو کیرل اور تمل ناڈو دونوں پر پھیلا ہوا تھا۔ عیسوی عہد کی ابتدائی صدیوں میں چیرا ریاست چولا اور پانڈیہ حکومت جیسی ہی اہمیت رکھتی تھی۔ اس کی اہمیت کی وجہ چیرا اور رومن حکومتوں کے درمیان تجارت تھی۔ چولوں اور پانڈیوں کے درمیان مسلسل چلنے والی جنگ چیرا حکمرانوں کی تاریخ کی خصوصیت ہے۔ اگرچہ چیراؤں نے چولا بادشاہ کاری کال کو مار ڈالا تھا تاہم چیرا راجا کو بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بعد کے زمانے میں دونوں حکومتوں کے درمیان دوستی ہو گئی۔ چیرا بادشاہوں نے چولوں کے مقابلے میں پانڈیوں سے گٹھ جوڑ کر لیا لیکن چولوں نے پانڈیوں کو ہرادیا۔ چیرا بادشاہ نے شرم سے خودکشی کر لی۔ ان تینوں حکومتوں کی سیاسی تاریخ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے یہاں تک کہ سری لنکا سے بھی برابر جنگ کرتے رہتے تھے۔

## چولا (Chola)

جنوبی ہند کی ابتدائی تین ریاستیں کرشناندی کے جنوب میں واقع میدانی علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ ریاستیں تھیں۔ چولا پانڈیہ اور چیرا یا کیرالا۔ چولا سلطنت پینار اور ویلار ندیوں کے درمیان واقع تھی۔ سنگم ادب سے ہمیں چولوں کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں جانکاری حاصل ہوتی ہے۔ دوسری صدی قبل مسیح میں ایلارا نام کے راجا کی حکومت تھی۔ اس کے راجدھانی کا نام اُرے یور تھا۔ اس نے سری لنکا پر فتح حاصل کی تھی اور لگ بھگ 50 سال تک حکومت کی۔ ابتدائی چولا حکمرانوں میں کاری کال سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کیوں کہ اس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ اس نے کاویری ندی کے کنارے پوہار اور کاویری پٹنم کو چولا سلطنت کا صدر مقام بنایا۔ وہ بہت بہادر حکمراں تھا۔ اس نے تنجور کے نزدیک وینی میں چیرا اور پانڈیہ حکمرانوں کو شکست فاش دی تھی۔ یہ فتح اس کی زندگی میں اہم موڑ ثابت ہوئی۔ ایک دوسری اہم لڑائی واگی پرانڈلئی میں لڑی گئی تھی، جس میں اس نے نو چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی متحدہ فوج کو شکست دی تھی۔ اس نے ایک طاقت ور بحریہ کی بھی تشکیل کی تھی۔ اس بحری فوج کی مدد سے اس نے لنکا پر فتح حاصل کی تھی اور وہاں سے بڑی تعداد میں لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنالیا۔ ان غلاموں کی مدد سے اس نے کاویری ندی پر ایک بہت بڑا پُل بنوایا۔ وہ ویدی مذہب میں یقین رکھتا تھا۔ اس نے کئی یگیہ بھی کروائے۔ ایک بہترین نظام سلطنت کے ساتھ ساتھ اس نے زراعت اور تجارت کو فروغ دیا۔ ایک عظیم فاتح ہونے کے علاوہ وہ تمل ادب کا عظیم سرپرست بھی تھا۔ اس نے اپنے دربار میں بہت سارے شعراء کی سرپرستی بھی کی۔ کاری کال کے جانشیں بہت کم زور نکلے۔ جس کے نتیجے میں چولا سلطنت بہت تیزی سے روبہ زوال ہوئی۔ چیرا اور پانڈیہ حکمرانوں نے اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھایا اور اس کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور اس کی راجدھانی پوہار کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ جو علاقے باقی رہ گئے تھے، ان پر پلووں نے قبضہ جما کر چولوں کی طاقت کو لگ بھگ چوتھی صدی عیسوی میں ختم کر دیا۔ بعد میں چولوں نے نویں صدی میں ایک بار پھر اپنی طاقت کو مجتمع کر کے اپنا اقتدار قائم کیا۔

## پانڈیہ (Pandya)

پانڈیہ ریاست جزیرہ نمائے ہند کے جنوبی کنارے اور جنوبی مشرقی حصّے کے درمیان میں واقع تھی۔ اس میں موجودہ تمل ناڈو کے

مدورا، تِن ویلی اور رام ند کے ضلعے شامل تھے۔ان کے دارالسلطنت کا نام مدورایامدورائی تھا۔ پانڈیہ ریاست جنوب کی ایک قدیم ترین ریاست تھی۔تاریخی ذرائع کی کمی کی وجہ سے اس ریاست کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں ہمیں کوئی خاص جان کاری نہیں ملتی۔اس ریاست کے بارے میں سب سے پہلے میگا ستھنیز نے اپنی کتاب انڈکا میں ذکر کیا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ یہ ریاست موتیوں کے لیے مشہور تھی۔اس ریاست پر اس وقت ایک عورت کی حکمرانی تھی۔ سنگم ادب سے بھی ہمیں اس ریاست کے بارے میں جان کار حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ جانکاری تاریخ وار نہیں ہے۔ سنگم عہد میں جن پانڈیہ بادشاہوں نے حکومت کی ان میں پنڈوجیلیان نام کے حکمراں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ وہ 210ء میں تخت نشیں ہوا۔اس وقت وہ نابالغ تھا۔اس کی ریاست کو ہڑپنے کی غرض سے چولا، چیر اور پانچ دوسرے حکمرانوں نے متحدہ طور پر تنجور کے نزدیک تلیا نگنم میں حملہ کر دیا۔ مشکل کے ان لمحات میں نیڈوجیلیان نے بہت بہادری دکھائی اور اس نے دُشمن کی متحدہ فوج کو شکست دی۔ چیر حکمراں کو قید کر لیا گیا۔اس اہم فتح کے نتیجے میں نیڈوجیلیان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ وہ ایک بہت بڑا عالم بھی تھا۔اس لیے اس نے علوم وفنون کی بہت زیادہ سرپرستی کی۔ پانڈیہ ریاست بہت خوش حال تھی۔اس کے تجارتی تعلقات رومی سلطنت سے بھی تھے۔ تجارت کو فروغ دینے کے لیے پانڈیہ حکمرانوں نے رومی حکمراں آگسٹس سیزر کے دربار میں اپنے سفیر بھیجے تھے۔ یہ تجارت ریاست کے لیے بہت منافع بخش ثابت ہوئی۔

## چیرا (Chera)

چیرا شاہی گھرانے کی حکومت موجودہ کیرل کے اہم حصوں پر تھی۔اس وقت چیروں کی راجدھانی ونچی تھی۔اس گھرانے کا شاہی نشان ''کمان'' تھا۔ تونڈئی اور مسیری اس ریاست کے اہم بندرگاہ تھے۔ پہلا چیر حکمراں جس کے بارے میں جان کاری ملتی ہے وہ ادیانجیرل تھا۔اس کا مطلب ہے عظیم دعوت کھلانے والا۔ کہاجاتاہے کہ اس نے کروکشتر کی دونوں فوجوں کو بہت لذیذ کھانا کھلایا تھا۔ بہر حال اس میں شاعرانہ غلو بھی ہو سکتاہے۔اس کے بیٹے نیڈن جرل ادن نے اپنے باپ سے زیادہ شہرت پائی اور اس نے اپنی سلطنت میں توسیع کی۔اس نے کئی تاجدار بادشاہوں پر فتح حاصل کی تھی اور اس طرح ادھیراج کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ایک جنگ میں وہ چولا حکمرانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کتوون اس کا جانشیں بنا۔اس نے بھی حکومت کی سرحدوں میں توسیع کی۔ نیدل جیرن ادن کا دوسرا بیٹا سینگوتوون تھا۔ سینگوتوون کا مطلب ہے منصف مزاج۔ وہ اپنے چچا کے بعد تخت پر بیٹھا۔ایک عظیم حکمراں کی حیثیت سے اس نے بہت زیادہ شہرت پائی۔ سینگوتوون کے فوجی کارناموں کو مشہور رزمیہ نظم شلپادی کرم میں درج کیا گیاہے۔ یہ کہاجاتاہے کہ اس نے گنگا کو عبور کر کے شمالی ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور یہاں کے حکمرانوں کو شکست دی تھی۔ایسا معلوم ہوتاہے کہ اس کی بہادری کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیاہے۔ سینگوتوون کی زندگی اور اس کی کامیابی آگے چل کر روایتوں کی صورت اختیار کر گئی۔ اس نے پٹنی پنتھ یا کنگی کی مثالی بیوی کی شکل میں پرستش کرنے کی رسم کی شروعات کی۔ سنگم عہد میں آخری چیر حکمراں کا ذکر الان جیرل ارم پورئی اورماندرن جیرل ارم پورئی کے طور پر آتاہے جس نے چولا اور پانڈیہ حکمرانوں سے جنگ کی تھی۔

## 9.4.1 سنگم ادب (Sangam Literature)

دراوڑی خاندان کی زبانوں میں تمل سب سے پرانی زبان ہے اور اس کا ادب قدیم ترین ادب سمجھا جاتا ہے۔ تمل کی سب سے پہلی کتابیں تمل ''سنگموں'' سے متعلق ہیں۔ سنگم کو آج کل کی اصطلاح میں علمی مجلس کہہ سکتے ہیں۔ یہ پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ سنگم کتنی بار ہوئے اور کتنے دنوں تک چلے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے درمیانی دور سے تعلق رکھنے والی ایک کمنٹری میں بتایا گیا ہے کہ تین سنگم ایسے تھے جو 9990 تک قائم رہے۔ ان میں 8598 شعراء نے شرکت کی اور انہیں 187 پانڈیہ بادشاہوں کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ اس کے بیان میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے سنگم کا پورا ادب ضائع ہو گیا۔ دوسرے سنگم کی ایک تصنیف باقی رہ گئی۔ تیسرے سنگم کا بہت زیادہ ادب محفوظ رہا۔ سنگموں کے اراکین بڑے بڑے علماء و فضلا ہوتے تھے جن کی سرپرستی پانڈیہ راجا کرتے تھے۔ ہر سنگم چند ممتاز شاعروں اور مستند عالموں پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ شعراء اور علماء ان کتابوں پر جو ان کے سامنے پیش کی جاتی تھیں، اپنی مہر توثیق ثبت کرتے تھے۔ تاریخی دور کے شروع میں تمل زندگی کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بنیاد سنگم ادب پر ہے۔ آج تک ملنے والا سنگم ادب جو اس طرح کی علمی مجلسوں کی پیداوار تھا تقریباً 300-500 قبل مسیح میں مرتب کیا گیا۔ لیکن اس ادب کے بعض حصوں کا تعلق دوسری صدی عیسوی سے معلوم ہوتا ہے۔ سنگم ادب کو عام طور پر دو حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: 1۔ بیانیہ 2۔ ناصحانہ

بیانیہ متن، میل کنکّو (Melkanakku) یا اٹھارہ اشعار کہلاتے ہیں۔ ان میں آٹھ منتخب کلام اور دس دیہات کے دلکش مناظر پر ناصحانہ کہانیاں ہیں۔ اسی طرح، کل کنکّو (Kilkanakku) یا اٹھارہ چھوٹے کارنامے کہلاتے ہیں۔ یہ ناصحانہ مختصر گیتوں کا مجموعہ ہے۔ تیسرے سنگم سے حاصل ادب کو تین حصوں ''ایٹّوٹوکائی''، ''پٹوپٹّو'' اور ''پدی نین کل کنکّو'' میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- **ایٹّوٹوکائی (Ettuttokoi) آٹھ مجموعہ ہائے اشعار:** اس کی شاعری کہیں معروف نہیں ہے اور اس کی زبان نامانوس ہے۔ یہ شاعرانہ ادب کا بڑا ضخیم و طویل مجموعہ ہے۔ اس میں دو ہزار سے زائد نظمیں ہیں جو دو سو سے زائد شعراء سے منسوب ہیں۔
- **پتّوپٹّو (Pattupattu) دس نغمے:** اس میں اسی اسلوب کی دس طویل تر نظمیں ہیں لیکن وہ کچھ بعد میں لکھی گئی ہیں۔ اس میں مشہور شاعر نکیّرر کی تخلیق بھی شامل تھی۔ اس میں تمل دیوتا مرُگن اور اس کے مندروں کی تفصیلات دی گئی ہیں۔
- **پدی نین کل کنکّو (Padinenkilkanakku)** اٹھارہ ناصحانہ مختصر گیتوں کا مجموعہ ہے۔
- **تولکاپیم (Tolakkapium):** دوسرے سنگم سے متعلق صرف ایک کتاب تولکاپیم ملتی ہے۔ یہ دراصل قواعد پر ایک رسالہ ہے لیکن اس میں دیگر مواد بھی کافی ہیں جس سے لوگوں کے رسوم و رواج پر روشنی پڑتی ہے۔

### منتخب کلام کی بیاضیں (Selected Literary Texts)

تمل کا باقی ماندہ کلاسیکی ادب تیسرے سنگم سے متعلق ہے۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اول شعرا کے منتخب کلام کی بیاضیں، دوم رزمیہ نظمیں۔ اول الذکر میں دس نظمیں ایسی ہیں جن کا موضوع کوئی دلکش منظر ہے۔ اس میں نکیرر کی ندونل وادی سب سے

اہم اور معروف ہے۔اس میں ایک پانڈیہ راجا کے، جو اپنے لشکر کے خیمے میں ہے اور اس کی اداس رانی کے جو محل میں شوہر کی جدائی کے غم میں گھل رہی ہے، جذبات و احساسات کا فرق بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ایک دوسری نظم روڈرن کنّانر کی پٹّی نیائی ہے جس میں ہیرو کی ذہنی کشمکش کی عکاسی بڑی خوب صورتی سے کی گئی ہے۔ ہیرو کا دل دو متضاد جذبات کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔دِل ایک طرف کہتا ہے میدانِ جنگ میں جانا چاہیے وہیں دوسری طرف یہ خیال بھی آتا ہے کہ گھر پہنچ کر محبوبہ سے ملاقات کرنی چاہیے۔اس کے علاوہ نظموں کے آٹھ مجموعے ہیں جن میں پُرنا ورو بہت مشہور ہے۔اس میں تمل کے ممتاز شعرا کپّی لر، آدئی اور کودِر کار اور دوسرے ڈیڑھ سو شعراء کا کلام ہے۔ یہ نظمیں شاعرانہ اور ادبی محاسن کے علاوہ ایسے مواد کی حامل ہیں جسے تمل باشندوں کی سماجی تاریخ کی بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ تیسری قسم میں چھوٹی چھوٹی ناصحانہ نظمیں ہیں جن میں تروولوور کی ''ترکّرل''(Tirikkural) یا''کُرل''(Kural) بہت مشہور ہے۔اس کی تعلیمات کو تمل باشندے روحانی فیضان کا ابدی ذریعہ اور زندگی کے لیے مشعل ہدایت سمجھتے ہیں۔اس میں فلسفہ اور حکیمانہ اقوال کو یکجا کیا گیا ہے۔اس میں ایک دوسری نظم نالہ دیار ہے جو واعظانہ اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے۔یہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے زیادہ رسمی اور ادبی ہے۔

## رزمیہ نظمیں (War Epics)

آخر الذکر حصّہ دس رزمیہ نظموں پر مشتمل ہے جس میں صرف سات باقی رہ گئی ہیں ۔ تین ضائع ہو گئی ہیں ۔ان سات میں سے دو سلپادِ کرم اور منی میکلئی تمل ادب میں بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ان کا مقابلہ رامائن اور مہابھارت سے کیا جاتا ہے۔ان میں ایسے مواد ہیں جن کی بنیاد پر تمل باشندوں کی ابتدائی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ سلپادی کرم اور منی میکلئی دونوں کی تصنیف چھٹی صدی عیسوی میں عمل میں آئی۔ان میں سے پہلا تمل ادب کا سب سے زیادہ روشن ہیرا سمجھا جاتا ہے۔اس نظم کا خالق النگوودگل ہے جو عظیم چیرا راجا سنگوتوون کا چھوٹا بھائی تھا اور کاری کال کا پوتا تھا۔ لیکن اس روایت کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے۔

**سلپادکرم(Silippadikaram)**: تمل میں سلپادکرم کے معنی ہیں وہ کہانی جس کا مرکز پازیب ہے۔ کہانی کا ہیرو کوولن ایک طوائف مادھوی کے عشق میں مبتلا ہو کر دیوانہ وار اپنی ساری دولت پھونک دیتا ہے۔ لیکن کچھ دنوں بعد اسے ہوش آتا ہے تو وہ اپنی وفادار و باعصمت بیوی کنگیّ کے پاس واپس لوٹتا ہے۔ پھر دونوں باہم مدورا کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر کوولن پازیبوں کی جوڑی بیچ کر جو اس کی بیوی کا آخری زیور ہے، کوئی کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ایک پازیب لے کر کوولن مدورا کے شاہی سنار کے پاس جاتا ہے۔ سنار نے راجا کا اس جیسا ایک پازیب کبھی پہلے چرا رکھا ہے۔ کوولن کا یہ پازیب دیکھ کر سنار چوری کا الزام کوولن پر لگاتا ہے۔ راجا بغیر کسی تحقیقات کے کوولن کو سزائے موت دیتا ہے۔اس کی پریشان حال بیوی اپنے شوہر کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے دوسرا پازیب راجا کے سامنے پیش کرتی ہے۔ پانڈیہ راجا اپنے کیے پر غم وندامت کے جذبات سے مغلوب ہو کر جان دے دیتا ہے۔اس کے بعد کنگی مدورا شہر کے حق میں بددعا کرتی ہے جس کے اثر سے تمام شہر پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اور پورا شہر جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ کنگی آسمان پر جا کر اپنے شوہر سے مل جاتی ہے اور اسے عصمت وعفت کی دیوی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

**منی میکلئی (Manimekalai)**: دوسری نظم منی میکلئی دراصل سلپادکرم کا ہی تتمہ ہے اور اسی زمانے کی تخلیق ہے۔ اس کا مصنف سیتولائی ستانر مدورائی کا ایک غلہ بیوپاری تھا۔ یہ بدھ مت کا ادب ہے۔ اس میں مہایان بدھ مت کے تعلق سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی ہیروئن منی میکلئی کوولن کی وہ بیٹی ہے جو مادھوی طوائف کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ تنگی سے سبق لیتی ہے اور بہت سی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر میں بدھ بھکشو بن جاتی ہے۔

**جیوکا چنتامنی (Jeevika Chintamani)**: اس رزمیہ کی تخلیق ترت تکدیورنے کی تھی۔ وہ ایک چولا شہزادہ تھا جو بعد میں جین بھکشو بن گیا۔ یہ رزمیہ ایک ایسے شخص کی کہانی پر قائم ہے۔ جو جنگ اور امن دونوں ہی ہنر میں ماہر ہے۔ اس نے اپنی جوانی میں بہادری کے کئی کارنامے انجام دیے تھے اور اپنے لیے ایک عظیم سلطنت قائم کی تھی۔ آخر میں وہ اپنے بیٹے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جاتا ہے اور جنگل چلا جاتا ہے۔ وہیں وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اس رزمیہ میں عظیم شاعری کی بھی خوبیاں موجود ہیں۔

### 9.4.2 سماجی حالات (Social Conditions)

سنگم ادب، سنگم عہد کے معاشرے اور ثقافت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سنگم عہد میں تمل سماج مختلف طبقوں میں منقسم تھا۔ اس عہد میں حکمراں طبقے کو ''ارسر'' کہا جاتا تھا۔ سماج میں اس طبقے کو اعلا مقام حاصل تھا۔ ان کی خدمت میں بڑی تعداد میں نوکر چاکر موجود رہتے تھے۔ دربار میں شاعروں، مغنّیوں اور رقاصاؤں کی بھرمار ہوتی تھی۔ حکمراں طبقے کے بعد سماج میں برہمنوں کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ وہ انتظامی امور میں راجا کو مشورے دیتے تھے۔ اس عہد میں چوں کہ یگیوں کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لیے برہمنوں کی عزت و توقیر میں اور اضافہ ہوا۔ بہت سارے برہمن شاعری کرتے تھے اور راجا کی مدح میں نظمیں لکھا کرتے تھے۔ برہمنوں کو حکومت کی جانب سے مختلف قسم کی سہولیات عطا کی گئیں تھیں۔ ان کے قتل کو جرم عظیم تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے بعد بڑے کسانوں کو رتبہ حاصل تھا۔ اس وقت دولت مند کسانوں کو ''ولال'' کہا جاتا تھا۔ ان کی بڑھی ہوئی اہمیت کی وجہ سے ہی ان کے اور ارسروں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے قائم تھے۔ اس عہد میں سماج کئی اور طبقوں میں منقسم تھا۔ شعرا نے انتہائی ہمدردی کے ساتھ ان سبھی لوگوں کا ذکر کیا ہے مثلاً جاہل اور ڈاکہ زنی میں مصروف افراد، ان کے علاوہ شکاریوں (اینز) جو اپنی جھونپڑیوں میں تیر اور ڈھال رکھتے تھے یا وہ چرواہے جو جانور پالتے تھے اور دہی اور گھی فروخت کرتے تھے۔ سنگم ادب میں ہمیں غلامی کے رواج کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

اس عہد میں امیر آدمی اینٹ اور چونے سے بنے ہوئے پختہ مکانات میں رہا کرتے تھے۔ مکانوں کی دیواروں پر اکثر دیوی دیوتاؤں اور جانوروں کی زندگی سے متعلق تصویریں بنی رہتی تھیں۔ شاہی محلات کے گرد نواح میں باقاعدہ عام افراد شہروں اور دیہاتوں میں معمولی مکانات میں رہتے تھے۔ ذات سے خارج افراد اور جنگلی قبائل جھونپڑیوں میں رہا کرتے تھے۔ سنگم نظموں میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پولٹی یان رسی کی چارپائیاں بناتے تھے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ لوچٹائی کے طور پر جانوروں کی کھالیں استعمال کرتے تھے۔ پتینا پالٹی میں لوہار کے ماہی گیروں (ہردوار) کی زندگی کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

سنگم عہد میں عورتوں کی حالت بہت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ عورتیں تعلیم حاصل کرسکتی تھیں۔ انہیں درباری رقص، عوامی رقص، مصوری اور دوسرے فنون سے متعلق تعلیم دی جاتی تھی۔ سنگم ادب میں کچھ ایسی عورتوں کا ذکر ملتا ہے جو اعلادرجے کی شاعرات تھیں۔ ان میں نچے لیر اور آویر کے نام قابل ذکر ہیں۔ شادی شدہ عورتوں کا خاندان میں بہت احترام کیا جاتا تھا۔ وہ اکثر خانگی امور کی نگہ داشت کرتی تھیں۔ اس وقت عورتوں کو دولت کے حق سے محروم رکھا گیا تھا۔ اس طرح وہ مردوں کے زیر دست رہتی تھیں۔ وہ انتظامی امور میں حصہ نہیں لے سکتی تھیں۔ نچلے طبقے کی عورتیں کھیتوں میں مردوں کے ساتھ کام کرتی تھیں۔ کچھ عورتیں کتائی بنائی کے کاموں میں مشغول رہتی تھیں۔ بعض عورتیں شاہی دربار میں راجا کے محافظ کے طور پر خدمات انجام دیتی تھیں اور کچھ وہاں رقص و سرود کے کام میں مشغول ہوتی تھیں۔ سماج میں قحبہ گری کا بہت زیادہ رواج تھا۔ معاشرے میں بیوہ عورتوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ انہیں سجنے سنورنے کا اختیار نہیں تھا۔ خاندان میں خوشی کے مواقع پر عام طور پر شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ ان وجوہات کو بنا پر بہت سی عورتیں ستی ہو جانے کو ترجیح دیتی تھیں۔ سماج میں رائج کثیر زوجگی کی وجہ سے عورتوں کی حالت اور بھی خراب ہو گئی تھی۔

سنگم عہد کے لوگ اپنی خوراک میں سبزی اور گوشت دونوں چیزوں کا استعمال کرتے تھے۔ ان کی خاص خوراک چاول اور مچھلی تھی۔ اعلا طبقے کے لوگ کئی طرح کے مزہ دار کھانا کھاتے تھے۔ ان میں کئی طرح کے گوشت بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ کئی طرح کی سبزیاں اور پھلوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ غیر ملکی شراب پیتے تھے اور دوسری طرح کے نشہ کے بھی شوقین تھے۔ تمل برہمن بھی گوشت خور تھے اور شراب نوشی کرتے تھے۔ عوام الناس بھی بھیڑ، بکری، سور اور مچھلی کا گوشت استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دودھ اور دودھ سے بنی اشیا سبزیوں اور پھلوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ ناریل کا پانی، تاڑی اور گنے کا رس پینے کے شوقین تھے۔ اس وقت لوگ پان اور سپاری کھانے کے بہت شوقین تھے۔ سنگم عہد کے لوگ کئی طرح کے لباس استعمال کرتے تھے۔ عوام سوتی کپڑے پہنتے تھے جب کہ دولت مند افراد ریشمی کپڑے زیب تن کرتے تھے۔ اس وقت عورتوں اور مردوں دونوں کے درمیان زیورات پہننے کا رواج تھا۔ یہ زیورات سونے اور چاندی کے ہوتے تھے۔ عورتیں پھولوں سے کئی طرح کا سنگھار کرتی تھیں۔

سنگم عہد کے لوگ کئی طرح سے تفریح طبع کا سامان کرتے تھے۔ اس وقت لوگوں کو نظمیں لکھنے اور سننے کا بہت شوق تھا۔ اس وقت لوگوں کے درمیان موسیقی اور رقص کا بھی بہت رواج تھا۔ مغنیوں، رقاصوں اور رقاصاؤں کے گروہ گھوم گھوم کر لوگوں کی تفریح کرتے تھے۔ ان کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف کھیلوں اور تقاریب کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ کشتی، مکہ بازی، پانسہ کھیلنا، کتوں اور خرگوشوں کا شکار کرنا بھی لوگوں کی تفریحات میں شامل تھے۔ بوڑھے افراد جوا کھیلتے تھے۔ لڑکیاں اور عورتیں مکان کے چھجوں پر گولیاں کھیلتی تھیں۔ سنگم نظموں میں مرد اور عورتوں کا ساتھ غسل، پکنک کے لیے پارٹیوں میں جانا اور منرم میں بچوں کا چھوٹے تیر اور کمان کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ملتا ہے۔

اس عہد میں رقص اور موسیقی کے فنون بہت ترقی یافتہ اور مقبول عام تھے۔ موسیقی کے میدان میں مختلف قسم کے باجوں کا ذکر ملتا ہے جس میں کئی طرح کے یال (وین کی طرح کا اک تارہ) اور ڈھول شامل تھے۔ کاریکال کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ موسیقی کے سات

سروں کا ماہر تھا۔ بانسری کے متعلق کہا گیا ہے کہ ''یہ دہکتی ہوئی آگ سے بنائی گئی ہے سیاہ سوراخ والی بنسی ہے۔'' موسیقی کے نغمات کے لیے مناسب وقت اور جگہ مقرر تھی۔

سنگم معاشرہ ایک مہذب سماج تھا۔ اس وقت سماج میں تعلیم کا بہت زیادہ رواج تھا۔ عورتوں کو بھی تعلیم کے لیے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ تعلیم زیادہ تر زبانی ہوتی تھی۔ اس وقت تعلیم کے لیے ادبی جلسوں کا رواج عام تھا۔ ان میں بڑے بڑے علماء شریک ہوا کرتے تھے۔ اس وقت تعلیم کے خاص موضوعات وید، رامائن، مہابھارت، ریاضی، فن حرب اور علم نجوم وغیرہ تھے۔ عورتوں کو امور خانہ داری، رقص اور موسیقی کے فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس عہد میں دعوت دینے کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا تھا۔ ان مواقع پر شعرا کو مدعو کیا جاتا تھا۔ شعرا نے لذیذ کھانوں کے بیان کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ایک شاعر اپنے سرپرست سے یوں مخاطب ہے۔ ''میں اس خیال سے یہاں آیا تھا کہ ہم لوگ شوربہ دار گوشت کی بوٹیاں جنہیں ابال کر ٹھنڈا کر لیا گیا ہو اور جو جولاہن کی صاف کی ہوئی روٹی کی طرح ملائم ہوں گی، کھا سکیں گے اور بڑے بڑے برتنوں میں بھری ہوئی تاڑی پی سکیں گے۔ ایک دوسرا شاعر کاریکال کے دربار میں ہیرے اور جواہرات سے سجی ہوئی مسکراتی ہوئی عورتوں کا طلائی میناؤں میں شراب انڈیلنے کا منظر بیان کرتا ہے۔ ان دعوتوں میں مسلم جانور کا گوشت، دودھ سے تر حلوہ (آپم)، کچھوں کا گوشت اور مخصوص قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں۔ پینے کی چیزوں میں مقامی شراب، مُنیرَ (Munneer) (ناریل و گنے کے رس سے بنی) اور بیرونی شراب کا ذکر ملتا ہے۔

### 9.4.3 معاشی حالت (Economic Conditions)

سنگم ادب سے ہمیں ہم عصر معاشی حالات کے بارے میں اہم جان کاری ملتی ہے۔ اس عہد میں تمل دیش کے باشندے معاشی طور پر بہت خوش حال تھے۔ ان کی خوش حالی کی خاص بنیاد زراعت اور تجارت تھی۔ سنگم عہد میں لوگوں کا خاص پیشہ زراعت تھا۔ سنگم ادب سے ہمیں یہ جان کاری ملتی ہے کہ اس وقت جنوبی ہندوستان کی زمین بہت زیادہ زرخیز تھی۔ کاویری ندی کا ڈیلٹا والا علاقہ اپنی زرخیزی کے لیے اس قدر مشہور تھا کہ اس وقت یہ کہاوت مشہور تھی کہ جتنی زمین پر ایک ہاتھی بیٹھنے پر جگہ گھیرتا ہے اتنے میں سات افراد کے لیے غلہ اپجایا جا سکتا ہے۔ اس وقت سینچائی کا عمدہ انتظام تھا۔ سنگم عہد کے حکمرانوں نے نہروں، کنوؤں اور تالابوں کی تعمیر کروائی تھی۔ اس عہد میں زراعت میں استعمال کے لیے لوہے کے اوزار بنائے جائے گئے تھے جس سے انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس عہد میں فصلیں خوب پیدا کی جاتی تھیں۔ چاول، گنا اور راگی اس عہد کی خاص فصلیں تھیں۔ ان کے علاوہ اس عہد میں گول مرچ، کٹہل، ناریل، ہلدی، مختلف قسم کی سبزیاں، پھلوں اور دوسرے اناجوں کی بھی پیداوار ہوتی تھی۔ اس وقت ولال (Vellalas) یا دولت مند کسان بڑے بڑے کھیتوں کے مالک ہوتے تھے، وہ بذات خود کھیتی نہیں کرتے تھے۔ یہ کام وہ مزدوروں سے کرواتے تھے جنہیں کڈے سیار (Kadaisiyar) کہا جاتا تھا۔ ان میں زیادہ تر عورتیں ہوتی تھیں۔ حکومت کسانوں سے محصول وصول کرتی تھی جو کل پیداوار کا چھٹا حصہ ہوتا تھا۔ یہ سرکار کی آمدنی کا خاص ذریعہ تھا۔ کسانوں کو یہ چھوٹ حاصل تھی کہ اپنا محصول نقد یا جنس، کسی بھی شکل میں دے سکتے تھے۔ کسی بھی قدرتی آفت کے وقت محصول یا تو معاف کر دی جاتی تھی یا اس میں تخفیف کر دی جاتی تھی۔

سنگم عہد میں زراعت کے ساتھ صنعتوں کو بھی عروج حاصل ہوا۔اس عہد کی سب اہم ترین صنعت کپڑے کی صنعت تھی۔ یہاں سوت، ململ اور ریشم کے کپڑے تیار کیے جاتے تھے۔ یہاں تیار کی جانے والی ململ دنیا بھر میں مشہور تھی۔ یہاں سوت کاتنے کا کام عورتوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ سنگم ادب میں سوتی اور ریشمی کپڑوں کی پیچیدہ بنائی کا ذکر آیا ہے۔ پیری پلس کے مطابق اُرے یور سوتی کپڑوں کی تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ سوتی کپڑوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ سانپ کی کینچل یا بھاپ کے بادلوں سے بھی زیادہ باریک ہوتے تھے۔ کتائی اتنی نفیس ہوتی تھی کہ آنکھ سے دھاگا مشکل سے دکھائی دیتا تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت زیورات بنانے، ہاتھی دانت اور چینی کی صنعتیں بھی مشہور تھیں۔ لوگ قینچی اور سوئی کے بھی استعمال سے واقف تھے۔ قینچی بال کاٹنے اور سوئی سوتی کپڑے کی سلائی میں کام آتی تھی۔

سنگم عہد میں تجارت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ بیرونی اور اندرونی تجارت پورے طور پر منظم تھی۔ اس امر کی تصدیق تمل زبان کی نظموں، کلاسیکی مصنفین اور جنوبی ہند کے آثار قدیمہ سے ہوتی ہے۔ بڑے بڑے بندرگاہوں والے شہر بیرونی مال کی منڈیاں تھے۔ اس عہد میں ہندوستان کے تجارت تعلقات روم، مصر، عرب، یونان، ملایا اور چین جیسے ممالک سے تھے۔ نظموں میں پانڈیہ دیش کے شالی پور اور چیر دیش کے رکھے بانورا کا شمار مشہور بندرگاہوں میں ہوتا تھا۔ پانڈیہ سلطنت نیز دوسرے مقامات میں بحری راستوں کے ذریعہ گھوڑوں کی درآمد ہوتی تھی۔ پیری پلس کے مطابق نورا (کنانور) موزیرس (موشیری، گرنگانور) اور کوٹایم کے بہت نزدیک نیل سنڈا مغربی ساحل پر بہت اہم بندرگاہ تھے۔ بسار (پورکڈ) اسی ساحل پر دوسرا بندرگاہ تھا۔ تجارت کے بارے میں مصنف کہتا ہے کہ "ان بازاروں میں بڑی مقدار میں کالی مرچ اور میل بتھرم ملتا تھا۔ جن اشیا کی ملک میں درآمد کی جاتی تھی ان میں بڑی مقدار میں سکے، پکھراج، باریک کپڑے، چھپے ہوئے کپڑے، سرمہ، مونگا، خام شیشہ، تانبا، ٹین اور شراب اور ہرتال نیز جہاز کے ملاحوں کی ضرورت کے مطابق گیہوں شامل تھا۔ جن چیزوں کی برآمد کی جاتی تھی ان میں سیاہ مرچ شامل تھی جو ان بازاروں کے نزدیک صرف ایک علاقہ میں جو کوٹانارا نامی ضلع میں بڑی مقدار میں پیدا کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ بڑی مقدار میں نفیس موتی، ہاتھی دانت، ریشمی کپڑے، گنگا کے کنارے واقع علاقوں سے حاصل ایک خوشبودار بوٹی، اندرونی علاقہ سے حاصل شدہ میل بتھرم، ہر قسم کے شفاف پتھر، ہیرے، نیلم اور کچھوے کے خول شامل تھے۔ یہ خول جزیرۂ کرائز اور ڈمیریکا کے ساحل پر واقع جزیروں سے حاصل کیے جاتے تھے۔

اس عہد میں اندرونی ملک بھی خوب سرگرم تجارت چل رہی تھی۔ گاڑیوں اور باربرداری کے جانوروں پر تجارتی سامان لدے ہوئے تاجروں کا قافلہ ایک جگہ سے دوسرے جگہ اور ایک میلے سے دوسرے میلے چلتا رہتا تھا۔ جنوبی ہندوستان کے کئی تاجر شمالی ہندوستان کے بازاروں میں اپنے مال واسباب لے کر آتے تھے اور یہاں سے ضروری اشیا جنوبی ہندوستان لے جاتے تھے۔ اس وقت کے تاجر ایماندار اور راست باز ہوتے تھے۔ وہ شاذ و نادر ہی اپنے گاہکوں کا استحصال کرتے تھے۔ اندرونی تجارت مبادلے کی اشیا (Barter System) کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اس زمانے میں نمک ایک اہم تجارتی شے تھی۔ اس کے تاجر بیل گاڑی پر اپنے خاندان والوں کو لادے ہوئے تجارت کرتے تھے۔ تجارتی اشیا کی ادلا بدلی شہد، جڑی بوٹیاں، مچھلی کا تیل اور تاڑی کے عوض کی جاسکتی تھی۔ گنا اور چاول کی پاپڑی (اول)، ہرن کے گوشت اور نشہ لانے والی پینے کی چیز کے بدلے حاصل کی جاسکتی تھی۔ مشیری میں دھان کے عوض مچھلی دی جاسکتی تھی۔

### 9.4.4 مذہبی حالات (Religious Conditions)

سنگم عہد کے ادب کے مطالعے سے اس وقت کے مذہبی حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سنگم کے تمل راجا ہندو مذہب میں عقیدت رکھتے تھے۔ راجا بڑے بڑے یگیوں میں شریک ہوتا تھا۔ معاشرے میں برہمن کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مرُوگن یا سبرامنیم یہاں کے لوگوں کا خاص دیوتا تھا۔ تمل ادب میں اس دیوتا کی بہت تعریف و تحسین کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لوگ بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں سے خاص وشنو، شِو، اندر، برہما، کرشنا، درگا اور سرسوتی وغیرہ تھے۔ عورت، مرد اور بچے مندروں میں جا کر ان دیوی دیوتاؤں کو نذرانے پیش کرتے تھے اور اپنی مرادوں کی تکمیل کے مقصد سے بھجن گاتے اور دعائیں کرتے تھے۔ بہت سے لوگ مندروں میں رقص بھی کرتے تھے۔ دیوتاؤں کی پوجا کے طریقے شمالی ہندوستان سے مماثلت رکھتے تھے۔ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جانوروں کی قربانیاں بھی دی جاتی تھیں۔ اس عہد میں مہابھارت اور دیومالائی قصوں کا رواج بہت بڑھ گیا تھا۔ لوگ تلسی کو بہت پاکیزہ مانتے تھے اور اس سے عقیدت بھی رکھتے تھے۔ جنوبی ہندوستان میں ویدک تہذیب کے پھیلانے کا سہرا اگستیہ رشی کے سر جاتا ہے۔ سنگم عہد کے مذہب میں برہمنوں کو اہم مقام حاصل تھا۔ برہمن ویدی یگیوں کا اہتمام کراتے تھے اور اپنا وقت تعلیم و تعلم میں لگاتے تھے۔ ان کا دوسرے مذہب کے پیروکاروں سے مناظرہ و مکالمہ ہوتا رہتا تھا۔ بہت سے لوگ ''ستی'' عورت کی اور دوران جنگ کام آئے فوجیوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ لوگ تناسخ کے عقیدے اور اعمال کے اصولوں پر بھی یقین رکھتے تھے۔

سنگم عہد کی نظموں میں عوام کے اعتقادات اور رسوم و رواج کے بارے میں جابجا مفید اشارے ملتے ہیں۔ لوگ علم نجوم اور شگون میں بہت یقین رکھتے تھے۔ نجومیوں کا کاروبار خوب چلتا تھا۔ لوگ بھوت پریت اور جادو ٹونوں میں یقین رکھتے تھے۔ بکھرے ہوئے بال والی عورت کو برا شگون خیال کیا جاتا تھا۔ بچوں کو بلائے ناگہانی سے محفوظ رکھنے کے لیے تعویذ پہنائے جاتے تھے۔ راکششوں سے محفوظ رہنے کے لیے، بارش نیز دوسری خواہشات کی تکمیل کے واسطے عبادت کی جاتی تھی۔ برگد کے درخت کے بارے میں یقین کیا جاتا تھا کہ اس پر دیوتا قیام کرتے ہیں۔ گرہنوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ اس وقت واقع ہوتے ہیں جب سانپ سورج اور چاند کو نگل جاتے ہیں۔ کوے کے بولنے پر مہمان کی آمد کی توقع کی جاتی تھی اور یہ بھی یقین کرتے تھے کہ اس میں ایسی عورتیں جس کے شوہر پردیس گئے ہوں کے لیے شوہر کے آنے کی اطلاع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوؤں کو کھانے کا انتظام تقریباً تمام گھروں میں یہاں تک کہ شاہی محلوں کے سامنے بھی کیا جاتا تھا۔ غریب اور نادار لوگوں کو بڑی تعداد میں کھانا کھلایا جاتا تھا۔

اس دور کے لوگ بھوت پریت، جادو ٹونے اور نجومیوں کی پیش گوئیوں پر یقین رکھتے تھے۔ نجومی (Astrologers) اور شگون دیکھنے والے معزز سمجھے جاتے تھے۔ بچوں کو بری طاقتوں سے بچانے کے لیے تعویذ پہنائے جاتے۔ کوا کو خوش بختی کی علامت مانا جاتا۔ مہمان کے آنے سے پہلے گھر والے کوے کو کھانے کے لیے باہر کچھ رکھ دیتے۔ سمندری جہازوں پر بھی کوے رکھے جاتے تاکہ سمت معلوم ہو سکے۔ سنگم ادب سے پتا چلتا ہے کہ مردوں کو یا تو جلا کر یا دفنا کر رسم تدفین کی جاتی تھی۔ ہڈیوں کو مٹکے یا صندوق میں رکھ کر قبر میں رکھا جاتا۔ کبھی مردہ جسم جانوروں کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ ماہر آثار قدیمہ ایچ ڈی سنکالیا (H.D. Sankalia) کے مطابق مہا پاشان

(Megalithic) دور کی کئی رسمیں سنگم عہد میں بھی موجود تھیں۔ قبروں سے برتن، زیورات، ہتھیار وغیرہ ملے ہیں جو مرنے کے بعد زندگی پر ایمان کی دلیل ہیں۔ قبر پر پتھر گاڑنے کی رسم تھی جسے ویر گل (Viragal) یا ہیر پتھر (Hero Stones) کہا جاتا۔ یہ عام طور پر جنگ میں مرنے والے سورماؤں کی یاد میں نصب کیے جاتے اور ان کی پوجا کی جاتی۔ عورتیں اپنے مرے ہوئے شوہروں کی روح کی تسکین کے لیے چاول کے پنڈ دیتی تھیں۔ تمل راجا بہت وسیع المشرب تھے۔ اس کے نتیجے میں اس وقت ہندو مذہب کے ساتھ ساتھ جین مت اور بدھ مذہب نے بھی ترقی پائی۔ اس وقت مدورائی جین مذہب کا اور ناگا پٹنم اور ٹوڈامنڈلم بدھ مذہب کے مشہور تبلیغی مراکز تھے۔

## 9.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں سنگم دور بہت اہمیت کا حامل ہے۔ سنگم ادب، اشوک کے کتبوں، کھارویل کے کتبہ، رومی اور یونانی مآخذ سے اس دور کے سیاسی سماجی، معاشی اور مذہبی حالات کا پتہ چلتا ہے۔ اس عہد میں جنوبی ہندوستان میں تین شاہی خاندانوں چولوں، پانڈیوں اور چیراؤں کی حکومتیں تھیں۔ ابتدائی چولا حکمرانوں میں کاری کال سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ پانڈیہ ریاست کے بارے میں سب سے پہلے میگاستھنیز نے اپنی کتاب انڈیکا میں ذکر کیا ہے۔ پانڈیہ حکمرانوں میں پنڈوجیلیان نام کے حکمراں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ چیر شاہی خاندان موجودہ کیرل کے علاقوں پر حکومت کر رہا تھا۔ اس خاندان کا سب سے مشہور حکمراں سینوگٹون ہوا ہے۔ یہ حکومتیں ریاست کے حدود میں وسعت کے لیے آپس میں برسرپیکار رہتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تجارتی تعلقات بیرونی ممالک سے بھی تھے۔ بیرونی ممالک میں ان کے تجارتی تعلقات بطور خاص روم، مصر، یونان، ملایا اور چین جیسے ممالک سے تھے۔ سنگم عہد کا سماج مختلف طبقوں میں منقسم تھا۔ حکمراں طبقے کو ارسر کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد سماج میں برہمن کو اونچا مقام حاصل تھا۔ ان کے بعد بڑے کسانوں کو اہمیت حاصل تھی جنہیں ولال کہا جاتا تھا۔ عورتوں کی حالت بہت اچھی نہیں تھی۔ سنگم عہد کے لوگ سبزی اور گوشت دونوں کھاتے تھے۔ اس عہد میں رقص اور موسیقی کے فنون کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ سنگم معاشرہ ایک مہذب سماج تھا۔ سنگم عہد کے مطالعے سے اس وقت کے مذہبی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس عہد کے تمل راجا ہندو مذہب کے پیروکار تھے۔ مروگن اور سبرامنیم اور ان کے خاص دیوتا تھے۔ برہمن کو بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عوام کا علم نجوم اور شگون میں بہت یقین تھا۔ لوگ بھوت پریت اور جادوٹونوں میں بہت یقین رکھتے تھے۔ تجہیز و تکفین کوئی ایک طریقہ رائج نہیں تھا۔ ستی کا رواج تھا مگر عام نہ تھا۔ اس عہد کے حکمراں وسیع المشرب تھے۔ اس وقت ہندو مذہب کے ساتھ جین مت اور بدھ مت بھی رائج تھا۔

## 9.6 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| **مسکوکاتی** | : | سکوں سے متعلق |
| **کلابھر** | : | خراب حکمراں |
| **قحبہ گری** | : | طوائف کا پیشہ |

**رقص وسرود** : ناچ گانا

**کثیر زوجگی** : ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا

## 9.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 9.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. تمل زبان میں 'سنگم' کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(الف) جنگ (ب) شاعری (ج) اعلیٰ اکادمی یا انجمن (د) مذہب

2. سنگم عہد میں جنوبی ہند کی تین اہم ریاستیں کون سی تھیں؟

(الف) چول، پانڈیہ اور چیرا (ب) پلو، چالوکیہ اور راشٹر کوٹ

(ج) ستواہن، گنگا اور کدمبا (د) کشان، شک اور پارتھیائی

3. سنگم ادب کو عام طور پر کن دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے؟

(الف) مذہبی اور غیر مذہبی (ب) نثر اور نظم (ج) اکم اور پرم (د) بیانیہ اور ناصحانہ

4. سنگم عہد میں دولت مند کسانوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) ارسر (ب) برہمن (ج) ولال (د) کڈے سیار

5. سنگم عہد کے تمل لوگوں کا سب سے خاص اور مقبول دیوتا کون تھا؟

(الف) وشنو (ب) شِو (ج) اندر (د) مرُوگن (سبرامنیم)

### 9.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سنگم ادب کے معنی اور مفہوم کی وضاحت کیجیے۔
2. جنوب کی چولا حکومت کے بارے میں مختصر نوٹ لکھیے۔
3. پانڈیہ حکومت کا تعارف پیش کیجیے۔

### 9.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. سنگم عہد کے مفہوم اور مآخذ پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
2. سنگم عہد میں جنوبی ہند کی ریاستوں سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

# اکائی۔10 تجارت اور کاروبار

(Trade And Commerce)

اکائی کے اجزا


10.0 تمہید

10.1 مقاصد

10.2 سیاسی صورت حال

10.3 پیشے اور پیشہ ور جماعتیں

10.3.1 پیشے

10.3.2 پیشہ ور انجمن

10.4 تجارت

10.4.1 تاجروں کی اقسام

10.4.2 بری تجارت

10.4.3 بحری تجارت

10.4.4 اہم بندرگاہیں

10.4.5 اشیائے تجارت

10.5 شہر کاری کا فروغ

10.6 اکتسابی نتائج

10.7 فرہنگ

10.8 نمونہ امتحانی سوالات

10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 10.0 تمہید (Introduction)

چھٹی صدی قبل مسیح میں وادی گنگا میں پہلی بار ہم شہروں کو ابھرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ شہروں کے ارتقا کے ساتھ ہی صنعت اور تجارت کا فروغ ہوا،اور سماجی ڈھانچا میں کئی اہم تبدیلیاں آئیں۔ لیکن یہ سبھی تبدیلی کئی صدیوں تک شمالی ہندوستان یا یوں کہیے کہ گنگا کے میدانوں تک محدود رہی۔آر ایس شرما کے مطابق برصغیر ہندوستان کے بڑے حصہ پر چوتھی صدی ق م۔میں موریہ حکومت قائم ہونے کی وجہ سے وادی گنگا کی مادی تہذیب کے متعدد اجزا جیسے پکی اینٹوں کا استعمال،پانی کی نکاسی کے لیے گول کوئیں ،زراعت میں لوہے کا استعمال،دھان کی کھیتی اور روپائی، سکوں کا چلن اور شمالی سیاہ چمکدار ظروف ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئے۔ نتیجتاً تیسری صدی قبل مسیح سے سماجی اور معاشی منظر نامہ بدلنے لگا۔ مختلف نئی ریاستیں ابھریں۔نئے شہروں کا عروج ہوا۔ تجارت اور صنعت کی ترقی ہوئی۔ خصوصی طور پر بیرونی تجارت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔اس اکائی میں ہم 200 ق م۔سے 300 عیسوی کے درمیان دستکاری، صنعت اور تجارت کے فروغ کا جائزہ لیں گے۔ مختلف اشیائے تجارت کس طرح بنائی یا حاصل کی جاتی تھیں؟ان کے بنانے والے کون تھے؟ سماج میں ان کی کیا حیثیت تھی؟ پیشہ ورانہ انجمن یا گلڈ کسے کہتے تھے؟ اور کاروباری سرگرمیوں میں ان کا کیا کردار تھا؟ ان تمام باتوں کو ہم اس اکائی کے ذریعہ جاننے کی کوشش کریں گے،ساتھ ہی اہم سماجی تبدیلیوں کی نشاندہی کر سکیں گے۔ تجارت اور صنعت کی ترقی سے شہر کاری کا عمل کس طرح متاثر ہوا ؟اور ملکی و غیر ملکی تجارت کے ہندوستان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟اس کا اندازہ لگا سکیں گے۔

## 10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- تجارتی اشیا کے حصول اور اس کی تیاری کو سمجھ سکیں گے۔
- تجارتی عمل اور تنظیم سے واقف ہو سکیں گے۔
- سماج میں تاجر طبقے کی حیثیت کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- شمالی ہند کے اہم تجارتی راستوں کی شناخت کر پائیں گے۔
- ہندوستان کی بری اور بحری تجارت کی اہمیت سے واقف ہو سکیں گے۔
- بین الاقوامی تجارت میں ہندوستان کے کردار کی وضاحت کر سکیں گے۔

## 10.2 سیاسی صورت حال (Political Situation)

زیر بحث پانچ صدیوں کے معاشی حالات کا تجزیہ کرنے سے پہلے اس زمانے کے سیاسی حالات سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے، کیوں کہ بہت سے اہم تجارتی اور صنعتی مراکز،انتظامی ذمے داری اس بھی انجام دیتے تھے یا پھر وہ ریاستوں کے صدر مقام تھے۔ مثلاً پوہار جو ایک تجارتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ چولوں کا دارالسلطنت تھا۔ موریا حکومت کے زوال کے ساتھ ہندوستان کے سیاسی منظر نامہ میں

بڑے بدلاؤ آئے۔ 185ق م۔ میں آخری موریہ راجہ برہدرتھ کو قتل کر کے پشیہ متر شنگ نے شنگ خاندان کی بنیاد رکھی۔اس خاندان کی حکومت شمالی اور وسطی ہند کے کچھ حصوں تک محدود تھی۔ دکن میں پہلی صدی ق م۔ تک ستواہن خاندان برسراقتدار آچکا تھا۔ان کی راجدھانی پرتشٹھان یا موجودہ پیٹن تھی، جو دکشنا پتھ (جنوبی شاہراہ) پر واقع ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ جنوب بعید میں چولا، چیر، اور پانڈیہ خاندان لگ بھگ اسی علاقے میں حکومت کر رہے تھے، جو بعد میں تملاکم یا تمل علاقے کے نام سے مشہور ہوا۔ شمال مغرب میں پہلے ہند یونانی اور پھر کشانوں نے اپنی بادشاہت قائم کی۔ ہندوستان میں متھرا سے لے کر سمرقند اور بلخ و بخارا تک سارا علاقہ ان کے زیر انتظام تھا، یہاں تک کہ شاہراہ ریشم کا بھی ایک حصہ ان کے علاقے میں واقع تھا۔ مشہور کشان حکمراں کنشک نے 78 عیسوی میں ایک کلینڈر کا آغاز کیا، جو شک سمبت کے نام سے مشہور ہوا۔ ساحلی اڑیسہ اور آندھرا میں پہلی صدی ق م۔ میں کلنگ کے کھارویل نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔اس کے علاوہ ہندوستان میں متعدد قبیلائی جمہوریتیں جگہ جگہ اپنی خود مختاری برقرار رکھے ہوئے تھیں ۔ مجموعی طور پر پورے ہندوستان پر کسی ایک خاندان کی حکومت نہیں تھی، بلکہ متعدد ریاستیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے باہم برسرپیکار رہا کرتی تھیں۔ہندوستان سے بہت دور بحر روم کے علاقے میں رومی سلطنت اپنے تمام حریفوں کو شکست دے کر ایک عظیم الشان اور وسیع و عریض شہنشاہیت میں تبدیل ہو چکی تھی، جو ہندوستان اور چین کے سامان کی سب سے بڑی خریدار تھی۔ عظیم رومی سلطنت کے قیام اور ان کی فتح مصر سے ہندوستان پر دور رس اثرات مرتب ہوے، جس کا ذکر ہم آنے والے صفحات میں کریں گے۔

## 10.3 پیشے اور پیشہ ور جماعتیں (Crafts and Professional Groups)

### 10.3.1 پیشے (Crafts)

200 قبل مسیح سے 200 عیسوی کے دوران پیشوں اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں بڑے پیمانے پر ترقی اور تنوع دیکھا جا سکتا ہے۔ بدھ ادب، بطور خاص جاتک کہانیوں اور کتبوں میں کئی قسم کے کاریگروں اور پیشوں کا ذکر ملتا ہے۔ان میں سے خصوصی طور پر قابل ذکر بڑھئی وڈھک (Vaddhik) تھا۔ایک کہانی کے مطابق بنارس کے قریب ایک گاؤں میں بڑی تعداد میں بڑھئی رہتے تھے۔قریب کے جنگل سے لکڑیاں لا کر وہ ان کے ذریعہ مختلف آلات بناتے تھے۔بانس کے کاریگر وسکار(Vassakar)اور کانچ کے کاریگر کوناچک (Konachak) کو کتبے میں علاحدہ علاحدہ ذکر کیا گیا ہے۔مالی کا کام یقیناً پھولوں کا ہار بنانا اور پھولوں کی کیاری کی دیکھ ریکھ کرنا تھا، جس سے پھولوں کی کھیتی کیے جانے کا اندازہ ہوتا ہے۔عطر فروش) سوچاسک Sochasak یا گدھک (Gadhik عطر بیچنے کے پیشے سے منسلک تھے۔قدیم ہندوستان میں ہاتھی دانت کا کام بھی عروج پر تھا۔اس پیشے سے جڑے ہوئے لوگ دنتکار (Dantkar) کہلاتے تھے۔ ایسے ہی ایک دنتکار نے پہلی صدی عیسوی میں سانچی استوپ کو عطیہ دیا تھا۔ٹالمی (Ptolemy) نے آندھرا-کلنگ علاقے میں واقع پلورا (Palora) کے ہاتھی دھات کے بنے ہوئے اعلی سامان کی تعریف کی ہے۔پلورا کا قدیم نام دنتپور تھا۔کلنگ (موجودہ ساحلی اڑیسہ) کے جنگلات، اچھے ہاتھیوں کی موجودگی کی وجہ سے قدیم ادب میں بہت مشہور ہیں ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ پلورا یا دنتپور ہاتھی دانت کے کاریگروں کے اہم مرکز کی حیثیت سے مشوہرت یافتہ تھا۔ہاتھی دانت سے بنے ساز و سامان مالدار لوگوں کے لیے تھے، کیوں کہ ان کا شمار

آسائشی سامان میں ہوتا تھا۔ایسے ہی قیمتی سامانوں میں زیورات،بطور خاص قیمتی دھاتوں سے بنے زیورات تھے۔سور نکار (Suwarnakara)سونے کے کاریگر تھے،جب کہ منی کار (Manikar)قیمتی اور کم قیمت کے موتیوں کو تراش کر زیورات بناتے تھے۔زیورات کے کاریگروں کی موجودگی صرف ادبی اور کتباتی شواہد ہی سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں بھی قیمتی اور کم قیمتی پتھروں کے متعدد زیورات اور موتی ملے ہیں۔

دستکاری سے جڑے سامان کی فہرست میں ہندوستان کی مشہور کپڑوں کی کاریگری کا ذکر ضروری ہے۔ہم عصر ادب میں بنارس اور متھرا اعلی قسم کا کپڑا بنانے کے لیے مشہور تھے۔مہنگے کپڑوں میں خاص طور پر قدیم بنگال کا بے حد مہین سوتی کپڑا قابل ذکر ہے،جسے ململ مسلن (Muslin) کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ایک گمنام ملاح کی پہلی صدی قبل مسیح میں تصنیف کردہ کتاب پیری پلس آف دی ایریتھیرین سی (Peryplus of The Erytherian Sea) میں گنگا کے دہانے کے علاقے(قدیم ونگا)میں تیار شدہ ململ کی نفیس بناوٹ کاذکر ہے۔اعلی قسم کے کپڑوں کے علاوہ پرتشٹھان (Partishthan) اور ٹیر (Ter) جنوبی ہند میں موٹے کپڑے کی تیاری کے اہم مرکز تھے،جن کاذکر پیری پلس میں ملتا ہے۔بنکروں)کولک ( Kolakکی سرگرم موجودگی کاذکر نہپان کے ناسک کتبہ سے ملتا ہے۔ٹیر اور پانڈیچری کے نزدیک اریکا میڈو(Arikamedu) کی کھدائی سے کپڑا رنگنے کا ایک برتن دریافت ہوا ہے۔کپڑا رنگنے والے کاریگر جاتکوں میں رنگ کار (Rangkar)کہے گئے ہیں۔یہ پیشہ پوری طرح کپڑے کی تیاری کے ماتحت تھا۔مخصوص ہنر مند کاری گروں میں کرم کار یا کمار (Kammar) کاذکر بے حد ضروری ہے جولوہے کے سامان بناتے تھے۔عام زندگی اور زراعت میں لوہے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔آثاری شواہد سے بھی بڑے پیمانے پر لوہے کے سامان کے استعمال کی جانکاری حاصل ہوتی ہے۔روزمرہ استعمال میں آنے والی ایک اہم چیز برتن تھی،جسے کمبھکار(Kumbhkar) تیار کرتے تھے۔کنبھکار بدھ ادب میں بھی مشہور ہے۔متعدد طرح کے برتنوں کی موجودگی کے سب سے زیادہ ثبوت آثار قدیمہ سے ملتے ہیں۔

### 10.3.2 پیشہ ورانہ انجمن (Guilds)

صنعت و حرفت کے زالیہ پیداوار کا جو مختصر تعارف پیش کیا گیا،اس سے نہ صرف مختلف پیشوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ مخصوص ہنر مند کاریگروں کی موجودگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔یہاں خاص طور پر جس بات کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ ان سبھی پیشوں کا نظم ونسق ان لوگوں کی ایک جماعت یا انجمن کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ان انجمنوں کو دھرم شاستر،بدھ ادب اور کتبوں میں شرینی،گن،سنگھ،نکائے،گوشٹھی وغیرہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ایک ہی پیشے سے جڑے کاریگر یا دستکار جب اپنی پیشہ ورانہ انجمن بناتے تھے،تو وہ انجمن ہی شرینی یا سنگھ کہلاتی تھی،جسے انگریزی زبان میں گلڈ(Guild)کہا جاتا ہے۔یہ انجمنیں باہمی مضبوط تعلقات کی بنیاد پر قائم تھیں،جہاں انجمن وراثتی پیشے کو اہمیت دیتی تھی۔انجمن کے ذریعے مختلف حالات میں باپ کے تحت بیٹا تربیت پاتا تھا۔انجمن کی تنظیم کے تحت رہنے سے مختلف حرفوں اور پیشوں میں مقامی طور پر صلاحیت اور مہارت میں اضافہ ہوتا تھا۔جاتک کہانی میں مذکور ہزاروں گھروں والے لوہاروں کے گاؤں(سہسر کٹک،کمار گام)،یا منکہ سازوں اور ہاتھی دانت کے کاریگروں کی بستیاں (مالا کار ویتھی،دنتکار ویتھی)،ایسی انجمنوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔انجمنوں کی

سربراہی جییشٹھک، یا پرمکھ کرتے تھے، جو کہ ممکنہ طور پر عمر دراز یا ماہر کاریگر ہوتے تھے۔ دھرم شاستر میں میں جیشٹھک کی مدد کرنے کے لیے کاریہ چنتک نامی عہدے دار کی تقرری کی جانے کی صلاح دی گئی ہے۔ دھرم شاستر میں انجمن کے نظم و ضبط سے متعلق قاعدہ قانون پر خصوصی دھیان دیا گیا ہے۔ انہیں شرینی دھرم کہا گیا ہے۔ شاستر کے احکام میں شرینی دھرم کو اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے جتنی شاہی قوانین یا راج دھرم کو دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انجمن کے روزمرہ کے کام کاج کے لیے اس کے اپنے قاعدہ قانون تھے، جس میں شاہی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں تھی، لیکن انجمن کے ممبران کے درمیان جھگڑا بڑھ جانے کی صورت میں شاہی مداخلت کی بات مذہبی قوانین میں کہی گئی ہے۔ انجمن کے جماعتی کردار پر زور دیتے ہوئے منو اور یاگیہ ولکیہ نے نصیحت کی ہے کہ انجمن کے ممبران کی آمدنی برابر ہونی چاہیے۔ کسی رکن کے ایجاد کردہ طریقہ کار سے اگر انجمن کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، تو بڑھتی ہوئی آمدنی پر اس ممبر کا خاص اختیار نہیں مانا جائے گا لیکن دوسری طرف اگر کسی ممبر کے ناکارہ پن یا لاپرواہی کی وجہ سے انجمن کا مالی نقصان ہوتا ہے، تو اس کا ذمہ دار وہی رکن مانا جائے گا۔ اس نقصان کی بھرپائی انجمن نہیں کریگی۔ مختلف اصولوں اور اعلی اقدار پر مبنی ایسی انجمنوں کو مضبوط اور مستقل بنانے کے لیے دھرم شاستروں میں ہمیشہ ممبران کے درمیان مقابلے کی جگہ باہمی تعاون پر زور دیا گیا ہے۔

انجمنوں کا ایک دوسرا اہم کردار بھی تھا، جس کی جانکاری صرف کتبوں سے ملتی ہے۔ انجمن یا سنگھ نقد قیمت میں امانت رکھتے تھے اور اس پر بیاج بھی دیا کرتے تھے۔ نہپان کے عہد حکومت میں ناسک میں بنکروں کی دو انجمنیں (پہلی اور دوسری کولک نکائے) تھیں۔ اشودت (Ashavadatta) نے پہلی انجمن میں 2000 اور دوسری میں 1000 کرشپن جمع کرائے تھے۔ پہلی پونجی پر سالانہ 12 فیصد سود اور دوسری پونجی پر سالانہ 9 فیصد سود دینے کی بات کہی گئی ہے۔ کل ملا کر جو سالانہ 330 کرشپن بیاج ملتا تھا، اسی سے نزدیک رہنے والے بودھ بھکشوؤں کے کھانے پینے کا انتظام (کرشامولیہ) ہوتا تھا۔ اس کتبہ میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ اصل پونجی پر کبھی ہاتھ نہیں لگانا ہے، صرف سود کا ہی استعمال کرنا (وردھی بھوجیہ) ہے۔ ہوشک Huvishka کے عہد حکومت (106ء) کے دوران متھرا میں میدہ تیار کرنے والوں (سمتک) کی انجمن میں شاہی گھرانے کے ایک فرد نے 550 پران (ایک طرح کا سکہ) کے بقدر مال جمع کیا تھا۔ اس امانتی رقم کے بیاج سے ایک مندر میں ہر روز مقررہ مقدار میں ستو (سکتوہ)، کچا اناج (ہرتک لاپاک)، اور نمک کا انتظام ہوتا تھا۔ جنوبی ہند کے ناگار جن کونڈا میں ایسی ہی صورت حال نظر آتی ہے، جہاں 330 کرشپن کی رقم چار انجمنوں کے پاس جمع تھی۔ انجمنوں میں نقد رقم کے علاوہ زمین کے قطعات اور باغات جیسی اہم ملکیتیں بھی مستقل امانت کے طور پر رکھی جاتی تھیں۔ اس طرح انجمنیں قدیم بینک کا کردار ادا کرتی تھیں، کیوں کہ زیادہ تر امانتیں لمبے وقت کے لیے رکھی جاتی تھیں۔ ساتھ ہی انجمن کو امانت (دھروہر، نیاس) رکھنے والوں کا پورا اعتماد حاصل تھا۔ شاہی گھرانے کے افراد، اعلیٰ حکام اور عام لوگ سبھی کو انجمن میں امانت رکھنے کی سہولت حاصل تھی۔ یہ یقینی طور پر انجمن کی مقبولیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح امانت جمع کر لینے سے پیشہ ور انجمنوں کو کاروبار کے لیے ضروری رقم کا انتظام کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔ بدھ سنگھ کے ساتھ پیشہ ور انجمنوں کا اس قدر متنوع اور سرگرم کردار مذکورہ عہد کے بعد دکھائی نہیں دیتا۔

کانوں اور معدنیات پر حکومت کا حق سبھی قانون دانوں کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔ اسی طرح نمک بنانا بھی معدنی پیداوار کے تحت

آتا ہے، لیکن شاستر نمک کی پیداوار پر شاہی اجارہ داری کی مخالفت کرتے ہیں ، جس پر ٹیکس لگانے کے لیے اکثر حکمراں پرجوش رہتے تھے۔ نربداندی کے شمالی حصے میں واقع کوساپہاڑ کے دامن میں ہیرے کی کان جس کاذکر ٹالمی نے بھی کیاہے،اس پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے کشان، ستواہن اور شک چھترپ مساوی طور پر کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ موجودہ تمل ناڈو کے کے کوئمبٹور علاقے (ٹالمی کا پناٹا) میں لہسنیا پتھر (cat's eye gem) کی کھدان تھی۔اس معدنی دولت پر اگر کوئی مقامی طاقت خصوصی حق جتائے تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ۔پانڈیا علاقے میں کولاچی یا کولاکھی (موجودہ کورکائی) واقع تھا، جو ٹالمی کی جغرافیہ میں موتیوں کی پیداوار کے لیے مشہور تھا۔ پیری پلس کے مطالعے سے ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں، کہ موتیوں کی پیداوار پانڈیہ حکمراں کے زیر نگرانی ہوتی تھی۔ موت کی سزا سنائے گئے قیدیوں کے ذریعے سمندر کے بیچ سے سیپیاں چن کرلائی جاتی تھی، جن سے وہ بیش قیمتی پتھر نکالا جاتا تھا۔ کورکائی کی کھدائی سے بھی اس ساحلی علاقے میں موتی حاصل کئے جانے کااندازہ ہوتا ہے۔ معدنی پیشہ وری کو چھوڑ کر اس عہد میں کسی اور پیشہ سے منسلک قومی یا حکومتی صنعت کا پتہ نہیں لگتا۔

---

## 10.4 تجارت (Trade)

---

### 10.4.1 تاجروں کی اقسام (Types of Traders)

زیر مطالعہ پانچ صدیوں کا دور تجارت کی تاریخ میں بے حد شاندار ہے۔ برصغیر کے اندر اور باہر تجارتی سرگرمیوں کی جو وسعت اس عہد میں تھی وہ اس کے ماقبل میں نہیں دکھائی دیتی۔ مختلف کاروباریوں کا تعارف، متعدد ماخذ بطور خاص بدھ جاتک کہانیوں میں ملتا ہے۔ عام کاروباری ونک Vanik یا ویدیہک Vaidehak کہلاتے تھے۔ سارتھاواہ نامی تاجر ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ بیل گاڑیوں کا قافلہ لے کر وہ مشرقی صوبے سے مغربی حدود تک آتے جاتے تھے۔ جاتک کہانیوں میں بارہا اس کا ذکر آیا ہے۔ سنگم ادب کا اپو ونک، نمک جیسی ضروری چیز کا کاروبار کرتا تھا۔ پون ونک، تمل علاقے کا سونے کا تاجر تھا۔ دولت اور شہرت کے معاملے میں ہندوستانی تاجروں میں شریشٹھی یا سیٹھی پہلے درجہ پر تھے۔ مال ودولت کے لحاظ سے سب سے بہتر یا زیادہ مالدار ہونے ہی کی وجہ سے وہ لوگ شریشٹھی یعنی اعلیٰ ترین کہلاتے تھے۔

جاتک کتھاؤں کی گہری تحقیق کرنے کے بعد آئیووفائزر (Ivo Fiser) نے یہ ثابت کیا ہے کہ شریشٹھی بنیادی طور پر سرمایہ کار تھے۔ اپنے مال و دولت کا ایک حصہ وہ مختلف کاروباروں میں لگاتے تھے، جس سے انہیں یقینا بڑا فائدہ حاصل ہونے کی امید رہتی ہوگی۔ فائزر کا ماننا ہے کہ بدھ ادب میں مذکور مالدار طبقے گہہ پتی سے ہی سیٹھی کا عروج ہوا ہوگا، کیوں کہ گہہ پتی کی عظیم دولت کا بنیادی ذریعہ زمینی ملکیت تھی، جس کی آمدنی کا ایک حصہ وہ کاروبار میں لگادیتے تھے۔ نتیجتاً سیٹھی / گہپتی کاروباری دنیا میں سرمایہ کار کی حیثیت سے دکھائی دیتے ہیں۔ آنے والے زمانے میں اسی طبقے سے نکل کر سیٹھی ایک مکمل کاروباری کے طور پر سامنے آئے۔ جاتک کہانیوں میں سیٹھی کی بے حساب دولت کا روایتی تذکرہ ملتا ہے، کہ وہ 80 کروڑ دولت کے مالک (استی کوٹی / وبھو سیٹھی) تھے۔ ایک کامیاب کاروباری کے طور پر سیٹھی کی پہچان بھلے ہی بن چکی تھی، لیکن ان کے ایک دوسرے کردار پر رچرڈ فک (Richard Fick) اور اتیندر ناتھ بسو (Utendra

(Nath Basu نے روشنی ڈالی ہے، جس کے لیے انہوں نے ایک بار پھر جاتک کہانیوں کا سہارا لیا۔ جاتکوں میں سیٹھی کے تذکروں میں اکثر یہ بات کہی گئی ہے، کہ وہ دن میں تین بار شاہی دربار میں جاتے تھے اور راج بھوگ یعنی راجا سے تنخواہ پانے والے افسران میں ان کا نام شامل تھا۔ مختلف جاتک کہانیوں میں راجا اور سیٹھی کے گہرے تعلقات کا ذکر ہے۔ فک اور بسو بھی یہی وضاحت کرتے ہیں کہ شاہی دربار میں سیٹھی ،ایک کامیاب اور مالدار تاجر کے بجائے کاروباری طبقے کے ترجمان کا کردار نبھاتا تھا۔ بدھ اور جین مذہب کے سرپرست کے طور پر شریشٹھی، سارتھاواہ اور عام تاجروں کا واضح اور سرگرم کردار عطیاتی کتبات سے برابر ظاہر ہوتا ہے۔

## 10.4.2 برّی تجارت (Land based Trade)

برصغیر میں تجارت کی ترقی میں خصوصی طور پر مددگار اہم زمینی راستے تھے۔ جاتک کہانیوں کے مطابق پرتشٹھان سے ٹیر ،ناسک، ماہشمتی، اجینی، ودشا، سیتویہ، ون سَبھیہ، تُمب ون اور کوشامبی کے درمیان سفر کر کے گنگا کے میدانی علاقے کے مشہور شہر شراوستی پہنچتے تھے۔ ایک دوسرا زمینی راستہ چمپا نگری (بھاگلپور کے نزدیک) کو سندھ ندی کے مغرب میں واقع علاقہ گندھار کے دوسرے شہر پشکلا وتی (چہارسدہ) سے جوڑتا تھا۔ ایک دوسرا راستہ مشرق میں پاٹلی پتر سے مغرب میں سندھ ندی کے دہانے میں واقع پاٹل تک پھیلا ہوا تھا۔ مغربی ساحلِ سمندر کی مشہور بندرگاہ بھرگوکچھ (بھڑوچ) سے وادیٔ کابل بھی خشکی کے راستے سے جڑی ہوئی تھی۔ پیری پلس کے مطابق کابل سے پشکلاوتی اور ٹکسلا ہوتے ہوئے پنجاب اور گنگا جمنا دوآب کے متھرا کو چھوتے ہوئے، ایک تجارتی راستہ مغربی مالوہ میں اجین تک جاتا تھا۔ اجین سے ایک دوسرا راستہ بھڑوچ تک جاتا تھا۔

قابل غور ہے کہ 300ق م۔ سے 100عیسوی کے درمیان میں شمالی سیاہ چمکدار برتن(NBPW) وادیٔ گنگا کے باہر برصغیر کے مختلف علاقوں میں پائے گئے۔ وادیٔ گنگا میں تیار شدہ یہ اعلی قسم کے ظروف بذریعہ تجارت برصغیر کے مختلف علاقوں میں خاص کر جنوب بعید میں پہنچ گئے تھے۔ اس آثاری پھیلاؤ سے تجارت کی توسیع کا پتہ چلتا ہے۔ تجارت کی تاریخ کا شاید سب سے دلچسپ پہلو جنوبی ایشیا کے ساتھ وسطی اور مغربی ایشیا ساتھ ہی بحر روم کے علاقے سے لگاتار بڑھتی ہوئی تجارت ہے، جو بری اور بحری دونوں راستوں سے ہوتی تھی۔ زمینی راستے سے آمد و رفت کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ رومی سلطنت کے آغاز کے ساتھ بحر روم کے علاقے میں خصوصاً اس کے مشرقی حصے میں رہنے والے طاقتور اور مال دار افسران اور کاروباری طبقے کے لوگ، مشرق سے نایاب اور بیش قیمتی آسائشی سامان حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہو اٹھے۔ ان آسائشی سامانوں میں سب سے زیادہ مطلوبہ چیز چین کے ریشمی کپڑے تھے۔ ریشم صرف چین میں ہی ہوتا تھا اور بہت لمبی مسافت طے کرنے کے بعد آخر میں بحر روم کی مشرقی سرحد تک پہنچتا تھا۔ چینی اور یونانی تذکروں کے ساتھ آثاری شواہد کو ملا کر پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ راستہ چین کی وادیٔ لولان Lolan سے شروع ہوتا تھا۔ وہاں سے مزید مغرب میں تُن ہوانگ Tun Huang (بودھ گپھائی تصویروں کے لیے مشہورِ عالم) واقع تھا۔ بہت زیادہ دشوار گزار اور خوفناک صحرائے تکلا مکان Taklamakan سے بچنے کے لیے تُن ہوانگ سے راستہ دو حصوں میں منقسم ہو جاتا تھا۔ ایک راستہ تکلا مکان کے شمال سے ہو کر اور دوسرا اس کے جنوب سے ہو کر نکلتا تھا۔ کیوں کہ چین کا ریشم ہی اس زمینی تجارت کی سب سے مشہور چیز تھی اس لیے انیسویں صدی میں آمد و رفت کے اس زمینی راستے کو دانشوروں کے بیچ شاہراہ ریشم کے

نام سے موسوم کیا گیا۔ یعنی ایسا کوئی نام 200ق م سے 300عیسوی کے درمیان وجود میں ہی نہیں تھا۔

تُن ہوانگ سے شمالی راستہ طرفان(Turfan)، کچا(Kacha)اور کاشغر (Kashghar)تک جاتا تھا۔ جنوبی راستہ شنشان (Shanshan)، نیا(Nia)، ختن(Khotan)اور یارقند (Yarkant) ہو کر کاشغر پہنچتا تھا۔ کاشغر ان دونوں راستوں کا نقطہ اتصال تھا۔ اسٹرابو(Strabo)نے کاشغر کو سیریکے(Serike)کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سیریکے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس علاقے میں ریشم ملتا تھا۔ کاشغر سے آگے کے مرحلے میں یہ راستہ مرو(Mary)تک جاتا تھا۔ مرو پہنچنے کے لیے فرغانہ(Farghana)اور سمرقند (Samarkent)ہو کر یا کاشغر سے بیکٹریا(Bactria)(مزار شریف) کے بیچ ہو کر جاتا تھا۔ اس کے بعد یہ راستہ ایران کے ہیکتم پلوس (Hectum Pulos)اور ایکبتانہ(Ecbatana) (ہمدان) کو عبور کر کے عراق کے ہاٹرا(Hatra)، پالمیرا(Palmyra)اور اردن کے پیٹرا (Petra) کو چھوتے ہوئے بحر روم کے مشرقی ساحل کے علاقے میں جا کر ختم ہوتا تھا۔ بیکٹریا کے ساتھ کابل (Kabul)، پشکلاوتی/پرش پور(Pushkalavati)(پشاور)اور ٹیکسلا (Taxila) کے درمیان زیادہ آمدورفت رہا کرتی تھی۔ اس بے حد لمبے اور کئی رکاوٹوں والے راستے کا ایک بڑا حصہ پارتھیائی ایران میں پڑتا تھا، اور جغرافیائی اور سیاسی دونوں اعتبار سے چین اور بحر روم کے علاقوں کے درمیان اہم کردار ادا کرتا تھا۔ اپنی اس اہمیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پارتھیائی سلطنت بین الاقوامی تجارت پر بہت زیادہ چنگی وصول کرنے لگی۔ نتیجتاً ایک متبادل درمیانی علاقے اور طاقت کی اشد ضرورت کا احساس ہونے لگا۔ ان حالات میں وسیع رقبہ میں پھیلی ہوئی کشان سلطنت(Kushan Empire)کا آغاز ہوا، جس نے درمیانی علاقے کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ بیکٹریا پر کشانوں کا غیر نزاعی قبضہ، دریائے جیحوں(Amu River) کے شمالی حصے پر اختیار کا حصول، وسطی ایشیا کے کچھ مخصوص حصے پر حکومت اور شمالی ہندوستان کے وسیع علاقے کا کشان سلطنت کے تحت آجانا، اس طرح کی سیاسی تبدیلیوں نے شاہراہ ریشم کی ایک شاخ کو جنوبی ایشیا کے ساتھ جوڑ دیا۔ لمبی دوری کی تجارت پر اس کے گہرے اثرات کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

پچھلے دو دہوں میں کارل ییٹمار(Karl Yetmar)، احمد حسن دانی(Ahmad Hasan Dani)اور گیرہارڈ فسمین(Gerhard Fussman)وغیرہ کی کوششوں سے قراقرم راستے کے اطراف اور گلگت(Gilgit)، چلاس (Chillas)، اِسکاردو(Iscardo) جیسے علاقوں کی تجارتی اہمیت کی طرف ہمارا دھیان گیا ہے۔ ان مقامات پر مختلف خروشٹی کتبہ اور چینی یا صغدی زبان میں لکھی گئی بہت سی تحریریں حاصل ہوئی ہے۔ پہاڑ میں منقش مناظر میں وسط ایشیائی لباس پہنے ہوئے بہت سے لوگوں کی تصویریں بھی ملی ہیں۔ اس سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ چلاس کے گردونواح میں کئی علاقوں کے لوگ اکٹھا ہوتے تھے۔ تجارتی لین دین کی ہی وجہ سے وہ قدیم کشمیر کے شمالی حصے میں ٹھہر جاتے تھے۔ جو راستہ کشمیر کے شمالی علاقے کو موجودہ چین کے تحت پڑنے والے وسط ایشیائی علاقے سے جوڑتا تھا، وہی ممکنہ طور پر چینی ماخذ میں جبن(Jibin) کشمیر کے راستے کے نام سے مشہور تھا۔ یہ راستہ بہت پر خطر لیکن مختصر تھا۔ اس لیے لگتا ہے کہ متعدد کاروباری جوکھم اٹھا کر بھی اس راستے سے جاتے تھے۔

### 10.4.3 بحری تجارت (Maritime Trade)

پہلی صدی قبل مسیح کے آخری حصے میں اس وقت کی ایشیائی تجارت میں ایک زبردست تبدیلی آئی۔ جنوب مغربی اور شمال مشرقی مانسونی ہواؤں کی رفتار کے تعلق سے جانکاری میں اضافے کے سبب ان ہواؤں کے سمندری سفر میں فائدہ مند ہونے کی معلومات ہوئی۔ پیری پلس میں ان ہواؤں کو ہپالس(Hippalus)کے نام سے ذکر کیا گیا ہے، جو اپیفی(Epifi)یعنی جولائی کے مہینے سے چلنے لگتی تھیں۔ رومی سلطنت کے مصر پر قبضہ ہو جانے کے بعد بحر احمر کی بندرگاہوں سے مانسونی ہواؤں کی مدد لے کر سمندری راستے کے ذریعے ہندوستانی ساحل تک پہنچنا آسان ہو گیا۔ بہت سے یورپی تاریخ نگاروں کے اس عام خیال کہ اس مانسون کی کھوج کرنے والا ہپالس نامی ایک یونانی ملاح تھا، موجودہ دور میں سرے سے خارج کر دیا گیا ہے۔ پلنی(Pliny) نے ہوا کے اس بہاؤ کو ہائپالم(Hypalam)کا نام دیا، جس کے ساتھ ہپالس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان ہواؤں سے ہندوستانی اور دوسرے ایشیائی و افریقی سوداگر بخوبی واقف تھے،اس کی دریافت میں یورپی ملاحوں یا تاجروں کا کوئی بنیادی کردار نہیں تھا۔ ہاں البتہ یہ صحیح ہے کہ رومی سلطنت کے تاجروں اور ملاحوں نے ان مانسونی ہواؤں کا استعمال کر کے ہندوستان کے ساتھ سمندری تجارت میں اہم کردار نبھایا۔ اسٹرابو جب تقریباً20یا19ق م میں مصر گیا تھا، تو اس نے دیکھا کہ ہر سال120 جہاز ہندوستان کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ اس کے بیان کے مطابق کچھ وقت پہلے تک یہ وسیع سمندری تجارت ناقابل تصور تھی۔

پلنی کی "نیچرل ہسٹری" کے گہرے تجزیہ کے بعد لینل کیسن(Lynol Casson) نے یہ خیال پیش کیا کہ بحر احمر کی بندرگاہ ویرنس(Verenis)اور متس ہرموس(Mittus Harmos)سے اگست مہینے کے آخری دنوں کو چھوڑ کر، اگر جنوب مغربی ہوائیں موافق ہوں تو اوکلس(Okilis)بندرگاہ کے ذریعہ بحر عرب عبور کر کے ہندوستان کے مغربی ساحل تک پہنچنے میں تین ہفتوں کا وقت لگتا تھا۔ تقریباً تین صدیوں (پہلی صدی ق م سے تیسری صدی ق م کے نصف)تک جنوبی ایشیا نے زمین اور سمندر کے راستے بین الاقوامی تجارت میں جو سرگرم کردار ادا کیا، اس کی کوئی مثال اس سے پہلے کے زمانے میں نہیں ملتی۔ بہت زیادہ پسندیدہ چینی ریشم اور ریشمی مصنوعات براہ کابل برصغیر کی شمال مغربی سرحد عبور کر کے سندھ کے دہانے تک پہنچتے تھے، یا پھر ٹکشلا سے متھرا اور اجین ہو کر گجرات کے ساحل تک جاتے تھے۔ وہاں سے سمندری راستے کے ذریعے بحر احمر کے علاقوں میں اور بالآخر روم پہنچتے تھے۔

### 10.4.4 اہم بندرگاہیں (Important Ports)

پیری پلس، ٹالمی کی جغرافیہ، پلنی کے بیان، سنگم ادب کی تفصیلات اور آثار قدیمہ کے شواہد کو مجموعی طور پر دیکھنے سے ہندوستان کے دونوں ساحلوں پر واقع بندرگاہوں کے سرگرم کردار کا مطالعہ ممکن ہے۔ اہم بندرگاہوں کا تعارف یہاں دیا گیا ہے۔

1. دریائے سندھ کے دہانے اور قرب وجوار میں واقع مشہور بندرگاہ باربریکم(Barbarikam) تھی۔ چینی ماخذ اشارہ کرتے ہیں کہ سندھ کے دہانے سے ہو کر رومی سلطنت کے ساتھ سمندری تجارت سے بہت نفع حاصل ہوتا تھا۔
2. مغربی ساحل کی شاید بہترین بندرگاہ نرمدا کے دہانے پر واقع بھرگوکچھ یا بھروگچھ(Bhrugcha) تھی۔ یونانی تخلیقات میں یہ بیری گازا(Barygaza)کے نام سے مشہور تھی۔ بیری گازا بندرگاہ میں داخلے کا آبی دروازہ گہرانہ ہونے کی وجہ سے نامناسب تھا۔ اس لیے

شک راجا نہپان نے ملاح مقرر کر رکھے تھے، تاکہ وہ غیر ملکی جہازوں کو راستہ دکھا کر بیری گازا لے آئیں۔ پیری پلس میں مذکور یہ واقعہ جہاں بیری گازا کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے وہیں اس دور کے حکمرانوں کی تجارت کے سلسلے میں پیش رفت کو بھی بیان کرتا ہے۔

3. شمالی کوکن میں تین بندر گاہ تھے، شوپارک(Shupark)(سوپارا)، کیلینے(Kaliyene)(کلیانی)اور سیملا(Simula)(چولا)۔ان میں سے سوپارا کی جاتک کہانیوں میں بہت تعریف کی گئی ہے۔ نہپان کے ذریعہ پیدا کی گئی رکاوٹ سے کلیان بندر گاہ کی اہمیت کچھ وقت کے لیے ختم ہو گئی، اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

4. جنوبی کوکن کی کئی بندر گاہوں کا ذکر پیری پلس اور ٹالمی کی جغرافیہ میں بھلے ہی کیا گیا ہو، لیکن بین الا قوامی تجارت میں ان کا کردار معمولی تھا۔

5. ساحل مالا بار پر کیرل کے کانگانور(Kanganur) کے نزدیک بے حد اہم بندر گاہ مجیریس(Muziris) واقع تھی، جسے سنگم ادب میں مرچی پٹنم کہا گیا۔ سنگم ادب میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کیسے یونوں (غیر ملکیوں) کے جہاز یہاں آتے تھے اور وافر مقدار میں سونے کے عوضی مالا بار کی مشہور گول مرچ لے جاتے تھے۔ دوسری صدی عیسوی کے وسط کی ایک قرض سے متعلق دستاویز میں کہا گیا ہے، کہ ہرموپولن(Hermopolan) نامی ایک غیر ملکی جہاز مجیریس آیا تھا۔ اس پر بیش قیمتی ہندوستانی اشیا رکھی گئیں تھیں۔ یہ جہاز بحر احمر کی ایک بندر گاہ کا چکر لگاتا تھا، وہاں سے قیمتی اشیا کو اونٹ کی پیٹھ پر لاد کر کوپٹس(Coptus) تک لے جایا جاتا تھا، کوپٹس سے کشتیوں کے ذریعے دریائے نیل کے راستے اُسے بحرِ روم کی مشہور بندر گاہ اسکندریہ تک پہنچایا جاتا تھا۔ بین الا قوامی سمندری تجارت میں مجیریس کی اہمیت کی تصدیق مذکورہ بالا بیان سے ہوتی ہے۔

6. موجودہ تمل ناڈو کے ساحل سمندر پر کئی بندر گاہوں کے نام یونانی اور سنگم ادب میں ملتے ہیں۔ غور طلب ہے کہ پیری پلس کے مقابلے میں ٹالمی کی جغرافیہ میں مشرقی ساحل پر واقع بندر گاہوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً 150 عیسوی میں لمبی دوری کی سمندری تجارت سے مشرقی ساحل کی بندر گاہوں کی اقتصادی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ تمل ناڈو کا ساحلی علاقہ بلا تردد سنگم ادب میں ندال تنائی کے تحت آتا تھا۔ قدیم پانڈیا علاقے میں ویگئی ندی کے مہانے پر ایک ماروںگر (بندر گاہ شہر) تھا، جس کی پہچان الگن کلم(Algunkulam) نامی قدیم مقام سے کی گئی ہے۔ اس کے بعد کالچی(Kalchi) کا ذکر آتا ہے، جو کورکائی(Korkai) نام کے قدیم جگہ پر واقع تھا۔ کاویری کے دہانے کے علاقے میں مشہور بندر گاہ کاویری پٹنم(Kaveripattanam) چولوں کے اختیار میں تھی۔ ٹالمی اسے خابیرس(Khabers) کے نام سے جانتا تھا۔ اس بندر گاہ سے مزید شمال میں پوڈکا(Podakka) نام کی ایک جگہ تھی، جس کی باقیات پانڈیچری کے قریب اریکا میڈو سے ملے ہیں۔ مہابلی پورم سے 13 کلو میٹر جنوب میں واقع قدیم مقام واسوسمدرم(Vasavsamudram) عیسوی سن کی پہلی تین صدیوں میں سمندری تجارت میں اہم کردار نبھا رہا تھا۔ اس جگہ سے حاصل شدہ اشیا سے ایسا ہی اشارہ ملتا ہے۔

7. آندھرا پردیش کے ساحل سمندر پر بطور خاص کرشنا اور گوداوری ندیوں کے ڈیلٹائی علاقوں میں صرف دو اہم بندر گاہیں تھیں، کنٹک سلا (Kuntuksula) اور آلوسگنے(Alusugne)۔ کنٹک سلا کو مقامی زبان میں گھنٹ شال کہا جاتا تھا۔ بحری تجارت میں گھنٹ شال

کے مقام کا تعین پہلی صدی عیسوی میں یہاں ایک بحری کپتان کی موجودگی سے ہوتا ہے۔ غور طلب ہے کہ جنوب کے اس علاقے میں لین دین کے لیے خصوصاً جہاز کی شبیہ والا ستواہن سکہ جاری کیا گیا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اسی ساحل پر جہاز کھلنے کی بھی ایک جگہ تھی۔ کھسی کھوا(Khasi Khoda)(سورن بھومی؟)اور کھسی کھورسونیسس(Khasi Khorsonesis)(سورن دویپ؟)کے لیے یہیں سے سمندری سفر کی شروعات ہوتی تھی۔

8. گنگا کے ڈیلٹا کے علاقے میں پیری پلس اور ٹالمی کی جغرافیہ میں گینگے نامی بندرگاہ کا ذکر ہے۔اس بندرگاہ کی پہچان سبھی مورخین نے متفقہ طور پر اتری چوبیس پرگنہ ضلع کے مشہور قدیم مقام چندر کیتو گڑھ(Chandraketugadh) کے طور پر کی ہے۔گنگا کے ڈیلٹا کی بہترین بندرگاہ بلاشک وشبہ تامر لپتی (تمل وک) تھی، جس کا ذکر ٹالمی نے ٹیالٹس(Timaltus)کے طور پر کیا ہے۔گنگا کے ڈیلٹائی علاقے کا سمندری تجارت میں جو واضح سرگرم کردار تھا،اس کا متفقہ ثبوت جہاز کی شبیہ سے آراستہ، براہمی- خروشٹی ملی جلی تحریر والی ٹیراکوٹا مہر سے ملتا ہے۔ستیندر ناتھ مکھوپادھیائے(Satendranath Mukhopadhyaya)کے خیال سے یہ سیل/مہریں عیسوی سن کی پہلی تین صدیوں تک استعمال ہوتی تھیں۔ پورے ہندوستان میں اس طرح کی کوئی اور قدیم چیز نہیں ملی ہے۔ٹالمی ہی اولین مغربی اسکالر تھے، جنہوں نے خلیجِ بنگال کے علاقے کو خلیجِ گنگا(Gangetic Gulf)کے نام سے نشان زد کیا۔یعنی اس سمندری راستے کے تعلق سے بتدریج بڑھتی دلچسپی اور پہچان کے بارے میں ٹالمی کو کافی معلومات تھی۔ جنوب مشرقی ایشیا کے ساتھ تعلقات کے قیام کے نقطہ نظر سے بھی پورا مشرقی ساحل ایک مثالی خطہ تھا۔

### 10.4.5 اشیائے تجارت (Trading Commodities)

غیر ملکی بازاروں میں جو ہندوستانی اشیائے تجارت باقاعدہ طور پر جاتی تھی،اس میں متعدد طرح کے کپڑے(جیسے قیمتی اور باریک ململ اور موٹے کپڑے) خاصی اہمیت رکھتے تھے۔دوسری صدی عیسوی کے جس قرض کے مراسلے کا ذکر اوپر کیا گیا،اس میں بحر احمر جانے والے جہاز میں اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے بھیجے جانے کا واضح تذکرہ موجود ہے۔آسائشی سامانوں میں ہاتھی دانت کی مصنوعات بھی مقررہ طور پر بھیجی جاتی تھیں۔کابل کے نزدیک بیگرام(Begram)کی کھدائی سے ہاتھی دانت کی کاریگری کے اعلیٰ فنی نمونے حاصل ہوئے ہیں۔ لگتا ہے یہ سب زمینی راستے سے مغربی اور وسطی ایشیا کو بھیجے جاتے تھے۔ پومپی میں جو ہندوستانی کاریگروں کے ذریعے بنایا گیا ہاتھی دانت کا عورت کا مجسمہ پایا گیا،اس سے بین الاقوامی بازار میں ہندوستانی ہاتھی دانت کے سامان کا رتبہ ظاہر ہوتا ہے۔مذکورہ مراسلے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ہرمو پولن نامی جہاز پر صرف ہاتھی دھات کے بنی مصنوعات ہی نہیں سیدھے ہاتھی دانت بھی رکھے گئے تھے،جو کچے مال کی صورت میں بھیجے جارہے تھے۔ بیش قیمتی جواہرات میں ہندوستان کے ہیرے، زبرجد،اور موتی کی شہرت رومی سلطنت تک پھیلی ہوئی تھی۔ بھیجے جانے لایق آسائشی سامان میں یقیناً ہی مختلف مسالے تھے، جن میں سب سے اونچا مقام مالابار کی گول مرچ کو حاصل تھا۔اگرچہ گول مرچ مالابار ساحل کی صرف ایک عام سی پیداوار تھی، لیکن بین الاقوامی بازار میں وہ نہایت اونچے داموں میں فروخت ہوتی تھی۔رومیلا تھاپر(Romila Thapar) نے گول مرچ کو صحیح طور پر کالا سونا کہا ہے۔قیمتی اور نایاب مسالوں میں یقیناً ہی جنوب مشرقی ایشیا میں پیدا ہونے والے مسالے تھے،جو

ہندوستان کے ذریعہ رومی سلطنت کے بازاروں میں پہنچتے تھے۔

ہندوستان میں لائے جانے والے دوسرے تجارتی سامانوں میں چینی ریشم تھا، جس کا ایک حصہ ہندوستان کے بیچ سے ہو کر دوبارہ سمندری راستے سے برآمد کیا جاتا تھا۔ پیری پلس میں کہا گیا ہے کہ مختلف طرح کی شراب ہندوستان میں آتی تھیں۔اس کے علاوہ اس کے مصنف نے کانچ کی مصنوعات کے ہندوستان میں آنے کی بات کہی ہے۔شراب ممکنہ طور پر اٹلی کے مشہور روغن زیتون کے برتن ایمفورا (Amphora) میں رکھ کر لائی جاتی ہوگی۔ مٹی کے بنے ہوئے یہ لمبے پھولدان جیسے برتن ہندوستان کے متعدد قدیم مقامات سے دستیاب ہوئے ہیں۔ کہیں مکمل ایمفورا اور کہیں اس کا ٹکڑا یا پھر کہیں اس کا ہینڈل، آثار قدیمہ کے ماہرین نے دریافت کیا ہے۔رومی سلطنت کے ساتھ ہندوستانی تجارت کے راست ثبوت کے طور پر ایمفورا کا مخصوص مقام ہے۔ایک ہینڈل کا ایک خاص مٹی کا ٹکڑا ماہرین آثار قدیمہ کو بے حد دلچسپ لگا۔ یہ شاید اٹلی کے ایرجو کے اطراف کا بنا ہوا تھا۔ مٹی کے برتن کے تلے میں ممکنہ طور پر کاری گر یا مالک کا نام کندہ تھا۔آثاری اصطلاح میں اس طرح کے برتن کو اریٹائن پاٹری (Arretine Pottery) کہا جاتا ہے۔رومی سلطنت کے ساتھ باقاعدہ تجارت کی بدولت رومی سکے ہندوستان میں کثیر تعداد میں آنے لگے۔ کافی تعداد میں رومی سکے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے ملے ہیں۔ان رومی سکوں کا سب سے بڑا ذخیرہ جنوبی ہند کے کویمبٹور اور گردونواح کے علاقوں سے حاصل ہوا ہے۔ کویمبٹور (قدیم کونگودیس) سے پال گھاٹ (قدیم پالکڑ) ہو کر آسانی سے مالابار ساحل کی ترقی پذیر بندرگاہوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ رومی شہنشاہ آگسٹس (31ق م سے 14عیسوی) سے کیراکلا کے عہد حکومت (213عیسوی) تک کی مدت میں تیار شدہ رومی سونے اور چاندی کے سکے بڑی تعداد میں ہندوستان میں پائے گئے۔ یقیناً مشرقی رومن ایمپائر/ بازنطینی سلطنت (Byzantine Empire) کے سکے بھی جنوبی ہندوستان میں چھٹی صدی عیسوی تک آتے رہے، لیکن یہ رومی سکے مبادلے کے ایک ذریعہ یعنی کاروباری لین دین کے لیے استعمال ہوتے تھے یا نہیں، یہ کہنا مشکل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں ایسے رومی سکوں پر گہری چوٹ کے نشان ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ان سکوں کو جنوبی ہندوستانی سماج میں مبادلے کے ایک ذریعے بطور خارج کر دیا گیا تھا۔

مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد ایسا لگتا ہے، کہ رومی سلطنت کے ساتھ تجارت میں ہندوستان سے جتنی مقدار میں اشیائے تجارت برآمد کی جاتی تھی، اتنی مقدار میں غیر ملکی سامان ہندوستان کو درآمد نہیں کیے جاتے تھے۔یعنی اس غیر ملکی تجارت میں ہندوستان فائدہ یا سہولت میں تھا۔ پلنی نے پہلی صدی عیسوی کے آخری حصے میں افسوس جتاتے ہوئے کہا ہے، کہ مالدار رومیوں کی آسائشی سامان کی خواہش پوری کرنے کے لیے روم کا قومی خزانہ لگ بھگ خالی ہو رہا تھا۔اس خیال میں مبالغہ ہو سکتا ہے۔ کئی دانشوروں کے مطابق اس خیال میں جتنی اخلاقی فرض شناسی ہے اتنی سچائی نہیں ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ہندوستان سے اعلی قسم کے بیش قیمتی آسائشی سامان جب رومی سلطنت میں پہنچتے تھے تو ان پر تحفظاتی محصول (Tarrif) لگایا جاتا تھا۔دوسری صدی عیسوی کے مذکورہ مراسلہ قرض کے مطابق سمندری راستے سے جب ہندوستانی اشیائے تجارت اسکندریہ (Alexandria) میں واقع رومی سرکاری گودام میں رکھی جاتی تھیں، تب ان پر 25 فیصد چنگی لگائی جاتی تھی، جو کہ بلاشبہ بہت زیادہ محصول تھا۔ بڑی مقدار میں آسائشی سامان درآمد کرنے کی وجہ سے اگر رومی اقتصاد پر کچھ دباؤ پڑتا تھا تو پلنی کے

بیان سے براہ راست انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

## 10.5 شہر کاری کا فروغ (Growth of Urbanisation)

برصغیر میں زراعت کی ترقی، حیرت انگیز کاریگری کا تنوع اور مہارت، تجارت کا عظیم پھیلاؤ اور ریاستی نظام کی توسیع جیسے مختلف عضویوں کے مل جانے سے شہر کاری میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ عموماً چھٹی صدی ق م سے شہری زندگی ہماری نگاہ میں آتی ہے، لیکن یہ صرف گنگا کے میدانی علاقے یا شمالی ہندوستان تک محدود تھی۔ زیر غور پانچ صدیوں میں شہروں کے عروج اور ترقی نے کل ہند صورت اختیار کرلی۔ وسطی گنگا کے میدانی علاقے میں مشہور شہروں (چمپا، وارانسی، کوشامبی، پاٹلی پتر، شراوستی وغیرہ) کے علاوہ بہت سے نئے شہر وجود میں آئے۔ یہ نئے شہر خاص کر ایسے علاقوں میں تھے جہاں اس سے پہلے شہری زندگی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ برصغیر کے شمال مغربی علاقوں میں دو مشہور شہر تھے۔ 1۔ پشکلاوتی 2۔ ٹیکسلا۔

ٹیکسلا کے سرکپ (Sirkup) میں کھدائی سے پتہ چلتا ہے، کہ 200 ق م سے 300 عیسوی کے درمیان شہر کاری پچھلے دور کے مقابلے میں زیادہ منظم ہوگئی تھی۔ رہائشی گھروں کی تعداد میں بھی پہلے سے اضافہ ہو گیا تھا۔ شہر کے راستے زیادہ منصوبہ بند طریقے سے بنائے گئے تھے۔ پورا شہر جال کی طرح تھا۔ اکثر اس کا نقشہ شطرنج کی بساط کی طرح ہوتا تھا۔ ایسے ترقی یافتہ شہر برصغیر میں عام طور پر نہیں پائے جاتے تھے۔ املانند گھوش (Amlanand Ghosh) کے مطابق اس شہر کے قیام پر یونانی اور ہیلینی اثرات کا ہونا کافی قرین قیاس ہے۔ پنجاب کے سیالکوٹ علاقے میں جس جگہ ساکل نگر قائم تھا، وہ ایک طرف تو ہند یونانی حکمراں منانڈر (Minander) کی راجدھانی تھی، تو دوسری طرف اس کا ذکر ملند پنہو (*Milinda Panho*) میں ایک سرگرم تجارتی مرکز (پٹ بھیدن) کے طور پر ملتا ہے۔ اہی چھتر (Ahichchhatra) میں جو لگ بھگ 200 قبل مسیح میں شہر کے اندر ایک سڑک تعمیر ہوئی تھی، اس کے شواہد ماہرین آثار قدیمہ نے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ شک / کشان عہد میں بے حد دولت مند شہر کے طور پر گنگا جمنا دوآب میں متھرا کا عروج خصوصاً قابل غور ہے۔ پراکار (فصیل) کے ذریعہ شہر کو بیرونی حملوں سے محفوظ کیا گیا تھا۔ راستوں کا پھیلاؤ دیکھنے سے لگتا ہے، کہ شہر میں سواریوں کی آمد و رفت اور انسانی رہائش گاہیں بتدریج بڑھ رہی تھیں۔ مٹی کی بنی کچی اینٹوں کے ساتھ پکی اینٹوں کا بھی استعمال دکھائی دیتا ہے۔ رہائشی گھروں کی دیواروں کے نقشے ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ متھرا شک / کشان عہد میں کافی ترقی یافتہ تجارتی مرکز تھا۔ زمینی راستے سے وہ ایک ہی ساتھ پنجاب ہوتے ہوئے شمال مغربی سرحد سے جڑا ہوا تھا، تو دوسری طرف گنگا کی ترائی کے مشرقی حصے کے ساتھ بھی اس شہر کا تعلق تھا۔ تہذیبی مرکز کی حیثیت سے متھرا مجسمہ سازی کے لیے مشہور تھا۔ مختلف دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر میں وَیشنو، شَیو، بدھ اور جین مذہب ایک ہی ساتھ کافی مقبول تھے۔ اس کے علاوہ متھرا ایک اہم سیاسی اور انتظامی مرکز بھی تھا۔ ان اسباب کی وجہ سے تیسری صدی عیسوی کے بدھ متن للتاوستار (*Lalita Vistara*) میں ایک شہر کے طور پر متھرا کی خصوصی تعریف کی گئی ہے، جیسے شہر کا رقبہ بڑا تھا، تو روہ کافی خوشحال تھا، نتیجتاً بھیک بھی آسانی سے مل جاتی تھی۔ اس خوابوں کے شہر میں بہت سارے لوگ رہتے تھے۔ گنگا کے میدان کے انتہائی مشرقی حصہ میں واقع قدیم بنگال میں بھی اِس ابتدائی شہری زندگی کی توسیع ہوی۔ موریا عہد حکومت میں شمالی بنگال میں صرف پنڈر

نگر (Pundara Nagar)(مہاستھان)اور بان گڑھ(Bana Gadh)میں شہری زندگی کا بلاواسطہ ثبوت ملتاہے۔موجودہ دور میں کھدائی سے یہ ثابت ہواہے کہ پہلی صدی عیسوی میں منگل کوٹ(Mangal Kot)(موجودہ شہر سے 35 کلو میٹر دور) میں ایک نیا شہر قائم ہواتھا۔ساحلی علاقے میں تامر لپتی جیسا بندر گاہ شہر نظر آتا ہے۔کلکتہ کے نزدیک چندر کیتو گڑھ کے عظیم شہر کے باقیات دریافت ہوے ہیں۔اس قدیم مقام کو مٹی کی بڑی اونچی دیوار گھیرے ہوئے تھی جو چندر کیتو گڑھ کو ایک شہری بستی میں تبدیل کرتی تھی۔قدیم اشیا کی فراوانی اس شہر کی خوشحالی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔قدیم بنگال کے جنوبی پڑوسی صوبے اڑیسہ میں شہری آبادی کا ثبوت مشہور قدیم جگہ ششو پال گڑھ(Shishupalgadh)(بھونیشور کے نزدیک) میں ملتا ہے۔یہاں 200ق م سے 100 عیسوی کے درمیان عظیم شہری فصیل بنائی گئی۔پہلی فصیل مٹی کی تھی جسے مضبوط کرنے کے لیے بعد میں پکی اینٹوں کی چنائی کی گئی۔شہری منصوبہ بندی میں یہاں سے دریافت شدہ عظیم باب الداخلہ سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔دکن اور جنوبی ہند میں بھی شہر کاری کی روایت قابل غور ہے۔آندھراپردیش میں کرنول ضلع کے ساتانکوٹہ (Satanakota)میں ستواہن شہر کے باقیات حاصل ہوئے ہیں۔اس فصیل بند شہر کی مزید حفاظت کے لیے ایک خندق بھی کھودی گئی تھی۔پکی ہوئی اینٹوں کا استعمال، بڑی تعداد میں منکوں کی دریافت،اور ایک شاندار مرکزی دروازہ شہر کی خوشحالی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ہم عصر شک اور ستواہن تحریروں سے بھی شہری ترقی کی تصدیق ہوتی ہے۔کرشنااور گوداوری ندیوں سے سیر اب، دکن کے مشرقی حصے کا سب سے مشہور شہر اکشواکوؤں کا دارالسلطنت وجے پوریVijaya Puri تھا۔زیادہ تر رہائشی گھر شہر کے مشرقی حصے میں واقع تھے۔شہر کی کشادہ شاہراہ،گلیاں اور موڑ سب یہاں پائے گئے۔بدھ اور براہمن مذہب کے مرکز کی حیثیت سے شہر کی شہرت کتبوں سے بھی معلوم ہوتی ہے۔شہر کے فن تعمیر کا ایک بے حد دلچسپ پہلو کھلے آسمان کے نیچے مختلف نشستوں والا کھیل کا میدان تھا،جو رومن ایمفی تھیٹر (Amphitheatre) کی یاد دلاتا تھا۔

جنوب بعید کا ایک مرکزی شہر دریائے کاویری کے دہانے پر کاویری پٹنم(Kaveripattanam)تھا،جو کہ ایک بندر گاہ شہر تھا۔پُہار (Puhar)ر کی کھدائی سے اس شہر کے قیام کو جزوی طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔شہر کے باقیات پہار اور قرب وجوار کے چالیس قدیم مقامات میں بکھرے پائے گئے ہیں۔سنگم ادب میں جس شہر کو وسیع رقبے کا بتایا گیا ہے اس کی تصدیق قدیم ساز وسامان سے ہوتی ہے۔سنگم ادب مدھورایامدورائی (Madurai)شہر کے عروج کے بارے میں نہایت تفصیل سے بتاتا ہے۔پانڈیاراجاؤں کی طاقت کا بنیادی مرکز یہی شہر تھا۔سنگم ادب میں دوسرا قابل ذکر شہر کانچی یا کانچی پورم (Kanchipuram)تھا۔کانچی کی قریب ترین بندرگاہ نرپیرو(Nireppearu) تھی،جو ویگوتی(Vegvati)(ویگیئ)ندی کے کنارے واقع تھی۔سنگم ادب کے مطابق یہاں روشنی کے مینار کا بھی انتظام تھا۔شہر میں جس طرح پر تبر(Partabar)(ماہی گیروں ) کی رہائش تھی، اسی طرح تاجروں کی اونچی اٹالیکاؤں (Attalikas)کا بیان بھی تمل ادب میں ملتا ہے۔

شہر کاری کی کل ہند توسیع جو ان پانچ صدیوں میں ہوئی،اس کی نوعیت کیا تھی؟قدیم باقیات شہری زندگی کی عام علامات پر روشنی ڈالتے ہیں، جیسے فصیل کی تعمیر،کشادہ راستوں کا انتظام،گول کوؤں کے ذریعے پانی کی نکاسی کا منصوبہ،پکی اینٹوں کا استعمال،سکوں اور مہروں کی

باقاعدہ موجودگی، منکوں کی بہتات وغیرہ، یہ سبھی شمالی ہند یا وادی گنگا میں شہری زندگی سے جڑے ہوے تھے۔ان سب چیزوں کی شروعات وادی گنگا میں چھٹی صدی قبل مسیح سے ہو گئی تھی۔ پورے ہندوستان میں جب شہر کاری کو فروغ ہوا، تو اس کی اصل وادی گنگا میں شہر کاری کے عمل میں منحصر تھی۔ شہر کاری کی توسیع شمالی ہند سے وندھیا کے جنوب ترین علاقوں میں ممکنہ طور پر ودشا،اجینی اور کلنگ سے ہو کر ہوی۔ہندوستان کے جنوب ترین علاقوں میں شہر کاری کے محرکات شمالی ہندوستان سے ہی ملے ہوں گے یا پھر لمبی دوری کی تجارت کے ذریعے آئے ہوں گے۔ لیکن پھر بھی رادھا چمپا لکشمی کا ماننا ہے، کہ بیرونی محرکات نے جنوبی ہندوستان میں شہر کاری کا جو میدان تیار کیا تھا، وہ سماج میں دوررس تبدیلیاں نہیں لا سکا۔

## 10.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ دوسری صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی کے درمیان برصغیر ہندوستان میں دستکاری، صنعت، تجارت اور شہر کاری میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔اس عہد میں ملک سیاسی طور پر مختلف علاقائی طاقتوں جیسے شنگ، ستواہن، تمل ریاستوں اور غیر ملکیوں جیسے ہند یونانی، شک، کشان، وغیرہ کے درمیان منقسم تھا۔ان میں سے شمال مغربی ہندوستان پر حکومت کرنے والے کشان اور دکن و جنوبی ہند کے حکمراں ستواہن خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔ معاشی نقطہ نظر سے تمل ریاستیں (چولا ،چیر اور پانڈیہ) بھی خاصی اہم تھیں، کیوں کہ ان کے مغرب میں مصر اور رومی سلطنت کے ساتھ اور مشرق میں جنوب مشرقی ایشیا اور چین کے ساتھ براہ راست تجارتی تعلقات تھے۔ درحقیقت ان ریاستوں کی خوشحالی کی بنیاد بھی غیر ملکی تجارت تھی۔ہم نے جانا کہ مذکورہ عہد میں مختلف طرح کے پیشوں اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔متعدد پیشوں کے نام ہمیں ہم عصر ادبی ماخذ میں ملتے ہیں۔ جیسے بڑھئی، بانس کے کاریگر، کانچ کا سامان بنانے والے، عطر فروش، ہاتھی دانت کے کاریگر، جوہری، سنار، کمہار، لوہار، رنگریز، بنکر وغیرہ وغیرہ۔ان سبھی پیشوں کے معاملات اور کارکردگی کی دیکھ بھال کے لیے، ہر پیشہ کی اپنی ایک انجمن ہوتی تھی، جسے شرینی، گن، سنگھ، نکائے، گوشتھی کہا جاتا تھا، جس کا انگریزی متبادل گلڈ (Guild) ہے۔ان انجمنوں کے اپنے قاعدے قانون تھے، جن کو شرینی دھرم کہا جاتا تھا۔ سوائے کسی سنگین صورت حال کے، ریاست کو ان میں مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ یہ انجمنیں نہ صرف ممبران کے بیچ نظم وضبط قائم کرتی تھیں بلکہ اشیا کی تیاری اور خرید وفروخت کی ذمے داری بھی سنبھالتی تھیں۔ علاوہ ازیں یہ عام لوگوں، حکام، افسران اور شاہی خاندان کے افراد کے لیے بینک کا کام کرتے تھے۔اس عہد میں تجارت کے میدان میں بھی کافی ترقی ہوی۔ کئی طرح کے تاجر جیسے ونک، سارتھاواہ اور شریشٹھی اس میں سرگرم تھے۔ فائزر کے مطابق شریشٹھی درحقیقت گہہ پتی یعنی بڑی زمینوں کے مالک تھے۔ان زمینوں سے حاصل شدہ آمدنی وہ تجارت اور کاروبار میں لگاتے تھے۔ رچرڈ فک اور اتیندر ناتھ بسو بتاتے ہیں کہ شریشٹھی کے شاہی دربار سے راست تعلقات تھے، اور وہاں وہ ایک کاروباری کے بجائے تجارتی طبقے کے ترجمان کی حیثیت سے جاتے تھے۔ تجارت بری (زمین) اور بحری (سمندر) دونوں راستوں سے ہوتی تھی۔ ملک کے مختلف حصے تجارتی راستوں کے ذریعہ ایک دوسرے سے جڑے ہوے تھے۔ دو اہم شاہراہیں اتراپتھ اور دکشنا پتھ ملک کے شمالی اور جنوبی حصوں کو یکجا کرتی تھیں۔ شمالی شاہراہ ٹکشلا اور کابل ہوتے ہوے کاشغر کے راستے عظیم شاہراہ ریشم سے مل جاتی تھی۔ جب کہ جنوبی شاہراہ جنوبی ہند

کے متعدد شہروں بندرگاہوں سے جڑی ہوئی تھی۔ سوپارا، بھڑوچ، تامر لپتی، اور کلیانی جیسی بندرگاہوں سے مغربی ایشیا اور رومی سلطنت ، ساتھ ہی جنوب مشرقی ایشیا اور چین کے ساتھ تجارت ہوتی تھی۔ ہندوستان کے کپڑوں اور جنوبی ہند کی گول مرچ کی رومی سلطنت میں بہت مانگ تھی۔ علاوہ ازیں جنوب مشرقی ایشیا کے مسالے اور چینی ریشم بھی بذریعہ ہندوستان یورپ جاتا تھا۔

## 10.7 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| رومی سلطنت | : | 27ق م سے 476 عیسوی تک یورپ، مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ پر حکومت کرنے والی عظیم بین براعظمی سلطنت۔ |
| ٹالمی | : | پہلی صدی ق م کا یونانی جغرافیہ دان اور مشہور کتاب Geoghraphia کا مصنف |
| شریشٹھی | : | سرمایہ کار یا بڑا تاجر |
| سارتھاواہ | : | تجارتی قافلے کا رہنما |
| دنتکار | : | ہاتھی دانت کا کاریگر |
| پلنی | : | پہلی صدی عیسوی کا رومی ماہر فطرت فلسفی اور Natural History کا مصنف |
| اسٹرابو | : | پہلی صدی ق م کا یونانی، جغرافیہ دان، فلسفی، مورخ اور مشہور کتاب Geographica کا مصنف |
| ایپفی | : | رومی کلینڈر میں جولائی کا مہینہ |
| شرینی/گن/سنگھ/نکائے | : | پیشہ ور انجمن یا Guild |
| شرینی دھرم | : | گلڈ کے قاعدے قانون |
| ایمفورا | : | دو دستوں والا رومی صراحی نما مٹی کا برتن |
| پراکار | : | شہر پناہ یا شہر کے چاروں طرف کی دیوار |
| دھروہر/نیاس | : | امانت/پونجی/سرمایہ |
| کرشپن/پران | : | قدیم سکے |
| ونک/ویدیہک | : | عام کاروباری |
| پرتبر | : | مچھوارے یا ماہی گیر |
| للتاوستار | : | تیسری صدی عیسوی کا بدھ متن |
| ایمفی تھیٹر | : | مدور اکھاڑا یا بغیر چھت کا نشستی ہال |

## 10.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 10.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستان میں کاریگروں اور تاجروں کی پیشہ ورانہ انجمنوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) سارتھاواہ (ب) شرینی (گلڈ) (ج) گہہ پتی (د) سیٹھی

2. قدیم ہندوستان میں سب سے دولت مند تاجروں یا سرمایہ کاروں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) ونک (ب) سارتھاواہ (ج) شریشٹھی (سیٹھی) (د) گہہ پتی

3. چین سے بحیرہ روم تک جانے والے اس اہم تجارتی راستے کا نام کیا تھا؟

(الف) اتراپتھ (ب) دکشناپتھ (ج) شاہراہ ریشم (د) مصالحہ راہ

4. مغربی ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ کون سی تھی، جسے یونانی 'بیری گازا' کہتے تھے؟

(الف) باربریکم (ب) سوپارا (ج) کلیان (د) بھرگوکچھ (بھڑوچ)

5. رومی سلطنت میں ہندوستان کی کس شے کی سب سے زیادہ مانگ تھی، جسے 'کالا سونا' بھی کہا گیا؟

(الف) ململ (ب) ہاتھی دانت (ج) گول مرچ (د) ہیرے

### 10.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. N.B.P.W. کسے کہتے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔
2. وادی گنگا کی تہذیب کے مادی عناصر بتائیے۔
3. شریشٹھی اور سارتھاواہ میں فرق واضح کیجیے۔

### 10.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گلڈ سسٹم کے بارے میں ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔
2. شاہراہ ریشم کا تذکرہ کرتے ہوئے بری تجارت کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

# اکائی 11۔ گپت سلطنت کا قیام استحکام اور توسیع

(Foundation, Consolidation and Expansion of the Gupta Empire)

اکائی کے اجزا


11.0 تمہید

11.1 مقاصد

11.2 گپت سلطنت کے مطالعے کے لیے اہم مآخذ

11.3 گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات

11.4 گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ

11.5 چندر گپت اول

11.6 سمدر گپت کا دور حکومت: استحکام اور ریاست کی توسیع

11.7 چندر گپت دوم

11.8 کمار گپت اول

11.9 اسکند گپت

11.10 بعد کے گپت حکمراں

11.11 گپت سلطنت کا زوال

11.11.1 ہنوں کا حملہ

11.11.2 اندرونی مشکلات

11.12 اکتسابی نتائج

11.13 فرہنگ

11.14 نمونہ امتحانی سوالات

## 11.0 تمہید (Introduction)

موریا سلطنت کے زوال کے بعد سے گپت سلطنت کے قیام تک ہندوستان میں کوئی بڑی مرکزی ریاست قائم نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن چوتھی صدی عیسوی میں شمالی ہند کی سیاسی غیر مرکزیت ختم ہوئی اور گپت سلطنت کی شکل میں ایک مضبوط اور وسیع ریاست قائم ہوئی۔ چندر گپت اور سمدر گپت کے دور میں اس ریاست نے مشرقی ہند اور شمالی ہند کے ساتھ ساتھ دکن اور جنوب ہند ایک بڑے علاقے پر اپنا اقتدار مستحکم کر لیا تھا۔ اس اکائی میں ہم ان مراحل اور اقدامات کا ذکر کریں گے جن کے ذریعہ گپت حکمرانوں کو یہ کامیابی حاصل ہوئی۔ چوں کہ تاریخ میں ماٰخذ کی بہت اہمیت ہے، اس لیے کوشش کی گئی ہے کہ ابتدا میں ان ماٰخذ کا بھی تذکرہ کیا جائے جن کے مطالعہ سے اس دور کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ خاص توجہ سمدر گپت کی توسیعی پالیسی پر دی گئی ہے کیوں کہ سمدر گپت نے ہی گپت سلطنت کے اقتدار کو شمالی ہند کے ساتھ ساتھ دکن اور جنوب کی ریاستوں تک پھیلادیا تھا۔ گرچہ سمدر گپت نے دکن اور جنوب کی ریاستوں کو براہ راست اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا تھا، لیکن ان ریاستوں پر اپنی سیاسی بالادستی ضرور قائم کر لی تھی۔ یہاں تک کہ گپت سلطنت کے تعلقات سری لنکا کی حکومت سے بھی استوار ہو گئے تھے، جس کا فائدہ ریاست کو تجارتی اور معاشی میدان میں ہوا۔ گپت سلطنت کے قیام اور توسیع کے مراحل کو اچھی طرح واضح کرنے کے لیے ریاست کے قیام سے قبل شمالی ہند کے سیاسی منظر نامے کا بھی مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سمندر گپت اور چندر گپت دوم کے ذریعہ گپت سلطنت کی توسیع اور استحکام کے موضوع پر بحث کریں گے۔ اس سلسلے میں دونوں عظیم حکمرانوں کی فوجی مہمات اور ازدواجی تعلقات کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا جائے گا جس کے ذریعے انہیں ریاست کی توسیع اور استحکام میں بے پناہ کامیابی ملی۔ یہ دور کم و بیش خوشحالی کا دور تھا۔ چندر گپت دوم کی موت کے بعد اسکند گپت اور اس کے جانشینوں کو ہنوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکند گپت کے آخری دور میں ریاست کو جو بیرونی خطرات در پیش آئے وہ بعد کے گپت حکمرانوں کے عہد میں مزید تباہی کا باعث بنے۔ اس اکائی میں ان خطرات کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس اکائی میں گپت سلطنت کے زوال کے مختلف پہلوؤں اور اسباب کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس سلسلے میں جدید مورخین کے نظریے پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے ریاست کے زوال اور سیاسی غیر مرکزیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

## 11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- گپت دور سے متعلق ادبی اور غیر ادبی ماٰخذ کا جائزہ لے سکیں گے۔
- گپت دور کے قیام سے پہلے شمالی ہند اور دکن کے سیاسی حالات پر روشنی ڈالیے۔
- گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ کو سمجھ سکیں گے۔
- گپت دور میں سماجی مقام و مرتبہ اور سیاسی عروج پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- سمدر گپت کے عہد میں سلطنت کا استحکام اور اس کی فوجی مہمات کو جان سکیں گے۔
- چندر گپت دوم کے دور حکومت اور سلطنت کے انتہائی عروج کو سمجھ سکیں گے۔

- چندر گپت دوم کی بیاہ شادی کے ذریعے مضبوط تعلقات قائم کرنے کی پالیسی کا جائزہ لے سکیں گے۔
- کمار گپت اول، اسکند گپت اور بعد کے گپت حکمرانوں کے بارے میں جان سکیں گے۔
- گپت سلطنت کے زوال اور اس کے اسباب کا تجزیہ کر سکیں گے۔

## 11.2 گپت سلطنت کے مطالعے کے لیے اہم مآخذ (Sources for the Study of Gupta Empire)

اس سے پہلے کہ ہم گپت دور کے سیاسی اور معاشی حالات کا تفصیلی جائزہ لیں، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مآخذ کا تذکرہ کیا جائے جن سے اس دور کے متعلق اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

**1۔ کتبات:** گپت دور کے مطالعہ کے لیے سب سے اہم ماخذ کتبات ہیں ۔ سنسکرت زبان میں لکھے گئے یہ کتبات اکثر پتھروں اور تانبے کی چادروں (Copper Plates) پر کندہ کیے جاتے تھے۔ان کتبات سے ہمیں مختلف قسم کی جانکاری ملتی ہے۔مثال کے طور پر شاہی کتبات سے شاہی خاندان کا شجرہ نسب، فوجی مہمات اور سیاسی کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے۔اس کے علاوہ راجاؤں کے القاب سے ان کا نظریہ بادشاہت،اور دوسرے راجاؤں کے مقابلہ میں ان کی قوت واقتدار کا علم ہوتا ہے۔ سماجی، معاشی اور انتظامی امور کی معلومات کے لیے وہ کتبات کام آتے ہیں، جو راجاؤں نے زمینی عطیات دیتے وقت لکھوائے تھے۔اسی طرح بعض افراد مذہبی اداروں اور مقدس مقامات کو بھی زمینی عطیات دیتے تھے۔ان کے ذریعہ لکھوائے گئے کتبات سے اس عہد کے مذہبی اور سماجی رشتوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

**2۔ سکے:** خرید وفروقت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کسی عہد کا سیاسی، معاشی اور ثقافتی مزاج سمجھنے کے لیے بھی اہم ہوتے ہیں ۔ گپت حکمرانوں نے بڑی تعداد میں سونے کے سکے جاری کیے، جو دینارس میں (Dinarus) کہلاتے تھے۔اس کے علاوہ اس دور میں چاندی اور تانبے کے سکے بھی جاری کیے گئے، حالانکہ تانبے کے سکوں کی تعداد سونے کے سکوں کے مقابلہ میں انتہائی کم تھی۔ان سکوں پر ایک طرف راجا (بعض اوقات راجا اور رانی دونوں) کی تصویر ہوتی تھی اور دوسری طرف کسی دیوی ودیوتا یا ان کے شاہی نشان (مثلاً مور یا گرودا) کی تصویر بنی ہوتی تھی۔یہ سکے گپت دور کے سیاسی اور معاشی حالات کو جاننے کے لیے اہم ہیں، کیوں کہ ان سے ہمیں گپت راجاؤں کے خاندان، ان کے القاب، تاریخ حکومت و تخت نشینی اور مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔اسی طرح ان سکوں میں سونے، چاندی اور تانبے کی مقدار اور دوسری دھاتوں کے تناسب سے گپت عہد کی معاشی صورت حال کا اندازہ ہوتا ہے۔ مختلف علاقوں میں گپت دور کے سکوں کی موجودگی اور فراوانی سے تجارت وکاروبار کے فروغ کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

**3۔ادب:** گپت دور میں سنسکرت زبان وادب میں بے حد ترقی ہوئی اور متعدد کتابیں لکھیں گئیں۔ روایتی و مذہبی اور تخلیقی دونوں طرح کا ادب اس دور میں فروغ پایا۔رزمیہ نظمیں جیسے راماین اور مہابھارت اسی دور میں مکمل ہوئیں ۔نارد، برہسپتی اور کاتیاین کی اسمرتیاں (Smiritis) بھی اسی دور میں لکھی گئیں، جن سے اس دور کے مذہبی اور ثقافتی پہلوؤں پر اہم روشنی پڑتی ہے۔ غیر مذہبی ادب میں کامندک (Kamandaka) کی لکھی ہوئی نیتی شاستر (*Niti Shastra*) بہت اہم ہے۔یہ چوتھی صدی عیسوی میں لکھی گئی جس میں راجا کو

سیاست کے سوال پر ہدایتیں دی گئی ہیں۔

**4۔ غیر ملکی سیاح:** گپت دور میں کئی چینی سیاح ہندوستان آئے۔ ان کا مقصد بدھ مذہب کے اہم مقدس مقامات کی زیارت کرنا، بدھ مذہب کی کتابوں کو حاصل کرنا اور ہندوستان میں بدھ مذہب کے رہنماؤں سے ملاقات کرنا تھا۔ ان میں سے بعض نے اپنے سفر کی داستان بھی لکھی۔ ایسا ہی ایک چینی مذہبی سیاح فاہیان تھا، جس نے ہندوستان میں چندر گپت دوم کے عہد میں تقریباً دس سال کا عرصہ گذارا۔ فاہیان شمال مغربی علاقے سے ہندوستان میں داخل ہوا، پھر گنگا وادی پہنچا اور بنگال کی کھاڑی میں -"تامر لپتی" بندرگاہ سے ہوتے ہوئے سری لنکا اور پھر وہاں سے چین واپس روانہ ہو گیا۔ چین پہنچ کر فاہیان ان کتابوں کے ترجمے میں مصروف ہو گیا، جو اس نے ہندوستان کے سفر میں جمع کی تھیں۔ اس کے علاوہ فاہیان نے اپنا سفر نامہ میں بھی لکھا جو 'بدھ بادشاہوں کی ایک داستان' (A Record of Buddhist Kingdoms) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس سفر نامے سے ہمیں ہندوستان کے عام لوگوں کے حالات زندگی کا بہتر اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح شامی عیسائی پادری 'کوسماس انڈکو پلیسٹس' (Cosmos Indicopleustus) کی لکھی ہوئی کتاب "Christian Topography" بھی گپت عہد کے مطالعہ کے لیے اہم بیرونی ماخذ ہے۔ یہ کتاب چھٹی صدی عیسوی میں اس وقت لکھی گئی جب کوسماس تجارت کی غرض سے دنیا کے مختلف حصوں میں گھومتے گھومتے ہندوستان بھی آیا تھا۔

---

## 11.3 گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات

## (Political Conditions of India before Establishment of the Gupta Empire)

یہ مناسب ہوگا کہ سلطنت کے قیام سے پہلے شمالی ہندوستان کے سیاسی حالات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کن سیاسی حالات میں گپت خاندان کا عروج ہوا اور ایک بڑی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ موریا سلطنت کے زوال اور گپت سلطنت کے قیام کے دوران (200ق۔م سے 300 عیسوی کے درمیان تقریباً پانچ صدیوں میں) شمالی ہند میں کوئی بڑی حکومت نہیں قائم ہو سکی تھی بلکہ یہ دور سیاسی غیر مرکزیت کا دور تھا جس میں پورا شمالی ہندوستان متعدد چھوٹی بڑی خود مختار اور نیم خود مختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ البتہ یہ عہد اس لیے بہت اہم ہے کیوں کہ اس دوران تجارتی اور ثقافتی طور پر ہندوستان کا تعلق وسط ایشیا سے قائم اور مضبوط ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں مختلف غیر ملکی عناصر جیسے یونانی، ایرانی اور وسط ایشیائی وغیرہ سیاسی اور سماجی سطح پر ہندوستان کا حصہ بنے۔ موریا سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ مختلف بیرونی طاقتوں نے شمال مغربی ہند کے علاقوں پر ایک کے بعد ایک اپنا اقتدار جما لیا۔ سب سے پہلے بیکٹریا (Bactria) یعنی موجودہ شمالی افغانستان کے علاقہ پر حکومت کر رہے یونانی حکمرانوں نے اپنا اقتدار قائم کیا اور اسی نسبت سے انہیں ہند-یونانی حکمراں بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا سب سے مشہور حکمراں میناندر یا ملند تھا جس نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد شک حکمرانوں نے ہند-یونانی حکمرانوں کو شکست دے کر شمال مغربی ہند پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا۔ شک حکمرانوں کا تعلق وسط ایشیا کے قبائلی گروہوں سے تھا اور ان کی مختلف جماعتوں نے شمال اور شمال مغربی ہند کے علاقوں پر اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ شک حکمرانوں کا قبضہ مغربی ہند بالخصوص مالوہ اور سوراشٹر کے علاقوں پر زیادہ مضبوط رہا جہاں ان کا اقتدار چوتھی صدی عیسوی تک قائم رہا۔ ان کا سب سے عظیم حکمراں رودردمن (130-152ء) تھا جس کا اقتدار

سندھ، گجرات، راجستھان، کونکن، مالوہ، کاٹھیاواڑ اور مغربی دکن تک پھیلا ہوا تھا۔

بیرونی طاقتوں میں سب سے اہم اور طاقتور کشان تھے جن کا اقتدار شمالی ہندوستان کے ساتھ ساتھ افغانستان تک کے علاقوں پر پھیلا ہوا تھا۔ کشان خانہ بدوش لوگ تھے جو وسط ایشیا کے شمالی میدانوں میں زندگی گذارا کرتے تھے۔ کشانوں نے شک حکمرانوں کا خاتمہ کر کے شمال مغربی ہند کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ سندھ سے لے کر وارنسی تک کے علاقوں پر اپنا اقتدار پھیلا دیا۔ کشان حکمرانوں میں سب سے مشہور حکمراں کنشک تھا جو 78 عیسوی میں تخت نشین ہوا اور اسی کے دور میں کشان اقتدار اپنے عروج کو پہنچا۔ تقریباً ایک صدی تک حکومت کرنے کے بعد دوسری صدی عیسوی کے آخر سے کشانوں کا زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ افغانستان اور شمال مغربی ہند سے ان کا اقتدار ختم ہو گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر و اقتدار شمال مغربی علاقوں سے بالخصوص مغربی پنجاب کے حصوں سے ابھی بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ تیسری اور چوتھی صدی تک یہ سیاسی اثر و رسوخ قائم رہا۔ اس کی دلیل وہ سکے ہیں جو اس دور میں جاری کیے گئے جن کا طرز اور اکائی کے اجزا کشانوں کے سکوں جیسا ہی ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں ہے کہ بعض کشان حکمراں اب بھی کشمیر اور مغربی پنجاب کے حصے میں حکومت کر رہے تھے جب کہ شمالی ہند میں گپت خاندان کا سیاسی سورج طلوع ہو رہا تھا۔

گپت سلطنت کے قیام سے قبل شمالی ہند میں کئی آزاد ریاستیں بھی ابھریں۔ ان میں ناگا ریاست سب سے اہم اور طاقتور تھی۔ ناگا ریاست کا اقتدار متھرا کے علاقے میں تھا لیکن اس کے اثرات بعض دوسرے علاقوں پر بھی تھے۔ سمدر گپت کے الٰہ آباد کتبہ سے ان کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ سمدر گپت کو شمالی ہند میں اپنا سیاسی دبدبہ قائم کرنے میں جس ریاست نے سب سے زیادہ مشکلیں پیدا کی ہوں گی، وہ ناگا ریاست تھی۔ اس کے علاوہ تیسری صدی عیسوی میں متعدد "گن سنگھ "یعنی قبائلی جمہوری ریاستیں بھی موجود تھیں۔ یہ ریاستیں جمہوری اس لیے کہلاتی ہیں کیوں کہ ان پر کسی ایک بادشاہ، یا سیاسی خاندان کا کنٹرول نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کی حکومت اور نظام ریاست چند سرداروں کے ذریعہ چلایا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر مشرقی پنجاب میں مادرا(Madras)، ہریانہ میں یودھیا(Yaudhyas)، راجستھان میں مالوا(Malwas) اور ویشالی میں لچھچھوی وغیرہ۔ اس طرح کی کئی جمہوری ریاستوں کا تذکرہ گپت ریکارڈ خاص طور پر سمدر گپت کے کتبہ میں ملتا ہے جہاں اس کی فتوحات کا ذکر ہوا ہے۔

تیسری صدی عیسوی کے وسط میں دکن میں (شمال مشرقی مہاراشٹر) ایک نئی ریاست کا جنم ہوا جسے واکاٹک ریاست کہتے ہیں۔ یہ ریاست بہت ہی طاقتور تھی جس کا ثبوت گپت سلطنت اور واکاٹک حکومت کے درمیان قائم ہونے والے ازدواجی تعلقات سے ملتا ہے۔ اس طرح تیسری صدی عیسوی کے اختتام پر شمالی ہندوستان کا سیاسی منظر نامہ کچھ یوں تھا۔ مغربی اور شمال مغربی ہندوستان پر شک اور کشان ریاستوں کا قبضہ تھا شمالی ہند کے بڑے حصے میں جہاں کل تک موریا سلطنت کا راج تھا، متعدد چھوٹے بڑے سیاسی خاندانوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ وسط ہند اور مغربی ہند میں چند جمہوری طرز کی غیر بادشاہی ریاستیں بھی قائم تھیں۔

## 11.4 گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ (Early Political History of Gupta Dynasty)

گپت خاندان کی ابتدائی سیاسی تاریخ،ان کے سماجی مقام و مرتبہ اور اصلی وطن کے بارے میں واضح تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ حالانکہ گپت خاندان کے اقتدار میں آنے سے پہلے بھی "گپت" نام اور لقب کے کئی افسر اور عہدیدار گزرے ہیں، لیکن گپت خاندان کے شاہی شجرہ نسب کے مطابق اس خاندان کا تعلق ایسے کسی عہدیدار سے نہیں جن کا ذکر ہمیں ماضی میں ملتا ہے۔(البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ گپت خاندان کا شاہی شجرہ نسب بھی اس خاندان کے اقتدار میں آنے کے بعد ہی تیار کرایا گیا تھا)۔اسی لیے مشہور مورخ آر سی مجمدار کا خیال ہے کہ گپت سلطنت کے حکمراں کسی گپت نامی خاندان کے فرد نہیں تھے بلکہ قیاس ہے کہ یہی ان کا اصلی نام تھا،یعنی 'گپت' ابتدائی دو حکمرانوں کے نام کا حصہ تھا،نہ کہ کوئی لقب یا کسی خاندان کی طرف کوئی نسبت۔لیکن چوں کہ بعد کے حکمرانوں نے بھی 'گپت' لقب کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیا،اس طرح یہ ان کی پہچان بن گیا۔بعض مورخین کے نزدیک اس خاندان کا تعلق برہمن طبقے سے تھا۔ان کے مطابق چوں کہ گپت خاندان کا گوتر ''دھارن''(Dharan) تھااور یہ گوتر برہمنوں کا ہوتا ہے،اس لیے گپت حکمرانوں کو برہمن ماننا درست ہوگا۔مشہور مورخ ایس،آر، گویل کا بھی یہی خیال ہے۔دوسری طرف چند مورخین کا ماننا ہے کہ گپت حکمراں چھتری طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ گپت حکمرانوں نے لچھوی اور ناگا ریاستوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔چوں کہ یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ لچھوی اور ناگا چھتری تھے اور ہندو سماجی و مذہبی روایات کے مطابق ورن (طبقہ) سے باہر شادیاں کرنا ممنوع تھا،اس لیے زیادہ قرین قیاس ہے کہ گپت بھی چھتری تھے۔لیکن بالعموم جدید ہندوستانی مورخین گپت خاندان کا تعلق ویشیہ طبقے سے بتاتے ہیں۔یہ طبقہ ہندو سماجی درجہ بندی میں تیسرے درجہ پر ہے۔ان کے اس دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ ''منواسمرتی''اور ''پرانوں'' میں گپت نام ویشیہ طبقے کے لیے استعمال ہوا ہے۔اگر یہ بات درست ہے، تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قدیم سماجی و مذہبی درجہ بندی کے باوجود چھتری طبقے کے علاوہ دوسرے افراد بھی اقتدار اور سیاسی قوت حاصل کر سکتے تھے(جب کہ سماجی اور مذہبی روایات کے مطابق صرف چھتری طبقہ ہی حکمراں بن سکتا تھا)۔

گپت خاندان کے اصلی وطن اور سیاسی مرکز کے بارے میں بعض مورخین، جن میں آر۔سی۔مجمدار بھی شامل ہیں، کی رائے ہے کہ اس خاندان کا اصلی وطن بنگال تھا، جہاں سے یہ ایک مضبوط طاقت بن کر ابھرے۔ان مورخین کی دلیل آٹھویں صدی کے چینی سیاح 'اتسنگ' کی سوانح ہے۔ان مورخین کے مطابق اتسنگ نے، جس نے 995-971عیسوی کے درمیان ہندوستان کی سیاحت کی، 'شری گپت' نامی ایک بادشاہ کا ذکر کیا ہے جس نے چینی زائرین کے لیے ایک مندر بنوایا تھا اور اس کی دیکھ ریکھ کے لیے چوبیس گاؤں بھی وقف کیے تھے۔آر سی مجمدار کا دعٰوی ہے کہ اتسنگ کے ذریعہ دی گئی جغرافیائی تفصیلات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مندر غالباً بنگال کے مرشدآباد کے گردونواح میں رہا ہوگا۔چنانچہ اس طرح یہ ماننا بعید از قیاس نہیں کہ گپت خاندان کا ابتدائی سیاسی اقتدار بنگال کے کچھ حصوں پر ضرور رہا ہوگا۔ جدید مورخین نے اس دعویٰ کی تردید کی ہے۔ان کا ماننا ہے کہ چینی سیاح کے بیان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ وہ گپت خاندان کی حکومت قائم ہو جانے کے کئی صدیوں بعد ہندوستان آیا تھا۔اس کے برعکس ان جدید مورخین کا خیال ہے کہ گپت حکمرانوں کا اصلی وطن گنگا دوآب کا درمیانی علاقہ بالخصوص مشرقی اترپردیش تھا اور غالباً پاٹلی پتر ان کا ابتدائی سیاسی مرکز تھا۔اس کا سب سے اہم ثبوت ان مورخین کی نظر

میں وہ بے شمار کتبات ہیں جو اسی علاقے میں پائے گئے ہیں۔اس خیال کا اظہار کرنے والے مورخین میں سدھا کر چٹو پادھیائے، اگروال اور رنبیر چکرورتی شامل ہیں۔ گپت دور کے کتبات اور سرکاری مہروں میں پائی گئی معلومات کے مطابق اس خاندان کے ابتدائی دو حکمرانوں کے نام 'شری گپت' اور 'گھٹوت کچ گپت' (Ghatotkach Gupta) تھے۔اس سے زیادہ ان کے سیاسی مرتبہ اور اقتدار کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ کتبہ میں ان کے لیے "مہاراج" کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ کسی دوسرے بڑے حکمراں کے ماتحت تھے، جیسا کہ ان کے لقب 'مہاراج' سے ظاہر ہوتا ہے، جب کہ بعد کے گپت حکمرانوں کے ساتھ 'مہاراج دھراج' کا لقب ملتا ہے جس سے ان کی بڑھی ہوئی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شری گپت کا دور حکومت 275-300 عیسوی اور گھٹوٹ کچھ گپت کا 300-320 عیسوی مانا جاتا ہے۔

## 11.5 چندر گپت اول (Chandragupta I)

اس خاندان کا پہلا طاقتور اور صحیح معنوں میں سیاسی طور پر خود مختار حکمراں چندر گپت اول تھا، جیسا کہ کتبوں اور سکوں میں اس کے لقب ''مہاراج دھراج'' سے ظاہر ہوتا ہے۔ چندر گپت اول کی حکومت 15 سالوں تک (320-335) قائم رہی۔ اس نے گپت سن (Gupta Era) کی شروعات کی۔ 11 ویں صدی کے عرب مورخ، عالم اور مشہور جغرافیہ داں البیرونی نے اپنی کتاب ''کتاب الہند'' میں ''گپت سن'' کا ذکر کیا ہے۔ البیرونی کے بیانات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''گپت سن'' کی شروعات 319-20 عیسوی میں ہوئی تھی اور اسی سال چندر گپت اول تخت نشین ہوا تھا۔ گویا چندر گپت اول نے اپنی تخت نشینی کو تاریخ میں ایک اہم یادگار کے طور پر باقی رکھنے کے لیے گپت سن کی شروعات کی، جس سے اس کی سیاسی آزادی اور خود مختاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

پُرانوں میں چوتھی صدی عیسوی کے سیاسی حالات کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ چندر گپت اول کا سیاسی اقتدار پریاگ (اتر پردیش میں الہ آباد کا علاقہ)، ساکیت (شمالی اتر پردیش میں موجودہ ایودھیا کا علاقہ) اور مگدھ تک پھیلا ہوا تھا۔ چندر گپت اول کے دور کا سب سے اہم واقعہ، جو تاریخ میں درج ہے، ویشالی کے لچھوی خاندان کی شہزادی ''کمار دیوی'' سے اس کی شادی تھی۔ لچھوی خاندان تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح سے ویشالی کے علاقہ میں نیم جمہوری طرز پر ایک غیر بادشاہی نظام حکومت چلا رہا تھا۔ اس ازدواجی رشتے کی شہادت اس دور کے سونے کے سکوں سے ملتی ہے جس کے ایک طرف چندر گپت اول اور کمار دیوی کی تصویر اور نام درج ہے اور دوسری طرف شیر پر بیٹھی ہوئی ایک دیوی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ غالب امکان ہے کہ اس ازدواجی تعلق کے ذریعہ چندر گپت اول نے ویشالی (شمالی بہار میں مظفر پور کا علاقہ) پر اپنا اقتدار قائم کر کے اس کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا، کیوں کہ چندر گپت اول کے ویشالی پر حملہ کرنے کی کوئی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ چندر گپت اول کی وجہ سے ایک بار پھر گنگا وادی کا درمیانی علاقہ سیاسی طور پر اہم بن گیا۔ اس سے قبل موریا عہد میں پاٹلی پتر اور گردونواح کے علاقے سیاسی اہمیت کے حامل تھے، لیکن کشان دور میں گنگا جمنا کا دوآب بالخصوص متھرا کا علاقہ سیاسی مرکز بن گیا تھا۔ چنانچہ چندر گپت اول کے ذریعہ دوبارہ گنگا وادی کے درمیانی خطے کو سیاسی مرکزیت حاصل ہونا ایک اہم تبدیلی تھی اور غالباً سیاسی مرکز کی اسی تبدیلی کے پیش نظر ویشالی پر بھی قبضہ ضروری ہو گیا تھا، جیسا کہ موریا عہد میں ہوا تھا۔

## 11.6 سمدر گپت کا دور حکومت: استحکام اور ریاست کی توسیع

(Reign of Samudragupta: Consolidation & Expansion of State)

یہ گپت خاندان کا سب سے عظیم بادشاہ گزرا ہے جس نے شمال اور جنوب دونوں جگہ گپت خاندان کا سیاسی اقتدا پھیلایا تھا۔ سمدر گپت کے کارناموں اور جنگی فتوحات کے بارے میں کتبوں اور سکوں سے پتہ چلتا ہے۔ اس عہد کا سب سے اہم مآخذ الہ آباد ستون پر لکھا گیا کتبہ ہے۔ یہ کتبہ سمدر گپت کے درباری شاعری ہری سین نے تحریر کیا تھا۔ نظم و نثر میں لکھا گیا یہ کتبہ الہ آباد کے اس ستون پر کندہ کیا گیا ہے جو بادشاہ اشوک نے اپنے عہد میں نصب کروایا تھا۔ اس ستون پر اشوک، سمدر گپت کے علاوہ مغل بادشاہ جہانگیر کا کتبہ بھی موجود ہے۔ اس کتبہ کے مدحیہ حصہ میں (Prashasti) سمدر گپت کی شخصیت اور اس کی سیاسی کامیابی و فوجی مہموں کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس طرح سمدر گپت کو ایک غیر معمولی انسان اور مثالی بادشاہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سمدر گپت نے گپت حکومت کو جو اب تک مشرقی اتر پردیش، بہار اور بنگال کے کچھ علاقوں تک محدود تھی، وسیع کیا اور اپنی فوجی مہمات کے ذریعہ پورے آریہ ورت (گنگا وادی کا علاقہ) اور شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہند میں اب تک موجود مختلف ریاستوں اور حکمراں خاندانوں کا خاتمہ ہو گیا اور ران کی جگہ تن تنہا گپت خاندان کا سیاسی اقتدار پورے علاقے پر قائم ہو گیا۔ الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے آریہ ورت کے 10 بادشاہوں کو شکست دی اور ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں ضم کر لیا۔ وہ دس حکمراں درج ذیل ہیں:

1. رودر دیو (Rudra Deva): مغربی ہندوستان کا ایک شک حکمراں۔
2. ناگ دتا (Naga Datta): شمالی ہند یا شمالی بنگال کا ناگا حکمراں۔
3. چندر ورمن (Chandra Varman): اس کی حکومت مغربی بنگال کے بنکورا ضلع میں تھی۔
4. گن پتی ناگ (Ganpati Naga): متھرا پر اس کا اقتدار تھا۔
5. ناگا سین (Naga Sena): مدھیہ پردیش کا ناگا حکمراں۔
6. اچیوت (Achyut): غالباً اتر پردیش کے بریلی ضلع میں اس کی حکومت تھی۔
7. ناندین (Nandin): شاید ایک ناگا حکمراں تھا۔
8. بالا ورمن (Bala Verman): بالائی آسام یا مشرقی مالوہ کا ایک راجا تھا۔
9. کوٹا خاندان کا ایک حکمراں جس کے بارے میں بالعموم مانا جاتا ہے کہ وہ پنجاب کے لدھیانہ علاقہ میں حکمراں تھا۔
10. متیلا (Matila): اتر پردیش میں بلند شہر کے قریب۔

ان حکمرانوں کی ریاستی حدود کا تعین کرنا ذرا مشکل ہے کیوں کہ شاعر ہری سین نے حکمرانوں کے نام کے ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوں کہ سمدر گپت نے ان حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا، گویا وہ اب گپت حکومت کا حصہ بن گئے تھے اور ان کا آزادانہ وجود ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا الگ سے ان کی ریاستوں کا ذکر ہری سین کے

نزدیک ضروری نہیں تھا۔ البتہ حکمرانوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سمدر گپت نے یقینی طور پر سب سے پہلے ناگا حکمرانوں پر حملہ کر کے ان کو ختم کیا ہو گا، کیوں کہ ناگا حکمراں شمالی ہند میں ایک مضبوط طاقت اور گپت خاندان کے سب سے بڑے حریف تھے۔ اس کے علاوہ سمدر گپت نے مالوہ کے علاقے پر بھی قبضہ کیا اور وہاں سے شک شترپ کا اقتدار ختم کیا جو اس وقت تک مغربی ہندوستان اور مالوہ کے علاقوں پر قابض تھے۔ آریہ ورت کے ان حکمرانوں کو شکست دینے اور ان کی ریاستوں کو ختم کر دینے کی وجہ سے ہی الہ آباد ستون کے کتبہ میں سمدر گپت کے لیے "ختم کر دینے والا" (Sarvarajo Cchetta) کا لقب استعمال کیا گیا ہے۔

الہ آباد ستون کے کتبہ کے مطابق سمدر گپت نے جنوبی ہند میں بھی فوجی مہمیں کیں، البتہ جنوبی ہند کے (12) بارہ حکمرانوں کو ہرانے کے بعد ان کو آزاد چھوڑ دیا اور شمالی ہند کے راجاؤں کے برعکس جنوبی ہند کے راجاؤں کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں شامل نہیں کیا۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ جنوبی ہند کی فوجی مہم کا ذکر کرتے ہوئے ہری سین نے 12 حکمرانوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان کی ریاستوں کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ان راجاؤں کی ریاستی حدود کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ان بارہ راجاؤں کے نام اور ان کی ریاستیں درج ذیل ہیں:

1. راجا مہندرا: کوشالا (چھتیس گڑھ میں موجودہ رائے پور، بلاس پور اور کوشلا کا علاقہ) سنبل پور
2. ویاگھر راج: (Vyaghra Raja) مہاکانتر (بستر کے جنگلی علاقے)
3. مانتاراج (Manta Raja):- کورالا (Kaurala)، آندھرا پردیش میں مشری گوداوری ضلع
4. مہیندر گرمی- پشٹ پورا (Pishta Pura): آندھرا پردیش میں موجودہ کاکی نادا کا علاقہ
5. سوامی دتا:- کوتورا (Ksttura)، غالباً آندھرا پردیش میں موجودہ وشاکا پٹنم کا علاقہ
6. دامنا (Damana):- اِرنڈپلا (Erandapalla) غالباً آندھرا پردیش کے وشاکا پٹنم کا علاقہ یا مغربی گوداوری ضلع
7. وشنو گوپا:- کانچی (شمالی تمل ناڈو میں کانچی پورم کا علاقہ) نیل راجا:- اومکت (Avamukta) غالباً آندھرا پردیش کا موجودہ اننت پور کا ضلع
8. ہستی ورمن:- وینگی (گوداوری اور کرشنا ندی کی ترائی میں موجود یداوگی کے علاقے
9. اگر سین:- پالکا (Palakka) آندھرا پردیش کے ولور ضلع کا علاقہ
10. کوویرا (Kuvera):- دیوراشٹر (غالباً وشاکا پٹنم کا مشرقی ساحلی علاقہ
11. دھننن جیا (Dhanan Jaya)
12. کستھلاپورا (Kusthala Pura) غالباً آندھرا پردیش کا مغربی علاقہ

دکن اور جنوبی ہند کے ان راجاؤں اور ان کی ریاستوں پر ایک نظر ڈالنے سے گپت حکومت کی فوجی قوت کا اندازہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ سمندر گپت انتہائی قابل اور عظیم فوجی کمانڈر تھا جس نے دکن اور جنوبی ہند جیسی دور دراز ریاستوں پر اپنی حکمت عملی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعہ گپت خاندان کا سیاسی اقتدار و اثر قائم کر دیا تھا۔ جنوبی ہند کے راجاؤں کے سلسلہ میں سمدر گپت کی پالیسی شمالی

ہند کے راجاؤں سے الگ تھی۔ اس نے جنوبی ہند کے راجاؤں کو ہرایا لیکن ان کو اپنی اپنی ریاستوں میں آزاد اور خود مختار چھوڑ دیا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ سمدر گپت کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیں۔ مورخ رنبیر چکرورتی کی نظر میں اس نئی پالیسی کا سبب یہ تھا کہ سمدر گپت ہندوستانی مشرقی علاقوں سے ہونے والی تجارت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ الہ آباد ستون کے کتبہ میں ہری سین نے ذکر کیا ہے کہ سمدر گپت کا تعلق سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک سے بھی تھا۔ چنانچہ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ سمدر گپت کا ارادہ اپنی ریاست کو ساحلی علاقوں (بالخصوص اڑیسہ، آندھرا پردیش اور تمل ناڈو کے مشرقی ساحلی علاقے) سے جوڑنا تھا تاکہ اس راستے سے ہونے والی تجارت میں وہ بھی شریک ہو سکے اور سری لنکا اور جنوب مشرقی ایشیائی ممالک تک وہ آسانی سے پہنچ سکے۔ ظاہر ہے اس کے لیے سمدر گپت کو جنوبی ہند اور مشرقی دکن کے علاقوں کو فتح کر کے ان پر براہ راست اپنا انتظام قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی (اور یہ اس کے لیے معاشی وسائل کا زیاں بھی ہوتا)۔ اس کی نظر میں سیاسی مصلحت اندیشی کا تقاضہ یہ تھا کہ مشرقی دکن اور جنوبی ہند کی ریاستیں اس کے رابطہ میں آجائیں، اس کی سیاسی بالادستی قبول کر لیں اور اس طرح اسے بغیر کسی مزاحمت کے ساحل سمندر تک راستہ دے دیں تاکہ گپت حکومت کی تجارت بھی سمندری تجارت سے جڑ جائے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سمدر گپت کی دکن اور جنوبی ہند کی فوجی مہم سیاسی اقتدار یا اپنی ریاست کی توسیع کے لیے نہیں تھی، بلکہ اس کا زیادہ گہرا رشتہ معاشی اور دفاعی مفاد سے تھا۔

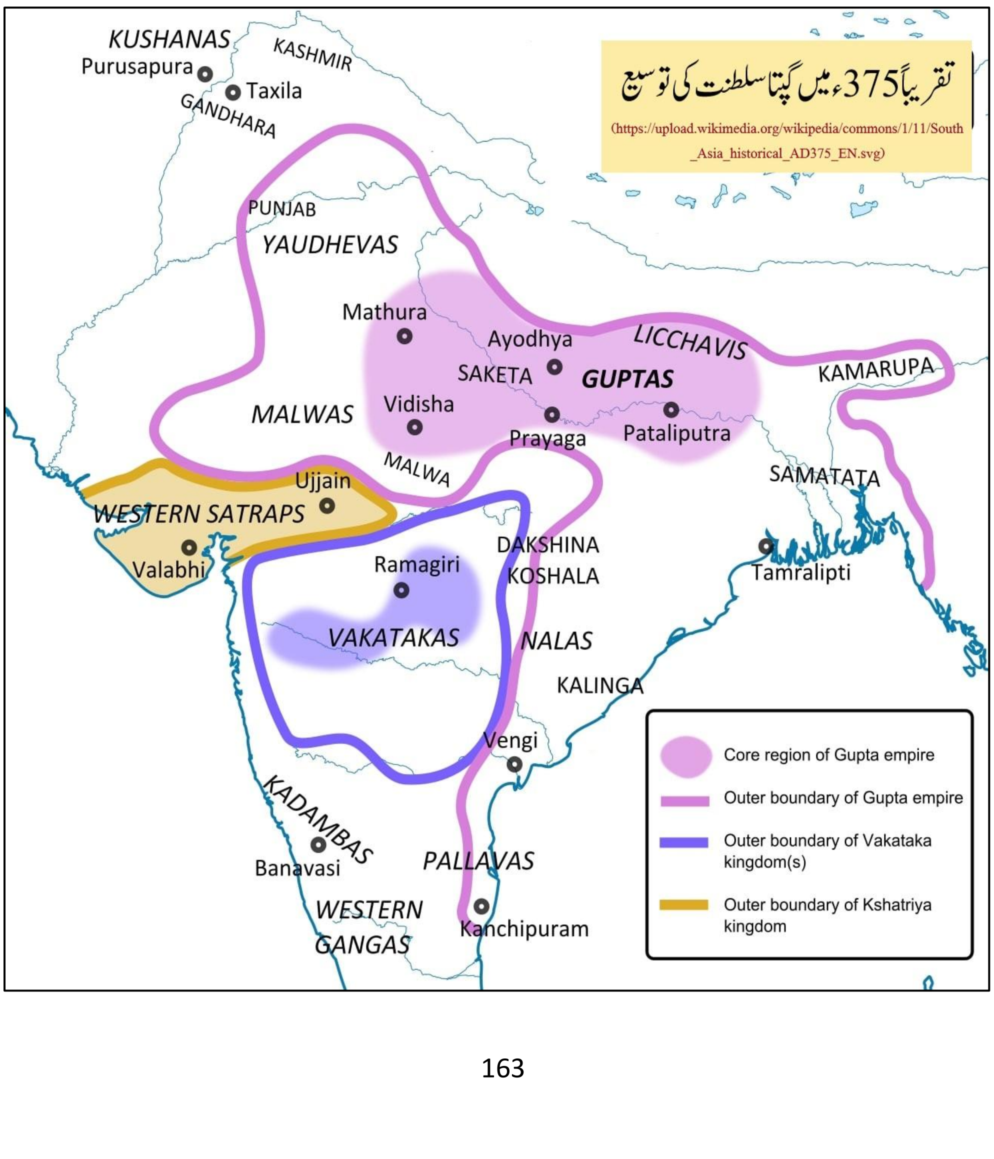

شمال اور جنوب کی ریاستوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ سمدر گپت نے سرحدی ریاستوں اور قبائلی علاقوں پر بھی اپنا اقتدار جمالیا تھا۔ ہری سین کے مطابق سرحدی علاقوں کے پانچ حکمراں سردار اور 9 غیر بادشاہی جمہوری ریاستوں کے سربراہوں نے سمدر گپت کی اطاعت قبول کر لی تھی اور خراج دینے پر بھی راضی ہو گئے تھے۔ سرحدی علاقوں کے لیڈروں اور جمہوری ریاستوں کو سیاسی طور پر ماتحت کر لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب گپت حکومت ایک بہت بڑے حصے پر قائم ہو گئی تھی، جو جنوب مشرقی بنگلا دیش سے راجستھان اور ہمالیہ کی ترائی سے مغربی دکن تک پھیلی ہوئی تھی۔ سمدر گپت گرچہ پورے ہندوستان پر گپت حکومت قائم نہیں کر سکا، لیکن وہ ایسا سیاسی رشتہ بنانے میں ضرور کامیاب ہوا جس کے ذریعہ براہ راست یا بالواسطہ پورے ہندوستان پر اپنا سیاسی دبدبہ اور اثر ورسوخ باقی رکھ سکا۔ جہاں تک براہ راست قبضہ کی بات ہے، تو گپت حکومت سوائے کشمیر کے شمالی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قائم تھی، جس میں پنجاب، راجستھان اور گجرات و سندھ بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ وسط ہند میں جبل پور، چھتیس گڑھ اور اڑیسہ کے علاقے پر بھی براہ راست گپت حکومت کا ہی انتظام تھا۔ شمالی ہند اور وسط ہند کے گردونواح میں وہ ریاستیں تھیں جن پر گپت حکومت کا نہ تو براہ راست قبضہ وانتظام تھا اور نہ ہی یہ جنوب ہند کی ریاستوں کی طرح آزاد وخود مختار چھوڑ دی گئی تھیں، بلکہ ان کا رشتہ ماتحتی کا تھا جس کے سبب ان پر خراج دینا لازمی تھا۔

---

## 11.7 چندر گپت دوم (Chandragupta II)

سمدر گپت کے بعد گپت حکومت کی توسیع اور استحکام کا سلسلہ اس کے جانشیں چندر گپت دوم (375-414ء) نے آگے بڑھایا۔ ایک روایت کے مطابق چندر گت دوم کے راجا بننے کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اس روایت سے یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ ایا چندر گپت دوم ہی سمدر گپت کا حقیقی جانشیں تھا یا نہیں۔ ساتویں صدی عیسوی کے ڈرامہ نگار وشاکھ دت (Vishakhadatta) نے اپنے ڈرامہ "دیوی چندر گپتم" میں بیان کیا ہے کہ چندر گپت دوم کا بڑا بھائی "رام گپت" سمدر گپت کا اصل جانشیں تھا۔ تخت نشیں ہونے کے فوراً بعد اس پر شک راجا نے حملہ کر دیا۔ دشمن راجا کا مقابلہ کرنے کے بجائے رام گپت نے اپنے وزیر کے مشورے پر صلح کی درخواست کی اور بدلے میں اپنی بیوی 'دھرودیوی' (Dhruv Devi) کو شک راجا کے حوالہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ چندر گپت دوم خاندان کی اس بے حرمتی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے دھرودیوی کے بھیس میں شک کیمپ میں گھس کر شک راجا کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد چندر گپت دوم اپنے بھائی کو قتل کر کے خود راجا بن گیا اور دھرودیوی سے شادی کر لی۔

کیا اس دلچسپ روایت کی کوئی حقیقت ہے اور کیا واقعی رام گپت تاریخی طور پر ایک راجا تھا جو سمدر گپت کا جانشیں بنا۔ اس سوال پر مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ رام گپت کے تاریخی وجود کو تسلیم کرنے والے مورخین مانتے ہیں کہ بھیلسا (Bhilsa) کے مقام پر تانبے کے جو سکے پائے گئے ہیں وہ قطعی طور پر رام گپت سے منسوب کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وسط ہند میں ودیشا (Vidisha) کے قریب جین مذہبی گروؤں کے تین مجسمے پائے گئے ہیں جن پر لکھے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مجسموں کو کسی "مہاراج دھراج رام گپت" نے نصب کروایا تھا۔ بہر حال جدید مورخین اس روایت کو درست نہیں سمجھتے اور رام گپت کو محض ایک خیالی وافسانوی کردار مانتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ گپت دور کے ہم عصر ریکارڈس میں رام گپت نام کے کسی راجا کا ذکر نہیں ملتا۔ جہاں تک یہ دلیل کہ رام گپت کے نام کے چند سکے

وسط ہند سے دستیاب ہوئے ہیں، اس سلسلے میں مشہور مورخ ڈی۔ سی۔ سرکار (D.C. Sircar) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ علم مسکوکات کی روشنی میں یہ سکے چھٹی صدی عیسوی کے دور سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ رام گپت کا دور حکومت 370-375 عیسوی کے درمیان مانا جاتا ہے۔ مشہور مورخ آر، سی مجمدار (R.C. Majumdar) کا خیال ہے کہ بھلسا کے مقام پر جو سکے دستیاب ہوئے ہیں اور جس میں رام گپت کا نام ملتا ہے، وہ مالوہ کے مقامی راجا کے معلوم ہوتے ہیں جس کا نام بھی رام گپت تھا۔ اسی طرح کتبے میں جس رام گپت کا ذکر ہے، بعض جدید مورخین کی رائے میں وہ بعد کے دور کا گپت راجا ہے نہ کہ سمدر گپت کا جانشیں۔ چنانچہ سمدر گپت اور چندر گپت دوم کے درمیان کسی اور کو حکمراں ماننا تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔ آر، سی مجمدار نے ایک اور دلچسپ نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بات بعید از امکان معلوم ہوتی ہے کہ سمدر گپت جیسے عظیم فاتح کے جانشیں کو شک حکمراں نے اس طرح شکست دی ہو کہ اسے صلح کے لیے اپنی بیوی اس کے حوالے کرنی پڑی۔

بہر حال سمدر گپت کی خاص رانی مہادیوی (Mahadevi) کے بطن سے چندر گپت دوم کا جنم ہوا جو 376ء میں تخت نشین ہوا اور تقریباً 35 سالوں کی حکومت کے بعد 415ء میں وفات پائی۔ سمدر گپت کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے چندر گپت دوم نے بھی سلطنت کی توسیع کے لیے فوجی مہمات کیں۔ چندر گپت دوم کا سب سے اہم فوجی کارنامہ مغربی ہندوستان بالخصوص گجرات کے علاقے پر قبضہ کر کے وہاں سے شک حکمرانوں کا اقتدار ختم کرنا تھا۔ پانچویں صدی کی پہلی دہائی میں اس نے مغرب کے شک حکمرانوں کے خلاف چڑھائی کی اور شک حکمراں 'ردر سمہا' (Rudrasimha) کو ہرا کر گجرات اور کاٹھیاواڑ کے علاقے اپنی ریاست میں شامل کر لیے۔ اس طرح بالآخر تین صدیوں تک حکومت کرنے کے بعد مغرب کے شک حکمرانوں کا تسلط ختم ہوا اور مغربی ہند بھی مکمل طور پر گپت سلطنت کا حصہ بن گیا۔ جیسا کہ عرض کیا گیا اس نے یہ کامیابی تقریباً 411-412ء میں حاصل کی۔ اس کی دلیل چاندی کے وہ سکے ہیں جو چندر گپت دوم نے اپنی جیت کے بعد جاری کیے۔ یہ ذہن میں رہے کہ چندر گپت دوم وہ پہلا گپت راجا ہے جس نے چاندی کے سکوں کا رواج شروع کیا، جب کہ اس سے قبل صرف سونے اور تانبے کے سکے ہی ڈھالے جاتے تھے۔ مورخین کا ماننا ہے کہ غالباً یہ بھی شک حکمرانوں کا ہی اثر تھا کیوں کہ چندر گپت دوم کے ذریعہ جاری کیے گئے چاندی کے سکوں میں اور شک حکمرانوں کے چاندی کے سکوں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ چندر گپت دوم کی اس فتح کا ثبوت اس بات سے بھی چلتا ہے کہ انہیں سکوں میں اس کو ''شیر کو قتل کرنے والا'' دکھایا گیا ہے، چوں کہ گجرات کے علاقے شیروں کی آماجگاہ تھے، اس لیے شیر کو قتل کرنے والی تصویر سے یہ مفہوم لینا بعید نہیں ہوگا۔ گجرات پر فتح حاصل کرنے سے جہاں ایک طرف ایک دشمن طاقت کا خاتمہ ہوا اور مغربی مالوہ و مغربی ہندوستان کے علاقے میں گپت حکومت کو استحکام ملا، وہیں دوسری طرف گجرات جیسا زرخیز خطہ اور ایک اہم تجارتی مرکز بھی گپت حکومت کا حصہ بن گیا، جو بین الاقوامی سمندری تجارت کا اہم مرکز تھا۔ بہر حال چندر گپت دوم کے دور میں گپت خاندان کا اقتدار بنگال سے شمال مغرب اور ہمالیہ کی ترائی سے نرمدا ندی تک پھیل چکا تھا۔

چندر گپت دوم نے حکومت کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کے استحکام پر بھی خاص توجہ دی۔ اپنے دادا چندر گپت اول کی طرح سیاسی مصلحت کے پیش نظر اس نے بھی متعدد ریاستوں کے سربراہوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ ظاہر ہے ان رشتہ داریوں نے ایک طرف

گپت حکومت کو استحکام بخشا اور ساتھ ہی اس حکومت کا دائرہ اقتدار گرد و پیش کی ریاستوں تک پھیلا دیا۔

وسط ہند کے ناگ حکمرانوں سے تعلقات بہتر بنانے کے لیے چندر گپت دوم نے ناگ شہزادی ''کبیر ناگ'' سے شادی کی۔ اگرچہ ناگ حکمراں سمدر گپت کے دور میں ہی گپت حکومت کی ماتحتی تسلیم کر چکے تھے، لیکن ان کے ساتھ اچھے رشتے بنانے کے لیے ازدواجی تعلقات ضروری تھے۔

چندر گپت دوم نے اپنی بیٹی ''پربھاوتی'' کی شادی ''واکاٹک'' خاندان میں کر دی، کیوں کہ یہ خاندان دکن کی سیاست میں سب سے مضبوط اور طاقتور تھا۔ اس رشتہ داری کا ہی نتیجہ تھا کہ جب واکاٹک ریاست کے راجا ردرسین (Rudrasen) دوم کی موت ہوئی تو پربھاوتی وکاٹک ریاست کی سرپرست بنی کیوں کہ اس کے تمام بیٹے ابھی نابالغ تھے۔ اس طرح اپنی بیٹی پربھاوتی کے نام پر اصل حکومت چندر گپت دوم کے ذریعہ ہی انجام پاتی رہی۔ گویا اس دوران واکاٹک ریاست پر بھی گپت خاندان کی حکومت تھی۔ ناگا اور واکاٹک ریاستوں میں ازدواجی رشتے قائم کرنے کی ایک اور وجہ یہ رہی ہوگی کہ یہ دونوں ریاستیں جغرافیائی اعتبار سے انتہائی اہم تھیں۔ مغرب کے شک حکمرانوں کے خلاف کسی بھی فوجی مہم کے کامیاب ہونے کے لیے چندر گپت دوم کو ان کے تعاون کی سخت ضرورت تھی۔ ایسے میں چندر گپت دوم کا ان سے دشمنی رکھنا سیاسی دور اندیشی کے خلاف تھا۔

اس کے علاوہ چندر گپت دوم نے کنتلا (کرناٹک) کے ''کادمبا'' خاندان میں بھی رشتہ داریاں قائم کی تھیں۔ وکرمادتیہ (Vikramaditya) کا لقب اختیار کرنے والے چندر گپت دوم کا ذکر ہمیں دہلی کے مہرولی میں قطب کامپلیکس میں موجود آہنی ستون پر لکھے کتبے میں بھی ملتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں نصب کیے گئے اس آہنی ستون سے ہمیں اس دور کی تکنیک اور دھات کے علم میں ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتبے سے ہمیں بنگال اور پنجاب میں چندر گپت دوم کی فوجی مہم اور وشنو مذہب کے تئیں اس کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ بنگال کے سرحدی حکمرانوں کو سمدر گپت اپنا ماتحت بنا چکا تھا اور پنجاب کے کشان حکمرانوں نے سمدر گپت کے اقتدار اعلیٰ اور سیاسی بالادستی کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن اندرونی معاملات میں وہ اب بھی مکمل طور پر آزاد اور خود مختار تھے۔ چنانچہ بہت ممکن ہے کہ چندر گپت دوم کی فوجی مہم کا مقصد تھا کہ ان علاقوں کو مکمل طور پر براہ راست گپت سلطنت کے انتظامی و سیاسی کنٹرول میں لایا جائے۔ اس طرح اگر یہ بات مان لی جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ چندر گپت دوم نے سمدر گپت کا ادھورا کام مکمل کر دیا اور پورے شمالی ہند پر گپت سلطنت کا اقتدار مستحکم کر دیا۔

## 11.8 کمار گپت اول (Kumaragupta I)

چندر گپت دوم کے انتقال کے وقت تک پورے شمالی ہند اور گجرات تک کے علاقوں پر گپت خاندان کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کے جانشیں کمار گپت اول (414-454ء) کے دور میں کوئی خاص فوجی مہم نہیں ہوئی، البتہ انتظام و استحکام پر زیادہ توجہ دی گئی۔ اس نے ریاست کے مرکزی حصوں (درمیانی گنگا کا میدانی علاقہ) کے ساتھ ساتھ شمالی بنگال، شمالی بہار اور راجستھان کے علاقوں پر بھی مضبوط کنٹرول

قائم کیا۔ یہ عہد گپت حکومت کا اہم اور خوشحال ترین عہد تھا جیسا کہ ان بے شمار خالص سونے کے سکوں سے اندازہ ہوتا ہے جو کمار گپت اول نے اس دور میں جاری کیے تھے۔

## 11.9 اسکند گپت (Skandagupta)

کمار گپت کی موت کے بعد اسکند گپت (454-467) حکمراں بنا جس کے عہد میں گپت حکومت کو شاہی خاندان کے اندر بغاوت اور ہنوں کی شکل میں باہری طاقت کے حملے کے اندرونی اور بیرونی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دور میں شاہی خاندان کے افراد کے درمیان تخت کو لے کر سیاسی کشمکش صاف نظر آتی ہے۔ مثلاً تاریخی طور پر سکوں اور کتبات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکند گپت ہی کمار گپت اول کا جانشیں تھا، لیکن تعجب یہ ہے کہ بعد کے دور کے گپت خاندان کے شاہی شجرہ نسب میں اسکند گپت کا ذکر نہیں ہے بلکہ جانشیں کے طور پر اس کی جگہ پروگپت (Puragupta) کا نام درج ہے۔ یہ بھی دلچسپی سے کم نہیں کہ ماں کا نام بھی کسی خاندانی شجرہ نسب میں نہیں ملتا، یہاں تک کہ خود اسکند گپت کے کتبہ میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اسکند گپت کی ماں کمار گپت اول کی خاص رانی (Mahadevi) نہیں تھی اور اسی لیے روایتی و قانونی طور پر اسکند گپت کو تخت کا حق دار نہیں سمجھا گیا۔ کیوں کہ روایتی طور پر گدی پر بیٹھنے کا حق خاص رانی کے بڑے بیٹے کو ہوتا تھا۔ آر، سی، مجمدار کے مطابق اس سلسلہ میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تخت نشینی کو لے کر شاہزادوں میں سیاسی جدوجہد شروع ہو چکی تھی۔ قیاس یہ ہے کہ کمار گپت کی موت کے بعد تخت کا اصلی وارث اسکند گپت نہیں بلکہ پروگپت تھا، لیکن تخت نشینی کی لڑائی میں اسکند گپت نے اپنے بھائیوں کو ہرا کر گدی پر قبضہ کر لیا۔ ظاہر ہے اس سیاسی رسہ کشی کا اثر ریاست کے انتظام وانصرام اور خاص کر اس کے معاشی حالات پر ضرور پڑا ہوگا، جیسا کہ اس عہد کے سکوں سے پتہ چلتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس عہد میں سونے کے سکے ماضی کے مقابلہ میں کم تعداد میں جاری کیے گئے اور دوسرے یہ کہ جو سونے کے سکے جاری بھی ہوئے، ان میں سونے کی مقدار کم تھی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشی حالات میں بحرانی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔

اسکند گپت کا سب سے عظیم کارنامہ زوال پذیر گپت سلطنت کو دوبارہ مضبوط اور مستحکم کرنا تھا۔ کمار گپت کی وفات کے دنوں میں گپت سلطنت کو اندرونی اور بیرونی طاقتوں کا خطرہ درپیش تھا۔ اسکند گپت نے ان خطرات کا مقابلہ کس طرح کیا، اس کا اندازہ بھیتری کے کتبے سے کیا جاسکتا ہے جس میں ذکر ہے کہ سلطنت کو بچانے اور مستحکم کرنے کے لیے اسکند گپت کو "کھلی زمین پر سونا پڑا۔" کمار گپت کی حکومت کے آخری دنوں میں اسکند گپت نے طاقتور پشیہ متروں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ تخت نشینی کے فوراً بعد ہنوں کا حملہ اسکند گپت کے لیے بڑا چیلنج تھا۔ تقریباً 458ء میں اسکند گپت نے ہنوں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ ہنوں پر اس کی فتح ایک بڑی کامیابی تھی، جس کا اندازہ ہنوں کے سیاسی دبدبے اور فوجی قوت سے لگایا جاسکتا ہے۔ اسکند گپت کے تخت نشین ہونے سے کچھ ہی وقت بعد 476 عیسوی میں ہنوں نے مغربی رومی سلطنت کو پے در پے شکست دے کر اس کا خاتمہ کر دیا اور یورپ پر اپنا اقتدار قائم کر دیا تھا۔ حالانکہ ان کے یکے بعد دیگرے حملوں کا ہندوستانی معیشت پر منفی اثر پڑا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔

## 11.10 بعد کے گپت حکمراں (Later Gupta Emperors)

467ء میں اسکند گپت کی موت کے بعد گپت حکمرانوں کے دور حکومت کا تعین کرنا ذرا مشکل ہے۔ قیاس یہ ہے کہ اسکند گپت کے بعد ''پرو گپت'' اور ''کمار گپت دوم'' دونوں نے 457 سے 475ء کے درمیان کچھ عرصے کے لیے حکومت کی۔ 475ء میں بدھ گپت نے حکومت سنبھالی اور 25 سال تک یعنی 500ء تک حکمرانی کی۔ چھٹی صدی کی ابتدا سے گپت حکومت کے مرکزیت پسند اقتدار کا زوال شروع ہو چکا تھا اور اب سیاسی غیر مرکزیت صاف نظر آنے لگی۔ ایک ہی وقت میں تین گپت حکمراں شمالی ہند کے الگ الگ حصوں میں گپت خاندان کے نام پر حکومت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر پرونیا گپت (502ء) مشرقی بنگال میں، بھانو گپت (510ء) مشرقی مالوہ میں اور نرسمہا بالآدتیہ (515-530ء) شمالی بہار میں حکمراں تھا۔ ان کا الگ الگ حصوں پر اقتدار قائم رکھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اب گپت حکومت کے مرکزیت پسند کردار میں انتشار آچکا تھا۔

گپت حکومت کے سیاسی بحران میں ہنوں کے حملے سے اور اضافہ ہو گیا۔ "ہن" وسط ایشیائی خانہ بدوش قبائل تھے جو انتہائی خطرناک جنگ جو تھے۔ پانچویں صدی کے وسط تک ہنوں قبائل آمو دریا (Oxus river) کی وادی پر قبضہ کر چکے تھے اور ہندوستان و ایران دونوں کے لیے خطرہ بن چکے تھے۔ وہاں سے انہوں نے گندھار ریاست پر حملہ کیا اور پھر ہندوستان میں داخل ہو کر گپت سلطنت کے لیے سب سے بڑا چیلینج بن گئے تھے۔ پانچویں صدی کے اختتام تک ہنوں کے سردار، جس کا نام تورا من تھا، پنجاب سے نکل کر مغربی ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا، جس میں مدھیہ پردیش کا علاقہ اران (Iren) بھی شامل تھا، جیسا کہ اران کتبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ تورا من کے سکوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا اقتدار یوپی کے کچھ حصوں، راجستھان، پنجاب اور کشمیر پر قائم تھا۔ تورا من کے بعد اس کا بیٹا ہر کلا اس کا جانشیں ہوا اور تقریباً 515ء میں گدی پر بیٹھا۔ پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کی ابتدا سے ہنوں کے لیڈر کمانڈر ''تورا من'' اور اس کا بیٹا ''مہر کلا'' نے شمال مغربی ہند، مغربی ہند (گجرات) 503ء اور مالوہ (501)ء اور وسط ہند کے بڑے علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا اور اس طرح گپت حکومت کے علاقوں پر اپنا تسلط قائم کر کے گپت راجاؤں کا سیاسی اقتدار کمزور کر دیا۔

## 11.11 گپت سلطنت کا زوال (Decline of Gupta Empire)

چھٹی صدی کے وسط تک گپت سلطنت کا زوال ہو چکا تھا۔ وہ ریاستیں جو کل تک گپت سلطنت کے ماتحت اور تابع دار تھیں، وہ سلطنت کی اندرونی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آزاد و خود مختار ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گپت سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ اس دور میں مختلف نئے سیاسی خاندانوں نے عروج پایا اور کئی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ریاستیں بنیادی طور پر ان سیاسی خاندانوں کے ذریعہ قائم ہوئیں تھیں جو ایک زمانے میں گپت حکمرانوں کے ماتحت (Vassal) تھے۔ آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے گپت سلطنت کا زوال ہوا۔ ہم مندرجہ ذیل سطروں میں مختصراً چند اسباب کا جائزہ لیں گے۔

## 11.11.1 ہنوں کا حملہ (Invasion of Hunas)

ہن وسط ایشیا کے قبائلی خانہ بدوش تھے جو کمار گپت اول کے عہد سے ہی شمال مغربی سرحدی علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہے تھے۔ ہنوں نے ہندوستان پر کئی حملے کیے اور رفتہ رفتہ شمال اور مغربی ہندوستان میں کچھ جگہوں پر اپنی حکومت قائم کرلی۔ حالانکہ شروع میں گپت راجاؤں نے بالخصوص اسکند گپت نے ہنوں کا مقابلہ کیا اور ان کو ہرا کر گپت سلطنت کا دفاع کرنے میں بھی کامیاب ہوا۔ لیکن تورامن نے، جو ہنوں کا سردار تھا، پانچویں صدی کے اختتام تک مغربی ہندوستان (گجرات) اور وسط ہند (مالوہ) کے ایک بڑے حصے پر اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا۔ تورامن کے اقتدار کو اس کے بیٹے مہر کلا نے مزید آگے بڑھایا۔ اکثر مورخین کی رائے ہے کہ ہنوں کے حملوں نے گپت سلطنت کے سیاسی اقتدار و استحکام کو بہت دھچکا پہنچایا اور خاص کر شمال اور مغربی ہند میں گپت راجاؤں کا رسوخ بالکل ختم کردیا۔ لیکن بعض مورخین، جن میں آر سی مجمدار بھی شامل ہیں، اس رائے سے اتفاق نہیں رکھتے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ بات درست ہے کہ ہنوں کا حملہ گپت راجاؤں کے لیے ایک بڑا سیاسی و فوجی چیلنج تھا لیکن وہ ہندوستان میں ایسے خطرناک اور تباہ کن ثابت نہیں ہوئے جیسے یورپ میں رومی سلطنت کے خلاف۔ اس کا ثبوت وہ مختلف جنگیں ہیں جن میں ہنوں کو ہندوستانی راجاؤں نے شکست دی۔ مثال کے طور پر اسکند گپت کے علاوہ نرسمہا گپت کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے مہر کلا کے خلاف جیت حاصل کی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ او لیکا اور موکھری راجاؤں نے بھی اپنے کتاب میں ہنوں کو ہرانے کا دعویٰ کیا ہے۔ جب کہ او لیکالا اور موکھری ابھی بھی گپت سلطنت کے ماتحت تھے لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہنوں کا حملہ اور ان کی سیاسی و فوجی قوت ہندوستانی راجاؤں کے لیے قابل شکست نہیں تھیں۔ چنانچہ ہنوں کے چیلنج کو حد سے زیادہ توجہ دینا تاریخی طور پر درست نہیں ہوگا۔

## 11.11.2 اندرونی مشکلات (Internal Problems)

جدید مورخین کا ماننا ہے کہ گپت سلطنت کے زوال میں بیرونی سے زیادہ اندرونی عوامل کا دخل ہے۔ دراصل گپت راجاؤں نے ریاست کی توسیع کے وقت جیتے گئے علاقوں پر ایک مضبوط اور موثر انتظام و کنٹرول نافذ کرنے کے بجائے، ایک ڈھیلا اور لچیلا نظام لاگو کرنے کی پالیسی اپنائی۔ اس پالیسی کے تحت جیتے گئے علاقے مقامی سرداروں یا راجاؤں کے سپرد کردیے گئے بشرطیکہ وہ گپت راجاؤں کی سیاسی بالادستی و اقتدار اعلیٰ کو قبول کرلیں۔ اس طرح براہ راست کنٹرول نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی سردار یا راجا اس وقت تک وفادار اور اطاعت گذار رہے جب تک سلطنت کا مرکزی ڈھانچا مضبوط رہا۔ لیکن جیسے ہی کوئی کمزور راجا تخت نشین ہوتا یا اندرونی طور پر کشمکش پیدا ہوتی اور تخت نشینی کو لے کر جھگڑے ہوتے، (جیسا کہ گپت سلطنت کے آخری دور میں ہوا) ان مقامی راجاؤں اور سرداروں کے لیے سر اٹھانا اور خود مختاری کا دعویٰ کرنا آسان ہو جاتا۔ بالآخر وہی ہوا اور پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کے شروع میں ان علاقائی طاقتوں نے کمزور گپت راجاؤں اور مرکزی نظام کے ڈھیلے پن کا فائدہ اٹھایا اور اپنی آزادی و خود مختاری کا اعلان کردیا۔ اس طرح سلطنت کے مختلف حصے لوٹ کر الگ اور آزاد ہو گئے۔ ہم نیچے ان ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو گپت سلطنت کے زوال کے بعد شمال اور مغربی ہند میں قائم ہوئی تھیں۔

- موکھری (Maukharis) سردار جو کل تک گپت سلطنت کے ماتحت تھے، چھٹی صدی عیسوی کے ابتدائی دہائیوں میں مکمل طور

پر آزاد ہو گئے، جیسا کہ گیا ضلع سے برآمد ہوئے موکھری سردار اننت ورمن کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ موکھریوں کا اقتدار اترپردیش کے علاقوں پر تھا اور ان کی راجدھانی قنوج تھی۔

- راجستھان کے مندسور علاقہ میں او لیکار(Aulikara) خاندان نے خود مختاری کا اعلان کر دیا جو سمدرگپت عہد میں گپت سلطنت کا ماتحت تھا۔ او لیکار خاندان کے شیسودھرمن نے گپت سلطنت کے زوال میں اہم رول ادا کیا۔ اس نے ہنوں کے خلاف بھی زبردست مزاحمت کی تھی اور ہنوں کو ہرا کر ہندوستان کو ایک بڑی تباہی سے بچایا تھا۔
- ولبھی مترکا(Maitrakas) جو پانچویں صدی تک گپت سلطنت کے ماتحت تھے، چھٹی صدی کے وسط میں وہ بھی آزاد ہو گئے اور گجرات کے علاقے میں اپنا اقتدار جما لیا۔
- راجستھان کے جودھپور کے علاقے میں گرجروں(Gurjeras) نے چھٹی صدی کے وسط تک ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی تھی۔
- اس کے علاوہ شمال مغربی ہند میں مختلف مقامی سیاسی گھرانوں کے ساتھ ساتھ ایرانیوں اور ہنوں نے الگ الگ حصوں پر اپنا دبدبہ قائم کر رکھا تھا۔

بعض مورخین نے، جن میں آر ایس شرما، ڈی، این جھا اور بی، این یادو پیش پیش ہیں ، زمینی عطیات (Land grants) کو سلطنت کے کمزور ہونے کا اصل سبب مانا ہے۔ گپت راجاؤں نے اپنے افسروں کو بطور تنخواہ زمینی عطیات دینے شروع کر دیے، جو شروع میں صرف برہمنوں کو بطور انعام یا دان دیے جاتے تھے۔ ان زمینی عطیات کے ساتھ وہ تمام زرعی، قانونی اور انتظامی اختیارات بھی افسروں کو دے دیے جاتے جن پر کل تک صرف راجا کا حق تھا۔ یعنی ٹیکس وصول کرنے، سزا و جزا دینے اور نظم و نسق چلانے کا مکمل اختیار و آزادی۔ چنانچہ دھیرے دھیرے عطیہ پانے والے افسران اپنے اپنے علاقوں میں مضبوط اور مالدار ہو گئے، جو مستقبل میں نہ صرف یہ کہ راجا کی کمزوری کا سبب بنے بلکہ سلطنت کے لیے خطرہ بھی۔ گپت راجا اور عطیہ پانے والوں کے درمیان اقتدار و حقوق کی حصہ داری سے جو نظام وجود میں آیا اسے "سامنت نظام" بھی کہا جاتا ہے۔ بہر حال سامنتوں نے اپنا اقتدار بڑھانا شروع کیا جس سے بالآخر ریاست کمزور ہو گئی۔ سیاسی مشکلات کے علاوہ گپت سلطنت کو معاشی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ آپسی خانہ جنگی اور مستقل فوجی لڑائیوں نے، خاص طور پر ہنوں کے خلاف لڑی گئی جنگوں نے ، ریاست کے ذرائع آمدنی پر بہت زیادہ بوجھ ڈالا، جس کا اثر ہمیں اسکند گپت کے سکوں میں نظر آتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے دور میں سونے کے سکوں کی تعداد کم ہوئی اور دوسرے یہ کہ پانچویں صدی کے اختتام سے گپت سلطنت کے سکوں میں خالص سونے کی مقدار بھی مستقل گھٹنے لگی۔ اس سے معشیت میں آئے بحران کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

گپت سلطنت کے زوال کے سلسلہ میں اوپر دیے گئے اسباب کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زوال کی اصل وجہ داخلی مشکلات تھیں نہ کہ خارجی۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہنوں کے حملہ نے سیاسی بحران میں مزید اضافہ کیا۔ اسی طرح گپت خاندان میں آپسی رسہ کشی اور تخت نشینی کی کشمکش نے بھی ریاست کو ضرور نقصان پہنچایا۔ بہر حال کم و بیش ان تمام اسباب نے ایک مضبوط اور

طاقتور ریاست کو کمزور کر دیا جو بالآخر متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔

## 11.12 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریا سلطنت کے زوال کے بعد چوتھی صدی عیسوی میں شمالی ہند میں گپت سلطنت قائم ہوئی۔ حالانکہ سیاسی اور سماجی طور پر ابتدائی گپت حکمرانوں کا کوئی خاص مقام نہیں تھا لیکن بہت جلد ہی چندر گپت اول اور سمدر گپت کے دور میں اس ریاست نے شمالی ہند کی متعدد بادشاہی ریاستوں اور قبائل طرز کی نیم جمہوری ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ سمدر گپت نے ریاست کی توسیع میں اہم رول ادا کیا اور ریاست کی سرحدیں بنگال سے ہمالیہ کی ترائی تک پھیلا دیں۔ حالانکہ اس نے دکن اور جنوب ہند کی ریاستوں پر براہ راست قبضہ نہیں کیا کیوں کہ نہ تو اس کے پاس اتنے وسائل تھے اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت تھی۔ لیکن بالواسط طور پر سیاسی بالا دستی اور سیاسی اثر ورسوخ ضرور قائم کر لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوب میں ساحل سمندر سے ہونے والی تجارت میں بھی گپت سلطنت کی حصہ داری قائم ہو گئی۔ سمدر گپت نے اپنی فوجی حکمت عملی، سیاسی سوجھ بوجھ اور بہتر انتظامی صلاحیتوں سے ہندوستان کے ایک بڑے حصہ پر گپت سلطنت کا سیاسی دبدبہ قائم کر دیا تھا۔ سمدر گپت کے انتقال کے وقت گپت سلطنت مشرقی وسط ہند اور شمالی ہند میں ایک مضبوط مقام حاصل کر چکی تھی۔ چندر گپت نے ریاست کو استحکام بخش اور اس کی مزید توسیع کی۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ سمدر گپت نے ریاست کے مرکزی علاقوں کے علاوہ دوسری ریاستوں کو شکست دیکر ماتحت ضروری کیا لیکن ان پر براہ راست گپت سلطنت کا کنٹرول نہیں قائم کیا تھا۔ چندر گپت دوم نے وسط ہند اور مغربی ہند کی شک حکومت کا خاتمہ کر کے نہ صرف یہ کہ پہلی بار ریاست کا اقتدار گجرات تک کے علاقوں پر قائم کر دیا بلکہ ماتحت ریاستوں پر بھی براہ راست انتظام نافذ کر کے ان کو ریاست کا حصہ بنالیا۔ لیکن کمار گپت اور اسکند گپت کے دور میں ہی ریاست میں سیاسی ضلفشار شروع ہو گیا۔ جو بالآخر بعد کے گپت حکمرانوں کے عہد میں ریاست کے زوال میں تبدیل ہو گیا۔ گپت سلطنت کے زوال کا سبب اندرونی اور بیرونی دونوں تھا، یعنی جہاں ایک طرف ریاست کو خاندانی تخت نشیشی کے جھگڑے، ماتحت ریاستوں کی خود مختاری اور معاشی بدحالی نے کمزور کیا، وہیں دوسری طرف ہنوں کے حملوں نے بھی ریاست کی مرکزیت اور سیاسی قوت کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بہر حال چھٹی صدی کے وسط تک ریاست کا زوال مکمل ہو چکا تھا۔

## 11.13 فرہنگ (Glossary)

**وکرمادتیہ** : اجین کا ایک راجا تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے پہلی صدی عیسوی میں شک حملہ آوروں کو مغربی ہند سے باہر نکالا تھا۔ چنانچہ آنے والے دور میں وکرمادتیہ ہر اس کا راجا کا لقب بن گیا جو اپنی فوجی مہمات اور فتوحات کے لیے مشہور ہوئے۔

**آہنی ستون** : دہلی کے قطب مہرولی میں قطب مسجد کے صحن میں موجود آہنی ستون جس پر چندر گپت نامی بادشاہ کی فوجی مہمات اور مذہبی عقیدہ کا ذکر ہے۔ مورخین کے مطابق یہ ستون چندر گپت دوم نے نصب کروایا تھا۔ اس ستون پر کندہ کتبہ

سنسکرت زبان میں لکھا ہوا ہے۔

**ہن** : وہ وسط ایشیا کے خانہ بدوش قبائل تھے جنہوں نے پانچویں صدی کے اختتام اور چھٹی صدی کے ابتدا میں شمال مغربی ہند اور شمال ہند پر متعدد حملے کیے۔

**ماتحت حکمراں** : ماتحت حکمراں (Vassals) وہ حکمراں جو گپت سلطنت کے ماتحت تھے اور گپت راجاؤں کی سیاسی بالادستی قبول کر چکے تھے اور انہیں خراج بھی ادا کرتے تھے۔ البتہ اپنی ریاست کے اندرونی معاملات میں یہ آزاد اور خود مختار تھے۔

**دینار (Dinarus):** گپت راجاؤں کے ذریعہ جاری کیے گئے سونے کے سکے دینارس کہلاتے تھے۔

**کتبہ** : پتھروں، دیواروں، تانبے کی چادروں اور سکوں و مہروں پر جو تحریریں لکھی جاتی ہیں، ان کو کتبہ کہتے ہیں۔

**مہاراج دھراج** : یہ وہ لقب ہے جو گپت راجاؤں میں سب سے پہلے چندر گپت اول نے اختیار کیا۔ اس لقب سے راجا کی سیاسی قوت اور اقتدار اعلیٰ ثابت ہوتا ہے۔

**گپت سال (Gupta Era):** یہ ایک نیا سن تھا جس کو چندر گپت اول نے شروع کیا۔ غالباً یہ سن 319-320ء میں شروع ہوا جو چندر گپت اول کی تخت نشینی کا سال ہے، گویا اپنی تخت نشینی کی یادگار کے طور پر اور اپنے خود مختار راجا ہونے کے اعلان کے طور پر اس نے اس نئے سال کی شروعات کی۔

**غیر بادشاہی جمہوریت:** یہ وہ ریاستیں تھیں جن پر کسی ایک خاندان یا راجا کی حکومت نہیں تھی بلکہ یہ قبائل طرز کی جمہوریتیں تھیں جن پر سربرآوردہ قبائلی سرداروں کے ایک گروہ کا اقتدار ہوتا تھا اور انتظامی معاملات میں مشترکہ فیصلہ ہوتا تھا۔

**پرشستی (مدح)** : کسی کتبہ کا وہ ابتدائی حصہ جس میں راجا کے کارناموں اور فوجی مہمات و فتوحات کا تذکرہ اور تعریف ہوتی تھی۔

**الٰہ آباد ستون** : اشوک نے اپنے عہد میں الٰہ آباد کے مقام پر ایک ستون نصب کرایا تھا، جس پر اس نے اپنے پیغامات لکھوائے تھے۔ اسی ستون پر سمدر گپت نے اپنا کتبہ بھی لکھوایا۔ 17 ویں صدی میں مغل بادشاہ جہانگیر نے بھی اس ستون پر اپنا کتبہ درج کروایا تھا۔

## 11.14 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 11.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گپت حکمرانوں کے جاری کردہ سونے کے سکوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) پران　(ب) کرشپن　(ج) دینار　(د) نشک

2. گپت خاندان کا پہلا طاقتور حکمران کون تھا جس نے 'مہاراج دھراج' کا لقب اختیار کیا؟

(الف)شری گپت(ب) گھٹوت کچ گپت(ج)چندر گپت اول (د)سمدر گپت

3. کس گپت حکمران کی فتوحات کا ذکر الہٰ آباد ستون کے کتبے (پریاگ پرشستی) میں ملتا ہے؟

(الف)چندر گپت اول(ب)سمدر گپت (ج)چندر گپت دوم (د)اسکند گپت

4. کس گپت حکمران نے مغربی ہندوستان سے شک حکمرانوں کا خاتمہ کیا اور 'وکرمادتیہ' کا لقب اختیار کیا؟

(الف)سمدر گپت (ب)چندر گپت دوم (ج)کمار گپت اول (د)اسکند گپت

5. کس گپت حکمران نے ہنوں کے حملوں کو کامیابی سے پسپا کیا؟

(الف)چندر گپت دوم (ب)کمار گپت اول (ج)اسکند گپت (د)بدھ گپت

## 11.14.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. غیر ملکی سیاحوں کے سفر ناموں پر ایک نوٹ لکھیے۔
2. گپت خاندان کس سماجی طبقے سے تعلق رکھتا تھا، وضاحت کیجیے۔
3. چندر گپت اول کے بارے میں ایک نوٹ لکھیے۔

## 11.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت سلطنت کے قیام سے پہلے ہندوستان کے سیاسی حالات پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
2. گپت سلطنت کی ابتدائی سیاسی تاریخ پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

# اکائی 12۔ گپتوں کے تحت ریاست اور نظم و نسق

(State and Administration under the Guptas)

اکائی کے اجزا


12.0 تمہید
12.1 مقاصد
12.2 ماخذ
12.2.1 کتبے
12.2.2 سکے
12.2.3 کلاسیکی متون
12.2.4 چینی سیاحوں کے سفر نامے
12.2.5 مغربی ادبی ماخذ
12.3 ریاست کا بدلتا تصور
12.3.1 موروثی شاہی افسران
12.3.2 انتظامی بے ترتیبی
12.3.3 ریاست کی نوعیت
12.4 گپت نظم و نسق
12.4.1 بادشاہ
12.4.2 ریاست کے سات اجزا
12.5 مرکزی انتظامیہ
12.6 صوبائی اور مقامی انتظامیہ
12.6.1 صوبہ

12.6.2 ضلع

12.6.3 ویشتھی

12.6.4 گاؤں

12.6.5 تجارتی انجمن یا گلڈ

12.7 اکتسابی نتائج

12.8 فرہنگ

12.9 نمونہ امتحانی سوالات

## 12.0 تمہید (Introduction)

پندرہ سو سالوں سے پہلے کی بات ہے جب گجرات کے لاٹ نامی مقام سے ریشم کاروبار سے جڑی ایک کاروباری انجمن اپنے اپنے خاندانوں کے ساتھ ایک لمبے سفر پر نکل پڑی۔ ہمیں یہ جانکاری نہیں ہے کے کن حالات نے انہیں اپنا وطن اصلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ پھر بھی ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ وسطی ہندوستان میں واقع دسپورا نامی شہر پہنچے اور وہیں بس گئے۔ کمار گپت اول کے عہد حکومت میں اس شہر کا منتظم بندھو ور من تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب اس کاروباری انجمن نے شہر میں ایک سورج مندر کی تعمیر کے لیے مالی امداد فراہم کی۔ اس مندر کی شان و شوکت اور اونچا شکھر دیکھتے ہی بنتا تھا۔ اس مندر میں دیوتا کی مورتی کو تقریباً 38-437 عیسوی میں قائم کیا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ بجلی گرنے کی وجہ سے اس مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ اس موقع پر بھی وہی کاروباری انجمن سامنے آئی اور اس نے اس مندر کی تعمیر نو کے لیے مالیہ فراہم کرایا۔ تعمیر نو کا یہ کام 74-473 عیسوی کے موسم بہار میں شروع ہوا۔ ان باتوں کی جانکاری ہمیں مندسور سے حاصل شدہ ایک کتبے سے ہوتی ہے۔ قدیم دسپورہ ہی موجودہ مندسور ہے، جہاں سے یہ کتبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کتبہ کے متن کو وتس بھٹی نام کے ایک سورج کے پجاری نے تیار کیا تھا۔

300 سے 600 عیسوی کے درمیان بہت سارے قدیم کتبات تیار ہوئے، مندسور کتبہ ان میں سے ایک ہے۔ اس عہد کو عام طور پر گپت عہد کے نام سے جانتے ہیں۔ مورخین نے شاہی خاندانوں کے لیبل کو ترجیح دیناا ب کم کر دیا ہے، تاہم جب بھی اس کا استعمال کیا جائے تو اس عہد کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ویسے تو ان صدیوں میں شمالی ہندوستان گپت خاندان کے زیر تسلط تھا، لیکن برصغیر کے مختلف حصوں میں متعدد ہم عصر شاہی خاندان علاحدہ علاحدہ منصب اقتدار پر فائز تھے۔ مثال کے طور پر مغربی دکن میں واکاٹکوں نے ایک عظیم ریاست کی بنیاد ڈالی تھی اور وہ اس علاقے کے اعلیٰ ترین سیاسی طاقت بنے رہے۔ علاوہ ازیں گپت وں کے واکاٹکوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات تھے، جیسا کہ ہمیں گپت شہزادی پربھاوتی کے ڈنگونہ کتبے سے پتہ چلتا ہے۔ اس طرح سے گپت وں کے شاہی نظام کا واکاٹک نظم ونسق پر گہرا اثر پڑا۔ اس اکائی میں ہم گپت نظم ونسق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔ اسی ضمن میں گپت سلطنت کے مختلف ماخذات اور ریاست کے بدلتے کردار پر بھی تبصرہ کریں گے، ساتھ ہی گپت نظم ونسق کا موازنہ دوسرے شاہی خاندانوں کے ساتھ پیش کریں گے۔

## 12.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- گپت سلطنت کی معلومات کے ماخذ کو جان لیں گے۔
- ریاست کی فطرت میں ہونے والی تبدیلی کو سمجھ سکیں گے۔
- ریاست کے مختلف اجزااوران کے باہمی تعلق کو واضح کر سکیں گے۔
- گپت مرکزی، صوبائی اور مقامی نظم ونسق کو سمجھ پائیں گے
- گپت نظم ونسق اور دوسری حکومتوں کے نظام کے درمیان فرق کر سکیں گے

## 12.2 ماخذ (Sources)

### 12.2.1 کتبے (Inscriptions)

300 سے 600 عیسوی کے تاریخی مصادر کے تحت گپت شہنشاہوں کے علاوہ، واکاٹک، کدمب، ورمن اور ہن جیسے ہم عصر حکمراں خاندانوں کے ذریعے جاری کیے گئے حجری کتبات اور تانبے کے لوحی کتبے مخصوص اہمیت کے حامل ہیں۔ پرشستی یعنی مدحیہ قصائد پر مشتمل شاہی کتبات کو عوامی اعلان نامہ کے طور پر استعمال ہونے والے رابطہ عامہ کے ایک ذریعے کے طور پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اس میں صرف سیاسی فتوحات کا ذکر ملتا ہے، حکمرانوں کی ہار کا نہیں۔ حکمرانوں کے لیے استعمال شدہ القابات اور تفصیلات سے اس عہد میں موجود سیاسی اقتدار کے سیڑھی نما ڈھانچے کی عکاسی ہوتی ہے، اور حکمرانی کے نئے طرزوں کا پتہ چلتا ہے۔ ریاست کے زمینی عطیات کے کتبوں سے اس عہد کے اہم سماجی-اقتصادی اعمال کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انتظامی ڈھانچوں اور زمینی تعلقات کے موضوع میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ انفرادی سطح پر جاری کیے گئے شخصی عطیاتی کتبوں کے ذریعہ اس عہد کی سماجی تاریخ کے بارے میں اہم جانکاری ملتی ہے، اور مذہبی اداروں کی عوامی سرپرستی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

### 12.2.2 سکے (Coins)

سکے اور مہر بھی عوامی ترسیل کے لیے استعمال ہونے والے رابطہ عامہ کے ذریعہ تھے ساتھ ہی تبادلہ اور اختیار کے ترجمان تھے۔ گپت حکمرانوں نے دینار کہے جانے والے سونے کے سکوں کو بڑی مقدار میں جاری کیا۔ یہ رومی طرز کے دیناریس کے مشابہ تھا۔ یہ سکے شہنشاہ کے نام اور کارناموں کو ظاہر کرتے تھے۔ اگلے حصے میں بادشاہ اور پچھلے حصے میں کسی دیوتا کی تصویر ہوتی تھی۔ چندر گپت دوم، کمار گپت، اسکند گپت اور بدھ گپت نے مغربی شتریوں کے چاندی کے سکوں کے مماثل سکے جاری کیے، جس کے اگلے حصے پر حکمراں کی تصویر اور کبھی کبھی تاریخ بھی کندہ ہوتی تھی۔ پچھلے حصے میں دائرہ نما لکھاوٹ کے گھیرے میں کوئی نشان (جیسے ایک گدھ یا مور وغیرہ) کندہ ہوتا تھا۔ گپتوں کے تانبے کے سکے بہت کم ہیں۔ کدمب اکشواکو، وشنوکنڈن اور ناگ جیسے ہم عصر حکمراں خاندانوں نے بھی سکے چلائے۔ ابھی

حال ہی میں مہاراشٹر کے وارد ھاعلاقے سے بڑی مقدار میں ایسے سکے ملے ہیں جن میں تانبے کا تناسب زیادہ ہے۔یہ سکہ واکاٹکوں نے جاری کیے تھے۔ناگپور ضلع میں رام ٹیک کے نزدیک مانسر نامی مقام سے کھدائی کے دوران اسی طرح کے سکے ملے ہیں۔بساڑھ (ویشالی)، بھیٹ اور نالندہ سے بھی بڑی تعداد میں مہراور سیل حاصل ہوئی ہیں۔

## 12.2.3 کلاسیکی متون (Classical Texts)

تین سو سے چھ سو عیسوی کے بیچ سنسکرت زبان کے میدان میں کافی اہم ترقی ہوئی۔پرانوں اور مہاکاویوں کو اسی عہد میں آخری شکل دی گئی۔اس سے اس عہد کی اہم مذہبی اور ثقافتی ارتقا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔نارد، وشنو، برہسپتی اور کاتیاین اسمرتی اسی عہد میں مدون کی گئی۔چوتھی صدی میں ایک حکمراں کو سیاست کے موضوع پر مخاطب کرتے ہوئے کامندک کی نیتی سار لکھی گئی۔منجو شری نامی ایک مہایان بدھ متن کا ایک باب ہندوستانی تاریخ کے بارے میں ہے، جس میں گوڑ اور مگدھ کی تاریخ کو ترجیح دیتے ہوے، عیسوی سال کی ابتدائی صدیوں سے لے کر ابتدائی عہد وسطیٰ تک کی تاریخ کو تدوین کیا گیا ہے۔جینوں کے ہری ونش پران (8ویں صدی) اور تلیوپنتی میں بھی سیاسی ترتیب زمانی مہیا کرائی گئی ہے۔بھوج کے شرنگار پرکاش کے ایک ضخیم متن میں وشاکھ دت کے گمشدہ ناٹک دیوی چندر گپت م کا کچھ حصہ ملتا ہے، جو گپت وں کی سیاسی تاریخ کے نقطہ نظر سے مفید ہے۔دراصل سنسکرت شاعری کا اس عہد کے سماجی تاریخ کے مصدر کے طور پر بہت کم استعمال کیا گیا ہے۔یہی حالت کتھا سرت ساگر جیسے مقبول عام عوامی ادب کی بھی ہے۔علم طب اور فلکیات کی تخلیقات اس عہد کے سائنسدانوں کی ترقی یافتہ حالت کی گواہ ہیں۔کام سوتر (عیش کوشی پر مبنی) اور امر کوش (ایک ڈکشنری) جیسی تصنیفات مہارت کے اس عہد کی نمائندگی کرتی شلپادکرم اور منی میکلائی جیسے تمل رزمیہ اشعار کو جنوبی ہندوستان کی پانچویں/چھٹی صدیوں کی تاریخ کا بڑا ماخذ کہا جا سکتا ہے۔

## 12.2.4 چینی سیاحوں کے سفر نامے (Accounts of Chinese Travelers)

تیسری اور آٹھویں صدیوں کے درمیان بڑی تعداد میں چینی سیاحوں نے ہندوستان آکر بدھ متنوں کو اکھٹا کیا اور بدھ اہمیت کے حامل مقامات کی زیارت کی۔پانچویں صدی کو ان چینی بدھ سیاحوں کے نقطہ نظر سے انتہائی عروج کا دور کہا جا سکتا ہے، لیکن ان میں سے صرف تین چینی بدھ بھکشوؤں سفر نامے مکمل طور پر موجود ہیں، فاہیان، ہیون سانگ اور اتسنگ۔فاہیان ہندوستان میں 405 سے 415 تک تقریباً ایک دہائی رہا۔اس سلسلے میں اس نے شمال مغرب سے لے کر بنگال کی کھاڑی میں واقع تامرلپتی بندرگاہ تک گنگا کے میدانی علاقوں کا دورہ کیا۔تامر لپتی سے سمندری راستے کے ذریعے وہ سنہال (شری لنکا) اور جنوب مشرقی ایشیا ہوتے ہوئے چین واپس چلا گیا۔چین لوٹ کر وہ تاحیات ہندوستان میں اکھٹا کیے گئے بدھ متنوں کا ترجمہ کرتا رہا۔اس نے اپنے سفر وں کا ایک کچا چٹھا لکھا، جسے گاؤ سینگ فاشیینگ چوان (بدھ حکومتوں کا ایک بیان) کہا جاتا ہے۔اس نے اپنے بیان میں کہیں بھی ہندوستانی حکمراں کے نام کا ذکر نہیں کیا۔لیکن یقینی طور پر وہ چندر گپت دوم کا عہد رہا ہو گا۔اس میں لوگوں کے احوال زندگی کے بارے میں میں اس کے ذریعے کیا گیا مشاہدہ کچھ حد تک صحیح بھی ہے اور کچھ غلط بھی۔ویسے تو اس دوران بہت سارے ہندوستانی بدھ بھکشو بھی چین گئے لیکن ان کے ذریعہ لکھا گیا کوئی متن ہمارے پاس موجود نہیں۔

### 12.2.5 مغربی ادبی ماخذ (Western Literary Sources)

عہد مذکورہ میں بہت سارے مغرب کے دانشوروں نے بھی اپنے واقعات لکھ چھوڑے ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں لکھی گئی کوسمس انڈکوپلوٹس کی کرسچین ٹوپو گرافی ان میں سے ایک ہے۔اس کا مصنف ایک کاروباری تھا، جس نے بشمول ہندوستان کئی علاقوں کے لمبے لمبے سفر کیے تھے۔آخر میں وہ تارک الدنیابن گیا۔ قیصریہ کے پروکاپیس کی تصنیف کے ذریعے سے اس عہد میں ہورہی ہندوستان۔ بازنطینی سلطنت کے درمیان تجارت کی جانکاری ملتی ہے۔ویسے تواس عہد کی بہت ساری مورتیوں اور عمارتی ڈھانچوں کے باقیات موجود ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر مذہبی طرز کے ہیں۔اس عہد کے ایسے آثاری شواہد کی بہت کم دستاویز سازی ہوئی ہے، جو لوگوں کے روزمرہ سے جڑی باتوں پر روشنی ڈال سکیں۔ پھر بھی پرانا قلعہ ہ، اہچھتر، بساڑھ، بھیٹ، اور کاویری پٹنم سے اہم شواہد حاصل کیے گئے ہیں۔

---

## 12.3 ریاست کا بدلتا تصور (Changing Concepts of State)

تین صدیوں کی سیاسی طاقتوں کا جو مکمل تعارف آپ نے گزشتہ اکائیوں میں پڑھا اس سے ایک اہم تاثر پیدا ہوتا ہے۔ پورے برصغیر میں شاہی نظاموں کی تیزی سے توسیع ہوئی، اور غیر شاہی نظاموں کا جہاں بھی وہ بچی ہو عملی طور پر اختتام ہوگیا۔ خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ شاہی نظام حکمرانی صرف گنگا کی ڈیلٹا، شمالی ہند کے ہموار میدان یا جنوب کی ندی گھاٹیوں یا میہانوں کے علاقوں تک محدود نہیں رہا۔اس عہد میں ایسے مختلف علاقوں میں شاہی نظام کا ارتقا ہوا جہاں اس سے پہلے بھی کبھی نظر نہیں آیا۔ یہ موضوع کافی غور وخوض کا مطالبہ کرتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے حصے میں گپت خاندان کے عروج کے ابتدائی دور میں ویشالی علاقہ میں لچھوی جمہوریت کافی اہمیت رکھتی تھی۔ چندر گپت اول اور کمار دیوی کی شادی کے واقعے کی یادگار کے طور پر لچھویہ کندہ سونے کا سکہ جاری کرنا اور سمندر گپت کو لچھوی دوہت کہا جانا اس کے براہ راست ثبوت ہیں۔ لیکن اس کے بعد سے غیر شاہی جمہوریہ کے طور پر آزادانہ موجودگی کا پتا نہیں چلتا۔ ویشالی مکمل طور پر گپت وں کے زیر اقتدار آگئی، اور ایک صوبائی انتظامی مرکز میں تبدیل ہوگئی۔اسی جگہ چندر گپت دوم کا ایک بیٹا گووندا گپت ماتحت صوبائی حکمراں تھا۔ سمندر گپت کے عہد حکومت میں مالو، ارجناین جیسی جمہوریتیں اس کی ماتحتی قبول کرکے ٹیکس دینے والے علاقوں کی شکل میں تبدیل ہوگئیں۔ پھر بھی شاید وہ اپنا علاحدہ وجود بنائے رکھ سکے، لیکن چندر گپت وکرم آدتیہ کے عہد حکومت میں سانچی کے علاقے میں کوئی سنکانک مہاراج دکھائی پڑتے ہیں۔ سنکانک گپت اقتدار کے زیراثر نہ صرف گپت سلطنت کا حصہ بن گئے، بلکہ غیر شاہی جمہوریہ سے بدل کر چوتھی صدی کے آخر تک وہاں شاہی نظام کے مطابق راجا کی حکومت قائم ہوچکی تھی۔ چوتھی صدی عیسوی کے بعد شمالی ہند میں میں غیر شاہی جمہوریہ کی جانکاری شاذونادر ہی ملتی ہے۔اسی طرح قدیم دسپورہ میں قدیم مالو جمہوریہ کا علاقہ تھا۔ وہ پانچویں، چھٹی عیسوی میں اولے کر(Olekar) حکمراں خاندان کا علاقہ بن گیا۔ چوتھی صدی میں سمندر گپت کی الہ آباد پرشستی میں بنگال کا سمتل اور کامروپ پرتینت نرپتی علاقے (سرحدی علاقہ) کے طور پر گنا گیا۔ 507 عیسوی میں سمتل میں گپت وں کا اقتدار شاہی نظام کی توسیع کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔ شاہی ریاست کے طور پر کام روپ کا ابھرنا چھٹی صدی کے وسطی حصے سے ہوتا ہے۔

دوسری طرف الہ آباد پرشستی میں جس جنگلاتی علاقے کو اٹوک راجیہ کہا گیا ہے، 530-529 اور 534-533 کے دو علاحدہ تانبے کے کتبوں میں ڈاہل (موجودہ جبلپور علاقہ) میں 18 اٹوک ریاستوں کی موجودگی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ آٹوک ریاستیں ڈاہل یا ڈاہل منڈل (انتظامی علاقہ) کے تحت ہو گئے۔ اس علاقے میں گپتوں کے ماتحت طاقت کے طور پر اس وقت پروراجک اور اچ کلپ نامی دو حکمراں خاندان موجود تھے۔ بطور آٹوک ریاست تذکرہ ہونے کے باوجود اس علاقے میں اماتیہ اور سندھی وگراہک جیسے عہدوں پر قائم افسران کی موجودگی اور دوت (سفیر) اور کرنک (کاتب) کا تعارف کتبوں میں دیا گیا ہے۔ یہ سب یقینی طور پر شاہی نظام حکومت کی توسیع کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ آگے آنے والے دور میں ڈاہل علاقہ ہی کلچری حکمراں خاندان کا مرکز اقتدار بن گیا۔ شاہی نظام جب کسی نئے علاقے میں قائم ہوتا، جب متعدد علاقوں میں میں حکمراں خاندان کے پہلے حکمراں یا مرداول کا لقب صاف طور پر نرپتی ہوتا تھا۔ کئی نسلوں کے بعد اس خاندان کے وارث سیاسی القابات جیسے راجا یا مہاراج استعمال کرتے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ زیادہ تر علاقوں میں شاہی نظام حکومت قائم ہونے سے پہلے کوم یا دل میں سادہ سماج اور کوم کے دلپتی (سربراہ) کی سربراہی ہوتی تھی۔ ڈاہل علاقوں کے آٹوک ریاست میں 529 اور 534 عیسوی میں دیوی پشٹھ پر کا کے مندر کی بات جانی جاتی ہے، کہ مندر کے مقصد سے تانبے کا کتبہ جاری کر کے عطیہ کیا گیا۔ دیوی بلاشک وشبہ قبیلے یا قوم سے جڑی ہوئی تھی۔ بعد کے دور میں وہ برھمنی دیوی میں تبدیل ہو گئی۔ یہ تبدیلی اس وقت ہوئی جب ان علاقوں میں شاہی نظام حکومت کا آغاز ہوا۔ پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں اڑیسہ کے رن پور علاقے میں دیوی منی ناگیشوری کے لیے بھی اسی طرح کا زمینی عطیہ دیا گیا۔ وہ بھی یقینی طور پر قبیلائی سماج کے ذریعہ پرستش کی جانے والی ایک دیوی ماتا تھیں، جن کی عبادت ایک پتھر کے ٹکڑے کی شکل میں ہوتی تھی۔ شاہی نظام کی توسیع تانبے کے کتابتی فرمان کے جاری کرنے سے جڑی ہوئی تھی، اور اسی سے منی ناگیشوری دیوی کے برہمنی دیوی کے بطور قبول ہونے کا عمل بھی جڑ گیا۔ اڑیسہ کے گنگ حکمراں خاندان کے بانی کے طور پر کتبوں میں کرمانو کا تذکرہ ملتا ہے۔ وہ بھگوان گوکرن سوامی کا عبادت گزار تھا اور اور اسی کے کرم سے حکمرانی کی سبھی علامات (سامراجیہ چنہ) سے مزین تھا۔ اس دیوتا کی نظر عنایت سے اس نے نہ صرف کلینگ پر فتح حاصل کی، بلکہ شبر قبیلے کے مکھیا شبر ادتیہ کو بھی مارنے میں کامیاب رہا۔ اس طرح کلنگ میں گنگ حکمراں خاندان کا قیام ایک قوم کو اکھاڑنے کے ذریعہ ہوا تھا۔ اس کہانی سے سے دل پتی کی قیادت میں کوم سماج کی حالت اور شاہی نظام کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔

## 12.3.1 موروثی شاہی افسران (Hereditary Imperial officers)

شاہی افسروں یا وزرا کے عہدے موروثی بن گئے تھے۔ اور وہ بھی اپنے بادشاہوں کی طرح شاندار القابات اختیار کرنے لگے تھے جو ہر جگہ کثرت سے استعمال کیے جاتے تھے۔ جہاں تک عہدوں کے موروثی ہونے کے تعلق ہے پتہ چلتا ہے کہ مہاسندھی وگراہک سوریہ دت، اماتیہ وکرکا کا پرپوتا، بھوگیک نردت کا پوتا اور بھوگیک روی دت کا بیٹا تھا۔ اس طرح سے وشنو وردھن کے وزیر دکس کا تعلق وزیروں کے خاندان سے تھا اور اس کے بزرگوں میں ایک شخص ابھے دت راجھتانیہ یعنی گورنر تھا۔ دیگیر کتبہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وزارت موروثی ہوتی تھی۔ سوراشٹر کے ایک گورنر نے اپنے بیٹے کو ایک حصہ کی حکومت سونپ دی تھی۔ ان افسران میں سے بیشتر ماتحت سردار ہوتے تھے۔ مثلاً ہرش کا وزیر جنگ وامن، اونتی ایک خراج گزار سردار بھی تھا۔ اس سے مرکز کے ڈھیلے پن کا اظہار ہوتا ہے۔

## 12.3.2 انتظامی بے ترتیبی (Administrative Disorder)

حکومت میں مرکزیت کی کمزوری کا ذکر فاہیان اور یون چوانگ کی تحریروں میں ملتا ہے۔ اول الذکر کے مطابق آبادی اور مال گزاری کے بورڈ نہیں پائے جاتے تھے۔ بادشاہ کے تمام افسران کے لیے مال گزاری مقرر تھی۔ چوں کہ مال گزاری کا انتظام کمزور تھا اس لیے بادشاہ سرداروں کی طرف سے دیے گئے خراج اور نذرانوں پر انحصار کرتا تھا۔ چوں کہ شاہی افسران کے پاس جاگیریں ہوتی تھیں اس لیے وہ طاقتور بن گئے تھے، اور طاقتور ہونے کی بناء پر وہ اکثر شاہی اقتدار کو للکارتے بھی تھے۔ یون چوانگ کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے مطابق شاہی املاک کے چار حصے کیے جاتے تھے۔ ایک سرکاری اخراجات اور ریاست کی پوجا کے لیے تھا، دوسرا سرکاری ملازمین کے لیے وقف ہوتا تھا۔ تیسرا علمی قابلیت کی حوصلہ افزائی کے لیے اور چوتھا مذہبی قابلیت حاصل کرنے پر مختلف مذہبی طبقوں کو انعام کے طور پر دیا جاتا تھا۔ ٹیک نرم تھے۔ جبری خدمت کم لی جاتی تھی۔ ہر شخص اپنے موروثی پیشے کو اختیار کرتا تھا۔ بادشاہ کے مزارع پیداوار کا چھٹا حصہ ادا کرتے تھے۔ تاجر گھاٹوں اور سرحدی چنگیوں پر معمولی ڈیوٹی ادا کرنے کے بعد اپنا سامان فروخت کرتے تھے۔ سرکاری ملازموں کو ان کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جاتا تھا۔ ریاستی وزرا اور عام افسران کے پاس علاقے ہوتے تھے جن کی دیکھ بھال کے وہ ذمہ دار ہوتے تھے۔ ان بیانات سے انتظامی ڈھیلے پن کا اظہار ہوتا ہے۔

## 12.3.3 ریاست کی نوعیت (Nature of State)

سلطنت کی بنیاد 'دگوجے' کے اصول پر قائم تھی۔ سمدر گپت کے الٰہ آباد والے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی جنگوں کے نتیجے میں کچھ بادشاہ مارے گئے تھے اور ان کی سلطنتوں کو سمدر گپت کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔ کچھ کو شکست کے بعد گرفتار کیا گیا تھا لیکن بعد میں ان کو بحیثیت خراج گزار حکمرانوں کے اپنی اپنی سلطنتوں میں بحال کر دیا گیا تھا۔ اس چیز کا اظہار ہرش کے اس کے ڈگوجے کے موقع پر کیے گئے اعلان سے بھی ہوتا ہے۔ ماتحت سردار مقتدر اعلیٰ کے تابعدار ہوتے تھے۔ وہ خراج ادا کرتے تھے۔ ڈنڈوت بجالانے کے لیے اس کی خدمت میں حاضری دیتے یا شہنشاہ کی اپنی سلطنت میں اس کی اصل حکومت ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر تھانیسور کی سلطنت ہرش کی اصل سلطنت تھی۔

بادشاہ کو اس کے فرائض کی انجام دہی میں مدد دینے کے لیے موروثی افسران، خراج گزار راجا اور مہاراجا، سامنت اور مہاسامنت، ہوتے تھے۔ ان میں سے کچھ شہنشاہ کی اصل سلطنت کے انچارج ہوتے تھے جب کہ دوسرے سلطنت کے دوسرے حصوں کے ہرش کے بانس کھیر کتبہ میں مہاسامنت مہاراجا سکند گپت اور سامنت مہاراجا ایشور گپت کا ذکر بحیثیت شاہی افسران کے ملتا ہے۔ بانا کے مطابق اونتی ہرش کا جنگ اور امن کا وزیر تھا۔ یون چوانگ کے بقول کمار راجا دھر و بھٹ اہم موقعوں پر ہرش کے ساتھ رہتا تھا اور قنوج میں ہرش کی آمد کے موقع پر اس نے ہرش کا استقبال کیا تھا۔ اپنی سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لیے ہرش سلطنت بھر میں دورے کرتا رہتا تھا۔ غرضیکہ سلطنت کے لوگوں پر براہ راست حکمرانی کرنا مرکزی حکومت کے لیے ممکن نہیں تھا۔

## 12.4 گپت نظم ونسق (Gupta Administration)

### 12.4.1 بادشاہ (King)

شاہی نظام میں سبھی سیاسی اور انتظامی کام کاج کے مرکز میں خود راجا ہوتا ہے۔ علی الترتیب بڑھتے ہوئے شاہی وقار کے ساتھ پرکشش اور شاندار مہاراج ادھیراج کا لقب لگ بھگ سبھی طاقتور راجاؤں نے اختیار کیا۔ سوائے واکاٹک راجاؤں کے جنہوں صرف مہاراج اور دھرم راج کے لقب پر قناعت کی۔ گپت راجاؤں کے ذریعہ زیر استعمال پرم بھٹارک، راج دھراج، پرتھوی پتی جیسے القاب یقیناً ہی ان کی عظیم سیاسی طاقت اور اقتدار کا مظہر تھی۔ ویاگھ پراکرم،، سنگھ وکرم، کرمادتیہ، پراکرمانگ وغیرہ نام اختیار کرکے مختلف گپت شہنشاہ اپنے اپنے اقبال اور قوت کے بارے میں بتانے کے لیے مستعد تھے۔ عظیم اقبال مند موریہ شہنشاہوں کا سادہ ترین راجا کا لقب گپت شہنشاہوں کے عظیم ترین القابات سے کافی مختلف تھا۔ متعدد گپت شہنشاہوں نے اپنے سیاسی اقتدار کے اظہار کے لیے ویدک یگیہ خصوصی طور پر اشومیدھ یگیہ کروائے، جس کی کوئی مثال موریہ عہد میں نہیں ملتی۔ گپت شہنشاہ باضابطہ طور پر بادشاہ کے ربانی ہونے اور خدا کی ذات سے پیدا ہونے کا اعلان کرتے تھے۔ سمندر گپت کو کبیر، اندر اور یم کے مساوی کہا گیا (دھندا، ورونیندراتنک، سما)۔ وہ عالم موت کا رہائشی مخصوص دیوتا (لوک دھامیہ دیوسیہ) اور بے فکر انسان تھا۔ بادشاہی خوبیوں اور مخصوص دیوتاؤں کے مخصوص اوصاف سے برابری کی بنیاد پر ہی یہ دعویٰ پیش کیا گیا تھا۔ چندر گپت دوم خود صرف وشنو بھگت ہی نہیں تھا، اس کے ایک طرز کے سکے کے پچھلی طرف چکر دھاری مرد (وشنو کے سدرشن چکر کا انسانی پیکر) کی مورتی دکھائی پڑتی ہے۔ ہم عصر اہربدھنیہ سمہتا کے مطابق چکر دھاری پیکر اور وشنو ایک ہی ہیں۔ پنچرات بھاگوت مذہب کے اس مظہر کا استعمال کرکے گپت شہنشاہ نے سکے کے ذریعہ سے اپنی مافوق الفطرت حیثیت ظاہر کی ہے۔ کمار گپت اپنے باپ کی طرح ویشنو (پرم بھاگوت) تھا۔ اس کے ایک طرز کے سکے کے پچھلی طرف مور پر سوار کارتکیہ کی مورتی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس سکے کے سامنے کی طرف گپت شہنشاہ کمار گپت کی تصویر دکھائی گئی ہے جس میں شہنشاہ مور کو کچھ کھلا رہے ہیں۔ کمار اور کارتکیہ ہم معنٰی الفاظ ہیں۔ دونوں کے ساتھ مور کی نمائش سے شہنشاہ کو کمار گپت کو عملی طور پر کارتکیہ کے پیکر میں ثابت کیا گیا ہے۔ بادشاہ کی خدائی پیدائش اور دیوتائی فطرت دکھانے میں گپت شہنشاہوں نے سابقہ کشان راجاؤں کی پیروی کی تھی۔ بادشاہت کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ جانشینی کے سلسلہ میں بڑے بیٹے کے حق کو تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ ایک ایسے قریب المرگ بادشاہ کی مثال ملتی ہے جس نے اپنے بیٹوں میں سب سے زیادہ مستحق کو جانشیں نامزد کیا تھا۔ سمدر گپت اور سکند گپت کا انتخاب بھی اس کو ظاہر کرتا ہے کہ بڑے بیٹے کو لازمی طور پر جانشیں نہیں بنایا جاتا تھا۔ کبھی کبھی سلطنت کے وزرا انتخاب کا حق استعمال کرتے تھے۔

### 12.4.2 ریاست کے سات اجزا (Seven Elements of State)

شاہی نظام حکمرانی میں انتظامی کاروبار یقیناً ہی بادشاہ پر مرکوز ہوتا تھا۔ لیکن معاون منتری، اماتیہ سمیت متعدد طرح کے افسران اور فوج کے بنا طاقتور شہنشاہ بھی نظم ونسق نہیں چلا سکتے تھے۔ اس تصور کی نظریاتی بنیاد کوٹلیہ کی 'سپت پرکرتی' کی تفصیل میں مخصر ہے۔ زیر غور عہد کے کلاسیکی متنوں میں سپتانگ ریاست کے تصور کا وسیع استعمال ہوا ہے۔ یعنی کوٹلیہ کے بعد کے متن سازوں نے شاہی ریاستی جسم کا تصور

پیش کیا ہے جس میں سوامی یا بادشاہ ہی یقیناً سربراہ تھا لیکن افسر (اماتیہ)، ریاست (راشٹر)، قلعہ (پور)، خزانہ (کوش)، طاقت (دنڈ)، دوست (متر) کی اہمیت بھی تسلیم کی گئی تھی۔ان کے آپسی تانے بانے میں مطابقت بھی کافی اہم ہے، لیکن ہر جز کا اپنا کام اور کردار بھی ہے۔وہ وصف یا کام ہی اس جز کو مخصوص بناتا ہے۔اسی خصوصیت کی وجہ سے اس جز کا جو مخصوص کام یا وصف ہے چاہے وہ کتنا ہی کم تر ہو اسے کسی دوسرے جز کے ذریعے عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔یہ اجزا اپنے اپنے کام کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے تھے (پرسپر و پکار توم)۔سوامی کی اہمیت دوسرے اجزا میں سب سے زیادہ ہے۔اور اہمیت کے نقطہ نظر سے دوست کا مقام سب سے کم تر ہے۔لیکن دوست بھی لازمی ہے کیوں کہ دوست کا کردار کوئی دوسرا اجزا ادا نہیں کر سکتا۔اس تصور میں اجزا کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی کو فوقیت دی گئی ہے۔نتیجتاً بادشاہ ہی ریاست اور سبھی اعمال کا مدار المہام ہے۔اس طرح کوٹلیہ کے سپت پر کرتی نظریہ سے مابعد کا سپتانگ نظریہ علاحدہ ہو گیا۔

## 12.5 مرکزی انتظامیہ (Central Administration)

مذکورہ بالا نقطہ نظر ہم عصر انتظامی نظم و نسق کے مطالعے کے لیے معاون ہوگا۔ گپت، واکاٹک اور دوسری ہم عصر طاقتوں کے کتبوں میں مختلف عہدے داران اور افسران کا تذکرہ ہے۔اماتیہ یا سکریٹری بہت ہی اہم شاہی عہدے دار تھا، جو انتظامیہ کی چوٹی پر تھا۔ گپتا انتظامیہ میں نسب کی بنیاد پر اماتیہ کی تقرری قابل غور ہے۔چندر گپت دوم کے عہد حکومت میں ویر سین سیکریٹری کے عہدے پر فائز ہوا تھا کیوں کہ اس کے باپ دادا بھی اسی عہدے پر تھے (انیہ پراپت ساچویہ، ادے گری گفا کتبہ). چندر گپت دوم اور کمار گپت اول کے افسر اعلیٰ کے طور پر شکھر سوامی اور اس کا بیٹا پرتھوی سین فعال تھے۔اسی طرح اسکند گپت کے دور میں سوراشٹر کا ذمہ دار صوبائی گورنر پرن دت تھا، بعد میں اس کا بیٹا چکر پالت گورنر ہوا (جونا گڑھ کتبہ). وراثتی طور پر افسران کی تقرری کا چلن جس طرح گپتا عہد میں دکھائی دیتا ہے، ایسا موریہ عہد میں نہیں تھا۔

شاہی محل کی دیکھ بھال کے لیے پرتی ہار (محافظ) ہوتے تھے۔مرکزی انتظامیہ کا ایک بنیادی محکمہ یقیناً دفاع سے جڑا ہوا تھا۔ کتبوں اور ہم عصر ادبی ماخذ میں ہمیشہ جنگ و جدل میں مشغول رہنے والی فوج کا ذکر ہے۔کوٹلیہ کی ارتھ شاستر کی پیروی کرتے ہوئے عملی طور پر ارتھ شاستر کے خلاصہ کلام کے طور پر چوتھی۔پانچویں صدی عیسوی میں کامندک کا نیتی سار لکھا گیا، اس میں رتھ، پیدل، گھڑ سوار اور ہاتھی سوار فوج کی اہمیت دکھائی گئی ہے۔لیکن فن حرب و ضرب میں رتھ کی اہمیت پہلے کے مقابلے میں کم ہوتی جا رہی تھی۔600 سے 300 عیسوی کے دوران کئی کتبوں میں دنڈ نایک اور مہادنڈ نایک کا ذکر ملتا ہے، جو اعلیٰ ترین فوجی افسر تھا۔ویشالی سے حاصل شدہ ایک مہر پر اگنی پتر نامی ایک مہادنڈ نایک کا تذکرہ ہے۔الہ باد پر شستی میں تین مہادنڈ نایک کا ذکر آیا ہے۔اس پر شستی کے مصنف ہری سین خود مہادنڈ نایک ہونے کے ساتھ ساتھ سندھی وگرا ہک اور کمار اماتیہ بھی تھے۔ان کے باپ دھرو بھوتی، مہادنڈ نایک اور کھادیتپکت کے عہدوں پر فائز رہے تھے۔واکاٹک کتبوں میں سیناپتی کا ذکر باقاعدہ طور پر پایا جاتا ہے، جب کہ گپت کتبوں میں اس کا کوئی بیان نہیں ملتا۔حالانکہ سیناپتی واکاٹک علاقوں میں تدبیری سرگرمیوں کی بنسبت غیر حکمت عملی، مقامی منتظم کے طور پر سرگرم تھے۔کتبوں اور مہروں پر فوج کے اعلیٰ ترین افسر کے طور پر مہا بلادھکرت کا ذکر ملتا ہے۔اشوپتی اور پیلوپتی کہنے سے ترتیب وار گھوڑ سوار اور ہاتھی سوار فوج کے سالار کا علم ہوتا ہے۔ویشالی کی ایک مہر پر یکش وتس نام کے ایک بھاٹا شوپتی (پیدل اور گھوڑ سوار فوج کا سالار) کا تذکرہ ہے۔اس عہد میں متعدد جنگوں کے جیسے شواہد ہیں ویسے ہی تدبیری

مہارت اور سر گرمیوں کے متعدد ثبوت ملتے ہیں۔اس لیے ایک اعلی افسر کا تذکرہ متنوں میں باقاعدہ طور پر پایا جاتا ہے، وہ ہے سندھی وگراہک یعنی جنگ اور امن سے متعلقہ شعبہ کا افسر اعلی۔اس کا کام دوسرے ملکوں سے متعلق تھا۔ تین سو عیسوی کے پہلے اس طرح کے افسر کے موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ محکمہ انصاف کا اختیار دنڈ پاشک کے پاس تھا۔یعنی جو دنڈ (انصاف/امن) اور پاش (رسی/جال) کے استعمال میں ماہر ہو۔اسی طرح کی سر گرمی سے ممکنہ طور پر مضبوط منسلک افسر چوردھ رینک تھا جو چوروں کی کھوج بین کرتا تھا، اور چوری کیے ہوئے سامان کو برآمد کرتا تھا۔ کتبوں میں عموما چاٹ بھٹ کا تذکرہ ملتا ہے ہے جو محافظ کے طور پر مقامی امن وامان بنائے رکھتا تھا۔

## 12.6 صوبائی اور مقامی انتظامیہ (Provincial & Local Administration)

### 12.6.1 صوبہ (Province)

صوبائی اور مقامی نظمون سے جڑے ے شواہد بھی کم دلچسپ نہیں ہیں۔بنیادی طور سے کتبوں اور تانبے کے کتبات سے ہی ان کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ گپت سلطنت بہت سے صوبوں جیسے انتظامی حلقوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ صوبے عام طور پر بھکتی کے نام سے جانے جاتے تھے، جیسے تیر بھکتی، مگدھ بھکتی، نگر بھکتی، پنڈرور دھن بھکتی، وغیرہ۔انتظامی اصطلاح کے طور پر بھکتی لفظ کا پہلا استعمال ممکنہ طور پر سمندر گپت کی الہ آباد پر شستی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ گپت سلطنت کے مغربی حصہ میں ویسے ہی انتظامی حلقہ کو دیش کہا گیا ہے۔واکاٹک لوگ راجیہ کی اصطلاح سے صوبہ جیسی انتظامی اکائی کا تعارف کراتے تھے۔وسطی گنگا گھاٹی اور شمالی بنگال کے علاقوں میں گپت صوبائی منتظم کو اپرک کہا جاتا تھا، جب کہ گپت سلطنت کے مغربی حصے میں صوبائی ناظم کو گوپتا کہا جاتا تھا۔ گپت سلطنت کے شہزادے بھی کبھی کبھی صوبائی حکمراں کا عہدہ سنبھالتے تھے۔نام سکوں کے ثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپت دوم کا ایک بیٹا گووند گپت پہلے ویشالی اور بعد میں مالوہ علاقے کا نظم ونسق سنبھالتا تھا۔ واکاٹک ریاست میں صوبائی منتظمین کو سیناپتی کہا جاتا تھا۔ سیناپتی لقب ہونے کے باوجود وہ شہری انتظامیہ کے ذمہ دار تھے، ایسا مانا جا سکتا ہے۔یہاں خاص طور سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ بدھ گپت کے عہد حکومت میں صوبائی حکمرانوں کو صرف اپرک نہیں بلکہ اپرک مہاراج کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ کیا یہ روبہ زوال مرکزی اقتدارر کے پس منظر میں صوبائی حکمرانوں کی اہمیت میں اضافے کی طرف اشارہ کرتا تھا؟

### 12.6.2 ضلع (District)

صوبے کے نیچے جو انتظامی حلقہ تھا، اسے عام طور پر وشیہ (ضلع کے مماثل) کہا جاتا تھا۔ صرف شمالی بنگال کے ساتھ ساتھ گنگا کی گھاٹی میں گپت سلطنت میں وشیہ کی شکل کا انتظامی حلقہ باقاعدہ طور پر دکھائی دیتا ہے۔وشیوں کی موجودگی جبل پور علاقے میں مقامی پری وراجک اور اچ کلپ خاندان والوں کی حکومت میں دیکھی جاتی ہے۔اسی طرح مغربی ہندوستان میں ولبھی کے می ترک خاندان کے بادشاہوں نے بھی ضلع کو وشیہ کا نام دیا تھا۔یعنی گپت وں کی طاقت ختم ہونے کے باوجود ان کے ماتحت طاقتوں نے آزاد حکومت قائم کرنے پر بھی وشیہ جیسی انتظامی اکائی کو نظر انداز نہیں کیا۔یقیناً ہی واکاٹک علاقوں میں وشیہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ وہاں ضلع کے مماثل اکائی کو پٹ کہا جاتا تھا (جیسے اترپٹ، پچھم

پٹ)۔ کبھی کبھی ضلع کے معنی میں واکاٹک کتبوں میں آہار لفظ کا بھی استعمال ہوا ہے۔انتظامی شعبہ کے طور پر آہار کا استعمال یقیناً ہی اشوک کے وقت سے چلا آرہا تھا۔

ضلعی انتظامیہ سے متعلق شواہد کافی مقدار میں شمالی بنگال سے حاصل شدہ گپت عہد کے تانبے پر کندہ سرکاری دستاویزوں سے ملتے ہیں۔ خصوصی طور پر دامودر پور سے ملے پانچ خطوط میں (124 سے 224 گپت سن) یہ دیکھے جا سکتے ہیں۔وشیہ کے منتظم کو کہیں کمار اماتیہ کہیں آیکتک، یا کہیں وشیہ پتی کہا گیا تھا۔ وہ ضلع کا انتظام سنبھالنے کے لیے صوبائی حکمراں کے ذریعے مقرر کیا جاتا تھا۔ ضلعی انتظامیہ کا مرکزی دفتر کتبوں میں وشیہ ادھشٹھان ادھیکرن کہلاتا تھا۔اہم بات یہ تھی کہ کوٹی ورش وشیہ میں (موجودہ بنگڑھ علاقہ، جنوبی دیناج پور ضلع، مغربی بنگال) ضلعی حکمراں کے علاوہ اس کی مدد کے لیے نگر شریشٹھی (شہر کا اعلیٰ ترین تاجر،کاروباریوں کا مکھیا)،سارتھا واہ (مہاجنوں کا نمائندہ)،پرتھم کلک(کاریگروں کا نمائندہ)اور پرتھم کایستھ(کاتبوں کا ترجمان) یہ سب بھی تھے۔ان سب کے بیچ پرتھم کایستھ ممکنہ طور پر سرکاری عہدیدار تھا، کیوں کہ وہ انتظامی احکام کے دستاویز کے لکھنے اور اس کی دیکھ بھال کے کام سے جڑا تھا۔ لیکن دوسرے تین شخص کس نے یقینی طور پر غیر سرکاری تھے۔کاروباری برادریوں کے نمائندوں کو سرکاری نوکروں کے ساتھ مقامی انتظامیہ میں شامل کرنا ایک نیا انتظامی تجربہ تھا۔ شمالی بنگال کے دوسرے مقامات کے ضلعی انتظامیہ میں دوسرے دو طرح کے غیر سرکاری انجمنوں کی موجودگی بھی دھیان دینے کے قابل ہے۔ یہ تھے کٹمبک اور مہتر۔ یہ مالدار کسان اور دیہاتی سماج کے نمائندے کے طور پر ضلعی انتظامیہ میں سرکاری افسران کے ساتھ موجود رہتے تھے۔ شمالی بنگال کے گپت عہد کے تانبے کے کتبوں کا باریک بینی سے مشاہدہ کرکے برج دلال چٹوپادھیائے نے دکھایا ہے کہ کٹمبک کی بنسبت مہتر کو دیہی سماج میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

### 12.6.3 ویتھی (Vithi)

وشیہ کے مقابلے میں چھوٹا لیکن گاؤں سے بڑا انتظامی علاقہ ویتھی بنگال کے عصری تانبے کے دستاویزوں میں درج ہے۔ ویتھی کے انتظامی مرکز کو ویتھی ادھیکرن کہا جاتا تھا، جس طرح ضلع کے مرکزی دفتر کو وشیہ ادھشٹھان ادھیکرن کہا جاتا تھا۔انتظامی افسر کے علاوہ ویتھی کے نظم ونسق میں ویتھی کلک یعنی ویتھی علاقے کے مقامی کاریگروں کی مکھیا شامل تھے۔ متعدد گاؤں کے ایک گروہ کو لے کر ہی ویتھی نامی انتظامی حلقہ بنتا تھا۔ پنڈر وردھن بھکتی میں 433-432 عیسوی میں پہلی بار اشٹھکلادھیکرن یا گراماشٹھکلادھیکرن نامی شعبہ کا نام سامنے آتا ہے۔ دونوں لفظوں کے آخر میں ادھیکرن لفظ ان کی انتظامی اہمیت سے متعارف کراتا ہے۔ لیکن ان دونوں اصطلاحی الفاظ کے معنی اور تشریح کو لے کر ماہرین کے درمیان اختلاف ہے۔ایک خیال یہ ہے کہ یہ مقامی منتظمین کا ایک محکمہ تھا۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ اس جماعت میں گاؤں کے بنیادی 8 خاندانوں کے ارکان ہوتے تھے، جو مقامی سماج کی نمائندگی کرتے تھے۔ اس لیے دیہی سطح کی انتظامیہ میں بھی علاقے کے غیر سرکاری لوگوں کو جوڑنے کی روایت دیکھی جاتی ہے۔ کیوں کہ دیہی انتظامیہ کا تذکرہ ہونے پر ہمیشہ اشٹھکلادھیکرن کی بات تانبے کے فرمانوں میں نہیں کہی گئی،اس لیے بی ڈی چٹوپادھیائے مانتے ہیں کہ سبھی گاؤں میں اس طرح کا شعبہ نہیں تھا۔ان کا خیال ہے کہ کہ کئی گاؤں کی ایک جماعت پر ایک انتظامی علاقہ تھا،اس انتظامی علاقے کے ادھیکرن کو ہی اشٹھکلادھیکرن کہا جاتا تھا۔ یعنی دیہی انتظامیہ اور ویتھی انتظامیہ کے

مابین تعلق پیدا کرنے والی سطح کے طور پر اشٹھکلادھیکرن کام کرتا تھا۔ صوبے سے لے کر گاؤں تک علاقائی اور مقامی انتظامیہ مختلف سطحوں میں منقسم تھا۔ لیکن یہ سطحیں خاص کر ضلع کے نیچے کی جو سطحیں تھیں، ایک دوسرے سے جداگانا نہیں تھی بلکہ ایک دوسرے سے متعلق تھیں۔ ضلع عورت سے نیچے کی سطحوں کی انتظامیہ میں غیر سرکاری اشخاص کی موجودگی کے غیر مشتبہ شواہد موجود ہیں۔ صرف کتبوں سے ہی اس بات کا پتا نہیں چلتا، بلکہ ہم عصر تخلیقی ادب میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ شودرک کے تخلیق کردہ ناٹک مرچھکٹکم کے ہیرو چارودت پر جب سنوائی چلتی ہے، تو سنوائی کے کام میں سرکاری افسروں کے علاوہ دو شریشٹھی یا مالدار کاروباری بھی موجود رہتے تھے۔ مقامی انتظامیہ کی مختلف سطحوں پر غیر سرکاری آدمیوں کو شامل کرنے کے معاملے میں گپت انتظامیہ کا آزاد اور مخصوص رویہ دیکھنے میں آتا ہے۔

لیکن مقامی انتظامیہ میں غیر سرکاری آدمیوں کی موجودگی گپت حکمرانی کے باہر کے علاقوں میں نہ کہ برابر پائی جاتی ہے۔ واکاٹک، پری وراجک اور میترک بادشاہوں کے تانبے کے فرمانوں میں ایسی خصوصیت نہیں دکھائی دیتی۔ واکاٹک علاقے میں مقامی انتظامی مرکز کے طور پر استھان لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ اس استھان سے تانبے کے فرمان جاری کرنے کی مثال بھی موجود ہے۔ مغربی ہندوستان کے میترک بادشاہوں نے استھلی نامی ایک انتظامی سطح کا تذکرہ کیا ہے، جو استھان کے ہی مانند تھا۔ پری وراجکوں اور میترکوں کے کتبوں میں کئی گاؤں کی ایک جماعت کے اوپر پیٹھ کے ہونے کا ذکر ہے۔ جبلپور علاقے میں منی ناگ پیٹھ نامی انتظامی علاقے کے تحت صرف تین گاؤں تھے، اوپانیگرام، ویاگھر پلیکا اور کاچار پلیکا۔ ایک میترک کتبہ میں انتظامی علاقے کے طور پر پیٹھ کو استھلی کے ماتحت بتایا گیا ہے، یعنی استھلی بڑی اور پیٹھ چھوٹی انتظامی اکائی تھے۔ یقیناً سب سے نیچے گاؤں کا نظم و نسق تھا۔

### 12.6.4 گاؤں (Village)

مقامی حکومت کی سب سے نیچی اکائی گرام یا گاؤں تھا۔ اس کا سربراہ گرامک یا مکھیا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ گاؤں کے بزرگ یا مہاترا مکھیا کے ساتھ مل کر گاؤں کا انتظام چلاتے تھے۔ بھرسپتی کے مطابق مہاتراؤں کے لیے ایماندار، لائق عالی خاندان، سماجی فرائض سے واقف اور ہر کام میں ماہر ہونا ضروری تھا۔ ہر گاؤں میں مشورہ دینے کے لیے اس طرح کے دو تین یا پانچ افراد مقرر ہونے چاہیے تھے۔ مہاتراؤں یا مہاتماؤں کے علاوہ گاؤں کی اپنی عدالت بھی ہوتی تھی۔ اس کو پرتشٹھا کہا جاتا تھا۔ گاؤں اور بادشاہ کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے بھرسپتی کا کہنا ہے کہ قوانین اور رواجوں کے مطابق دیے گئے گاؤں کے بزرگوں کے فیصلہ کو بادشاہ کے لیے تسلیم کرنا ضروری تھا خواہ وہ لوگوں کے حق میں ہوں یا نہیں۔ بادشاہ صرف اس صورت میں مداخلت کر سکتا تھا اور اپنا فیصلہ مسلط کر سکتا تھا جب مہاتراؤں کے درمیان اختلاف رائے ہو۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ بادشاہ سے اپیل کی جاسکتی تھی۔ یہ بزرگ مجرموں کو قانون کی خلاف ورزی کرنے اور رواجوں کو توڑنے کے جرم میں سزا دے سکتے تھے۔ ان کے علاوہ گاؤں کی حکومت میں تلواتک یعنی اکاؤنٹنٹ، دوت یا ایلچی، سیما کرمکر یعنی گاؤں کی حدود متعین کرنے والا اور کرنی یعنی کلرک شامل تھے۔ قومی معیشت میں گاؤں کو مالی اکائی تصور کیا جاتا تھا۔ شاہی مال گزاری کی مختلف مدیں گاؤں کے ذریعے سے حاصل کی جاتی تھیں۔ گاؤں کا عدالتی نظام نہایت مؤثر تھا۔ زمین کی منتقلی کے سلسلہ میں کتبوں سے اہم تفصیلات ملتی ہیں۔ ان میں ریکارڈ رکھنے والے مقامی افسران کا ذکر ملتا ہے۔ حکومت زمین فروخت کی منظوری اسی وقت دیتی تھی جب یہ افسران متعلقہ زمین کے بارے میں اپنی رپورٹ

حکومت کو بھیج دیتے تھے۔اس سلسلہ میں حکومت دوسرے اہم دیہی افسران مثلاً مہاتراؤں اور گرامکوں وغیرہ کی رائے بھی لیتی تھی۔اس کے نتیجہ میں زمین کی پیمائش اور اس کی درجہ بندی کا نظام بھی پایا جاتا تھا۔عام طور سے زمین کی دو قسمیں ہوتی تھیں قابل کاشت اور بنجر زمین۔ پیمائش کا پیمانہ پیداوارت ہوتا تھا۔اس طرح سے گاؤں کی اندرونی معیشت کی تصویر مکمل ہو جاتی ہے۔

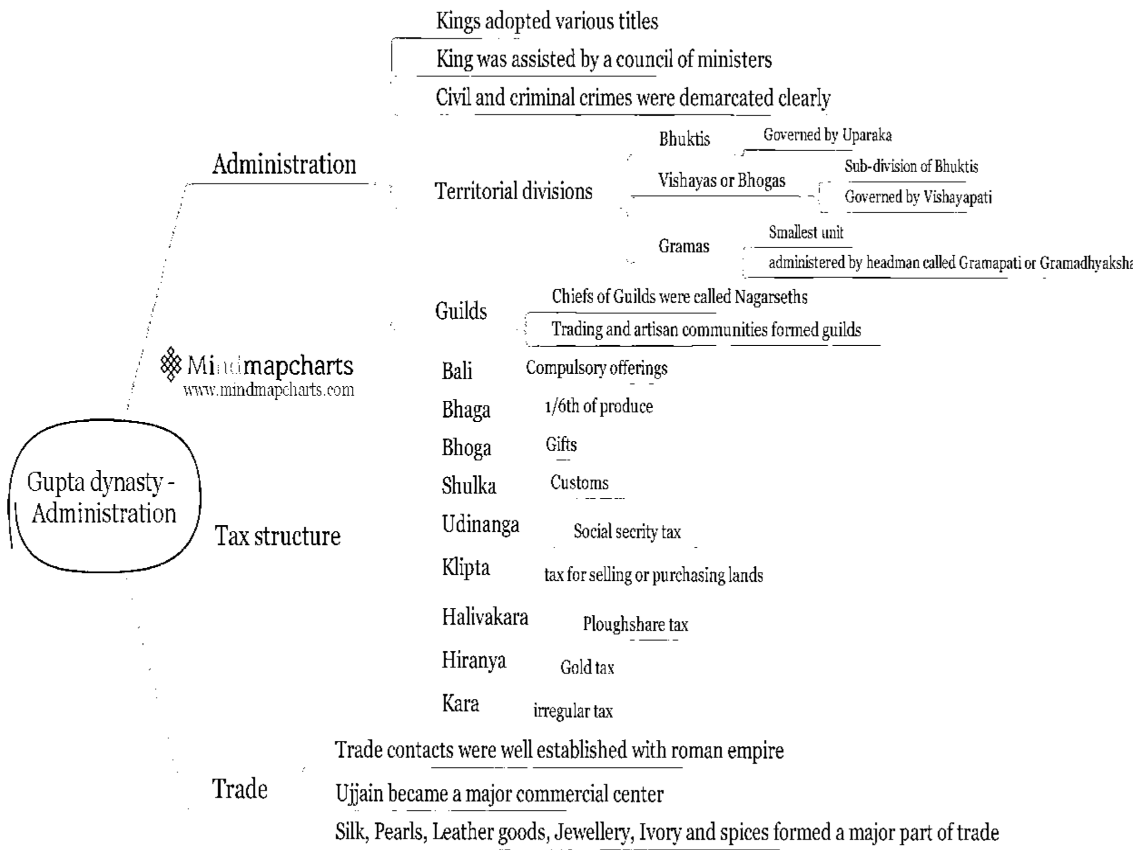


### 12.6.5 تجارتی انجمن یا گلڈ (Trade Association or Guild)

خود مختار اداروں یعنی کارپوریشن کو اس وقت تک خاصا فروغ ہو چکا تھا۔ان میں کل، پگ، ورت، سرینی وغیرہ شامل تھے۔منو سے لے کر بعد کے تمام مجموعہ قوانین میں ان اداروں کی اہمیت پر زور دیا گیا تھا۔پانینی میں پگا،ورت اور سرینی کا ذکر ملتا ہے۔

- پگ کا مطلب مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف پیشوں سے وابستہ لوگوں کی کارپوریشن تھی
- ورت زیادہ تر غیر قانونی نوعیت کی کارپوریشن ہوتی تھی جو مختلف ذاتوں اور پیشوں سے وابستہ لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی۔
- سرینی میں ایک ہی دستکاری یا تجارت سے وابستہ لوگ شامل ہوتے تھے۔

منو نے ان کے قوانین کو پہلی بار تسلیم کرتے ہوئے جن پد یعنی دیہی اور سرینی یعنی تجارت اور دستکاری کے گلڈز کے قوانین کو پہلی بار قانون کے زمرہ میں شامل کیا تھا۔نراد نے اس میں مزید ملحد انجمنوں مثلاً پگاؤں اور گناؤں کے قوانین کا اضافہ کیا تھا۔ان اداروں کے قوانین اور

رواجوں کو محفوظ رکھنے کی ذمے داری بادشاہ کی تھی۔ یجناولکیا کے مطابق لوگوں کو اپنے رسوم ورواج کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے قوانین کی بھی پابندی کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ اول الذکر سے متصادم نہ ہوں۔ اس کا مطلب مقامی قوانین اور رواجوں پر زور دینا تھا۔ اس سے مقامی اداروں کی نوعیت پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ مختلف قسم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان سب کو اپنے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ یجناوالکیہ کے مطابق اہمیت کے اعتبار سے سب سے بلند شاہی عدالت، اس کے بعد پگاؤں کی عدالت اس کے بعد سرینیوں کی اور اس کے بعد کلوں کا نمبر آتا تھا۔ ان کی جڑیں کتنی گہری تھیں اس کا اندازہ دسویں اور گیارہویں صدی کے جنوبی ہندوستان کے کتبوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ کارپوریشنوں کی مشترکہ کام کاج کا اظہار برہسپتی میں صاف طور پر کیا گیا ہے۔ اس سے مقامی اداروں کے گونا گوں کردار کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مقامی نظم ونسق، مقامی اداروں سے متعلق تھا۔ اس سے ان کی اہمیت میں اضافہ ہوا تھا۔

## 12.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

زیر مطالعہ اکائی میں آپ نے پڑھا کہ گپت سلطنت کے بارے میں جانکاری کے ماخذ کیا تھے۔ ہمیں سکوں کتبوں اور ادبی متون کے ساتھ ساتھ بیرونی سیاحوں کے سفر ناموں سے بھی گپت سلطنت کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ ان مختلف مآخذ کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد ہم کوئی نتیجہ اخذ کر پاتے ہیں۔ آپ نے معلوم کیا کہ کس طرح ریاست کے نظریہ اور طریقہ کار میں تبدیلی آئی۔ موریہ عہد کے مقابلے میں گپت انتظامیہ کافی حد تک غیر مرکزی تھا، اس میں غیر سرکاری لوگوں کی شمولیت اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ کوٹلیہ کے سپت کرتی نظریہ کے بجائے گپت شہنشاہوں نے ریاست کا سپتانگ نظریہ اپنایا، جہاں سوامی یعنی راجاہی تمام اعمال کا مدار المہام تھا۔ آپ نے ریاست کے سات اجزا کے بارے میں جانا، جو کہ سوامی، اماتیہ، درگ، دنڈ، کوش، متر وغیرہ ہیں۔ گپت مرکزی اور صوبائی انتظامیہ موریہ عہد کی انتظامیہ سے کافی مختلف تھی۔ صوبائی حکمراں بڑے بڑے القابات اپنانے لگے۔ جب کہ صوبائی نظم ونسق پر مرکز کی پکڑ ڈھیلی پڑنے لگی تھی۔ نجی جائیداد کا تصور مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا۔ ایک اہم تبدیلی اور آئی وہ یہ کہ موریہ عہد کے بھاری بھرکم انتظامی ڈھانچے اور سینکڑوں ادھیکشوں کی جگہ گپت انتظامی عملہ بے حد مختصر تھا، اور مقامی لوگوں کو انتظامیہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ داری دیے جانے کی وجہ سے ریاست کو اپنا عملہ بڑھانے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔

## 12.8 فرہنگ (Glossary)

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| پرشستی | : | مدحیہ قصیدہ | دیناریس | : | رومی سکہ |
| آٹوک ریاست | : | جنگلی قبیلائی سماج | دوت | : | سفیر |
| کرنک | : | کاتب | پرتی ہار | : | محافظ |
| مہادنڈنایک | : | اعلیٰ فوجی افسر | گوپتا | : | صوبائی ناظم |

## 12.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 12.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. کوٹلیہ کے 'سپت پرکرتی' نظریے کی طرح گپت عہد میں ریاست کے کتنے اجزاء (سپتانگ) مانے گئے؟

(الف) پانچ (ب) چھ (ج) سات (د) آٹھ

2. گپت انتظامیہ میں صوبے (Province) کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) دیش (ب) بھکتی (ج) وشیہ (د) گرام

3. گپت انتظامیہ میں ضلع (District) کے لیے کون سی اصطلاح استعمال ہوتی تھی؟

(الف) بھکتی (ب) ویتھی (ج) وشیہ (د) آہار

4. شمالی بنگال میں ضلعی انتظامیہ کے دفتر (وشیہ ادھیکرن) میں تاجروں کے مکھیا کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) نگر شریشٹھی (ب) سار تھاواہ (ج) پرتھم کلک (د) پرتھم کایستھ

5. گپت دور میں گاؤں کے سربراہ کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) وشیہ پتی (ب) کمارا ماتیہ (ج) گرامک / مکھیا (د) مہتر

### 12.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. کلاسیکی متون پر مبنی ماخذ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. ریاست کی نوعیت کو مختصر الفاظ میں بیان کیجیے۔
3. بادشاہ کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

### 12.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. گپت سلطنت کے بارے میں جانکاری کے ذرائع پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. گپت سلطنت کے تحت ریاست کے بدلتے تصور کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

# اکائی 13۔ گپت دور میں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی

(Society, Economy, Culture, and Religious Life during the Gupta Period)

اکائی کے اجزا


13.0 تمہید

13.1 مقاصد

13.2 مآخذ

13.3 سماجی زندگی

13.3.1 ذات پات کا نظام

13.3.2 نئی سماجی تبدیلیاں

13.3.3 غلامی کا رواج

13.3.4 عورتوں کی حالت

13.3.5 رہن سہن

13.4 گپت عہد کی معیشت

13.4.1 زراعت وزمینی نظام

13.4.2 صنعت ودستکاری کا نظام

13.4.3 تجارت اور کاروبار

13.4.4 تنقیدی جائزہ

13.5 گپت عہد کی ثقافت

13.5.1 مذہبی اور غیر مذہبی ادب کا فروغ

13.5.2 سائنسی ادب کا فروغ

13.6 گپت دور کی مذہبی زندگی

13.6.1 بدھ مت کا زوال اور جین مت کی بقا
13.6.2 پرانک ہندو مت اور مذہبی احیاء
13.6.3 وشنو اور شیو فرقے
13.7 اکتسابی نتائج
13.8 فرہنگ
13.9 نمونہ امتحانی سوالات

## 13.0 تمہید (Introduction)

گپت سلطنت قدیم ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم اور فیصلہ کن دور کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس سلطنت نے تقریباً 320ء سے 550ء کے دوران شمالی ہند پر طویل اور مؤثر حکمرانی کی۔ اگرچہ گپت سلطنت جغرافیائی لحاظ سے موریہ سلطنت جتنی وسیع نہیں تھی، مگر سیاسی استحکام، سماجی ڈھانچے، مذہبی ہم آہنگی اور ثقافتی ترقی کی وجہ سے یہ دور نمایاں مقام رکھتا ہے۔ گپت حکمرانوں نے کشان سلطنت کے زوال کے بعد شمالی ہند کو سیاسی طور پر متحد کیا، اور دو صدیوں سے زائد عرصے تک اس وحدت کو برقرار رکھا۔ گپت دور کو اکثر ہندوستان کا "سنہرا دور" کہا جاتا ہے، کیونکہ اس زمانے میں فنونِ لطیفہ، ادب، سائنس اور فلسفے کو بہت فروغ ملا۔ مشہور مورخ ڈاکٹر برنیٹ نے اسے یونان کے پیریکلین دور سے تشبیہ دی ہے۔ اگرچہ کئی جدید مورخین جیسے ڈی این جھا اس تصور سے اختلاف کرتے ہیں، ان کے مطابق یہ دور صرف اعلیٰ طبقات کے لیے سنہری تھا، جب کہ شودروں اور نچلی ذاتوں کو ذات پات کی سخت پابندیوں اور سماجی ناانصافی کا سامنا تھا۔ معاشی اعتبار سے، گپت عہد میں زرعی پیداوار کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔ تجارت کی کمی اور اراضی عطیات کے بڑھتے رجحان نے جاگیردارانہ نظام کو فروغ دیا۔ حکومت نے غیر زرعی زمینوں کو قابل کاشت بنانے پر زور دیا، اور رضاکار کسانوں کو ٹیکس میں رعایت دی گئی۔ آبی وسائل کی ترقی کے لیے بھی ریاست نے اقدامات کیے، جیسا کہ سدرشن جھیل کی مرمت کا ذکر ملتا ہے۔ زراعت، گلہ بانی اور اراضی سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کی معیشت کی بنیاد تھی، جس سے 1/6 حصہ محصول کی صورت میں لیا جاتا تھا۔ تمدن اور ثقافت کے میدان میں گپت عہد بے مثال سمجھا جاتا ہے۔ سمدر گپت اور چندر گپت دوم جیسے حکمرانوں نے فن، ادب اور موسیقی کو فروغ دیا۔ سمدر گپت کے سکوں پر وینا بجاتے ہوئے اس کی تصویر اس کی فن دوستی کی علامت ہے۔ چندر گپت دوم کے دربار میں کئی نامور ادیب اور دانشور موجود تھے، جنہیں روایتاً 'نورتن' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں سنسکرت ادب نے غیر معمولی ترقی کی اور کلاسیکی ادب کی بنیاد رکھی گئی۔ مذہبی اعتبار سے گپت دور میں برہمنی ہندو مت کو ریاستی سرپرستی حاصل رہی، مگر مجموعی طور پر مذہبی رواداری کو فروغ دیا گیا۔ راجا خود راسخ العقیدہ ہندو تھے لیکن بدھ مت اور جین مت کے ماننے والوں کے ساتھ بھی مساوی سلوک کیا گیا۔ کمار گپت اول کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے نالندہ جیسا عظیم تعلیمی مرکز قائم کیا۔ نرسمہا گپت بالآدتیہ جیسے حکمران بدھ فلسفے سے متاثر ہو کر مذہب کی طرف مائل ہوئے، یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق انہوں نے راہب بن کر دنیا

ترک کر دی۔ گپت دور میں ہندومت میں نمایاں تبدیلی آئی۔ برہمنی ہندومت میں ویدک، شیو، وشنو اور شکتی فرقوں کا امتزاج ہوا، جس سے پُرانیک ہندومت کی بنیاد پڑی، جو آج کے ہندو مذہب میں بھی جھلکتی ہے۔ یہ مذہب متنوع عقائد کو سمیٹنے والا بن گیا تھا۔ آخر میں، اگرچہ گپت دور کو اکثر سنہری دور کہا جاتا ہے، لیکن یہ حقیقت صرف سماج کے اوپری طبقوں تک محدود تھی۔ نچلے طبقے بدستور استحصال کا شکار رہے۔ اس دور کی خصوصیات کو سمجھتے وقت ہمیں ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ سیاسی استحکام، معیشتی ترقی، تمدنی عروج، مذہبی ہم آہنگی، اور ساتھ ہی ذات پات پر مبنی سماجی نابرابری۔

## 13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- گپت دور کے بارے میں معلومات کے مختلف ذرائع اور مآخذ کے بارے میں جان سکیں گے۔
- گپت دور میں کے سماجی پیش رفت کے بارے میں سمجھ سکیں گے۔
- گپت دور کے معاشی سر گرمیوں کو سمجھ سکیں گے۔
- گپت دور کی ثقافت پار اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں گے۔
- گپت دور میں مذہبی حالات کو سکیں گے۔

## 13.2 مآخذ (Sources)

گپت دور (چوتھی تا چھٹی صدی عیسوی) کو ہندوستان کی سنہری دور کے طور پر جانا جاتا ہے، جہاں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہب نے بے مثال ترقی کی۔ یہ دور علم وادب کا عظیم زمانہ تھا، جس میں سنسکرت ادب نے عروج پایا۔ ادب کے میدان میں گپت دور کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں سیکولر (غیر مذہبی) ادب کو فروغ ملا۔ سمدر گپت نے ہری جیسے دانشوروں کی سرپرستی کی۔ چندر گپت دوم کے دربار میں کئی عظیم ماہرین فن موجود تھے، جنہیں "نورتن" (نو ہیرے) کہا جاتا تھا۔ ان میں سب سے مشہور نام کالی داس کا ہے۔ ان کا ڈرامہ ابھیگیان شاکنتلم (*Abhijnana Shakuntalam*) سنسکرت ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ دیگر مشہور ڈراموں میں مالویکا اگنی مترم اور وکرم اور واشی شامل ہیں۔ رزمیہ نظموں میں رگھو ومس اور کمار سمبھوا نمایاں ہیں، جبکہ ریتو سمہار اور میگھ دوت دو خوبصورت گیت ہیں۔ وشاکھادت نے مدراراکشس اور دیوی چندر گپتم جیسے سیاسی وتاریخی ڈرامے لکھے۔ شودرک کی تخلیق مرچھ کٹکم ایک مشہور طنزیہ ڈرامہ ہے، جس میں سماجی مزاح اور جذبات کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ بھاراوی کی کیرت ارجنیہ ارجن اور شیو کے درمیان تصادم کی داستان بیان کرتی ہے۔ سوبھاندو کی واسودتّا بھی اس دور کی اہم تصنیف ہے۔ اسی دور میں وشنو شرما نے اخلاقی کہانیوں کا مشہور مجموعہ پنچ تنتر تحریر کیا، جو آج بھی دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ کام سوترا، جو انسانی جنسی رویے پر مبنی ہے، بعض مورخین کے مطابق گپت دور سے پہلے کی تصنیف ہے، کیونکہ اس میں گپت سلطنت کا ذکر موجود نہیں۔ گپت دور میں پرانوں کو حتمی شکل دی گئی۔ کل 18 پران مرتب ہوئے، جن میں

بھاگوت، وشنو، وایو اور متسیہ اہم ہیں۔ مذہبی طور پر اس دور میں ہندومت کو نیا نظام اور ادارہ جاتی شکل ملی۔ وشنو اور شیو کی پوجا عام ہوئی، اور بھکتی تحریک کے ابتدائی آثار بھی اسی دور میں دیکھے گئے۔ اسی دور میں مہابھارت اور رامائن کو موجودہ شکل میں مرتب کیا گیا، جنہوں نے ہندوستانی سماج اور ثقافت پر گہرا اثر ڈالا۔ اس کے علاوہ مندروں کی تعمیر، سنگتراشی، اور مجسمہ سازی میں بھی ترقی ہوئی، جو مذہبی اور ثقافتی زندگی کی مظہر تھیں۔ گپت دور میں ادب، مذہب، فن اور ثقافت کے تمام پہلوؤں نے مل کر ایک ہم آہنگ، خوشحال اور فکری طور پر زرخیز سماج تشکیل دیا، جس کا اثر صدیوں تک باقی رہا۔

## 13.3 سماجی زندگی (Social Life)

گپت عہد کو قدیم ہندوستان کی تاریخ میں سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں سماجی، مذہبی، سائنسی اور ادبی ترقی نمایاں رہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ذات پات (Caste System)، پدرانہ نظام (Patriarchy) اور استحصالی ڈھانچے بھی سخت ہوئے۔

### 13.3.1 ذات پات کا نظام

گپت سماج بنیادی طور پر چار ورنوں (Varnas) پر مبنی تھا: برہمن، چھتریہ، ویشیہ اور شودر۔ ابتدائی تین طبقے 'دوِج' (Dvija) یعنی دوبار جنم لینے والے کہلاتے اور انہیں مقدس دھاگا ''جنیو'' پہننے، وید پڑھنے اور یگیہ میں شامل ہونے کا حق حاصل تھا۔ اس سے ان کا تقدس اور وقار بڑھتا۔ شودر سب سے نچلے درجے پر تھے اور اعلیٰ طبقوں کی خدمت پر مجبور تھے۔ اگرچہ موریہ عہد سے شودروں کو کھیتی باڑی کی اجازت مل گئی تھی، تاہم اصل استحصال ''انتیج'' طبقوں کا ہوتا رہا جن میں ڈوم، ہادی اور چنڈال شامل تھے۔ یہ لوگ ورن نظام سے باہر تصور ہوتے اور شہر میں داخل ہونے پر ڈھول بجانے پر مجبور کیے جاتے تاکہ لوگ ان سے دور رہیں۔ برہمنوں کا تعلق وید، تعلیم اور مذہبی رسومات سے تھا اور سماج میں سب سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ چھتریہ حکمران طبقہ ہونے کے باعث طاقتور تھے، ویشیہ زراعت و تجارت کے ذمہ دار تھے اور دولت کی وجہ سے اچھا مقام رکھتے تھے۔ شودر اگرچہ کمتر سمجھے جاتے تھے مگر وقت کے ساتھ انہیں معمولی مذہبی آزادی بھی ملی۔ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ گپت دور میں ورن سے زیادہ ''جاتی'' (Jati—پیشہ پر مبنی ذات) کا نظام اہمیت اختیار کر گیا۔ یہ موروثی تھی لیکن اتنی سخت نہیں تھی؛ لوگ کبھی کبھار پیشے بدل بھی لیتے تھے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ مختلف جاتیوں کے لوگ الگ الگ پیشوں سے منسلک تھے لیکن مکمل پابندی نہیں تھی۔ اس عہد میں مخلوط ذاتیں (Mixed Castes) بھی بڑھیں، جو مختلف ورنوں کے شادی بیاہ سے پیدا ہوئیں۔ جیسے بانا بھٹ کے والد نے شودر عورت سے شادی کی تھی۔ یجناوالکیہ اسمرتی کے مطابق برہمن باپ اور شودر ماں کے بیٹے کو جائیداد میں حصہ مل سکتا تھا۔

### 13.3.2 نئی سماجی تبدیلیاں

گپت عہد میں برہمنوں کو زمین کے بڑے بڑے عطیات دیے گئے۔ اس سے ان کی طاقت اور دولت میں اضافہ ہوا اور وہ حکمرانوں کے قریبی حامی بن گئے۔ گپت حکمران اصلاً ویشیہ تھے لیکن برہمنوں نے انہیں چھتری مانا اور دیوتاؤں جیسا تقدس دیا۔ غیر ملکیوں کی آمد نے

بھی ذات پات میں تبدیلی کی۔ ہن (Hunas) جیسے فاتحین کو چھتری مانا گیا اور بعد میں ان کا تعلق راجپوتوں سے جوڑا گیا۔ اسی طرح قبائل بھی زمین کے عطیات کے ذریعے ورن نظام میں شامل ہوئے اور نئی ذیلی ذاتیں بنتی گئیں۔ شودروں کی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہوئی۔ انہیں پران اور مہاکاوی سننے، کرشنا کی پوجا اور گھریلو سومات کرنے کی اجازت ملی۔ لیکن اچھوت خصوصاً چنڈالوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ وہ گوشت اور کھال بیچتے اور سماج سے الگ بستیاں بناتے۔ فاہیان نے لکھا کہ لوگ ان کے راستے سے بھی پرہیز کرتے۔ آر ایس شرما کے مطابق زمین کے عطیات نے برہمنوں کی بالادستی مزید بڑھادی۔ ''دوِج'' کی اصطلاح زیادہ تر برہمنوں کے لیے استعمال ہونے لگی اور غیر برہمنوں کو ناپاک مانا گیا۔ اس دور میں کاریگر جماعتیں بھی جاتی میں تبدیل ہوئیں اور لکھنے پڑھنے والوں کی ایک نئی جاتی ''کائستھ'' ابھری۔

### 13.3.3 غلامی کا رواج

گرچہ کہ ہندوستان میں کسی ادارے کی شکل میں غلامی کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا، لیکن مختلف ذرائع سے غلامی کے حوالے ملتے ہیں۔ گپت عہد میں غلاموں کے مختلف درجات تھے۔ عام طور پر جنگی قیدیوں کو غلام بنادیا جاتا تھا۔ شرابی، جواری وغیرہ جو قرض خواہوں سے لیا ہوا قرض ادا نہیں کر پاتے تھے انہیں خود کو غلام کے طور پر بیچ دینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ شاہی گھرانوں میں کام کرنے والے افراد بھی غلام سمجھے جاتے تھے۔ لیکن گپت عہد میں غلامی کا نظام مغربی ممالک کے غلامی کے نظام سے مختلف تھا۔ کچھ شرائط پوری کردینے پر ہندوستان میں غلام کو آزاد کردیا جاتا تھا۔ غلام یا تو خود یا کسی رشتے دار اور دوستوں کی جانب سے واجب الادا رقم (تاوان) ادا کرکے آزادی حاصل کر سکتا تھا۔ اس عہد کے دستاویزوں میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ایک جنگی قیدی کو بھی آزاد کردیا جاتا تھا بشرطیکہ وہ اپنا کوئی متبادل پیش کردے۔ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی جان بچاتا تو نہ صرف اسے آزاد کردیا جاتا بلکہ وہ اپنے سابقہ مالک کی جائیداد میں اس کے بیٹے کے برابر حصے کا حقدار بن جاتا تھا۔

### 13.3.4 عورتوں کی حالت

گپت عہد میں عورتوں کی حالت عمومی طور پر پست ہوگئی۔ انہیں شودروں کے برابر مقام سمجھا جانے لگا۔ اعلیٰ ذات کی عورتوں کو محدود تعلیم کی اجازت تھی لیکن عوامی زندگی میں شرکت نہیں تھی۔ لڑکیوں کی کم عمری میں شادی اور بیواؤں کا مجرد رہنا لازمی تھا۔ پربھاوتی گپت، چندر گپت دوم کی بیٹی، ایک استثنا تھی جس نے اپنے شوہر کی موت کے بعد واکاٹک ریاست بیس برس چلائی اور سکے و عطیات جاری کیے۔ اس کے علاوہ بیشتر عورتیں صرف گھریلو حد تک محدود رہیں۔ شادی کی آٹھ اقسام بیان کی جاتی تھیں: برہما(Brahma)، دیو(Daiva)، ارش(Arsha)، پرجاپتی(Prajapatya)، اسُر(Asura)، گندھرو (Gandharva) ، راکشس (Rakshasa)، پشاچ (Paishacha)۔ ان میں پہلی چار کو سماجی منظوری حاصل تھی۔ گپت دور تک ستی کا رواج عام ہو چکا تھا۔ واتسیاین(Vatsayana) اور کالی داس اس کا حوالہ دیتے ہیں ۔ اس کے علاوہ گپت دور میں آثاری ماٰخذ سے بھی ستی کی کچھ مثالیں ملتی ہیں ۔ کمار گپت کے 'مند سور' (Mandasor) کتبے سے ہمیں گپت دور میں ستی کی رسم کا علم ہوتا ہے۔ ایک سے زیادہ شادیاں (Polygamy) گپت عہد کے دوران کافی مقبول ہو چکی تھیں۔ سمراٹ اور سامنتوں کی اکثر ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں۔ چندر گپت دوم کی دو رانیاں تھیں جن کے حوالے

کتبوں اور سکوں میں ملتے ہیں ۔پہلی ناگ خاندان کی شہزادی کبیر ناگ (Kubernaga) تھی اور دوسری اس کی محبوبہ دھروسوامنی (Dhruvaswamini) تھی۔ یہ رواج صرف حکمرانوں تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ عام لوگوں میں بھی رائج تھا۔ایک عورت اگر پاگل یا بانجھ ہو، یا پھر اسے بار بار بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تو اسے اپنے شوہر کی دوسری شادی کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

گپت دور میں شودروں کی عورتوں کو بھی مہاکاویہ اور پران سننے اور کرشنا کی پوجا کرنے کی اجازت تھی۔ دوسری طرف اعلیٰ ذات کی عورتوں کو گپت دور سے پہلے اور خود گپت دور میں روزی روٹی کمانے کی آزادی نہ تھی، جب کہ نچلی ذاتوں کی عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی جس سے ان کی آزاد حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ویشیہ اور شودر طبقے کی عورتیں کھیتی باڑی کے کام اور گھریلو خدمات میں لگی رہتی تھیں اس لیے وہ اپنے شوہروں کے قابو اور کنٹرول سے باہر تھیں۔اس کے مقابلے میں گپت دور کی شروعات تک اعلیٰ مرتبے کے افراد زیادہ سے زیادہ زمینوں پر قابض ہوتے گئے۔ ان میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج اور جائیداد بنانے کا رجحان زور پکڑتا گیا۔ پدرانہ تسلط والے معاشرتی نظام (Patriarchal Society) میں عورتوں کو انہوں نے اس حد تک اپنی ذاتی ملکیت کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا تھا کہ ان سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ عالم بقا میں بھی مردوں کا ساتھ دیں گی۔ کسی عورت کے اپنے شوہر کی چِتا پر ''ستی'' ہونے کی پہلی مثال 510 عیسوی میں سامنے آئی ہے۔تاہم گپت دور کے بعد کی کچھ قانون کی کتابوں میں ذکر ہے کہ شوہر کی موت، تباہی، نامردی، سنیاس لینے یا مذہب تبدیل کرنے کی صورت میں عورت دوسری شادی کر سکتی تھی۔ شودر عورتوں کو مذہبی آزادی کچھ زیادہ تھی، جب کہ اونچی ذات کی عورتیں پدرانہ سماج میں مکمل طور پر شوہروں پر منحصر تھیں۔ ''استری دھن'' (Istridhan) کی صورت میں زیور و تحائف ان کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ کاتیاین کے مطابق عورت کو غیر منقولہ جائیداد فروخت کرنے کا حق بھی تھا، لیکن عملی طور پر بیٹیوں کو باپ کی جائیداد میں حصہ نہیں ملتا تھا۔

## 13.3.5 رہن سہن

گپت دور میں کھان پان ذائقے دار اور متنوع تھا۔ جو، گندم، چاول، سبزیاں، مسالے، پھل (آم، انار، کیلا وغیرہ)، دودھ اور شہد عام خوراک تھے۔ مرد دھوتی اور پگڑی جبکہ عورتیں ساڑی اور شال پہنتی تھیں۔ زیورات مرد و عورت دونوں استعمال کرتے تھے، جیسے سر بند، گلوبند، کان کی بالیاں، بازوبند، کنگن، کمر کی پیٹی اور انگوٹھی۔ مرد اور عورتوں کے ذریعے استعمال ہونے والے زیورات کی ایک بڑی تعداد مجسموں اور ''اجنتا'' (Ajanta) کی نقش نگاری میں دکھائی دیتی ہے۔ تفریحات میں موسیقی (Music)، رقص (Dance)، اداکاری (Drama)، شطرنج، پانسہ اور شکار شامل تھے۔ سمدر گپت کو سکے پر وینا بجاتے دکھایا گیا ہے۔ گپت عہد کا سماج ایک طرف مذہب، علم اور فنون میں اعلیٰ ترقی کی علامت تھا، تو دوسری طرف ذات پات کی سختی، عورتوں کی پستی اور اچھوتوں کے استحصال سے بھرا ہوا بھی تھا۔ برہمنوں کو زمین کے عطیات نے سماجی ڈھانچے پر غلبہ دیا، شودروں کو کچھ رعایتیں ملیں مگر اچھوت طبقہ مزید دب گیا۔ عورتوں کو ''استری دھن'' جیسے قانونی حقوق ملے لیکن مجموعی طور پر پدرانہ نظام میں ان کی آزادی محدود ہوگئی۔ سائنس و ریاضی میں آریہ بھٹ جیسے مفکرین نے دنیا کو نئے نظریات دیے جو آج بھی اہمیت رکھتے ہیں۔

## 13.4 گپت عہد کی معیشت (Economy of Gupta Period)

ہندوستانی تاریخ میں گپت عہد (چوتھی تا چھٹی صدی عیسوی) کو عموماً ''سنہری دور'' قرار دیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح صرف علمی وادبی یا فنونِ لطیفہ کی ترقی کی وجہ سے نہیں دی گئی بلکہ اس کے پس منظر میں اس زمانے کی معاشی مضبوطی اور ہمہ جہتی ترقی کارفرما تھی۔ گپت سلطنت نے ایک وسیع و عریض خطے پر حکمرانی کی، اور اس سلطنت کا استحکام بنیادی طور پر اس کی معیشت پر قائم تھا۔ زراعت، زمین داری نظام، صنعت و حرفت، تجارت اور مالیہ جاتی ڈھانچے نے اس سلطنت کو داخلی خوشحالی اور بیرونی روابط فراہم کیے۔ تاہم اس خوشحالی کے ساتھ ساتھ سماجی تضادات اور کسانوں پر بڑھتے دباؤ کی کہانیاں بھی اس عہد کی معیشت میں چھپی ہوئی ہیں۔

### 13.4.1 زراعت اور زمینی عطیات

گپت دور کی معیشت کا سب سے اہم ستون زراعت تھا۔ آبادی کی بھاری اکثریت کھیتی باڑی سے جڑی ہوئی تھی۔ لوہے کے ہل اور دیگر زرعی آلات کے استعمال نے زمین کو زیادہ گہرائی سے جوتنے اور نئے رقبے کو کاشت کے قابل بنانے میں مدد دی۔ شمالی ہند میں گیہوں، جو، گنے اور دالوں کی پیداوار عام تھی، جبکہ مشرقی علاقوں خصوصاً بنگال اور مگدھ میں دھان کی کاشت سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ جنوبی ہند میں کپاس، مصالحہ جات، ناریل اور گنے جیسی اجناس نے تجارتی اہمیت حاصل کی۔ اس متنوع زرعی پیداوار نے اندرونی تجارت کو بھی مہمیز دی۔ مورخ آر۔ ایس۔ شرما کے مطابق گپت عہد میں زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، لیکن اس کے ثمرات عام کسانوں تک محدود پیمانے پر ہی پہنچے کیونکہ زمین عطیہ اور محصولاتی بوجھ نے ان کی حالت کو کمزور کیا۔ ان کے نزدیک گپت معیشت کی خوشحالی اصل میں بالائی طبقات اور مذہبی اداروں کے لیے زیادہ کارآمد تھی۔

گپت عہد میں زمین کی ملکیت ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی تھی۔ اصولی طور پر زمین کو راجہ کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا لیکن عملاً مختلف قسم کی زمینیں موجود تھیں: چراگاہ، زرعی زمین، بنجر زمین اور جنگلاتی علاقے۔ گپت حکمرانوں نے بڑے پیمانے پر زمین کو برہمنوں، مندروں اور بدھ مت و جین خانقاہوں کو عطیہ کیا۔ یہ عطیات بعض اوقات ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے تھے اور مقامی کسانوں کو ان نئے جاگیر داروں کے زیرِ تسلط کر دیا جاتا تھا۔ ڈی۔ ڈی۔ کوسمبی کے مطابق یہ زمین عطیات محض مذہبی نوعیت کے نہیں تھے بلکہ سیاسی مقاصد بھی رکھتے تھے۔ ان کے ذریعے حکمران طبقہ ایک وفادار سماجی گروہ تیار کرتا تھا۔ رومیلا تھاپر کا کہنا ہے کہ ان عطیات نے ہندوستانی سماج میں ''ابتدائی جاگیرداری'' کی بنیاد رکھی، جو بعد کے صدیوں میں مزید مستحکم ہوئی۔ کئی کتبوں میں اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ عطیہ شدہ زمین کے ساتھ کسانوں کو بھی نئے مالکوں کے ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ اس سے کسانوں کی آزادی کم ہو گئی اور ان پر محصولات کا بوجھ بڑھ گیا۔ گپت سلطنت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ محصول تھا۔ کسانوں کو اپنی پیداوار کا ایک حصہ ریاست کو دینا پڑتا تھا، جو عموماً اناج، مزدوری یا اجرت کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ چراگاہ، پانی، نمک اور بعض دیگر مصنوعات پر بھی محصول لگایا جاتا تھا۔ عرفان حبیب کے مطابق گپت عہد کے محصولاتی نظام نے کسانوں کو ایک مستقل بوجھ تلے دبا دیا۔ اگرچہ مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوا تھا، لیکن کسانوں کی حالت پہلے سے بہتر نہیں ہو سکی۔ ان کے

نزدیک گپت دور کی معیشت کو ''اشرافیہ پر مبنی خوشحالی'' کہا جاسکتا ہے۔

## 13.4.2 صنعت و دستکاری کا نظام

زراعت کے بعد صنعت و حرفت گپت معیشت کا اہم جز تھا۔ اس دور میں ٹیکسٹائل، لوہے اور تانبے کے برتن، زیورات، مجسمہ سازی اور دستکاری کی صنعتیں ترقی کر گئیں۔ کپاس اور ریشم کے کپڑے اندرون و بیرونِ ملک بھیجے جاتے تھے۔ 'امر کوش' میں دھاتوں کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ تمام دھاتوں میں لوہے کو سب سے زیادہ فائدہ مند مانا جاتا تھا۔ اسی لیے دیہاتی سماج میں لوہاروں کو کسانوں کے بعد کا درجہ حاصل تھا۔ گپت دور میں دھات کی صنعت کے ارتقا کا سب سے عمدہ نمونہ مہرولی کے مقام پر راجا چندر کا آہنی ستون مانا جاتا ہے۔ عام طور پر راجا چندر، چندر گپت دوم کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس دور کے ادب میں بھی اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ زیورات کا استعمال بھی کثرت سے کرتے تھے۔ اس دور میں دھاتوں کی تکنیک کے فروغ کے واضح ثبوت تصویروں والے سکے اور مہریں ہیں۔ مثلاً چندر گپت اور سمدر گپت کی سکوں پر بنی تصویریں اعلیٰ مہارت کا نمونہ ہیں۔ دھات کے بنے گوتم بدھ کے مجسمے بھی کافی نفاست سے بنائے گئے ہیں۔ ہاتھی دانت کی نقاشی کے ساتھ ساتھ پتھروں کو تراشنے اور ان پر کندہ کاری کے فن کو بھی عروج حاصل تھا۔ مختلف قسم کے پتھروں بشمول لاجورد(Lapislazuli)، زبرجد(Jasper) عقیقِ احمر(Red Agate)، الماس(Diomand) وغیرہ کی تراش، آراستگی، پالش اور ان کی تیاری جیسی سرگرمیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ صنعتی پیداوار کا ایک اہم اور بنیادی حصہ برتن تیار کرنا تھا، لیکن نقش و نگار والے چمک دار برتنوں کا استعمال عام نہیں تھا۔ اس کے بجائے ہلکے بھورے اور سرخ رنگ کے برتن کثیر تعداد میں تیار کیے جاتے تھے۔ ان میں سے بہت سے برتنوں پر ابرق لگایا جاتا تھا جس کی وجہ سے ان برتنوں پر فلزاتی یا دھاتی چمک آجاتی تھی۔

سونے کی صنعت بھی اس زمانے میں ترقی پر تھی۔ کھدائیوں میں مختلف سونے کے زیورات حاصل ہوئے ہیں۔ یہ زیورات عام طور پر بڑے گاؤوں اور شہروں میں رہنے والے مال دار طبقے کے ذوق کی تسکین کرتے تھے۔ امر کوش، برہت سمھتا اور کالی داس کی تحریروں میں ہیرے، موتی، مونگے اور دیگر قیمتی پتھروں کا بھی ذکر ملتا ہے جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اس دور میں ان اشیا کو تیار کرنے والی چھوٹی صنعتی اکائیاں بھی موجود تھیں۔ بڑے پیمانے پر تانبے کا استعمال تانبے کی صنعت کے وجود کی نشان دہی کرتا ہے۔ ظروف سازی اور مٹی کے برتن بنانا بھی اس دور کی اہم صنعتوں میں سے ایک تھا۔ کپڑا بنانے کی صنعت بھی قدیم ہندوستان کی ایک اہم صنعت تھی جسے گپت راجاؤں کے دور میں مزید فروغ حاصل ہوا۔ تعمیری مقاصد کے تحت استعمال ہونے والی لکڑی کی وجہ سے بانس کے ساتھ ساتھ لکڑی تراشنے کی صنعت کا بھی ارتقا ہوا۔ گپت عہد کے سونے کے سکے اپنی نفاست اور خوبصورتی کے لیے دنیا بھر میں پہچانے جاتے تھے۔ ان سکّوں پر مختلف دیوتاؤں اور حکمرانوں کی تصویریں کندہ کی جاتی تھیں، جو نہ صرف مذہبی عقیدے کی عکاسی کرتے تھے بلکہ ریاستی وقار کو بھی ظاہر کرتے تھے۔ بی۔ این۔ مکھرجی کا کہنا ہے کہ گپت دور کے سکے نہ صرف مالیاتی نظام کو مستحکم کرتے تھے بلکہ تجارت کی وسعت اور معیشت کی طاقت کی علامت بھی تھے۔

### 13.4.3 تجارت اور کاروبار

گپت عہد میں داخلی اور خارجی تجارت دونوں عروج پر تھیں۔گنگا کے کنارے بڑے شہروں اور بندرگاہوں کی موجودگی نے اندرونی تجارت کو آسان بنایا۔ تجارتی راستے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ بیرونی تجارت میں روم، بازنطینی سلطنت، جنوب مشرقی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ اہم تجارتی شریک تھے۔ جنوبی ہند کی بندرگاہیں جیسے کاویری پٹنم اور تمِل ساحلی علاقے بحری تجارت کے بڑے مراکز تھے۔ مصالحہ جات، کپاس، ریشم اور ہاتھی دانت کی برآمدات کی جاتی تھیں جبکہ بیرونِ ملک سے قیمتی دھاتیں اور گھوڑے درآمد کیے جاتے تھے۔ رادھاکمود مکرجی کے مطابق گپت عہد کی بیرونی تجارت نے ہندوستانی معیشت کو عالمی منڈی سے جوڑ دیا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ رومی سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستانی برآمدات کو کچھ دھچکا پہنچا۔ گپت دور کی معیشت کی ایک نمایاں خصوصیت ''گلڈز''یعنی صنعت کاروں اور تاجروں کی انجمنیں تھیں۔ یہ انجمنیں پیداوار، معیار، قیمتوں اور تجارت کو منظم کرتی تھیں۔ بعض اوقات یہ انجمنیں مذہبی اداروں کو عطیات بھی دیتی تھیں۔ رادھاکمود مکرجی نے گلڈز کو ''ریاست کے اندر ریاست'' قرار دیا ہے کیونکہ یہ نہ صرف اقتصادی سرگرمیوں کو قابو میں رکھتی تھیں بلکہ سماجی اور مذہبی معاملات میں بھی کردار ادا کرتی تھیں۔

### 13.4.4 تنقیدی جائزہ

گپت عہد کی معیشت کو اگر ایک رخ سے دیکھا جائے تو یہ واقعی 'خوشحال' اور 'ترقی یافتہ' معلوم ہوتی ہے۔ صنعت و حرفت کی ترقی، تجارتی روابط کا فروغ اور سکّہ سازی کی نفاست اس کی گواہ ہیں۔ لیکن اگر دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو کسانوں کی بدحالی، زمین عطیات کے نتیجے میں جاگیرداری کے ابتدائی عناصر کا ابھرنا اور محصولی بوجھ ایک تلخ حقیقت لگتی ہے۔ آر۔ ایس۔ شرما اور عرفان حبیب نے گپت دور کو ''ابتدائی جاگیرداری'' کے ارتقا کا مرحلہ قرار دیا ہے، جبکہ روایتی مورخین نے اسے ''خوشحالی کا سنہری دور'' کہا۔ حقیقت غالباًان دونوں کے بیچ میں ہے: ایک طرف بالائی طبقات اور مذہبی ادارے خوشحال تھے تو دوسری طرف عام کسان اور محنت کش دباؤ کا شکار تھے گپت عہد کی معیشت ایک جامع اور پیچیدہ ڈھانچے پر قائم تھی۔ زراعت نے بنیادی سہارا دیا، صنعت و حرفت نے اندرونی معیشت کو مضبوط بنایا، تجارت نے عالمی روابط قائم کیے اور گلڈز نے پیداوار و منڈی پر کنٹرول رکھا۔ لیکن اس سب کے ساتھ ساتھ کسانوں کی کسمپرسی، جاگیرداری عناصر کا ابھار اور طبقاتی تفاوت بھی واضح تھے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ گپت دور کی معیشت نے ایک طرف ہندوستان کو عالمی سطح پر نمایاں کیا، تو دوسری طرف اندرونی تضادات بھی پیدا کیے۔ یہی وہ تضادات تھے جنھوں نے بعد کی صدیوں میں ہندوستانی سماج اور سیاست کو گہرے اثرات دیے۔

## 13.5 گپت عہد کی ثقافت (Culture of Gupta Period)

گپت عہد کو ہندوستانی تاریخ میں سنہری دور (Golden Age) کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں سیاست، معیشت، فنونِ لطیفہ، ادب، سائنس اور فنِ تعمیر سبھی میدانوں میں نمایاں ترقی دیکھنے کو ملی۔ گپت حکمرانوں کی سرپرستی نے سنسکرت زبان اور کلاسیکی ادب کو ایک نیا معیار بخشا اور اس دور نے ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر گہرا اثر ڈالا۔ اگرچہ مذہبی ادب بھی اس وقت میں نمایاں رہا، لیکن غیر

مذہبی اور سیکولر (Secular) پہلوؤں کی ترقی نے گپت عہد کو عالمی سطح پر پہچان دلائی۔

### 13.5.1 مذہبی اور غیر مذہبی ادب کا فروغ

گپت عہد میں سنسکرت زبان دربار کی زبان کے طور پر رائج تھی۔ یہ زبان صرف ادبی اظہار ہی نہیں بلکہ سیاسی و سماجی وقار کی علامت بھی بن گئی تھی۔ برہمی رسم الخط (Brahmi Script) سے ناگری رسم الخط (Nagari Script) کا ارتقا اسی عہد میں ہوا۔ سنسکرت کے ذریعے رزمیہ شاعری، ڈراما، نثر اور گیتوں نے کلاسیکی معیار حاصل کیا۔ اگرچہ پُرانوں (Puranas) اور رزمیات (Epics) کی بنیاد پہلے رکھی جاچکی تھی، لیکن ان کو باقاعدہ تدوین گپت عہد میں ہی حاصل ہوئی۔ اس دور میں یادگار ادبی تخلیقات سامنے آئیں جنہوں نے ہندوستانی ادبیات کی بنیادیں مضبوط کیں۔ بدھ مت اور جین مت سے وابستہ اہلِ علم نے بھی سنسکرت کو اپنایا۔ چندرا گومیا نے گرامر پر 'چندرا ویاکرنم' مرتب کی، آریہ دیوا، آریہ آسانگا اور واسوبندھو جیسے بدھ مت اسکالرز نے فلسفیانہ اور منطقی تحریریں لکھیں۔ جین دانشور سدھا سینا دیواکر نے منطق کو فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پراکرت زبانوں (Prakrit) کا بھی ارتقا ہوا۔ شور سینی (Sauraseni) متھرا کے علاقے میں بولی جاتی تھی، اردھ مگدھی (Ardhamagadhi) اودھ اور بہار میں، اور مہاراشٹری (Maharashtri) برار کے علاقوں میں رائج تھی۔ یہ تمام زبانیں اس وقت کے کثیر لسانی معاشرے کی عکاس تھیں۔

گپت عہد کا سب سے روشن پہلو سیکولر ادب تھا۔ اس زمانے کے درباروں میں اہلِ قلم اور اہلِ فن کی سرپرستی کی جاتی تھی۔ سمدر گپت نے ہری سین جیسے عالم کی حوصلہ افزائی کی۔ چندر گپت دوم کے دربار میں نورتن یعنی نو ہیرے تھے، جن میں سب سے مشہور کالی داس (Kalidasa) تھے۔ کالی داس کا شمار دنیا کے عظیم ترین شاعروں اور ڈرامہ نگاروں میں کیا جاتا ہے۔ ان کی تخلیق 'ابھگیان شاکنتلم' (*Abhijnan Shakuntalam*) ایک ایسا ڈراما ہے جسے عالمی ادب کے سو عظیم شاہکاروں میں شامل کیا گیا۔ اس میں راجا دشینت اور شکنتلا کی محبت کی کہانی کو نہایت لطیف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کالی داس کے ڈرامے 'مالوکا اگنی متر' اور 'وکرم اُروشی' بھی مشہور ہیں۔ ان کے رزمیہ کارناموں میں 'رگھو مش' (*Raghuvamsa*) اور 'کمار سمبھو' (*Kumarasambhavam*) شامل ہیں جب کہ 'ریتو سمہارا' اور 'میگھ دوت' جیسے گیت سنسکرت ادب کی لازوال میراث ہیں۔ اسی دور میں وشاکھادت نے 'مدرا راکشس' (*Mudra Rakshasa*) اور 'دیوی چندرا گپتم' لکھے۔ شودرک نے 'مرچھ کٹیکم' (*Mrichchhakatikam*) یعنی مٹی کی کھلونا گاڑی تخلیق کی، جو ایک سوداگر اور رقاصہ کی بیٹی کی کہانی پر مبنی ڈراما ہے۔ اسے قدیم ڈرامے کا شاہکار مانا جاتا ہے۔ بھاراوی نے 'کرتار ارجنیا' میں ارجن اور شیو کے درمیان تصادم کو موضوع بنایا۔ ڈانڈن نے 'کاویہ ورشا' اور 'دش کمار چرتر' لکھیں، جبکہ بھاس کی 'سوپن واسودتا' ڈراما نگاری کی ایک اور بہترین مثال ہے۔ گپت عہد میں کہانیوں اور اخلاقی اسباق پر مبنی ادبی تخلیقات بھی سامنے آئیں۔ وشنو شرما کو 'پنچ تنتر' (*Panchatantra*) کی تصنیف کا سہرا دیا جاتا ہے، جس میں کہانیوں کے ذریعے سیاسی اور اخلاقی تعلیم دی گئی۔ بدھ مصنف امر سمہا نے 'امر کوش' (*Amarakosha*) نامی لغت مرتب کی، جو سنسکرت زبان میں ایک اہم حوالہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وتساین نے 'کام سوتر' (*Kamasutra*) اسی دور میں تحریر کی، جو انسانی رویوں اور جنسی اخلاقیات پر مبنی ایک معیاری کتاب ہے۔ یہ تمام تصنیفات ظاہر

کرتی ہیں کہ گپت عہد صرف مذہبی ادب تک محدود نہیں تھا بلکہ سیکولر ادب کو بھی وہی اہمیت دی گئی۔ ڈراموں کے بارے میں یہ بات اہم ہے کہ وہ زیادہ تر کامیڈی (Comedy) پر مبنی تھے اور ان میں ٹریجڈی (Tragedy) کا تصور موجود نہ تھا۔ دوسری نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ مختلف سماجی طبقات کے کردار مختلف زبانیں بولتے تھے؛ مثلاً عورتیں اور شودر پراکرت میں بات کرتے تھے جبکہ برہمن اور اشراف سنسکرت استعمال کرتے تھے۔

## 13.5.2 سائنسی ادب کا فروغ

گپت عہد میں سائنس خصوصاً ریاضی (Mathematics) اور فلکیات (Astronomy) میں بڑی پیش رفت ہوئی۔

- آریہ بھٹ (Aryabhatta) نے زمین کو گول قرار دیا، اس کی گردش اور گرہن کی سائنسی توجیہ دی، اور 499ء میں ''آریہ بھٹیکا'' (Aryabhattika) لکھی۔
- وراہ مہر (Varahmihir) نے ''پنچ سدھانٹیکا'' اور ''برہت سمہتا'' تصنیف کی جن میں فلکیات، نجوم، جغرافیہ اور شادی بیاہ تک کے موضوعات شامل ہیں۔
- برہما گپت (Brahmagupta) نے فلکیات پر مزید کام کیا۔
- طب (Medicine) میں واگ بھٹ (Vagabhatta) نے ''اشٹانگ سمگرہ'' لکھی۔
- ہاتھیوں کی بیماریوں پر ''ہست آیوروید'' (*Hasta Ayurveda*) لکھی گئی۔
- ''نوانیتکم'' (*Navanitakam*) طبّی نسخوں کا اہم مجموعہ تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ گپت دور میں سائنسی ادب کو بھی غیر معمولی ترقی ملی۔ ریاضی، فلکیات، نجوم اور طب کے شعبوں میں یادگار کارنامے سامنے آئے۔ آریہ بھٹ (Aryabhata) نے 499ء میں 'آریہ بھٹیا' (*Aryabhatiya*) لکھی جس میں ریاضی اور فلکیات کے بنیادی اصول بیان کیے۔ اس نے زمین کو کرہ (Sphere) قرار دیا اور بتایا کہ یہ اپنے محور پر گھومتی ہے۔ اس نے سورج اور چاند گرہن کو سائنسی بنیادوں پر سمجھایا اور شمسی سال کی لمبائی 365 دن قرار دی، جو موجودہ حساب کے قریب ترین ہے۔ اگرچہ بعد میں وراہ مہر اور برہم گپت نے اس کی کچھ آرا سے اختلاف کیا، لیکن واضح ہے کہ آریہ بھٹ نے فلکیات کو ریاضی سے الگ ایک علم کے طور پر قائم کیا۔ وراہ مہر نے 'پنچ سدھانتیکا' (*Pancha Siddhantika*) اور 'برہت سمہتا' (*Brihat Samhita*) تصنیف کی، جس میں فلکیات کے ساتھ ساتھ جغرافیہ، موسم، فنِ تعمیر، شادی بیاہ اور شگون جیسے موضوعات پر بھی بحث کی گئی۔ ان کی 'برہت جاتک' (*Brihat Jataka*) علم نجوم (Astrology) کی ایک معیاری کتاب تھی۔ طب کے میدان میں واک بھٹ (Vagbhata) نے 'اشٹھانگ سنگرہہ' (*Ashtanga Samgraha*) لکھی، جس میں طب کی آٹھ شاخوں کا خلاصہ ہے۔ اس کے علاوہ 'نوانیتکم' اور 'ہست آیوروید' جیسی کتابیں بھی اس عہد میں مرتب ہوئیں۔

### 13.5.3 فنون لطیفہ اور فن تعمیر کی ترقی

فنون لطیفہ اور فن تعمیر کے اعتبار سے بھی گپت عہد نمایاں رہا۔ سمدر گپت اور چندر گپت دوم خود فنون کے سرپرست تھے۔ سونے کے سکوں پر سمدر گپت کو وینا بجاتے دکھایا گیا، جو ان کے فن موسیقی سے شغف کی علامت ہے۔ مجسمہ سازی میں بدھ اور ہندو دیوتاؤں کی شبیہیں تراشی گئیں۔ سلطان گنج سے بدھ کا ساڑھے سات فٹ اونچا کانسی کا مجسمہ ملا، جو فنِ دھات گری (Metallurgy) کی اعلیٰ مثال ہے۔ دہلی کا مشہور "آہنی ستون" (Iron Pillar) بھی اسی دور کی یادگار ہے، جو صدیوں گزرنے کے باوجود زنگ آلود نہیں ہوا۔ مصوری کے فن میں اجنتا اور باگھ کی غاریں مشہور ہیں، جہاں بدھ کی زندگی کے واقعات کو دیواروں پر رنگوں کے ذریعے پیش کیا گیا۔ ان تصویروں میں جیتی جاگتی زندگی کی عکاسی ملتی ہے، اور آج بھی ان کے رنگ وروپ قائم ہیں۔ فن تعمیر میں گپت عہد کو مندر طرز کے ارتقا کا نقطہ آغاز کہا جاتا ہے۔ ابتدائی مندر چھوٹے اور سادہ تھے، لیکن ان میں بعد میں ناگرہ (Nagara) اور دراوڑ (Dravida) طرز کی بنیاد رکھی گئی۔ بھیتر گاؤں، بھومرا اور دیوگڑھ کے مندر اسی طرز کی ابتدائی مثالیں ہیں۔ اجنتا اور ایلورہ کی غاریں اس عہد کے سنگ تراش فن کی بہترین نمائندہ ہیں، جن میں وہار (Viharas) اور چیتیہ (Chaityas) دونوں شامل ہیں۔ یوں گپت عہد ادب، سائنس، فنون لطیفہ اور فن تعمیر کے میدان میں ایک نیا سنگ میل تھا۔ یہ زمانہ صرف مذہب تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے ایک ہمہ جہت اور جامع ثقافت کو فروغ دیا۔ سنسکرت ادب کو عالمی وقار ملا، ڈراما اور رزمیہ شاعری نے اپنی انتہا کو چھوا، ریاضی اور فلکیات نے نئے اصول وضع کیے، فنون لطیفہ نے ہندوستان کو عالمی ثقافت کے نقشے پر جگہ دلائی۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے گپت عہد کو "کلاسیکی ہندوستان کا سنہری دور" قرار دیا ہے۔

## 13.6 گپت دور کی مذہبی زندگی (Religious Life during Gupta Period)

ہندوستان کی تاریخ میں گپت عہد کو سنہری دور قرار دیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں جہاں سیاسی استحکام، اقتصادی خوشحالی اور علمی ترقی دیکھنے کو ملتی ہے، وہیں مذہبی اور فکری میدان میں بھی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ گپت حکمران اگرچہ ہندو تھے لیکن ان کی پالیسی مذہبی رواداری پر مبنی تھی۔ بدھ مت، جین مت اور ہندو مت تینوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، تاہم آہستہ آہستہ بدھ مت زوال پذیر ہوا اور برہمنی ہندو مت اپنے نئے روپ کے ساتھ غالب آ گیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں پرانک ہندو مت نے جنم لیا، بھکتی تحریک کو فروغ ملا، تثلیث (برہما، وشنو، شیو) کا نظریہ وجود میں آیا اور شakti یا دیوی پوجا کا دائرہ وسیع ہوا۔

### 13.6.1 بدھ مت کا زوال اور جین مت کی بقا

گپت دور میں بدھ مت کی شاہی سرپرستی ختم ہو گئی۔ اشوک اور کنشک کے عہد میں بدھ مت کو جو عروج ملا تھا، وہ گپت عہد میں برقرار نہ رہ سکا۔ اگرچہ چینی سیاح فاہیان نے لکھا ہے کہ بدھ مت کو ترقی ملی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مذہب آہستہ آہستہ اپنی عوامی مقبولیت کھو رہا تھا۔ برہمنی ہندو مت نے عدم تشدد اور بھکتی جیسے نظریات کو اپنے اندر سمو لیا جس کی وجہ سے بدھ مت کی انفرادیت ختم ہو گئی۔ مزید یہ کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بدھ کو وشنو کا اوتار تسلیم کر لیا گیا اور اس طرح بدھ مت کو برہمنی مذہب میں جذب کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس

کے برعکس جین مت اپنی قدامت پسندانہ خصوصیات کے باعث زیادہ عرصے تک قائم رہا۔ جین مت کے بنیادی اصولوں میں وقت کے ساتھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگرچہ یہ مذہب زیادہ مقبول نہ ہوسکا لیکن مغربی ہندوستان کے تجارتی طبقے اور بعض مقامی حکمرانوں نے اس کی سرپرستی جاری رکھی۔ چھٹی صدی کے آغاز میں ولبھی میں دوسری جین کونسل منعقد ہوئی جس میں مذہبی اصولوں کی وضاحت اور تنظیم نو کی گئی۔اس دور میں جین پیروکاروں نے اپنے تیر تھنکروں کی شبیہیں تراشیں جو آج بھی بھوبنیشور کے کھنداگیری غاروں میں موجود ہیں۔

### 13.6.2 پرانی ہندومت اور مذہبی احیاء

گپت عہد کے سب سے بڑے مذہبی کارناموں میں پرانوں کی تدوین شامل ہے۔ پران دراصل قدیم نسخے تھے جن میں کائنات کی تخلیق، مختلف شاہی خاندانوں کے شجرے، دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں اور مذہبی رسوم کی وضاحت موجود تھی۔ ابتدا میں یہ نسخے شاعروں نے تخلیق کیے لیکن بعد میں برہمنوں نے انہیں کلاسیکی سنسکرت میں از سرِ نو لکھااور ان میں ہندو فرقوں کی عقیدت، رسوم اور نظریات شامل کیے۔ ان پرانوں کی بدولت ہندومت کو ایک نئی زندگی ملی اور عوام کے درمیان اس کی جڑیں گہری ہوتی گئیں۔ گپت دور میں ویدک دیوتاؤں کی جگہ انسانی شکل کے دیوتاؤں کی مورتیوں نے لے لی۔ یگیہ اور جانوروں کی قربانی کی رسم بتدریج ختم ہوئی اور ان کی جگہ مورتی پوجا اور پرساد چڑھانے کی رسم نے لے لی۔ یہ تبدیلی دراصل ہندومت میں بھکتی یا عقیدت کی تحریک کا آغاز تھی۔ بھکتی نے مذہب کو اجتماعی کی بجائے انفرادی بنادیا۔ اب ہر فرد اپنی پسند کے دیوتا کے ساتھ ذاتی عقیدت رکھ سکتا تھا۔ عبادت گزار اور دیوتا کے درمیان ایک جذباتی اور روحانی رشتہ قائم ہوا جس میں پجاری کی اہمیت بھی بڑھ گئی۔

### 13.6.3 وشنو اور شیو فرقے

گپت عہد میں ہندو مذہب کے پیروکار بنیادی طور پر دو بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے: ویشنو اور شیوی۔ ویشنو فرقہ وشنو کو اعلیٰ ترین دیوتا مانتا تھا جبکہ شیو فرقہ شیو کو سب سے بڑا دیوتا تصور کرتا تھا۔ شمالی ہندوستان میں ویشنو کی پرستش زیادہ عام تھی اور گپت حکمرانوں نے بھی اس فرقے کی سرپرستی کی۔ چندر گپت دوم اپنے آپ کو پرم بھاگوت یعنی وشنو کا عقیدت مند کہلاتا تھا۔ اس کے برعکس جنوبی ہند اور بعض دیگر علاقوں میں شیو مت نے گہری جڑیں پکڑیں۔ ہن بادشاہ مہر کل، بنگال کا راجہ ششانک، قنوج کے پشیا بھوتی اور ولبھی کے میترک حکمران سبھی شیو کے پیروکار تھے۔ اس فرقہ بندی کے باوجود کبھی کبھار ان فرقوں کے درمیان سخت دشمنی اور رقابت بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تاہم پرانوں میں توحید اور وحدانیت پر زور دیا گیا تاکہ مختلف فرقوں کو ایک دائرے میں لایا جاسکے۔ گپت عہد کی ایک اور بڑی مذہبی پیش رفت برہما، وشنو اور شیو کی تثلیث کا تصور تھا۔ ان تین دیوتاؤں کو بالترتیب تخلیق، بقا اور فنا کے ساتھ منسلک کیا گیا۔ گویا برہما کائنات کا خالق، وشنو محافظ اور شیو فنا کرنے والا قرار پایا۔ تاہم وقت کے ساتھ برہما کی اہمیت کم ہو گئی اور وشنو و شیو ہی سب سے بڑے دیوتا مانے گئے۔ پرانوں کو از سر نو لکھا گیا تاکہ ان دونوں کی عظمت کو اجاگر کیا جاسکے۔ ویدک عہد کے دیوتا رفتہ رفتہ گم ہو گئے اور ان کی جگہ نئے دیوتا مثلاً شیو، وشنو، کارتکیہ اور گنیش نے لے لی۔ وشنو کی پرستش کو ایک منظم شکل دینے کے لیے بھاگوت مت کا ظہور ہوا۔ وشنو کو نارائن کے ساتھ ملا دیا گیا اور اس طرح ''نارائن وشنو'' کا

تصور پیدا ہوا۔ وشنو کو قبائلی سردار کی طرح ایک محافظ اور مہربان دیوتا سمجھا جانے لگا جو اپنے بھکتوں کو خوشحالی اور کامیابی عطا کرتا ہے۔ کرشنا اور وشنو کو ایک مانا گیا اور مہابھارت کو نئے سرے سے لکھا گیا تاکہ اس بات کو اجاگر کیا جا سکے۔

بھکتی تحریک کے دو بنیادی پہلو تھے: اخلاص کے ساتھ عبادت اور اہنسا یعنی عدم تشدد۔ بھکت اپنے دیوتا کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھتے تھے اور جانوروں کی قربانی سے پرہیز کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بھاگوت مت غیر ملکیوں اور تاجروں کے لیے بھی پرکشش بنا۔ وشنو کو دس اوتاروں کا حامل مانا گیا اور یہ عقیدہ پختہ ہوا کہ جب بھی دھرم خطرے میں ہوگا تو وشنو کسی نہ کسی اوتار میں ظاہر ہو کر دنیا کو نجات دیں گے۔ گپت عہد میں ماں دیوی یا شکتی کی پرستش بھی عام ہوگئی۔ کالی، درگا، پاروتی، لکشمی اور دیگر دیویوں کو شیو یا وشنو کی بیویوں کے طور پر پوجا جانے لگا۔ شکتی فرقہ نے تانترک اثرات کے ساتھ ایک نئے مذہبی کلچر کو جنم دیا۔ مرکنڈیہ پران میں چنڈی کو مہیشاسر کے خاتمے والی دیوی کے طور پر بیان کیا گیا۔ رفتہ رفتہ دیوی پوجا کا یہ سلسلہ برہمنی ہندومت کا لازمی حصہ بن گیا۔ اس زمانے میں کارتکیہ اور گنیش بھی اہم دیوتا بن کر ابھرے۔ کارتکیہ کو جنگ کا خدا مانا گیا جبکہ گنیش کو خوش قسمتی اور آغاز کی علامت کے طور پر پوجا جانے لگا۔ گپت دور کے مجسموں اور سکوں میں ان کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دیوتا عوامی سطح پر بے حد مقبول تھے۔ دیوی لکشمی کو دولت اور خوشحالی کی دیوی مانا گیا اور بعد میں اسے وشنو کی بیوی قرار دیا گیا۔

گپت دور میں یگیہ اور جانوروں کی قربانی کی رسم آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔ اس کی جگہ پوجا اور بھکتی نے لے لی۔ یوں مذہب زیادہ ذاتی اور انفرادی نوعیت کا ہو گیا۔ عبادت گزار اور دیوتا کے درمیان تعلق براہِ راست قائم ہوا اور پجاریوں کی اجارہ داری کم ہونے لگی۔ انسان کے لیے زندگی کے چار مقاصد طے کیے گئے: دھرم (قانون)، ارتھ (معاشی خوشحالی)، کام (نفسانی خواہشات) اور موکش (روحانی نجات)۔ گپت حکمرانوں نے مذہبی رواداری کی پالیسی اپنائی۔ اس دور میں بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں پر ظلم و ستم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ نالندہ یونیورسٹی کو بدھ مت کے مرکز کے طور پر ابھرنے کا موقع ملا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہندومت نے بدھ مت کے کئی عناصر کو اپنے اندر سمو کر اسے غیر مؤثر بنا دیا۔ اسی طرح جین مت بھی محدود پیمانے پر زندہ رہا۔

## 13.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

گپت عہد کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس دور میں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہب میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ویدک عہد میں رائج ورن نظام (Varna System) گپت عہد تک آتے آتے سخت اور جمی ہوئی شکل اختیار کر گیا تھا۔ برہمنوں کو دیے گئے زمینی عطیات (Land Grants) نے ان کی بالادستی کو مضبوط کیا اور وہ گپت حکمرانوں کو دیوتا نما شخصیت کے طور پر پیش کرنے لگے۔ اس کے بدلے گپت حکمران بھی برہمنوں کے زبردست حامی بن گئے اور غالباً ویشیہ ہونے کے باوجود برہمنوں کے ذریعہ انہیں چھتریہ مانا جانے لگا۔ اس دور میں مختلف ذاتوں اور ذیلی ذاتوں کا ارتقا ہوا، جن میں غیر ملکیوں اور قبائلی طبقات کو شامل کر لیا گیا۔ اس سے ایک طرف برہمنی سماج میں وسعت پیدا ہوئی تو دوسری طرف اچھوتوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ شودروں کی حالت کچھ بہتر ہوئی، انہیں کھیتی

باڑی سے وابستہ دکھایا گیا اور ان کی عورتوں کو پران سننے اور کرشنا کی پوجا کی اجازت ملی، البتہ اعلیٰ ذات کی عورتوں کے لیے روزگار کے مواقع محدود رہے۔ معاشی سطح پر گپت دور میں کھیتی باڑی کو بڑی اہمیت دی گئی اور آبپاشی پر زور دیا گیا۔ برہمنوں کو زمین کے عطیات دیے گئے جن کے نتیجے میں بعض خالی زمینیں قابل کاشت ہوئیں، مگر کسانوں کی حیثیت کمزور پڑ گئی اور کئی علاقوں میں ان پر بیگار مسلط کی گئی۔ کسانوں اور عام لوگوں کے معیارِ زندگی میں گراوٹ نظر آتی ہے، البتہ کچھ بڑے کسان خوشحال بھی تھے۔ دستکاروں اور فنکاروں کے رتبے میں بھی فرق دکھائی دیتا ہے۔ تجارتی سرگرمیاں جاری رہیں مگر لمبی دوری کی تجارت میں کمی آگئی، خاص طور پر رومی سلطنت کے ساتھ ریشم کی برآمدات 550ء کے بعد گھٹ گئیں۔ گپت حکمرانوں نے سب سے زیادہ سونے کے سکے 'دینار' جاری کیے جن پر ان کی تصویریں بنی ہوتیں، یہ دھات کے فن کی ترقی کی نشانی ہے۔ البتہ کشان دور کے مقابلے ان سکوں کی خالصتاً مقدار کم تھی اور تانبے کے سکوں کا رواج بھی گھٹ گیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقدی کا استعمال پہلے کے مقابلے کم ہو گیا تھا۔

ثقافتی سطح پر گپت دور کو سنسکرت ادب کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں سنسکرت قواعد اور لغت کی ترقی ہوئی، امر سمہا کی امر کوش نمایاں مثال ہے۔ یہ دور کلاسیکی ادب اور خوش خطی کے آغاز کا دور سمجھا جاتا ہے۔ فنونِ لطیفہ اور فنِ تعمیر پر مذہب کی چھاپ نمایاں رہی۔ مذہبی اعتبار سے اس زمانے میں بدھ مت کی شاہی سرپرستی کم ہو گئی، اگرچہ فاہیان کے مطابق عوام میں اس کا چلن باقی تھا۔ ہندو مت میں بھاگوت عقیدہ (Bhagavatism) اور شکتی فرقہ (Shakti Cult) کا زور بڑھا۔ دیوی ماں اور تانترا (Tantra) کی پوجا عام ہوئی، کارتکیہ اور گنیش کے فرقے بھی مقبول ہوئے۔ اس طرح برہمنی ہندو مت میں دیگر عقائد و تحریکوں کے امتزاج سے ایک نئی صورت پیدا ہوئی جس نے قدیم مذہبی ڈھانچے کو بدل ڈالا۔ یوں گپت عہد میں سماج اور معیشت کے مختلف طبقات میں عدمِ مساوات بڑھتی گئی، کسانوں اور نچلے طبقوں کی حالت بگڑ گئی، لیکن ادب، فن اور مذہب کے میدان میں یہ دور ہندوستانی تاریخ کا نمایاں اور زرخیز دور ثابت ہوا۔

## 13.8 فرہنگ (Glossary)

**اجنتا** : قدیم ہندوستانی پینٹنگیز جو تیس غاروں کی دیواروں پر موجود ہیں جو وسطی ہندوستان کے قدیم بدھ مت خانقاہ کا ایک حصہ ہے۔

**فلکیات** : وہ علم جس میں زمین سے پار کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس میں ستارے، سیارے اور دیگر فلکی اجسام کی نوعیت، مقام، حرکت پذیری اور زمین سے ان کے تعلق پر بحث کی جاتی ہے۔

**زمینی عطیات** : حکمرانوں کی جانب سے تنخواہ کے عوض میں دی جانے والی زمین

**ستی** : خاتون بیوہ کے ذریعہ اپنے مرحوم شوہر کی آخری رسومات پر اپنی جان کی قربانی دینا

**استری دھن** : عورت کو اپنے والدین، شوہر اور سسرال سے ملنے والی چیزیں

**ویشنوزم** : ویشنومت بھی ہندوؤں کے بڑے فرقوں میں ایک اہم فرقہ ہے جو وشنو کا اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتا ہے۔

**شکتی مت** :شکتی مت ہندومت کی ایک بڑی روایت ہے، جس میں مابعدالطبیعیاتی حقیقت کو نسائی پہلو سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

## 13.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 13.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گپت سماج میں ورن نظام سے باہر اچھوت سمجھے جانے والے طبقے (جیسے چنڈال) کیا کہلاتے تھے؟

(الف)دویج (ب)انتیج (ج)کائستھ (د)ویشیہ

2. ستی کی رسم کا پہلا کتباتی ثبوت (ایرن کتبہ) کس گپت حکمران کے دور سے ملتا ہے؟

(الف)چندر گپت دوم (ب)کمار گپت (ج)اسکند گپت (د)بھانو گپت

3. اخلاقی کہانیوں کا مشہور مجموعہ "پنچ تنتر" کس نے تحریر کیا؟

(الف)کالی داس (ب)وشاکھادت (ج)وشنو شرما (د)شودرک

4. کس گپت دور کے عالم نے سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین گول ہے اور اپنے محور پر گھومتی ہے؟

(الف)وراہ مہر (ب)برہما گپت (ج)آریہ بھٹ (د)واگ بھٹ

5. گپت دور میں ہندو مذہب کے کن دو فرقوں کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا؟

(الف)بدھ اور جین (ب)ویشنو اور شیو (ج)شکتی اور گنپتی (د)آجیوک اور تانترک

### 13.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. گپت دور میں ذات کے نظام پر ایک نوٹ لکھیے۔
2. گپت عہد میں عورتوں کی حیثیت کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
3. گپت عہد میں سائنسی ادب کے ارتقا پر روشنی ڈالیے

### 13.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. تجارت اور کاروبار کی حالت کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔
2. گپت عہد میں ادب کے نشوونما کی تفصیلی وضاحت کیجیے۔

# اکائی 14۔ ہرش وردھن اور اس کے کارنامے

(Harshavardhana and His Achievements)

اکائی کے اجزا


14.0 تمہید

14.1 مقاصد

14.2 مآخذ

14.3 ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات

14.4 ہرش کی تخت نشینی

14.5 ہرش کے فوجی معرکے

14.6 ہرش کی سلطنت کی وسعت

14.7 ہرش کی شخصیت

14.8 انتظام حکومت

14.8.1 ٹیکس

14.9 اکتسابی نتائج

14.10 فرہنگ

14.11 نمونہ امتحانی سوالات

14.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

14.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

14.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 14.0 تمہید (Introduction)

گپت سلطنت کے زوال کے بعد شمالی ہندوستان میں سیاسی بدنظمی پھیل گئی تھی۔ ملک ایک بار پھر چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ہونوں کے تباہ کن حملوں سے حالات مزید سنگین ہوگئے۔ ان ہی حالات میں پشیہ بھوتی خاندان نے تھانیشور میں وردھن حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان کا سب سے مشہور حکمراں ہرش وردھن تھا۔ وہ پربھاکر وردھن کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اس کی پیدائش 570 عیسوی میں ہوئی۔ اوائل عمر میں ہی ہرش نے جنگی فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ 604 عیسوی میں جب ہونوں نے تھانیشور پر حملہ کیا تو ہرش بھی اپنے بڑے بھائی راجیہ وردھن کے ساتھ ہونوں کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ جلد ہی پربھاکر وردھن کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ہرش کا بڑا بھائی تھانیشور کا حکمراں بنا۔ اس وقت گوڑ (بنگال) کے حکمراں ششانک اور مالوہ کے حکمراں دیو گپت نے مل کر قنوج کے حکمراں گرہ ورمن کو مار ڈالا اور اس کی بیوی راجیہ شری کو قیدی بنالیا۔ گرہ ورمن ہرش اور راجیہ وردھن کا بہنوئی تھا۔ اپنی بہن کو چھڑانے کے لیے راجیہ وردھن نے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ وہ جنگ میں کامیاب تو رہا مگر ششانک کی حکمت عملی کی وجہ سے اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ان حالات میں ہرش 606ء میں تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر محض سولہ سال تھی۔ ہرش کے سامنے اس وقت دو اہم مسائل تھے۔ اول اپنے بھائی اور بہنوئی کے قتل کا بدلا لینا، دوسرا اپنی بہن کو قنوج کے قید خانہ سے نکالنا۔ ہرش نے اس مقصد سے ایک بڑی فوج تیار کی اور قنوج پر حملہ کر دیا۔ مالوہ اور گوڑ کے حکمراں گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ قنوج کے لوگوں نے ہرش کا پرزور استقبال کیا اور اس سے قنوج کی ذمے داری سنبھالنے کی درخواست کی۔ کچھ تامل کے بعد ہرش نے قنوج اور تھانیشور کو ملا کر حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنالیا۔ اس نے 648 عیسوی تک حکومت کی۔

## 14.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- چھٹی صدی عیسوی کے دوران سیاسی حالات جان سکیں گے۔
- ہرش کس طرح برسر اقتدار آیا۔ اس کی تخت نشینی کے اہم واقعات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- ہرش کی اہم مہمات پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- ہرش کی سلطنت کی وسعت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ہرش کی شخصیت اور انتظام مملکت کا تجزیہ کر سکیں گے۔

## 14.2 مآخذ (Sources)

### 14.2.1 ادبی ماخذ (Literary Sources)

**بان بھٹ:** بان بھٹ ہرش کا درباری شاعر اور نثر نگار تھا۔ اس کی سب سے اہم تصنیف ہرش چرت ہے۔ ہرش چرت راجا ہرش وردھن کی سوانح عمری ہے۔ تاریخی واقعات کے لحاظ سے یہ سنسکرت کی سب سے پرانی تصنیف ہے۔ اس میں کل 7 ابواب ہیں۔ پہلا باب مصنف کے

حالات زندگی سے متعلق ہے۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے ابواب میں ہرش کے آباء واجداد اور تھانیسر کے شاہی خاندانوں کی تفصیلات ملتی ہیں۔ پانچویں اور چھٹے باب میں ہرش کی جنگوں اور فتوحات کا ذکر ہے اور آخری باب میں وندھیا کے جنگلوں میں رہنے والے مختلف فرقوں کا ذکر ہے۔ بان اس تصنیف میں نہ صرف ہرش کی فوج اور اس کی مہمات کا ذکر کیا ہے بلکہ اس وقت کے مذہبی فرقوں اور گاؤں کا بھی خوبصورت منظر پیش کیا ہے۔ ہرش کے عہد کی جان کاری کے لیے یہ اہم دستاویز ہے۔ دوسری اہم تصنیف کدمبری ہے۔

**ہیون سانگ:** ہرش کے عہد کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ چینی سیاح ہیون سانگ کا سفر نامہ ہے۔ ہیون سانگ اپنے وطن سے 629 عیسوی میں روانہ ہوا۔ وسط ایشیا کی سیر کرتے ہوئے وہ کشمیر، بودھ گیا، سارناتھ کے راستے نالندہ پہنچا۔ اس کے بعد ہرش نے اسے اپنے یہاں مدعو کیا۔ ہندوستان سے واپسی تک ہیون سانگ ہرش کا مہمان رہا۔ 644 عیسوی میں اسے اپنے وطن جانے کی اجازت ملی۔ اس نے بدھ مت کی کئی مقدس تحریریں جمع کیں اور بہت سے علوم پر عبور حاصل کیا۔ واپسی پر اس نے اپنی معرکتہ الآرا سرگزشت 'سی یو کی' لکھی۔ یہ تصنیف جس میں اس کے مغربی دنیا کے مشاہدات درج ہیں۔ ساتویں صدی کے ہندوستان کی سماجی زندگی، یہاں کے نظم ونسق اور مذاہب سے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اے ایل باشم کا خیال ہے کہ ''ہیون سانگ فاہیان کے مقابلے دنیاداری کی زیادہ سمجھ رکھتا تھا ہرش کے تعلقات بہت قریبی تھے ہرش کو اس نے اپنے دربار میں اعلیٰ منصب عطا کر رکھا تھا۔ اس اعتبار سے اس کی تحریریں فاہیان کے مقابلے میں زیادہ تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔''

**اِتسنگ:** چینی سیاح اتسنگ جو 673 سے 685ء کے درمیان ہندوستان میں رہا، اپنے قیام کے دوران اس نے ہندوستانی علوم اور بدھ مت کی کتابیں جمع کیں۔ اس نے سنسکرت کے قریب چار سو مخطوطات جمع کیے۔ اس نے سنسکرت میں چینی زبان کی لغت تیار کی۔ اس کے علاوہ اس نے بدھ مدت کے ساٹھ راہبوں کی سوانح عمری لکھی۔ ان راہبوں نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اتسنگ نے اس وقت کے ہندوستان کے سماجی، اقتصادی اور مذہبی حالات کی بہترین عکاسی کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس وقت کے ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ کا اہم ماخذ ہے۔

### 14.2.2 کتبات اور سکے (Inscriptions and Coins)

چھٹی صدی عیسوی کے آخری نصف اور ساتویں صدی کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے آخری گپتوں، موکھاریوں میترکوں، چالوکیاؤں، بنگال اور اڑیسہ کے حکمرانوں کے زمانے کے کتبات اہم ماخذ ہیں۔ اس کے علاوہ نالندہ یونیورسٹی کے باقیات اور ہرش کے زمانے کے سکے بھی اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ہرش کے زمانے کے بہت سے کتبے ملے ہیں جن سے اس عہد کی جان کاریاں ملتی ہیں۔ 631 عیسوی کا مدھوبن کا پر پلیٹ چار نسلوں تک ہرش کا شجرہ بتاتا ہے۔ سونی پت کا کتبہ ہرش کی حکومت کی تاریخ وار ترتیب کی مشکلات کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اتر پردیش میں ملے 628 عیسوی کے بانس کھیڑا کتبہ سے ہرش کے دستخط کا نمونہ حاصل ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہرش ایک اچھا خطاط بھی تھا۔ گپت عہد کی اور ہرش کے عہد حکومت کی نالندہ کی مٹی کی مہریں اور کتبے اس عہد کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ چالوکیہ بادشاہ پلک سین دوم کے عہد کا ایہول منقوئی کتبہ جو کرناٹک سے ملا ہے، اسے اس کے درباری شاعر روی کیرتی نے لکھا ہے۔ اس میں

610 سے 642 عیسوی تک کے عہد کی جانکاری ملتی ہے۔ ریاست گجرات میں ایک کتبہ ملاہے جو ہرش کے اصل اور عروج سے متعلق جانکاری فراہم کرتاہے۔اس کے علاوہ اس عہد کے بہت سے سکے بھی ملے ہیں جو اس عہد کے بارے میں قابل بھروسہ جان کاری دیتے ہیں۔ یہ سکے ہرش نے پریاگ کاؤنسل میں تقسیم کیے تھے۔

## 14.3 ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات (Political Conditions Before Harsha)

چھٹی صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں شمالی ہندوستان میں سیاسی ابتری پھیل گئی تھی۔ ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ مرکزی حکومت کے کمزور ہونے کی وجہ سے پورے خطہ میں سیاسی اتحاد تقریباً ختم ہوگیا۔اس وقت آخری گپت حکمرانوں ، موکھاریوں، گوڑ کے ششانک اور ولبھی کے میترک حکمرانوں نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختاری حاصل کرلی۔ان ہی حالات میں وجود میں آئی چھوٹی سی سلطنت وردھن سلطنت نے شمالی مشرقی پنجاب کے علاقے تھانیسر پر حکومت شروع کی۔اس کا ابتدائی حکمراں پشپ بھوتی تھا جس کی حیثیت افسانوی معلوم ہوتی ہے۔ کتبات میں ہرش وردھن کے چار اجداد کا ذکر ملتاہے۔وردھن خاندان نے آخری گپت حکمرانوں سے شادی بیاہ کے ذریعہ تعلقات استوار کیے۔ مہاسین گپت کی بہن آدتیہ ورمن کی رانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتاہے کہ اس وقت پربھاکر وردھن نے اپنی پہچان ایک طاقت اور حکمراں کی حیثیت سے کرائی اور شاید دوسرے حکمراں اس سے خائف ہوں گے۔ بان نے ہرش وردھن کے باپ پربھاکر وردھن کے لیے ''ہونوں کے ہرنوں کے لیے شیر '' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ پربھاکر وردھن نے سندھ کے راجا کو شکست دی۔اس کے بعد اس نے جودھپور کے علاقے میں گرجروں کی حکومت پر حملہ کیا۔اس نے قندھار کے علاقے پر بھی کامیاب حملے کیے۔اس دوران آخری گپت حکمراں مہاسین کو کالاچوریوں نے شکست دی۔مالوہ پر اس وقت دیو گپت کی حکومت تھی۔ قنوج اور مگدھ پر موکھاریوں کی حکومت تھی۔ پربھاکر وردھن کے عہد میں یہ سیاسی صورت حال تھی۔اس کے بعد ہرش کی تخت نشینی ہوئی جس نے علاقے میں سیاسی استحکام پیدا کیا۔

## 14.4 ہرش کی تخت نشینی (Coronation of Harsha)

605ء میں تھانیشور کے حکمراں پربھاکروردھن کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد تھانیشور کا تخت وتاج ہرش کے بڑے بھائی راجیہ وردھن کے حصے میں آیا۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلا کام ہونوں کو شکست دینے کے لیے پیش قدمی کی۔اس میں کامیاب ہو کر ابھی وہ لوٹا ہی تھا کہ اس کو خبر ملی کہ مالوہ کے راجا نے اس کے بہنوئی گرہ ورمن پر حملہ کرکے اسے قتل کرڈالا ہے اور اس کی بہن راجیہ شری کو قید کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہیں راجیہ وردھن اپنے دشمن کو ختم کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ ہرش وردھن اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ راجیہ وردھن نے مالوہ کی فوج کو آسانی کے ساتھ شکست دے دی لیکن گوڑ کے راجا ششانک نے اسے دھوکے سے قتل کردیا اور قنوج پر قبضہ کرلیا۔اس نے رانی راجیہ شری کو آزاد کردیا۔ رہائی کے بعد اس نے وندھیا کے جنگلوں کی طرف راہ فرار اختیار کرلی۔ان حالات میں ہرش کا پہلا کام اپنی بہن کو مصیبت سے نجات دلاناتھا اور اس کے بعد قنوج کو ششانک کے قبضے سے چھڑا کر اس کو اس کی کرتوتوں کی سزا دینا تھا۔اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہرش ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں اس نے آسام کے راجا بھاسکر ورمن سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔اس نے اپنی بہن کو تلاش کیا

اور اپنے فوجی کیمپ کو لوٹ آیا۔ ہرش کی فوج کی کوچ کی خبر سن کر ششانک نے قنوج چھوڑ دیا۔ اس وقت قنوج میں کوئی حکمراں نہیں تھا۔ وہاں سخت افراتفری پھیل گئی۔ بادشاہ کی بیوہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور حکمرانی کی طرف مائل نہ ہوئی۔ چوں کہ موکھری خاندان کا کوئی وارث موجود نہ تھا اس لیے عمائدین نے ہرش کو تخت و تاج قبول کرنے کی دعوت دی۔ کچھ تکلف کے بعد وہ تخت پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے ''شیلآدتیہ'' کا لقب اختیار کیا اور خود کو بادشاہ کی جگہ ''کمار'' کہلوایا۔ اس سیدھے سادے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع میں قنوج میں اس کی سیاسی حیثیت ایک سرپرست یا وقتی نگراں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد جب اس کی سیاسی حیثیت مجتمع ہو گئی اور مخالفت کا زور گھٹ گیا تو اس نے اپنا پایہ تخت تھانیشور سے قنوج منتقل کر لیا اور تمام شاہانہ القاب کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس طرح دونوں ریاستوں کا آپس میں انضمام ہو گیا۔ قنوج کے حصول سے ہرش کی طاقت اور شہرت میں اضافہ ہوا اور آئندہ فتوحات میں اس کو آسانی ہوئی۔ تقریباً چالیس سال کی حکومت کے بعد 647ء میں ہرش کا انتقال ہوا۔ بہت جلد ہی یہاں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اس کے بعد قنوج اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل نہ کر سکا۔

## 14.5 ہرش کے فوجی معرکے (Harsha's Military Expeditions)

ہرش کے فوجی معرکوں اور فتوحات کی معتبر تفصیلات ہمیں کہیں نہیں ملتیں۔ ہیون سانگ کے بیانات میں کچھ اشارے ضرور ملتے ہیں۔ اس نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہرش نے کیسے، کب اور کون سی ریاستوں کو فتح کیا۔ اس سلسلے میں بان کی شہادت بھی ہرش کی فوجی کارناموں پر کوئی واضح روشنی نہیں ڈالتی۔ مختلف اطلاعات کی بنیاد پر اس کی مہمات کا ایک خاکہ ضرور تیار کیا جا سکتا ہے۔ ہرش 606 عیسوی میں تھانیشور کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے فوراً ہی گوڑوں کے خلاف پیش قدمی کی۔ اس نے پریاگ جیوس (آسام) کے بادشاہ بھاسکر ورمن کے ساتھ اتحاد کیا کیوں کہ دونوں کا مشترکہ دشمن گوڑ کا راجا ششانک تھا۔ ہمیں اس کی اطلاع نہیں ہے کہ ششانک سے اس کی جنگ ہوئی کہ نہیں لیکن وہ اپنی بہن کو بچانے میں کامیاب ہو سکا اور تھانیشور اور قنوج کی بادشاہت ایک کر لی گئی۔ دراصل ہیون سانگ کی کتاب میں ہرش اور اس کے مورثوں کو قنوج کا حکمراں بتایا گیا ہے۔ بان اور ہیون سانگ دونوں ہرش کے عہد کی تفصیلات پیش کرتا ہے۔ جس میں اس نے اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کا عہد کیا۔ اس کے بعد اس نے ولبھی اور گرجر حکمرانوں کے خلاف پیش قدمی کی۔ وہ دکن میں چالوکیوں سے اور مشرق میں مگدھ اور گوڑوں سے نبرد آزما ہوا۔ گجرات کے سوراشٹر میں ولبھی کے میترک مضبوط طاقت بن کر ابھرے تھے۔ ہیون سانگ نے ولبھی کے حکمراں کا نام دھرو سین دوم بالادتیہ بتایا ہے جو کہ ہرش کا داماد بھی تھا، جس نے پریاگ میں ہرش کی مذہبی اسمبلی میں حصہ بھی لیا تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہرش نے شادی بیاہ کے رشتوں کے ذریعہ اپنی قوت میں اضافہ کیا۔ گجرات کے بادشاہ کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بادشاہ دِدّا دوم نے ولّبھی کے حکمراں کی مدد کی تھی۔ ہرش کے عہد میں ولبھی حکمراں ایک مضبوط طاقت کی شکل میں موجود تھے۔ بان کی تفصیلات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گرجر حکمراں وردھنوں کے مخالف تھے۔ گرجر حکمرانوں کا ایک خاندان گجرات کے بروچ علاقے کے نندی پورا میں اس وقت حکومت کر رہا تھا۔ یہ خاندان غالباً بعد کے دنوں میں بھی حکومت کر رہا ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گرجروں نے احتیاطاً کرناٹک میں بادامی کے چالوکیوں کی ماتحتی قبول کر لی تھی کیوں کہ ایہول کتبہ بتاتا ہے کہ لٹا، مالوہ اور گرجر، چالوکیہ بادشاہ پلکیسن دوم کے

جاگیر دار تھے۔ ہرش اپنی مشرقی مہمات میں بھی کامیاب رہا۔ایک چینی ماخذ ہرش کے حلیف کا نام آسام کے بادشاہ بھاسکر ورمن بتاتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے مشترکہ طور پر بنگال اور مشرقی ہندوستان میں مہم جوئی کی ہو گی۔

## 14.6 ہرش کی سلطنت کی وسعت (Extent of Harsha's Empire)

ہرش ایک بڑی سلطنت پر حکومت کرتا تھا۔اس کی سلطنت کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اسے کئی بڑے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہرش کے ''سکلوتر پتھ ناتھ'' کے لقب سے ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ تمام شمالی ہندوستان پر اس کی حکمرانی تھی۔عالموں کی رائے میں یہ اصطلاح غیر واضح ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ پورے شمالی ہندوستان پر ہرش کا قبضہ تھا۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے دورے کے وقت کی کچھ ریاستوں کا ذکر کیا ہے جس میں کشمیر، جالندھر، بیراٹ، متھرا، منی پور، سوورن گوتر دیس، کپل وستو، کامروپ، مہاراشٹر، بڑوچ، ولبھی، گربتر دیس، اجین، بندیل کھنڈ، شیبو پور اور سندھ شامل ہیں۔ یہ ریاستیں ہرش کے حدودِ اختیار سے باہر تھیں۔ دوسری طرف کلو، سرہند، تھانیشور، سُرگھن، گڑھوال اور کمایون، کاشی پور، رام پور، پیلی بھیت کا علاقہ ، مشرقی روہیل کھنڈ، ایٹہ، ایودھیا، رائے بریلی، اور پرتاپ گڑھ کے اضلاع، پریاگ، کوسامبی، شراوستی، رام نگر، کشی نگر، وارانسی، غازی پور، ویشالی، ورجی دیش، مگدھ، مونگیر، بھاگل پور، راج محل، پونڈوروردھن، سم تٹ، تامرلپتی، کرن سورن، گنجم کے بارے میں ہیون سانگ کچھ نہیں کہتا۔اس کی یہ خاموشی بتاتی ہے کہ یہ سارے علاقے قنوج کی ریاست میں شامل تھے۔

دوسرے ذرائع سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض علاقے واقعتاً ہرش کی سلطنت میں شامل تھے۔ ہرش کی آبائی سلطنت تھانیشور، دریائے سرسوتی کی وادی اور مشرقی راجپوتانہ کے کچھ حصوں پر مشتمل تھی۔ بعد میں موکھری ریاست کے انضمام کے بعد اترپردیش اور مگدھ کا کچھ حصہ بھی اس میں آگیا۔ چینی سفیر نے بھی اس کے لیے ''مگدھ کا راجا'' کا لقب استعمال کیا ہے۔ بانس کھیڑا اور مدھوبن کے فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ چھتر اور شراوستی اس کی سلطنت کی انتظامی اکائی میں شامل تھے۔ چینی ذرائع سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اڑیسہ پر اس کا اقتدار تھا۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مشرقی ہندوستان کے دورے کے وقت ہرش نے راج محل (کنگل) کے مقام پر دربار منعقد کیا تھا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرش کی سلطنت وہاں تک پہنچ گئی تھی۔اس طرح مختلف ذرائع کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی سلطنت میں مشرقی پنجاب کا کچھ حصہ، متھرا اور منی پور کے علاوہ تقریباً کل اترپردیش اور بہار، بنگال اور اڑیسہ کے علاقے شامل تھے۔ ہیون سانگ نے ''پانچوں ہندوستان کا حکمراں'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ پانچوں ہندوستان کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ ان میں سوراشٹر یا پنجاب، کانیہ کبج، متھلا یا بہار، گوڑ یا بنگال، اتکل یا اڑیسہ شامل تھے۔ ہرش نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تھی لیکن چالوکیہ حکمراں پل کیسن دوم نے اسے دریائے نرمدا سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔اس بات کی تصدیق اے ایل باشم نے بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کے ''حدود مملکت بہت ہی وسیع و عریض تھے۔''

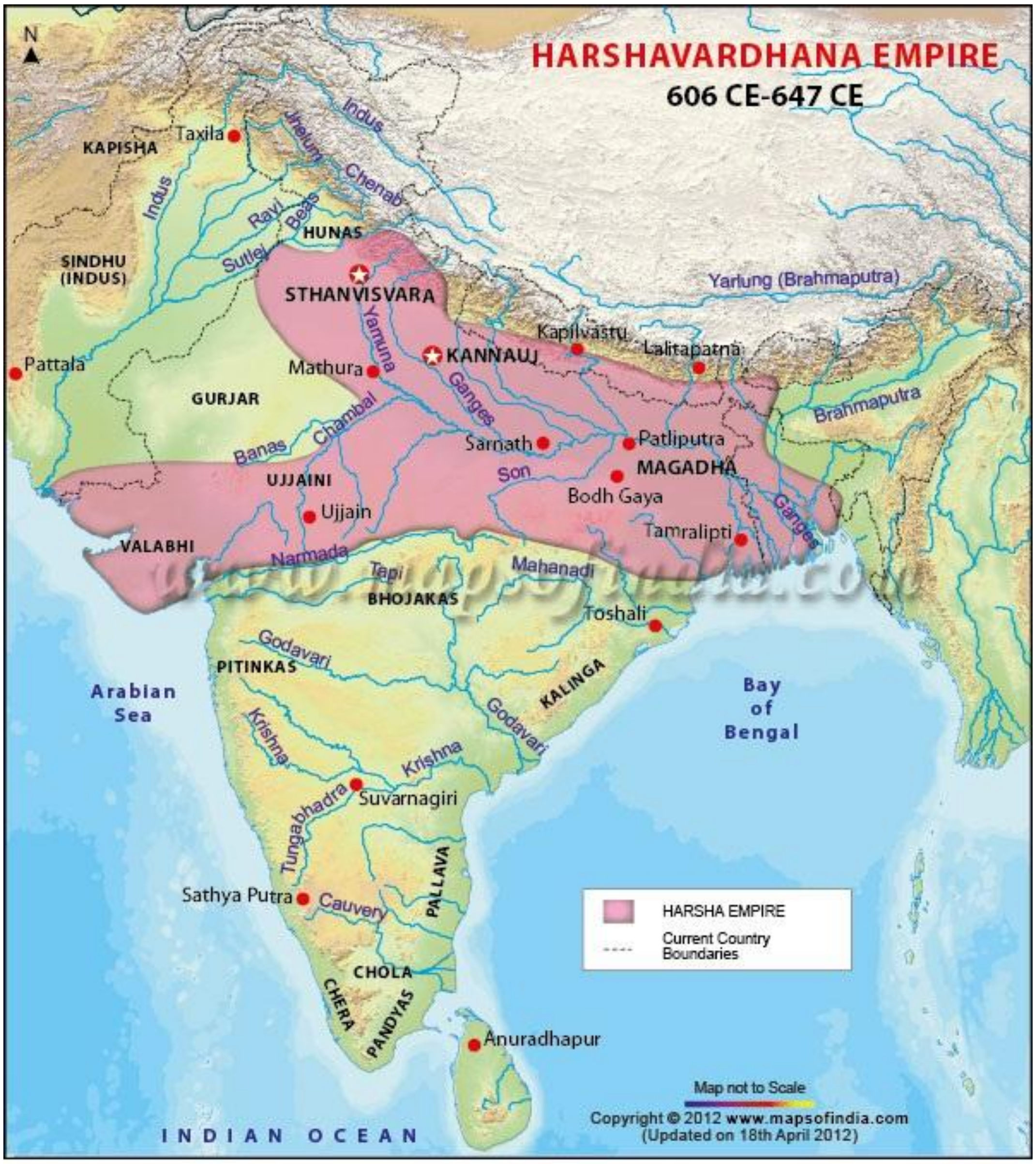


ہرش کی سلطنت، تقریباً606-647(میپس آف انڈیا)

## 14.7 ہرش کی شخصیت (Harsha's Personality)

ہرش کی شخصیت کئی خوبیوں کی حامل تھی۔ایک فرد کی حیثیت سے وہ خاندان کے افراد سے محبت کرنے والا شخص تھا۔اس کے لیے وہ خطرات مول لے سکتا تھا۔اس نے اپنی بہن کو قید سے چھڑانے کے لیے نیز اپنے بھائی کی موت کا بدلا لینے کے لیے ایک بڑی فوج تیار کی۔ دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔اپنی بہن کو تلاش کرکے گھر واپس لایا۔ ہرش بہادر اور جنگ جو ہونے کے علاوہ ذمہ دار شخص تھا۔ملک کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے وہ ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کرتا تھا۔اس طرح وہ عوام کے مسائل سے ذاتی طور پر واقف رہتا تھا۔وہ عوام سے محبت کرنے والا شخص تھا۔اس کا طرز زندگی سادہ تھا۔ وہ آزاد خیال اور سخی حکمراں تھا۔ہرش بذات خود بدھ مت کی جانب مائل تھا لیکن وہ دوسرے مذہبی فرقوں کے ساتھ وسیع النظری اور کشادہ دلی سے پیش آتا تھا۔ایک حکمراں کی شکل میں وہ بہادر، جنگ جو اور کامیاب فاتح تھا۔

تخت نشینی کے بعد اس نے مختلف علاقوں پر حملے کیے اور اس میں کامیاب رہا۔ اپنی فوجی طاقت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے شمالی ہندوستان کے ایک بڑے علاقے کو اس نے اپنے زیر نگیں کر لیا۔ اس طرح اس نے اپنی ریاست میں سیاسی اتحاد پیدا کر دیا۔ اس کی سیاسی تدبر اور عظمت کے بارے میں ڈاکٹر آر سی مجمدار کا خیال ہے کہ "بلاشبہ وہ قدیم ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں سے ایک تھا۔" ہرش علم وادب کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ اس نے بڑی فیاضی سے عالموں کی سرپرستی کی۔ ہیون سانگ کے مطابق وہ ہر سال کی سرکاری آمدنی کا چوتھا حصہ ممتاز عالموں کو انعام واکرام دینے کے لیے وقف کر دیتا تھا۔ اس نے اڑیسہ کے اسّی بڑے گاؤں کا لگان ایک مشہور بدھ عالم جے سین کو دینا چاہا۔ جے سین نے بہر حال شکریے کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہرش نے بدھ علوم کے مرکز نالندہ کو بھی بڑے بڑے اوقاف سے نوازا۔ ہرش کا علم وادب سے شغف اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اس نے مصنفین کی سرپرستی کی۔ ہرش چرت کا خالق بان بھٹ اس کا درباری شاعر تھا۔ سوریہ شتک کے مصنف میور کی بھی اس نے سرپرستی کی۔ اس کے دربار کا ایک گم نام شاعر دواکر بھی اہم شخصیت کا حامل ہے۔

اے ایل باشم بتاتے ہیں کہ "اس کو فلسفہ اور ادب سے محبت تھی۔" ہرش بذات خود مصنف تھا۔ عام طور پر تین ناٹک "پریہ درشکا"، "رتناولی" اور "ناگانند" کی تصنیف اس سے منسوب کی جاتی ہے۔ بان نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کی بڑے شاندار الفاظ میں تعریف کی ہے۔ بانس کھیڑا کتبہ پر اس کے رقم کردہ دستخط سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو خوش نویسی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ علم وادب سے اس کے شغف اور اس کی سرپرستی کی وجہ سے مشہور مورخ ایچ جی والنسن کا خیال ہے کہ "ہرش کا شمار اشوک اور اکبر کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے حکمرانوں میں کیا جاسکتا ہے۔ ایک سپاہی، حکمراں، رفاہی کاموں کے لیے ان تھک کوشش کرنے والا، فیاض، ادب کا محافظ، اعلی درجے کا شاعر اور ڈرامہ نگار کی شکل میں وہ تاریخ کے صفحات میں پرکشش شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے۔" بان بھٹ کے مطابق ہرش وردھن بربط بجانے کے لیے مشہور تھا۔

ہرش وردھن ایک بہادر جنگ جو اور کامیاب فاتح تھا۔ تخت پر بیٹھنے کے وقت اس کی حکومت کا دائرہ بہت وسیع نہ تھا۔ مگر اس نے ایک عظیم فوج کی تشکیل کر کے ایک بڑے علاقے کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اپنے منصوبوں میں اسے بہت حد تک کامیابی بھی ملی۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے جنوبی مہم میں ناکام رہا لیکن اس نے پورے شمالی ہندوستان میں اپنی بہادری کا سکّہ جمادیا۔ اس نے پنجاب، بنگال، قنوج، بہار اور اڑیسہ (گنجم) پر فتح کا پرچم لہرایا۔ کامروپ کے حکمراں نے بھی اس کی ماتحتی قبول کر لی۔ اس طرح پورے شمالی ہندوستان میں اس کی بہادری کے اثرات قائم ہوئے۔ ہرش وردھن نے ہندوستان کو سیاسی استحکام بخشا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت ملک کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ ملک کے سیاسی اتحاد کا شیرازہ پوری طرح بکھر چکا تھا۔ ان حالات میں ہرش شمالی ہندوستان کی ریاستوں پر فتح حاصل کر کے پورے علاقے کو ایک جھنڈے کے نیچے لایا۔ اس طرح اس نے ملک میں سیاسی انتشار کا خاتمہ کر کے وحدت قائم کی۔ ڈاکٹر آر۔ سی۔ مجمدار کے مطابق: "بلاشبہ وہ قدیم ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں سے ایک تھا۔" ہرش وردھن کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اس کا موازنہ اشوک اور سمدر گپت سے بھی کیا جاتا ہے۔ ہرش اشوک کی طرح مذہب کا بڑا مبلغ تھا۔ ہرش نے بھی اشوک کی طرح بدھ مذہب کی ترقی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ نالندہ یونیورسٹی اس کے عہد کا بدھ مذہب کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار بدھ

بھکشوؤں کو خیرات دیا کرتا تھا۔ بدھ مذہب کے عدم تشدد کے اصول کی پیروی کرتے ہوئے اس نے حکومت میں جانوروں کے قتل پر پابندی عائد کردی تھی۔ اس نے قنوج میں بدھ مذہب کی ایک عظیم مجلس کا انعقاد کروایا تھا۔ بدھ مذہب کی اشاعت کے لیے اس نے وقتاً فوقتاً ملک کے مختلف علاقوں میں مذہبی مبلغین بھیجے۔ اشوک کی طرح ہرش وردھن عوام کا خیال رکھنے والا حکمراں تھا۔ اشوک کی طرح وہ بھی عوام کے فلاحی کاموں کے لیے مشہور ہے۔ وہ عوام کی تکالیف سے باخبر رہتا تھا۔ عوام کی تکالیف کا پتہ لگانے کے لیے وہ ریاست کا دورہ کیا کرتا تھا۔ عوام کی فلاح کے لیے وہ آمدنی کا ایک حصہ خرچ کردیا کرتا تھا۔ اس نے اشوک کی طرح دھرم شالائیں بنوائیں، اسپتال کھلوائے اور سڑکوں کی تعمیر کروائی۔ اس کے نتیجے میں ہرش کے عہد میں خوش حال اور سکھی تھے۔ اشوک کی طرح ہرش وردھن بھی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اشوک کی طرح وہ بھی ریاضت اور قربانی کا مجسمہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ غریبوں کی دِل کھول کر مدد کرتا تھا۔ ہر پانچ برس کے بعد پریاگ کی اسمبلی میں وہ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کردیا کرتا تھا۔

فوجی معاملات میں ہرش وردھن کا اشوک کی طرح وسیع المشرب تھا۔ اشوک کی طرح ہرش نے بھی بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے بہت کام کیے مگر کبھی کبھی کسی کو زبردستی بدھ مذہب قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا۔ وہ تمام مذاہب کا یکساں طور پر احترام کرتا تھا۔ بدھ بھکشوؤں کے علاوہ وہ براہمنوں کو بھی خیرات دیا کرتا تھا۔ وہ بدھ مذہب کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتا تھا۔ ہرش وردھن بھی اشوک کی طرح عظیم حکمراں اور منتظم تھا۔ اشوک کی طرح اس نے بھی اعلیٰ درجے کی انتظامیہ کی تشکیل کی تھی۔ عوام کی فلاح و بہبود اس کا نصب العین تھا۔ اس کے عہد میں مرکزی انتظامیہ، صوبائی انتظامیہ اور مقامی انتظامیہ چست، درست اور لائقِ تحسین تھی۔ ہرش وردھن سمدرگپت کی طرح ایک عظیم جنگ جو تھا۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے جنوبی مہم میں ناکام رہا، مگر اس نے پورے شمالی ہندوستان میں اپنی طاقت کا لوہا منوایا۔ بان بھٹ کے مطابق قنوج کی مجلس میں بیس حکمرانوں نے حصہ لیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ پورے شمالی ہندوستان پر اس کی بہادری کا اثر تھا۔ ہرش وردھن نے سمدرگپت کی طرح ہندوستان میں سیاسی اتحاد قائم کیا تھا۔ موریا عہد کے بعد ملک کا سیاسی اتحاد ختم ہوگیا تھا۔ ملک میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئی تھیں۔ ان ریاستوں پر قبضہ کرکے ہرش پورے شمالی ہندوستان کو ایک پرچم کے نیچے لے آیا۔ اس طرح اس نے سیاسی ابتری ختم کرکے سیاسی اتحاد قائم کیا۔ ہرش وردھن سمدرگپت کی طرح فنون لطیفہ اور ادب کا شوقین تھا۔ ہرش وردھن کو بھی تاریخ میں فنون لطیفہ اور ادب کے میدان میں خاص مقام حاصل ہے۔ وہ پائے کا عالم اور اعلیٰ درجے کا ڈرامہ نگار تھا۔ ای۔ بی۔ ہیول کے الفاظ میں "ہرش قلم کے استعمال میں اتنا ہی ماہر تھا جتنا کہ تلوار کے استعمال میں۔" بان نے ہرش کے فن شاعری کی بھی تعریف کی ہے۔ ہرش وردھن عالموں کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ اس کا دربار بان بھٹ، جے سین، دواکر، بھرتری ہری جیسے اعلیٰ درجہ کے عالموں سے مزیّن تھا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہرش وردھن کی زندگی کا ایک پہلو اشوک سے مطابقت رکھتا ہے تو دوسرا سمدرگپت سے۔ دوسرے الفاظ میں مذہبی رواداری میں اگر وہ اشوک کا ہم سر تھا تو فوجی لیاقت میں سمدرگپت سے کسی بھی طرح کم نہ تھا۔ ڈاکٹر آر۔ کے۔ مکھرجی کے یہ الفاظ پوری طرح مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ "ہرش قدیم ہندوستان کی تاریخ کے عظیم شہنشاہوں میں سے ایک ہے۔ اس میں سمدرگپت اور اشوک دونوں کی خوبیاں مشترک تھیں۔ اس کی زندگی ہمیں اول الذکر کی فوجی کامیابیوں اور مؤخرالذکر کے تقدس کی یاد دلاتی ہے۔"

## 14.8 انتظام حکومت (Administration)

ہرش نے اپنی سلطنت پر گپت راجاؤں کے طرز پر ہی حکومت کی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس کا نظام حکومت جاگیردارانہ نوعیت کا تھااور مرکزیت سے خالی تھا۔ بادشاہ مقتدر اعلی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے ماتحت اطاعت گزار حکمراں ہوتے تھے جو راجا یا بھوپ کہلاتے تھے۔ عام طور پر انہیں سامنت بھی کہاجاتا تھا۔ وہ مہاراجا کالقب بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ عہدہ داروں کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کی خدمت کے صلے میں بادشاہ انہیں گاؤں اور علاقے عطا کرتا تھا۔ ہرش کی سلطنت کافی دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے سلطنت کے ان حصوں کو متحد رکھنے کے لیے کئی انتظامی مرکز قائم کیے گئے تھے۔ چنانچہ سرحدی صوبوں کا انتظام نائب السلطنت راجستھنیہ یا گورنر (لوک پال یااُپارک مہاراج) یاجاگیر دار سرداروں (سامنت یامہاسامنت) کے سپرد ہوتا تھا۔

بادشاہ کی مدد کے لیے ایک مجلس مشاورت (منتری پریشد) ہوتی تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ کہتاہے کہ ''افسروں کاایک کمیشن ملک پر قابض تھا۔'' بان بھٹ نیز اس دور کے ملے کتبوں سے ثابت ہوتاہے کہ عملِ حکومت کی یہ تنظیم بہت باقاعدہ تھی۔ امن وجنگ کا بڑا وزیر مہاسندھی وگرہادھی کرت کہلاتا تھا۔ فوج کے افسر اعلی کو مہابلادھی کرت کہتے تھے۔ سپہ سالار سیناپتی، سواروں کاافسر اعلی برہدیشور، فیل دستہ کاافسر کٹک کہلاتا تھا۔ مستقل اور عارضی سپاہی کو راج بھاٹ کہا جاتا تھا۔ کہاجاتاہے کہ ہرش کی فوج ایک لاکھ گھوڑ سواروں اور ساٹھ ہزار ہاتھی سواروں پر مشتمل تھی۔ مگر یہ تعداد حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کیوں کہ موریا حکمراں جن کی جنوب کے اندرونی علاقوں کے سواعملاً پورے ملک پر حکومت تھی، ان کے پاس صرف تیس ہزار پیدل فوج اور نوہزار ہاتھی تھے۔ ہرش کی فوج میں اتنی بڑی تعداد میں ہاتھی اور گھوڑے اسی صورت میں ممکن ہوسکتے ہیں کہ جنگ کے زمانے میں بادشاہ تمام جاگیرداروں کو اپناطرفدار بنانے میں کامیاب ہواہو۔ یہ اطلاع ہم تک پہنچتی ہے کہ جاگیردارانہ ریاستیں شاہی فوج کے لیے پیدل سپاہیوں اور گھوڑوں کی مقررہ تعداد فراہم کرتی تھیں۔

حکومت کے دوسرے افسران میں سفیر یاایلچی کو دوت کہتے تھے۔ ضلع کاافسر وشیہ پتی کہلاتا تھا۔ عام ماتحت افسران آیکت کہلاتے تھے۔ انصاف کا محکمہ دنڈتانک کے ذمہ تھا۔ داروغہ خاص یانقیب مہاپرتی ہار کہلاتے تھے۔ پیداوار کے سرکاری حصہ کے وصول کنندگان بھوگ پتی کہلاتے تھے۔ محافظ خانہ کی نگرانی کاکام اکش پٹلک کرتے تھے۔ ادھیکش مختلف محکموں کے نگراں ہوتے تھے۔ چھوٹے عہدہ داروں میں منشی (لیکھک) منشی (کارُنک) ہوتے تھے۔ عام چھوٹے ملازمین یاچپراسی وغیرہ سیوک کہلاتے تھے۔ ہرش کے کتبوں سے ثابت ہوتاہے کہ علاقائی تقسیم پہلے کی طرح برقرار رہی۔ پوری سلطنت صوبوں یا بھکتیوں میں منقسم تھی۔ پھر صوبے کی تقسیم در تقسیم ہوتی تھی۔ ہر صوبے میں کئی ضلعے (وشیہ) ہوتے تھے۔ اس سے بھی چھوٹی اکائی پتھک ہوتی تھی۔ یہ غالباً آج کی تحصیل یاتعلقہ کے برابر ہوتی تھی۔ انتظامیہ کی سب سے چھوٹی اکائی گرام تھی۔ وشیہّ کا نظم ونسق چلانے کے لیے 20 افراد پر مشتمل ایک مجلس ہوتی تھی جسے وشیہ مہاماترا کہاجاتا تھا۔ اس انجمن کے اراکین مختلف انجمنوں اور شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھتے تھے۔ عدالتوں کی دیکھ ریکھ نیایادھی کرن اور ورمادھی کرن کے سپرد تھی۔ تاجر اور دست کار انجمنیں ان کے مسائل اور جھگڑوں کو دور کرتی تھیں۔ دستاویزوں کی دیکھ بھال پست پال کرتا تھا۔ اکشاتیاسیک محاسب اعلیٰ تھا۔ وہ زمین کی منتقلی اور اس کے متعلق دیگر کام کاج بھی دیکھتا تھا۔ دیہات کی سطح پر روزمرہ کے معاملات اور قانونی نوعیت کے جھگڑوں کو دور کرنے

کے لیے گرام مہاماترا کی ایک مجلس ہوتی تھی جو گرامک کی معاون ہوتی تھی۔ سماکار ارضیات کی پیائش کا کام انجام دیتے تھے۔ دوسرے عہدیدار مثلاً گرام ادھیکش، پتالیک اور کرنی حساب کتاب اور دفتر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

### 14.8.1 ٹیکس (Tax)

ہرش کی حکومت میں آمدنی کا خاص ذریعہ اُدرنگ (زمین پر ٹیکس) تھا۔ اس کے عہد حکومت میں تین طرح کے ٹیکسوں کا ذکر ملتا ہے یعنی ''بھاگ''، ''ہرنیہ'' اور ''بلی''۔ بھاگ زمین پر ٹیکس تھا اور جنس کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ ہرنیہ ٹیکس کو کسان اور تاجر نقد کی شکل میں دیا کرتے تھے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ بلی لفظ سے مراد کون سا ٹیکس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر بھی ٹیکس لیا جاتا تھا۔ تجارتی اشیا پر ناپ اور تول کے مطابق ٹیکس لیے جاتے تھے۔ زراعتی پیداوار پر پیداوار کا چھٹا حصہ بادشاہ کے لیے تھا۔ جبری مزدوری بھی کرنی پڑتی تھی لیکن اس کے لیے اجرت دی جاتی تھی۔ ہیون سانگ ہمیں بتاتا ہے کہ ٹیکس بہت کم تھے۔ ہیون سانگ نے لکھا ہے کہ شاہی زمین کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ سلطنت کے کاموں کے لیے، دوسرا حصہ وزیروں اور افسروں، عملاں کی تنخواہ ادا کرنے کے لیے مختص تھا۔ تیسرا حصہ لائق افراد کو انعام سے نوازنے کے لیے تھا۔ چوتھا حصہ مذہبی فرقوں کو خیرات دینے کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا۔

---

## 14.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

---

ہرش کے عہد حکومت کی جانکاری کے لیے ہمارے پاس بان بھٹ کی ہرش چرت، ہیون سانگ اور اتسنگ کے سفر ناموں کی شکل میں ادبی ماخذ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اس عہد کے کتبات اور سکّوں سے بھی تاریخ مرتب کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ ہرش وردھن نے شمالی ہند میں 606ء سے 648ء تک حکومت کی۔ اس نے بہت سے ہم عصر راجاؤں جیسے گوڑ کے حکمراں ششانک کو شکست دی لیکن اسے چالوکیہ حکمراں پلکیشن دوئم کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ تلوار کا دھنی ہونے کے ساتھ ساتھ ہرش علم و ادب کا بڑا سرپرست تھا۔ اس نے مشہور عالموں کی سرپرستی کی۔ وہ سرکاری آمدنی کا چوتھا حصہ ممتاز عالموں کی قدردانی پر خرچ کرتا تھا۔ ہرش بذات خود اچھا مصنف تھا۔ اس نے تین ناٹکوں کی تصنیف کی۔ مذہب کے معاملے میں وہ وسیع المشرب ثابت ہوا۔ شروع میں شیو بھکت تھا لیکن بعد میں بدھ مت کی طرف مائل ہوا۔ اس کے عہد میں قنوج کو بہت زیادہ شہرت ملی۔ ہرش کا نظام سلطنت جاگیردارانہ نوعیت کا تھا۔ اس کی سلطنت دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ علاقوں کو قابوں میں رکھنے کے لیے اس کے پاس ایک بہترین فوج تھی۔ ہرش کے سفارتی تعلقات نہ صرف آس پاس کے علاقوں سے تھے بلکہ اس کے تعلقات چین سے بھی تھے۔ اس نے خود چینی حکمرانوں کے یہاں سفیروں کو بھیجا۔ چینی حکمرانوں نے بھی اس کے یہاں اپنے سفیر بھیجے۔

---

## 14.10 فرہنگ (Glossary)

---

| | | |
|---|---|---|
| کتبہ | : | وہ عبارت جو عمارتوں پر لکھوا کر یا کھدوا کر لگا دیتے ہیں۔ |
| طوائف الملوکی | : | بدنظمی، لاقانونیت |

## 14.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 14.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہرش وردھن کے درباری شاعر کا نام کیا تھا جس نے 'ہرش چرت' لکھی؟

(الف)کالی داس (ب)ہیون سانگ (ج) بان بھٹ (د) روی کیرتی

2. ہرش وردھن کے دور میں آنے والے مشہور چینی سیاح کا نام کیا تھا؟

(الف)فاہیان (ب)اتسنگ (ج)ہیون سانگ (د) بان کو

3. ہرش وردھن نے تھانیشور کے بعد کس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا؟

(الف)پاٹلی پتر (ب) قنوج (ج) ولبھی (د)اجین

4. کس چالوکیہ حکمران نے ہرش وردھن کو دریائے نرمدا کے کنارے شکست دی؟

(الف)پلا کیشن اول (ب) کیرتی ورمن (ج) پل کیسن دوم (د) وکرمادتیہ

5. مندرجہ ذیل میں سے کون سا ناٹک ہرش وردھن سے منسوب ہے؟

(الف)ہرش چرت (ب)کدمبری (ج) رتناولی (د)سوریہ شتک

### 14.11.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. بان بھٹ کی ہرش چرت ہرش کے عہد کے لیے کس طرح مفید ماخذ ہے؟
2. ہرش کے عہد کی تاریخ کے لیے کتبات اور سکے کس طرح معاون ثابت ہوتے ہیں؟
3. ہرش کے عہد سے قبل سیاسی حالات کیسے تھے؟

### 14.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہرش کی مہمات پر روشنی ڈالیے۔
2. ہرش کے انتظام حکومت پر ایک مضمون لکھیے۔

# اکائی 15۔ ہرش کے عہد میں سماج، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی

(Society, Economy, Culture, and Religious Life during Harsha's Period)

اکائی کے اجزا


15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 ماخذ

15.3 سماج

15.3.1 ذات پات

15.3.2 لباس

15.3.3 زیورات

15.3.4 خوردونوش

15.4 ثقافت

15.4.1 عام مذہبی حالات

15.4.2 آرٹ اور فن تعمیر

15.4.3 ادب

15.5 معیشت

15.5.1 زراعت

15.5.2 صنعت وحرفت

15.5.3 تجارت

15.6 اکتسابی نتائج

15.7 فرہنگ

15.8 نمونہ امتحانی سوالات

## 15.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ساتویں صدی کے سماج کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں ذات پات، ملبوسات، زیورات اور خورد و نوش کا ذکر ہے۔ اس میں اس عہد کی ثقافت کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے تحت مذہبی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آرٹ اور علم و ادب کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس اکائی میں اس عہد کی معیشت کا مطالعہ کرتے وقت زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کی نوعیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

## 15.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ساتویں صدی کے ہندوستان کے معاشرے کو سمجھ سکیں گے۔
- سماجی درجہ بندی، ذات کے نظام اور عورتوں کی حالت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- اس دور کے ثقافتی حالات خصوصاً مذہبی، وادبی ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔
- اس عہد کی معیشت کے بارے میں بھی جان کاری حاصل کریں گے۔
- زراعت کی نوعیت کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

## 15.2 ماخذ (Sources)

اس عہد کے مطالعے کے لیے آثار قدیمہ یعنی کتبوں اور سکوں کے علاوہ ادبی ماخذ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ادبی ماخذ میں غیر ملکی سیاحوں کے سفر نامے شامل ہیں۔ ان میں سب سے اہم چینی سیاح ہیون سانگ (Hieun Tsang) اور اتسنگ (It Sing) کے سفر نامے ہرش کے عہد کے سماج اور ثقافت بطور خاص مذہبی حالات پر خاطر خواہ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہرش کے عہد میں مہایان مت کی ترقی اور اس کی شاہی سرپرستی کا علم ہمیں ہیون سانگ کی روداد سفر کے ذریعے ہوتا ہے۔ چینی روزنامچوں میں ہرش کے عہد سے متعلق کچھ معلومات فراہم ہوتی ہے۔ مذہبی کتب یعنی پران اور دھرم شاستر بھی اس سلسلے میں اہم ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان تمام ماخذ میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہرش کے درباری بان بھٹ کی لکھی ہوئی ہرش چرتر ہے، جو ایک طرح سے پشیہ بھوتی خاندان کے عروج اور موکھریوں سے ان کے تعلقات سے شروع ہوتی ہے اور ہرش کی زندگی کے بڑے حصے پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔

## 15.3 سماج (Society)

### 15.3.1 ذات پات (Caste System)

چینی سیاح ہیون سانگ نے اس عہد کے سماج کی دل چسپ منظر کشی کی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ذات پات نے ہندو سماج کو جکڑ رکھا تھا۔ برہمن مذہبی امور میں مشغول رہتے تھے اور سادہ زندگی گزارتے تھے۔ کشتری حکمراں طبقہ تھا۔ راجا اکثر کشتری ہوا کرتا تھا۔ کشتری بھی سادہ

زندگی گزارتے تھے۔ سامنت اور پجاری عیش و عشرت میں پڑے ہوتے تھے۔ ویشیہ تجارت پیشہ ہوتے تھے۔ شودر کھیتی کے کام میں مصروف ہوتے تھے۔ اچھوت یا شودر گاؤں کے باہر رہتے تھے۔ ان کے ساتھ تفریق کا رویہ جاری تھا۔ کوڑا کرکٹ اٹھانے والے راہ چلتے وقت لکڑی پیٹتے جاتے تھے تاکہ اعلی ذات کے لوگ الگ ہٹ جائیں۔ اگر غلطی سے کوئی ان سے چھو جائے تو اسے غسل کرنا پڑتا تھا اور کپڑا بدلنا پڑتا تھا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی ذیلی ذاتیں تھیں ذات پات کا فرق ان کی پوشاک سے بھی ظاہر تھا۔ ہیون سانگ کے لفظوں میں کشتریہ اور برہمن اپنے پوشاک وغیرہ کے لحاظ سے صاف طور پر پہچانے جا سکتے تھے۔ وہ گھریلو اور خوش حال زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ اکثر ننگے پاؤں چلتے تھے۔ وہ اپنے بال اوپر کو باندھتے تھے اور کانوں کو چھیدتے تھے۔ جسمانی صفائی کا وہ بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھوتے تھے۔ استعمال کے بعد لکڑی اور مٹی کے برتنوں کو توڑ دیتے تھے۔ کھانے کے بعد وہ اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے اور ہاتھ منہ اچھی طرح دھو لیتے تھے۔ ہیون سانگ بتاتا ہے کہ ایک ذات کی شادی دوسری ذات میں نہیں ہوتی تھی۔ ایک ہی ذات کے مختلف طبقوں میں بھی شادی محدود تھی۔ خورد و نوش اور شادی بیاہ کے نقطہ نظر سے مختلف ذاتوں کے کچھ اصول وضع تھے لیکن دیگر سماجی معاملات میں یہ اصول درمیان میں حائل نہیں ہوتے تھے۔ بیوہ کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ اعلی طبقے میں پردے کا رواج تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ہیون سانگ کا وعظ سنتے وقت راجیہ شری پردہ نہیں کرتی تھی۔ جہیز اور ستی کی رسم بکثرت تھی۔ رانی یشومتی اپنے شوہر پربھاکر وردھن کی چتا کے ساتھ ہی ستی ہو گئی تھی۔ راجیہ شری بھی ستی ہونے ہی والی تھی لیکن اسے روک لیا گیا۔

### 15.3.2 لباس (Garments)

عام طور پر لوگ اپنے جسم پر دو کپڑے استعمال کرتے تھے۔ کپڑوں کی کٹائی یا سلائی نہیں ہوتی تھی۔ انہیں صرف کمر کے گرد باندھ لیا جاتا تھا۔ ان کے کپڑے منقش نہیں ہوتے تھے۔ عام طور پر رنگین کپڑوں کا بھی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اکثر و بیشتر وہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ شمال مغرب کے لوگ اون اور چمڑے کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ ہیون سانگ ہمیں بتاتا ہے کہ کاریگر ریشم، اون اور سوت کے کپڑے بننے میں ماہر تھے۔ اسی وقت تیار ہونے والے کئی کپڑوں کا اس نے ذکر کیا ہے۔ ''کوشیہ'' کپڑا ریشم اور سوت سے بنایا جاتا تھا۔ سن، جوٹ اور بھانگ سے حاصل اشیا سے ''شوم'' کپڑا یا لنن بنایا جاتا تھا۔ تیسری قسم کا لباس تھا ''کمبل''۔ لباس کی چوتھی قسم تھی کسی جنگلی جانور کے اون کا بنا کپڑا جو بہت عمدہ، ملائم اور آسانی سے کاتنے اور بننے کا لائق تھا۔

### 15.3.3 خورد و نوش (Food Habits)

ہندوستان میں پروہت لوگ کھانے سے قبل ہاتھ پیر دھو لیا کرتے تھے۔ ان چھوئے اور جھوٹے کھانے میں فرق رکھنا عام ہندوستانی رواج تھا۔ اگر کسی کھانے میں سے ایک لقمہ بھی کھا لیا جائے تو کھانا جھوٹا ہو جاتا تھا اور ان برتنوں کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا جن میں وہ کھانا پیش کیا جاتا تھا۔ یہ رواج دولت مند اور غریب دونوں کے درمیان رائج تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہر ایک ہندوستانی منہ دھوتا تھا۔ اتسنگ کا کہنا ہے کہ ایک بار منگولیا کے لوگوں نے سفیروں کی ایک جماعت ہندوستان بھیجی۔ ان کے افراد کو اس لیے مذاق اور بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ وہ اپنا منہ اور جسم صاف نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کا خاص کھانا تھا گیہوں کی چپاتیاں، بھنے ہوئے دانے، چینی، گھی اور دودھ سے بنی اشیا تھی۔ کچھ

موقعوں پر مچھلی، ہرن اور بھیڑ کا گوشت بھی کھایا جاتا تھا۔ گائے اور بعض جنگلی جانوروں کا گوشت پوری طرح ممنوع تھا۔ جو لوگ وضع کردہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتے تھے انہیں شہر بدر کر دیا جاتا تھا۔

### 15.3.4 زیورات (Ornaments)

عوام الناس حالانکہ سادہ کپڑے پہنتے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیورات پہننے کے بہت شوقین تھے۔ ہیون سانگ بتاتا ہے کہ راجا اور اعلی طبقات کے لوگوں کے زیورات غیر معمولی ہوتے تھے۔ قیمتی پتھر کا "تارا" اور ہار ان کے سر اور گردن کے زیور ہوتے تھے۔ وہ انگلیوں میں انگوٹھی، کلائیوں میں کنگن اور گردن میں مالا پہنتے تھے۔ دولت مند تاجر صرف کنگن پہنتے تھے۔

## 15.4 ثقافت (Culture)

### 15.4.1 عام مذہبی حالات (Religious Conditions)

چینی سیاح ہیون سانگ کی تحریروں اور بان بھٹ کی ہرش چرت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہرش کی سلطنت میں تین خاص مذہب پائے جاتے تھے۔ بدھ مت، جین مت اور برہمن مت۔ چند مخصوص علاقوں مثلاً ویشالی، پونڈرورد ھن اور سمتٹ میں دگمبر فرقے کے لوگ زیادہ تھے۔ جین مت دوسرے مقامات پر اتنا مقبول نہیں تھا۔ ہیون سانگ کے بقول بدھ مت پورے عروج پر تھا لیکن در حقیقت بعض مقامات مثلاً گوسبھی، شراوستی اور ویشالی میں وہ زوال پذیر تھا۔ بدھ خانقاہیں بودھی زندگی اور عبادت وریاضت کا مرکز تھیں۔ ان کا وجود مکمل طور پر کسانوں کے خیرات وصدقات پر منحصر تھا۔ بدھ مت کے دونوں فرقوں یعنی مہایان اور ہین یان نے بہت زیادہ زور پکڑ لیا تھا۔ چینی سیاح نے ان دونوں فرقوں کے علاوہ اٹھارہ اور مکاتب فکر کا ذکر کیا ہے جو اپنے مخصوص طریقے پر مذہبی رسوم ادا کیا کرتے تھے اور ذہنی اور علمی اعتبار سے ایک دوسرے سے برتری کے دعوے دار تھے۔ ہرش کی سلطنت میں برہمن مت کے خاص مرکز پریاگ اور وارانسی تھے۔ بدھ مذہب کا مہایان فرقہ بدھ اور بودھستوؤں کی صرف پرستش کی تلقین کرتا تھا۔ جین اور بدھ مت کی طرح برہمن مت میں مورتی پوجا رائج تھی۔ برہمنوں کے سب سے زیادہ مقبول دیوتا آدتیہ، شیو اور وشنو تھے، جن کی مورتیاں ہر مندر میں نصب کی جاتی تھیں جہاں تمام آداب ورسوم کے ساتھ ان کی پوجا ہوتی تھی۔ برہمن یگیہ کی آگ (اگنی) سلگاتے تھے، گائے کو مقدس مانتے تھے اور خیر وبرکت کے لیے مختلف رسوم ادا کرتے تھے۔ برہمن مت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں فلسفے کے متنوع مکاتب فکر اور متعدد راہبانہ مسلک پائے جاتے تھے۔ بان بھٹ نے ان میں سے تین کا ذکر کیا ہے۔ اوّل کپل اور کناد کے پیرو اور اپ نشدوں میں عقیدہ رکھنے والے یعنی ویدانتی، دویم وہ جو خدا کو خالق کائنات (ایشور کرنک) مانتے تھے سویم ملحد جیسے لوکائتک۔ اسی طرح سنیاسیوں کے بھی مختلف طبقے تھے۔ کیش لنچک (سر کے بال اکھاڑنے والے، پاشوپت، پنچ راترک اور بھاگوت وغیرہ)۔ چینی ذرائع میں سانکھیہ، ویشیشک وغیرہ مسلکوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ سب کے سب اپنی پوشاک، رسوم اور عقائد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ وہ گویا تلاش حق میں مصروف رہتے تھے۔ بھیک مانگ کر گزارا کرتے تھے اور ذاتی ضروریات اور آرام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔

## 15.4.2 آرٹ اور فن تعمیر (Art and Architecture)

ہرش کے عہد میں طرز تعمیر گپت عہد جیسا ہی رہا۔ ساتویں صدی کے آرٹ اور فن تعمیر کے اہم مراکز ماہوا، مدیشوری، سارناتھ، گیا، رات پور، تیز پور، ہند سر وغیرہ فن تعمیر اور سنگ تراشی کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں۔ ان تمام مراکز میں مدیشوری کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ ہرش کے 636ء کے کتبہ سے دتیشور اور سری منڈیشور مندروں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ مندر ساتویں صدی عیسوی کی ابتدائی دہائی کے آرٹ اور فن تعمیر کے بے نظیر مثال ہیں۔ اس دور میں فن تعمیر میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ شمالی طرز کی پیچ وخم رکھنے والی بلند قامت چوٹیوں کا ظہور ہونے لگا۔ ہیون سانگ بدھ کے 8 فٹ کے تانبے کے مجسمے کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے نالندہ میں کثیر منزلہ خانقاہ کا ذکر کیا ہے۔ چھتیس گڑھ کے سری پور میں اینٹوں سے بنا مندر ہرش کے عہد کے طرز تعمیر کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

## 15.4.3 ادب (Literature)

سابقہ دور کی طرح سنسکرت اور پراکرت میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ پرانوں کے تجزیہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی ہی سے ادب میں نئے موضوعات کا آغاز ہوا جیسے نذرانے، مقدس مقامات کی عظمت وشوکت، عام عبادت اور مورتیوں کی تقدیس، سیاروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قربانیوں کو انجام دینا وغیرہ۔ کمندک کی مشہور تصنیف نتی سار میں سیاسیات اور امور مملکت کے تعلق سے بحث کی گئی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں کماریل اور گوڑپاڑ کا ویدک فلسفہ کے عظیم ماہرین میں شمار ہوتا ہے۔ کماریل میماسا مکتب فکر کا علم بردار تھا۔ اس نے سلوک وارتک تانتر وارتک تپتیکا جیسی کتابیں لکھیں۔ شنکر اچاریہ کے استاد گوڑ باڑ ویدک وحدت کے فلسفہ کے اولین ترجمان تھے۔ ہرش نے علم وادب کی سرپرستی کی۔ ہرش کے دربار کی ادبی فضا سمدر گپت اور چندر گپت کے دربار کی یاد دلاتی تھی۔ بان، میور اور وواکر جیسے عظیم دانش ور اور ادباء ہرش کے دربار سے وابستہ رہے۔ بان بھٹ نے ہرش کی سوانح عمری ہرش چرت لکھی۔ اگرچہ بان بھٹ نے ہرش کی زندگی کے حالات کے تذکرہ میں مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے لیکن ہرش چرت میں ہم عصر زندگی کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ میور بان بھٹ کا رشتہ دار تھا۔ جین مت کا ادیب ننگ دیواکر ایک اچھوت تھا۔ اس نے آفتاب کی تعریف میں کئی بھجن تحریر کیے۔ ہرش کے تین ڈراموں جیسے رتناولی، پریہ درشکا اور ناگ نندا میں اس کی شاعرانہ ہنر مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ فلکیات کے میدان میں ورہ متر کی پنچ سدھانت اور برہم گپت کی برہم سدھانت اور دھیان گرہ اہم تصانیف تھیں۔ اس دور میں جین مت کے پراکرت ادب اور پالی زبان میں بدھ مت کی تشریحات تحریر کی گئیں۔

---

## 15.5 معیشت (Economy)

---

ہرش کے دور میں معیشت کی نوعیت جاگیر دارانہ اور خود کفیل تھی۔ تجارت اور کاروبار بے انتہا روبہ زوال ہوئے۔ تجارتی مراکز کے زوال، سکوں کی کمی اور تاجروں اور بیوپاریوں کی انجمنوں کے فروغ سے اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے۔ تجارت اور کاروبار کے زوال کا اثر سیدھے طور پر دست کاریوں اور ضروری اشیا کی دوسری صنعتوں پر پڑا۔ اس زوال نے بالواسطہ طور پر تجارت کو بھی نقصان پہنچایا۔ تجارت کی

ترقی کے زمانے میں مال تجارت کا بڑا حصہ غدائی اشیا کی بیشتر چیزیں اور دست کاری کے لیے خام مال زرعی پیداوار سے ہی آتے تھے۔اب زرعی سامان کے مطالبے میں بہت حد تک کمی واقع ہو گئی۔اب کاشتکار صرف اپنی اور اپنے علاقے کے لیے ضروری چیزیں پیدا کرتے تھے اور اندرونی وبیرونی تجارت کی اشیا پیدا نہیں کرتے تھے۔ جس کے نتیجے میں خود کفیل گاؤں کی معیشت کو عروج حاصل ہوا۔ جس میں گاؤں کے لوگوں کو گاؤں کے اندر ہی تمام چیزیں مل جاتی تھیں۔اس سے زراعت پر انحصار دن بدن بڑھتا چلا گیا۔

## 15.5.1 زراعت (Agriculture)

ساتویں صدی عیسوی کے دوران زمین عطیات کے طور پر دی جاتی تھی۔ عہدیداروں کو تنخواہ میں نقد کے بجائے زمین دینے کا رواج شروع ہوا۔ عہدیداروں کے علاوہ مذہبی عالموں کو بھی زمینیں دی جاتی تھیں۔ زمینوں کے اس طرح کے عطیے کی وجہ سے زمینیں ٹکڑوں میں بٹ گئیں۔ زمینوں پر انحصار کی وجہ سے جاگیرداری نظام کو فروغ حاصل ہوا۔اس عہد کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئی۔ زمین تین قسم کی ہوتی تھی اول پرتی اور بنجر زمین جو ریاست کے قبضے میں ہوتی تھی اور اکثر تنخواہ کی شکل میں عطیہ کے بطور دی جاتی تھی۔ دوسرے قابل کاشت زمین جس پر ریاست کا قبضہ ہوتا تھا اور جسے شاہی زمین تصور کیا جاتا تھا۔ یہ عطیات کی شکل میں دی جاسکتی تھی مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا کیوں کہ یہ پہلے سے ہی قابل کاشت تھی اور اس سے آمدنی حاصل ہو رہی ہوتی تھی۔ تیسرے نجی قبضے کی زمین تنخواہ کے طور پر دی جانے والی اس زمین پر عطیہ پانے والوں کا مکمل قبضہ نہیں ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر وہ ان کے لگان داروں ? پٹہ داروں کو نہیں ہٹا سکتا تھا۔ زمین کا مالک اس کی پیداوار کے 3/1 حصہ پر اختیار رکھتا تھا۔ بقیہ حصے پر پٹے داروں کا اختیار تھا۔ زمین کی قیمت اس کی پیداوار کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ قابل کاشت زمین کی قیمت بنجر زمین کے مقابلے میں 33 فیصد زیادہ تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین کی پیداواری صلاحیت میں صدیوں تک تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ مختلف علاقوں میں مختلف فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ ہیون سانگ کہتا ہے کہ گنا اور گیہوں کی کاشت شمال اور مغرب میں ہوتی تھی اور چاول مگدھ اور اس سے مشرق کے علاقے میں اگائے جاتے تھے۔ مگدھ کے علاقے میں خوشبودار چاول کی فصلیں تیار کی جاتی تھیں۔ تھانیشور کا خطہ بہت زرخیز تھا۔ یہاں چاول، گیہوں اور گنے کی پیداوار ہوتی تھی۔ کشمیر کے علاقے میں زعفران اگایا جاتا تھا۔ کاشتکاری کے طریقوں کے تعلق سے برہت سمہتا میں سالانہ دو اہم فصلوں کا ذکر ملتا ہے۔ سینچائی کے لیے پن چکی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ سدرشن جھیل جسے چندر گپت موریا نے بنایا تھا اور جس کی مرمت رودردمن نے کی تھی اس کی از سر نو مرمت کی گئی اور قابل استعمال بنایا گیا۔

## 15.5.2 صنعت وحرفت (Cotton Industry)

صنعتی میدان میں کپڑے کی صنعت کو اہم مقام حاصل تھا۔ بان بھٹ نے سوت، ململ، کتان اور ریشمی ملبوسات کا ذکر کیا ہے۔اس نے بتایا کہ یہ ملبوسات راجیہ شری پہنتی تھی۔ ہیون سانگ نے بھی ان ملبوسات کی تصدیق کی ہے۔ بان بھٹ نے رنگین کپڑوں اور منقش ریشم کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز اس دور کے ادب میں بھی کپڑا بننے کی تکنیک، زردوزی، رنگ ریزی، پارچہ جات کے کناروں کی رنگ ریزی اور منقش ململ کا تذکرہ ملتا ہے۔ وارانسی، متھرا اور کام روپ پارچہ جات کی صنعت کے اہم مراکز تھے۔اس عہد میں دھات کی صنعت بھی عروج پر تھی۔ ہیون سانگ کے بقول شمال مغربی علاقے مثلاً اُدیانہ اور تکلا میں سونے اور چاندی کی افراط تھی۔ دریائے بیاس اور ستلج کے درمیانی خطے میں

تانبے اور چاندی کی بہتات تھی۔ پیتل کی دھات کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ ہیون سانگ نے گوتم بدھ کے ایک تانبے کے بڑے مجسمے اور پیتل سے تعمیر کردہ مندر کا بھی ذکر کیا ہے۔ زیورات کی تیاری کا ہنر بھی عام تھا۔

### 15.5.3 تجارت (Trade)

پچھلے عہد کے مقابلے میں ہرش کے عہد میں تجارتی سرگرمیاں کم ہو گئی تھیں۔ روم کے ساتھ تجارت سے ہندوستان میں بہت زیادہ خوش حالی آئی تھی۔ تیسری صدی کے بعد یہ تجارت زوال پذیر ہو گئی اور ہونوں کے حملے کے بعد بالکل ختم ہو گئی۔ دریں اثنا ہندوستانی تاجروں نے جنوب مشرقی ایشیا کی تجارت پر زور دینا شروع کیا۔ ان علاقوں میں مختلف جگہوں پر تجارتی مراکز کے قیام اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آمدنی اب ادھر منتقل ہو گئی۔ گپت عہد میں خوش حال تجارت گزشتہ عہدے معاشی استحکام کا فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ تجارت وغیرہ پر ٹیکس تھا مگر محصول بہت کم وصول کیا جاتا تھا۔

نالندہ میں پائی گئی ہرش کی مہر، اپی گرافیکا انڈیکا جلد 14، ہیرانند شاستری

اشیا کی تیاری اور تجارتی سرگرمیوں میں پیشہ ورانہ جماعتیں (Guilds) اہم ادارے کے طور پر کام کرتی رہیں۔ داخلی تنظیم کے لحاظ سے یہ جماعتیں لگ بھگ خود مختار ہوتی تھیں۔ حکومت بھی ان کے وضع کردہ قوانین کا احترام کرتی تھیں۔ ان قوانین کی تیاری عام طور پر ایک بڑے ادارہ یعنی رکن جماعتوں کی متحد سند یافتہ جماعت (Corporation) کرتی تھی۔ کچھ صنعتی گلڈ مثلاً ریشم بننے والوں کی جماعت کے اپنے کارپوریشن ہوتے تھے جو اپنے طور پر منصوبے تیار کرتے تھے۔ جیسے مندروں کی تعمیر کے لیے اوقاف اور عطیات کا انتظام وغیرہ۔ اس عہد میں بدھ مت کی خانقاہیں بہت امیر ہو گئی تھیں اور تجارتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی تھیں۔ کچھ علاقوں میں یہ سنگھ بینکر کے طور پر کام کرنے لگی اور سود پر پیسے فراہم کرنے لگی۔ ان کی یہ آمدنی زمینوں سے حاصل ہونے والے کرایوں کے علاوہ تھی جہاں عطیات کے طور پر خانقاہوں کو زمین دی گئی تھیں اور جس سے وہ پیداوار کا چھٹا حصہ ٹیکس کے طور پر لیتے تھے۔ یہی وہ رقم تھی جو ریاست ٹیکس کے طور پر وصول کرتی تھی۔ مراعات یافتہ برہمنوں کا گزر عطیات پر ہوتا تھا۔ وکاٹک بادشاہ اس معاملے میں زیادہ فیاض ثابت ہوئے۔ برہمن بحیثیت مجموعی بہت کم خطرات مول لینے والے افراد تھے۔ بودھی خانقاہوں کے مقابلے میں وہ زمینوں سے بہت زیادہ جڑے ہوئے تھے۔ تجارتی جماعتوں سے تعلقات کی وجہ سے خانقاہوں کو تجارتی سرگرمیوں میں رقم لگانے کی حوصلہ افزائی ہوئی ہو گی۔ کاروبار میں دیے گئے قرضوں پر سود وصول کیے جاتے تھے۔ سود کی شرح اس بات پر منحصر کرتی تھی کہ قرض کس مقصد سے لیا گیا ہے۔ سود کی اوسط شرح 20 روپے سالانہ تھی جو پہلے 40 ہوا کرتی تھی۔ جانبین کی رضامندی سے سود کی شرح بڑھ بھی سکتی تھی۔ لیکن اصلی سرمائے سے یہ رقم زیادہ

ہو جائے ایسا کم ہی ہوتا تھا۔ شرح سود کے کم ہونے سے ظاہر ہے کہ اشیا کی فراہمی زیادہ ہوگئی جس کے نتیجے میں منافع کم ہوتا تھا۔

## 15.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ساتویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔ اس عہد کے معاشرے، ثقافت اور معیشت کا مطالعہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ معاشرے میں سابقہ صدیوں کی طرح اونچ نیچ کا فرق قائم تھا۔ سماجی درجہ بندی میں برہمنوں کو اونچا مقام حاصل تھا۔ کشتری حکمراں طبقہ تھا۔ ویشیہ تجارت میں مشغول تھے۔ شودر کھیتی کا کام کرتے تھے۔ اچھوت اور شودر گاؤں کے باہر رہتے تھے۔ ذات پات کا اصول قائم تھا۔ ایک ذات کی شادی دوسری ذات میں نہیں ہوتی تھی۔ بیوہ کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ اعلی طبقے میں پردے کا رواج نہیں تھا۔ ستی کا رواج عام تھا۔ اس وقت عام طور پر سلے اور منقش کپڑے پہننے کا چلن نہیں تھا۔ لوگوں کو سفید کپڑے مرغوب تھے۔ اون اور چمڑے کے لباس بھی پہنے جاتے تھے۔ عوام زیورات کے بہت شوقین تھے۔ خورد و نوش کے معاملے میں لوگ بہت احتیاط برتتے تھے۔ پاکی ناپاکی اور جھوٹے کھانے کے تئیں بہت زیادہ حسّاس تھے۔ ہاتھ منہ دھو کر نہایت ادب سے کھانا کھاتے تھے۔ گیہوں، چینی، گھی اور دودھ سے بنی اشیا پسند کرتے تھے۔ انہیں گوشت کھانا بھی پسند تھا۔ بعض جنگلی جانوروں کا کھانا ممنوع تھا۔ اس وقت تین خاص مذاہب بدھ مت، جین مت اور برہمن مت کے عقیدت مند پائے جاتے تھے۔ ہرش کے عہد میں طرز تعمیر گپت عہد جیسا ہی رہا۔ اس دور میں فن تعمیر میں کچھ تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ ادب کے میدان میں سابقہ دور کی طرح سنسکرت اور پراکرت میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ اس عہد میں معیشت کی نوعیت جاگیر دارانہ تھی۔ تجارت اور کاروبار روبزوال ہوئے۔ زراعت پر انحصار دن بدن بڑھتا گیا۔ صنعت کے معاملے میں کپڑے اور دھات کی صنعت کو اہم مقام حاصل تھا۔

## 15.7 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| ہرش چرتر | : | سمراٹ ہرش کے درباری شاعر بان بھٹ کی لکھی ہوئی ہرش کی سوانح عمری |
| کوشیہ | : | ریشم اور سوت سے بنا کپڑا |
| شوم | : | سن، جوٹ اور بھانگ سے حاصل اشیا سے بنا کپڑا |
| ہین یان | : | چھوٹا پہیہ، بدھ مذہب کا ایک فرقہ جو بت پرستی سے دور قدیم طرز کو اپنائے ہوئے تھا۔ |
| مہایان | : | عظیم پہیہ، بدھ مذہب کا ایک فرقہ جو مہاتما بدھ کے مجسمے کی عبادت کرتا تھا۔ |
| زردوزی | : | کپڑوں میں سونے کے دھاگے کا استعمال |
| گلڈ | : | پیشہ ور انجمن |
| پارچہ جات | : | کپڑے کے ٹکڑے |

## 15.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 15.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ہیون سانگ کے مطابق، ہرش کے دور میں اچھوت یا شودر گاؤں کے باہر رہتے تھے اور شہر میں داخل ہوتے وقت کیا کرتے تھے؟

(الف) گیت گاتے تھے (ب) لکڑی پیٹتے جاتے تھے (ج) سفید لباس پہنتے تھے (د) خاموش رہتے تھے

2. رانی یشومتی کا اپنے شوہر پربھاکر وردھن کی چتا کے ساتھ جل جانا کس رسم کی طرف اشارہ کرتا ہے؟

(الف) بیوہ کی دوبارہ شادی (ب) پردے کا رواج (ج) ستی کی رسم (د) نیوگ کا رواج

3. ہرش کے عہد میں برہمن مت کے کون سے دیوتا مقبول تھے؟

(الف) اندرا اور اگنی (ب) آدتیہ، شیوا اور وشنو (ج) برہما اور ورون (د) گنیش اور کارتکیہ

4. ہرش کے دور میں معیشت کی نوعیت کیا تھی؟

(الف) تجارت پر مبنی (ب) جاگیردارانہ اور خود کفیل (ج) سکوں پر مبنی (د) صنعتی

5. ہرش کی حکومت میں آمدنی کا خاص ذریعہ 'اُدرنگ' کیا تھا؟

(الف) زمین پر ٹیکس (ب) تجارتی چنگی (ج) صنعتی ٹیکس (د) غیر ملکی نذرانے

### 15.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہرش کے عہد میں ذات پات کا نظام کیسا تھا؟
2. ہرش کے عہد کے آرٹ اور فن تعمیر پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
3. ہرش کے عہد کی صنعت و حرفت پر روشنی ڈالیے۔

### 15.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ہرش کے دورِ حکومت میں معاشی حالات کا ذکر کیجیے۔
2. ہرش کے عہد کے مذہبی حالات کا جائزہ لیجیے۔

# اکائی 16۔چالوکیہ خاندان

(Chalukyas)

اکائی کے اجزا

| | |
|---|---|
| 16.0 | تمہید |
| 16.1 | مقاصد |
| 16.2 | چالوکیہ خاندان کا تعارف |
| 16.3 | آغاز وابتدائی حالات |
| 16.4 | واتاپی کے چالوکیہ |
| 16.5 | کلیانی کے چالوکیہ یا مغربی چالوکیہ |
| 16.6 | مشرقی چالوکیہ یا وینگی کے چالوکیہ |
| 16.7 | مذہب |
| 16.8 | تعمیری سرگرمیاں |
| 16.9 | فوجی نظام |
| 16.10 | انتظامِ حکومت |
| 16.11 | سفارتی تعلقات |
| 16.12 | سکے |
| 16.13 | زبان وادب کی سرپرستی |
| 16.14 | اکتسابی نتائج |
| 16.15 | فرہنگ |
| 16.16 | نمونہ امتحانی سوالات |

## 16.0 تمہید (Introduction)

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے دوران جنوبی ہندوستان کے دکنی علاقوں کو "دکشنا پتھ" یا "دکن" کہا جاتا تھا۔اسی "دکشنا پتھ یا دکن "کا ایک مشہور علاقہ واتاپی یعنی موجودہ بادامی ہے۔جو فی الحال موجودہ ریاست کرناٹک کا ایک اہم حصہ ہے۔اسی "واتاپی" کے مقام پر چالوکیہ خاندان کے حوصلہ مند حکمرانوں نے اپنی ریاست کی بنیاد رکھی اور "واتاپی" موجودہ "بادامی" کو اپنا دارالحکومت (راجدھانی) بنایا جس کا شمار جنوبی ہندوستان کی مضبوط ترین ریاستوں میں کیا جاتا ہے۔بادامی کی چالوکیہ ریاست تقریباً دوسو برسوں تک قائم رہی۔مورخین کا ماننا ہے کہ وجے نگر ریاست کے عروج میں آنے سے پہلے یہ جنوبی ہندوستان کی سب سے اہم، مضبوط اور طاقتور ریاست تھی۔طویل مدت تک اس نے جنوب پر اپنا اقتدار قائم رکھا۔رفتہ رفتہ بعد کے کچھ حکمرانوں آپسی چپقلش اور ناعاقبت اندیشی کے باعث کمزور ہوئی اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد یہ مضبوط حکومت تین خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔دو ریاستیں جلد ہی انتشار کا شکار ہوگئیں۔ بادامی کے چالوکیہ حکمرانوں نے جنوبی ہندوستان پر اپنی حکمرانی کے دیرپا اور ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔انہوں نے ادب وثقافت کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن کو بھی فروغ دیا تھا۔فنونِ لطیفہ میں انہوں نے خوب ترقی کی۔فن تعمیر و ترقی کے وہ عمدہ شاہکار نمونے چھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر اس عہد کے حکمرانوں کی دلچسپیوں اور ماہر کاریگروں کی عمدہ صناعی کا اندازہ ہوتا ہے۔اس اکائی میں ہم چالوکیہ ریاست کے قیام، استحکام اور انتشار کے ساتھ ساتھ ان کے حکمرانوں کے کارناموں اور کاریگروں کی صناعیوں کا مطالعہ کریں گے۔

## 16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- چالوکیہ خاندان کے حکمرانوں کے آغاز وارتقا کے بارے میں جان سکیں گے۔
- چالوکیہ خاندان کے اہم حکمرانوں اور ان کے کارناموں سے واقف ہو سکیں گے۔
- چالوکیہ حکمرانوں کی تعمیری سرگرمیوں کا جائزہ لے سکیں گے۔
- چالوکیہ ریاست کے انتشار وزوال کی وجوہات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ہندوستانی تہذیب وتمدن کے فروغ میں چالوکیہ حکمرانوں کے کردار پر بحث کر سکیں گے۔

## 16.2 چالوکیہ خاندان کا تعارف (Introduction to Chalukya Dynasty)

چھٹی صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک جنوبی ہندوستان پر چالوکیہ خاندان کے حکمرانوں نے مضبوط ریاست کی بنیاد ڈالی اور واتاپی (موجودہ بادامی) کو جو فی الحال ریاستِ کرناٹک کا حصہ ہے اپنا پایۂ تخت بنایا۔آگے چل کر یہ حکومت کئی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ان خود مختار ریاستوں اور ان کے مقامِ حکمرانی کی بنیاد پر مورخین نے انہیں تین زمروں میں بانٹا ہے۔

- بادامی کے چالوکیہ: یہ وہ ابتدائی چالوکیہ ہیں جنہوں نے واتاپی (بادامی) کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ان کا دور اقتدار چھٹی صدی عیسوی سے

642ء یعنی اس خاندان کے عظیم حکمراں پلا کیشن دوم کے انتقال تک ماناجاتا ہے۔

- مغربی چالوکیہ: دراصل یہ بادامی کے چالکیوں کے وہ جانشیں تھے۔ جنھوں نے دسویں صدی عیسوی کے بعد کلیانی کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ انہیں ''کلیانی کے چالوکیہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔
- مشرقی چالوکیہ: پُلکسین دوم کے انتقال کے بعد اس خاندان کے کچھ افراد نے جنوبی ہندوستان کے مشرقی علاقے ''وینگی'' کو اپنی راجدھانی بنایا۔ اسی وجہ سے ان کو مشرقی چالوکیہ یا'' وینگی کے چالوکیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا اقتدار اس علاقے میں گیارہویں صدی عیسوی تک قائم رہا۔ آیئے اب ہم مجموعی طور پر چالوکیہ ریاستوں کے قیام اور استحکام کا جائزہ لیتے ہیں۔

## 16.3 آغاز اور ابتدائی حالات (Emergence & Early Conditions)

چالوکیہ حکمرانوں کے ابتدائی حالات اور ان کے خاندانی پس منظر کے بارے میں بہت زیادہ واضح ثبوت دستیاب نہیں ہیں۔ غالباًان کا تعلق کرناٹک کے مقامی کناریوں (Kanarese) سے تھا۔ جو برہمن مذہب کے زیر اثر تھے۔ ایک روایت کے مطابق جس کا ذکر بلہن نے اپنی ''وکرمانک دیوچرت'' میں کیا ہے۔ کہ ''چالوکیہ اس سورما نسل سے تعلق رکھتے تھے جسے ''برہما'' نے دنیا کو بے ایمانی اور دغا بازی سے پاک کرنے کے لیے اپنی ہتھیلی سے تخلیق کیا تھا۔ ''آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ان کا خاندان اصلاً ایودھیا سے تعلق رکھتا تھا۔ بعد میں وہ جنوب کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ ان کے خیال میں چالوکیہ شمالی ہندوستان کے چھتری نسل سے تعلق رکھتے تھے اور ہرتی پتر ان کے اجداد میں سے تھے۔ اوپیندر سنگھ نے لکھا ہے کہ مغربی چالوکیہ خود کو برہمن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو ''مانویہ گوتر'' کے ہرت پوتر نسل کا بتلاتے ہیں۔ ونسنٹ اسمتھ کا خیال ہے کہ چالوکیہ چاپوں سے تعلق رکھنے والے ایک غیر ملکی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا وہ غیر ملکی تھے۔ ممکن ہے وہ راجپوتانہ کے راستے ہجرت کر کے دکن پہنچے ہوں۔ اس کے برعکس مغربی چالکیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ''مانویہ گوتر'' سے تعلق رکھنے والے ہرت پوتروں کی نسل سے ہیں جو برہمن تھے۔ بہرحال چالوکیہ چھٹی صدی عیسوی میں جنوبی ہندوستان کی سرزمین پر اپنی بہادری کا سکہ جمانے والا ایک طاقتور خاندان تھا جس کی کئی اہم شاخیں تھیں۔ اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ چالوکیہ ریاست کی بنیاد جے سمہا (جے سنگھ) نے رکھی تھی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے رن راگ کی رہنمائی میں اس کی ریاست کی حدود میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ رفتہ رفتہ چالکیوں نے جنوبی ہندوستان کے اس علاقہ پر جسے ''دکشنا پتھ'' کہا جاتا تھا ایک مضبوط حکومت قائم کر لی۔ ان کی یہ حکومت تقریباً200 سالوں تک برقرار رہی۔ اس ریاست کو مضبوط، مستحکم، اور وسیع کرنے میں کئی اہم حکمرانوں کی دور اندیشی، بہادری، اولوالعزمی اور فوجی حکمتِ عملی شامل رہی ہے۔

## 16.4 واتاپی کے چالوکیہ (Chalukyas of Vatapi)

چالوکیہ خاندان کا پہلا قابل ذکر حکمراں پلا کیشن اوّل (535-566) تھا۔ جو رن راگ یا رانارنگا (Ranaranga) کا جانشین بنا۔ اس کی بیوی درلبھ دیوی ''باپورا'' خاندان کی شہزادی تھی۔ پلا کیشن اول نہایت حوصلہ مند، بہادر اور پُرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے کدمباؤں کی ماتحتی کا جوا اتار پھینکا اور اپنے باپ سے وراثت میں ملی ریاست کو نہ صرف مضبوط و مستحکم کیا بلکہ اس کی سرحدوں کو بھی کافی وسیع

کیا۔اس کی حکومت میں جنوبی ہند کے آندھراپردیش کا زیادہ تر حصہ اور کرناٹک کا پورا علاقہ شامل تھا۔اس نے واتاپی (موجودہ بادامی) ضلع بیجاپور کو اپنا پایۂ تخت اور اپنی راجدھانی بنانے کا فیصلہ کیا۔

پلاکیشن اول نے دکن کے علاقہ میں ایک نئی، مضبوط اور مستحکم ریاست کی بنیاد ڈالی اور مالاپربھا کی وادی میں واتاپی کے مقام پر جسے بادامی بھی کہا جاتا ہے ایک مضبوط قلعہ ہ تعمیر کروایا۔اپنے تحفظاتی محلِ وقوع کے اعتبار سے یہ قلعہ ہ دریاؤں اور حفاظتی پہاڑیوں سے گھرا تھا۔واتاپی (بادامی) اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔یہ علاقہ جنوبی ہندوستان کے ایک مشہور مذہبی مقام ''مہاکوتہ'' اور اہم تجارتی مرکز ایہول (Aihole) کے قریب واقع تھا۔بادامی کے پہاڑی قلعہ ہ سے ایک کتبہ دریافت ہوا ہے۔جس میں پلاکیشن اول کی تخت نشینی کا سال شک سن 465 مطابق 543ء درج ہے۔بادامی کے قلعہ ہ میں نصب اس کتبے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ''شروتا''، ''ہرنیہ گربھا''، ''اگنیش توما'' اور ''آشومیدھ یگیہ'' (گھوڑے کی قربانی) ادا کرنے کا کارنامہ بھی انجام دیا تھا۔ہندوستان میں ''آشومیدھ یگیہ'' ادا کرنے کا اختیار صرف خود مختار راجاؤں اور مہاراجاؤں کو ہی حاصل ہوتا تھا۔اس قربانی کو ادا کرنے کے بعد پلاکیشن اوّل باقاعدہ خود مختار راجا بن گیا۔اسے چالوکیہ خاندان کا پہلا خود مختار اور آزاد حکمراں اور چالوکیہ حکومت کا حقیقی بنیاد گزار بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔اس کتبے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس نے ''ولبھیشور'' کا خطاب اختیار کیا تھا۔

پلاکیشن اول کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کیرتی ورمن (596-97-566-67ء) اس کا جانشیں بنا۔اس نے کوکن کے موریوں، بن واسی کے کدمباؤں اور نل واڑی (بستر) کے نلاؤں کو شکست دے کر چالوکیہ ریاست کو مزید مضبوط، وسیع اور مستحکم کیا۔اس نے گوا کا کچھ علاقہ سے ''ریوتی دیپ'' کہا جاتا تھا بھی فتح کر لیا تھا۔ان فتوحات کا اثر یہ ہوا کہ کدمباؤں کے کچھ باج گزاروں نے جو ان کو سالانہ خراج دیتے تھے ان کو خراج دینا بند کر دیا اور اپنی وفاداری چالوکیہ حکمرانوں سے وابستہ کر لی اور ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تھے۔ آر۔پی۔ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''کچھ لوحی شہادتوں کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی فوجوں کو شمال میں مگدھ (بہار) اور دنگ بنگال تک لے گیا تھا، مگر اس بات کی دیگر شواہد سے تصدیق نہیں ہوتی ہے کہ اس نے بہار اور بنگال پر فوج کشی کی تھی۔'' یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شمالی کرناٹک کا پورا علاقہ اس کے کنٹرول میں آگیا تھا۔کرشنا بھنڈارکر کا کہنا ہے کہ کیرتی ورمن 567ء میں تخت پر بیٹھا اور تقریباً 25 سال اس نے جنوبی ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ کیرتی ورمن کے انتقال وقت اس کے بیٹے نابالغ اور چھوٹے تھے۔اس موقعہ کا فائدہ اٹھا کر اس کا بھائی منگلیش راج گدی پر قابض ہو گیا تھا۔

کیرتی ورمن کے انتقال کے بعد اس کا بھائی منگل راج یا منگلش تخت پر بیٹھا۔کہا جاتا ہے کہ وہ ایک باہمت اور حوصلہ مند حکمراں تھا۔اس نے اپنے بھتیجوں کو اقتدار سے بے دخل کر کے نائبِ ریاست کے طور پر اقتدار سنبھال لیا۔اپنی قابلیت اور حوصلہ مندی سے اس نے کئی اہم مہمیں سر کیں اور اہم اعزازات حاصل کیے۔اس نے چالوکیہ ریاست کی توسیع کا سلسلہ جاری رکھا۔آر۔پی۔ترپاٹھی کے بقول ''اس نے ریوتی دیپ (موجودہ ریڑی ضلع رتنا گری) کو حاصل کر لیا تھا۔'' اس نے شمالی دکن کے کلاچوری حکمراں بدھ راج (جو گجرات، خاندیش اور مالوہ کا راجا تھا) پر بھی قابو حاصل کیا تھا۔600ء میں کلاچوری حکمراں کے خلاف ہوئی جنگ میں اسے بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔مہاکوتہ ستونی

کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گنگاؤں ، پلوؤں چولوں ،اور کدمباؤوں پر بھی تسلط قائم کیا تھا۔اس نے ''ارونا پرا کرما''، ''راناوکرم''اور ''پرم بھاگوت'' جیسے القاب اختیار کیے تھے۔ منگلیش کی زندگی کے آخری ایام درباری ریشہ دوانیوں کا شکار رہے۔وہ چالوکیہ حکومت کے موروثی وارث پُلکسین دوم کے بجائے اپنے بیٹے سندر ورما کو گدی پر بٹھانا چاہتا تھا۔لیکن اس کے درباریوں نے اس کی پُرزور مخالفت کی۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرنے میں ناکام رہا۔منگلیش کی اس کوشش کے نتیجے میں ریاست میں خانہ جنگی کے حالات پیدا ہو گئے۔ بالآخر منگلیش کے بھتیجے پلا کیشن دوم نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے جنگ میں شکست دے کر قتل کر دیا۔پداوادو گروکتبے کے مطابق یہ واقعہ سن 610ء میں پیش آیا تھا۔ بعد ازآں اس نے راجا ہونے کا اعلان کیا تھا۔اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

پلا کیشن دوم کے دور میں چالوکیہ ریاست کو مزید عروج اور کامیابیاں حاصل ہوئیں۔اس نے اپنے دور حکومت میں کئی اہم کارنامے انجام دیے۔ کئی کامیاب لڑائیاں لڑیں اور سب میں فتح یاب رہا۔اس کے دورِ حکومت میں چالوکیہ حکومت نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔ اس نے اپنی ریاست کے آس پاس کے علاقوں پر بھی غلبہ حاصل کرنے کی کامیاب کوششیں کیں ۔ یہی وجہ ہے کہ پلا کیشن دوم کو جنوبی ہندوستان کا اہم ترین حکمراں تصور کیا جاتا ہے۔پلا کیشن دوم نے اپانیک اور گووند جیسے باغیوں کو شکست دے کر کدمباؤں کی راجدھانی ''ونواسی'' کو تاخت وتاراج کر دیا۔ کرناٹک کے جنوبی ساحلی علاقوں پر حکمرانی کرنے والے الوپاؤں اور جنوبی کرناٹک کے گنگوں کو اپنی فرماں روائی تسلیم کرنے پر بھی مجبور کیا تھا۔ بعد ازاں اس نے ٹال کاڈ (میسور) کے گنگاؤں سے ازدواجی رشتہ بھی قائم کیا اور ان سے شادی بیاہ کا معاہدہ کیا۔ پلا کیشن دوم نے کوکن کے موریاؤں کو شکست دے کر جدید ''ایلی فینٹا'' پر قبضہ کر لیا۔ گجرات اور مدھیہ پردیش کے علاقوں میں رہنے والے لتاؤں، مالاؤں اور گوجروں کو بھی مغلوب کیا۔

پلا کیشن دوم کا سب سے بڑا جرأت مندانہ قدم شمالی ہند کے ایک بڑے راجا ہرش وردھن کو نربدا کے قریب شکست دے کر جنوبی ہند پر اس کی پیش قدمی پر روک لگانا تھا۔اس مہم کے بعد اس نے ہرش وردھن کو دکن کی جانب پیش قدمی کرنے سے روک دیا تھا۔ دریائے نربدا کو دونوں ریاستوں کے درمیان سرحد کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ان کامیابیوں کے بعد پلا کیشن دوم مہاراشٹر پر جس میں 99ہزار گاؤں تھے قابض ہو گیا۔ دکن کے مشرقی علاقوں ، کوشل اور کلنگ کے راجواڑے بھی اس سے خوف زدہ رہنے لگے۔ ان علاقوں کو جیت کر وہ پشٹ پور موجودہ (پٹھاپورم) کے قلعہ ہ کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔ جب چالوکیہ ریاست کی سرحدیں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں تو پلا کیشن دوم نے تقریباً 615ء میں مشرقی علاقوں کا انتظام اپنے چھوٹے بھائی وشنو وردھن وشم سدھی کے سپرد کیا۔اس کے بھائی نے بھی اپنے زیر انتظام علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی ریاست کو مزید وسیع اور مستحکم کیا۔ پلا کیشن کی کامیابیوں کی شہرت رفتہ رفتہ بلندیوں پر پہنچ گئی۔

چالکیوں کی پلوؤں سے پرانی چپقلش تھی۔مال غنیمت، عزت، دولت، شہرت اور ارضی وسائل پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول کرنے کے معاملات پر آپس میں الجھتے رہتے تھے۔ کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان واقع دوآب کے علاقہ پر دونوں اپنا تسلط جمانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔پلو حکمراں بار بار تنگ بھدرا کو پار کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، جو دکن اور اس کے جنوب کے علاقوں کے مابین ایک قدرتی تاریخی

سرحد کی حیثیت رکھتا تھا۔اپنی ابتدائی کامیابیوں سے حوصلہ پاکر پلاکیشن دوم نے اپنے ہم عصر پلوراجامہیندر ورمن کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔ چالوکیہ فوجیں پلووں کی راجدھانی کانچی پورم کے قریب بلالورتک پہنچ گئیں۔پلووں نے اپنے شمالی علاقے پلاکیشن دوم کے حوالے کر کے اپنی ریاست کی خاطر امن کا سودا کیا۔رفتہ رفتہ آندھرا کا ساحلی علاقہ بھی چالکیوں کا باج گزار ہو گیا۔پلاکیشن نے شمال کا جیتا ہوا پورا علاقہ اپنے بھائی وشنو وردھن کے حوالے کر دیا، جہاں وہ اس کے نائب کی حیثیت سے حکمرانی کرتا رہا۔لیکن پلاکیشن کی وفات کے بعد اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دکن کے مشرقی علاقوں میں ایک نئی ریاست کی داغ بیل ڈالی جسے تاریخ میں وینگی (Vengi) کی چالوکیہ ریاست یا ''مشرقی چالوکیہ '' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔642 ء میں پلاکیشن نے پلووں پر دوبارہ حملہ کیا۔اس وقت مہیندر ورمن کا بیٹا نرسمہا ورمن (630-662) پلووں کا حکمراں تھا۔اس نے نہ صرف پلاکیشن کے حملے کا منہ توڑ جواب دیا بلکہ چالوکیہ ریاست کے مرکزی علاقوں پر دھاوا بول دیا۔اکثر مورخین کا ماننا ہے کہ غالباًاسی تصادم میں پلاکیشن دوم مارا گیا تھا۔پلووں نے چالوکیہ ریاست کو تاخت وتاراج کر کے ان کی راجدھانی کو لوٹ لیا۔اس طرح نرسمہا ورمن نے بادامی پر قبضہ کر لیا۔اس نے ''واتاپی کونڈا'' یا واتاپی کا فاتح کا خطاب اختیار کیا۔

پلاکیشن دوم کی وفات کے بعد اس کے پانچوں بیٹوں (1۔چندرآدتیہ، 2۔آدتیہ ورمن، 3۔وکرماآدتیہ، 4۔جے سمہا، 5۔آمیرا) میں راج گدی کو لے کر اختلاف ہوا۔انہوں نے اس ریاست کو پانچ حصوں میں بانٹنا چاہا۔بالآخر پلاکیشن دوم کا تیسرا بیٹا وکرمآدتیہ 642ء میں راجا بننے میں کامیاب ہوا اور اپنے بھائیوں کو ہرا کر اپنی منتشر حکومت کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔وکرمآدتیہ ورمن چالوکیہ حکومت کا سربراہ بنا اور سنہ 655-56ء سے اپنی حکومت کا آغاز کیا۔اس نے اپنے بھائی جے سمہا ورمن اور اپنے نانا بھوی کرما کی مدد سے چالوکیہ ریاست کے ان کھوئے ہوئے علاقوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب حاصل کی جو نرسمہا ورمن نے اس کے والد سے چھینے تھے۔بقیہ باج گزار ریاستوں کے حکمرانوں نے بھی اس کی اطاعت قبول کی۔آندھرا پردیش کے ساحلی علاقوں اور اس کے مضافات میں ابتدا سے ہی اس کی حکمرانی کے ثبوت پائے جاتے ہیں۔وکرمآدتیہ اور اس کی مشترکہ فوج نے نرسمہا ورمن اوّل کے بیٹے مہیندر ورمن دوم کو کرناٹک کی جنگ میں شکست دے دی۔اس کے بعد چالوکیہ فوجیں پر میشور ورمن کی سرکوبی کے لیے کانچی پورم اور اس کے گرد و نواح تک پہنچ گئی۔پر میشور ورمن کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔وکرمادتیہ نے پلوں کے حریف پانڈیوں سے حلیفانہ معاہدہ کیا اور مغربی گنگاؤں از دواجی تعلقات قائم کیے۔اس نے ایک گنگا شہزادی سے شادی بھی کی۔بالآخر 680ء میں اس کی وفات ہو گئی۔

وکرم آدتیہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ونے آدتیہ اس کا جانشیں بنا۔اس کے دور حکومت کو امن وآشتی کا دور مانا جاتا ہے۔اس نے ''یودھامل''، ''سہارشیکا'' اور ''ستیہ شری'' کے القاب اختیار کیے تھے۔کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ کئی محاذوں پر ان کے شانہ بشانہ لڑ چکا تھا۔اس نے پلووں، کلبھروں، چیروں اور کلچوریوں کو شکست دینے میں اپنے والد کا ساتھ دیا تھا۔678ء کے کولہاپور کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لنکا اور کمیرا کے راجاؤں کو بھی شکست دی تھی۔سن 692ء میں اس نے چینی دربار میں اپنا ایک سفیر بھیجا۔696ء میں اس کی وفات ہو جاتی ہے۔وکرم آدتیہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا وجے آدتیہ چالوکیہ تخت وتاج کا وارث بن جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اپنے باپ

کے دور میں اسے شمالی ہند کی ایک مہم پر بھیجا گیا تھا جہاں اسے قید کر لیا گیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد قید خانہ سے بھاگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور چالوکیہ ریاست میں آکر تختِ شاہی پر براجمان ہوتا ہے۔ اس نے پلو حکمراں پر میشور ورم کے خلاف محاذ آرائی کی اور اسے ٹیکس دینے پر مجبور کیا ۔733ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ وجے آدتیہ کے بعد اس کا بیٹا وکرم آدتیہ اس کا جانشیں بنا۔ اس نے اپنے خاندان کے دیرینہ دشمن کانچی پورم کے پلووں پر چڑھائی کی اور کامیاب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کانچی پورم پر تین کامیاب حملے کیے تھے۔ پہلا اپنی شہزادگی کے دور میں، دوسرا جب وہ بادامی کی چالوکیہ ریاست کا حکمراں بنا تیسرا اپنے بیٹے کیرتی ورمن دوم کی رہنمائی میں ۔ وجے آدتیہ کا دور شاندار مندروں کی تعمیر کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں پٹّد کل میں دو بڑے مندر ''ویروپکش''(لوکیشور مندر) اور ملک ارجن مندر (ترلوکیشور مندر) اس کی دو بیویوں لوکمہادیوی اور ترلوکادیوی کے ذریعہ بنوائے گئے تھے۔ جسے یونیسکو نے عالمی میراث میں شامل کیا ہے۔

سن 746ء میں کیرتی ورمن دوم اپنے والد وکرم آدتیہ دوم کا جانشیں بنا۔ اس کی ریاست کو راشٹر کوٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مسلسل خطرہ لاحق رہا اور بالآخر راشٹر کوٹوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ کیرتی ورمن اور اس کے باج گزار گنگا حکمراں شری پُرش کی پانڈیا حکمراں مار اور من راج سمہا اول سے کانگو کے علاقہ کو لے کر جو گنگاؤں کی ریاست سے متصل تھا جھڑپ ہو گئی۔ کاویری ندی کے کنارے ون بائی کے مقام پر کیرتی ورمن کو شکست ہو گئی۔ کیرتی ورمن دوم بادامی کی چالوکیہ ریاست کا آخری حکمراں تھا۔ اس کے بعد تقریباً 220 سالوں تک مغربی چالوکیہ اقتدار سے باہر رہے۔ 973ء میں اس خاندان کی حکمرانی کو چالوکیہ حکمراں تیلپ دوم نے از سرِ نو منظم کیا۔ جنہیں تاریخ میں مغربی چالوکیہ یا کلیانی کے چالوکیہ کہا جاتا ہے

## 16.5 کلیانی کے چالوکیہ (Chalukyas of Kalyani)

کلیانی کے چالوکیہ جنہیں مغربی چالوکیہ بھی کہا جاتا ہے تقریباً 220 سالوں کے طویل عرصے کے بعد اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تاریخی دستاویز اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس ریاست کی تجدید اور احیاء نو کا سہرا اس کے ایک حوصلہ مند راجا ''تیَلَپ'' کے سر جاتا ہے۔ تاریخی دستاویزات کے حوالے سے۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''تیَلپ کا مورثِ اعلیٰ کیرتی ورمن دوم کا کوئی چچا تھا جس کا نام معلوم نہیں ہے''، لیکن کرشنا بھنڈارکر کا ماننا ہے کہ ''تیَلَپ کسی دوسری بالکل غیر اہم شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔'' ان کا ماننا ہے کہ ''تیَلَپ اور اس کے جانشیں قدیم چالکیوں کی طرح ہریتی کو اپنا مورث تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی مانویہ گوتر سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال تیَلپ دوم نے سن 973ء میں راشٹر کوٹ حکمراں ''کرشنا سوم'' کی بالادستی قبول کرنے سے انکار کیا اور چالوکیہ حکومت کو دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے چالوکیہ ریاست کے تمام مقبوضہ علاقوں کو دوبارہ حاصل کر لیا۔ تیَلَپ دوم کے ذریعہ قائم کی گئی حکومت کو '' مغربی چالوکیہ خاندان'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انہیں تاریخ میں کلیانی کے چالوکیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس مغربی چالوکیہ خاندان نے آنے والے وقت میں جنوبی ہندوستان پر تقریباً ڈھائی سو سالوں تک حکومت کی۔ ان کے سب سے اہم حریف چولا حکمراں اور وینگی کے مشرقی چالوکیہ خاندان کے افراد تھے۔ ستیہ شری (997-1008ء) سومیشور (1042-1068ء) اور وکرم آدتیہ چہارم (1076-

1126ء)وغیرہ مغربی چالوکیہ خاندان کے اہم حکمراں تھے۔ جنہوں نے آنے والے وقت میں جنوبی ہندوستان پر اپنی حکمرانی کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

## تیلپ دوم (Tailapa II)

تَیلپ دوم(997-973)نے جس کا نام ''آہومل'' تھا''نرمدی تَیلپ اور ''ستیہ شری کل تِلک''کالقب اختیار کیا۔اقتدار میں آنے سے قبل وہ راشٹر کوٹ راجاؤں کا ایک جاگیردار تھا۔پرمار فوجوں کے ہاتھوں مانیہ کھیت کی تباہی کے بعد جب افراتفری پھیلی تو تَیلَپ نے اس سے فائدہ اٹھایااور بڑی شدت اور بہادری کے ساتھ راشٹر کوٹ راجا کرکادوم پر حملہ کردیا۔ کرکادوم یاتولڑائی میں مارا گیا یا بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا۔اس سے تَیلَپ کی قوت اور وقار میں اضافہ ہوا۔اس کے بعد تَیلَپ نے راشٹر کوٹوں کے وارث ''اندر چہارم اوراس کے باج گزار پنچال دیو کو دریائے گوداوری کے دامن میں شکست دے دی۔ چولاؤں کی آپسی رسہ کشی اور جانشینی کی جنگ سے فائدہ اٹھا کر انہیں بھی ہرانے میں کامیاب ہوا۔اس کادعویٰ ہے کہ اس نے چولا حکمراں اُتھتھما کوشکست دی تھی۔اس نے اور بھی کئی کامیاب جنگیں لڑنے کادعویٰ کیا ہے۔ایسی ہی ایک جنگ میں مارا گیا۔الغرض تقریباً24سال حکومت کرنے کے بعد 997ءمیں تَیلپ کا انتقال ہوگیا۔

تَیلپ کے بعد اس کالڑکا ستیاشری تختِ شاہی پر بیٹھااس کے دورِ حکومت(997۔1008ء)میں چولا فوجوں نے راجاراج اول کی قیادت میں چالوکیہ ریاست پر کئی زبردست حملے کیے اور بڑی تباہی مچائی۔ ستیاشری نے اس قتل وغارت گری کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیااور خود کو سنبھالے رکھا۔موقعہ ملتے ہی اس نے چولا سلطنت کے جنوبی علاقوں پر حملے بھی کیے تھے۔ستیاشری کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا وکرم آدتیہ پنجم(1008۔1015ء)اس کی گدی پر بیٹھا۔اس نے بہت کم دنوں تک حکومت کی۔اس کے دور میں بھوج پرماروں نے چالکیوں پر حملہ کردیااور وکرمادتیہ پنجم کو شکست دے کر چالکیوں سے اپنی پرانی دشمنی کا بدلا بھی لے لیا۔وکرمادتیہ کے بعد اس کا بھائی جے سمہا دوم(جے سنگھ دوم)(1015۔1042ء)جوجگ دَیک مل کے نام سے بھی مشہور تھااس کا جانشین بنا۔اس نے کئی اہم محاذوں پر چالوکیہ ریاست کانہ صرف کامیاب دفاع کیابلکہ بھوج حکمرانوں کے حوصلوں کو بھی پست کیا۔اس کاعہد تعلیمی، تہذیبی و ثقافتی ترقی کے لیے مشہور ہے۔ سنسکرت کا مشہور شاعر ودی راج (Vadiraja) اور مشہور کنڑدانشور درگا سمہا اس کے ہم عصر تھے۔ جے سنگھ 1042ء تک چالوکیہ ریاست کی گدی پر براجمان رہا۔

سن 1042ءمیں جے سنگھ دوم کی جگہ اس کا بیٹا سومیشور(1042-1068)تخت پر بیٹھا۔اسے ترلوکی مل،آہومل کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔چوں کہ اس کے والد جے سنگھ دوم نے چالوکیہ ریاست کی کھوئی ہوئی طاقت کو کافی حد تک بحال کردیا تھا۔لہٰذا سومیشور اول کو اپنے خاندانی دشمنوں چولوں اور پرماروں کے خلاف معرکہ آرائی اور چالوکیہ ریاست کی توسیع اور استحکام کا اچھا موقعہ ملا۔ مسلسل فوجی کارروئیوں سے بھوجوں کا خزانہ خالی ہوگیا تھا۔سومیشور نے اس سے فائدہ اٹھایا۔اس نے مالوہ،مانڈواور دھار کو تاخت وتاراج کرڈالا۔پرمار راجا مقابلے کی تاب نہ لا سکااور اجین بھاگ گیا۔چالوکیہ فوجوں نے اجین کو بھی تہہ و بالا کرڈالا۔راجا جے سنگھ پرمار کے دور میں چالکیوں سے

پرماروں کے تعلقات بہتر ہو گئے۔ سو میشور اول نے جے سنگھ کی تخت نشینی میں بھی مدد کی تھی۔اس کے علاوہ اس نے پاس پڑوس کی ریاستوں کے کئی اہم علاقوں پر زبردست حملے کیے اور کامیاب بھی رہا۔اس نے کانچی پر جو چولا سلطنت کا اہم گڑھ تھا دھاوا بولا۔ان لڑائیوں میں اس کے بہادر بیٹے وکرمادتیہ ششم بڑی مہارت اور جواں مردی کے ساتھ اس کا ساتھ دیا تھا۔ جنوبی علاقوں کو زیر کرنے کے بعد شمال میں گنگا کے دوآب کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جہاں پرتی ہاروں کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔پرتی ہاروں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب وہ ہندوستان کے وسطی علاقوں کے گزر رہا تھا تو چندیلوں یا کچھپ گھاٹوں نے بھی مزاحمت نہیں کی۔ راشٹر کوٹ راجا تو اس کی آمد کے خوف سے غاروں میں پناہ لینے پر ہی اپنی اور اپنی ریاست کی عافیت سمجھی۔اس طرح سو میشور اولکے عہد مین چالوکیہ ریاست کافی مضبوط ہو گئی تھی۔ جس کے اثرات ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں محسوس کی جانے لگی تھی۔

سو میشور اول نے کلیان (نظام کی ریاست میں موجودہ کلیانی) کے مقام پر ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی۔اسے آراستہ و پیراستہ کر کے ایک خوش حال شہر بنایا اور پھر اسے اپنی راجدھانی بنانے کا اعلان کیا۔1068ء میں سخت بخار میں مبتلا ہوا اور اس کی وفات ہو گئی۔ سو میشور اول کے بعد اس کا بڑا بیٹا سو میشور دوم جسے بھوؤ نیک مل بھی کہتے ہیں جو گداگ کے آس پاس کے علاقوں کا انتظام سنبھالتا تھا مغربی چالوکیہ ریاست کی گدی پر بیٹھا۔اس کی تخت نشینی بالکل پر امن طور رہوئی۔ لیکن اسے اپنے چھوٹے بھائی وکرمآدتیہ ششم جو اپنے والد کی بیشتر فوجی کارناموں میں شریک رہا تھا اس کی حوصلہ مندی اور جرأت مندانہ اقدامات کا مسلسل سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر 1076ء میں سو میشور دوم کو اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔

وکرمادتیہ ششم (1076۔1126ء) کو تری بھون مل بھی کہا جاتا تھا۔اسے مغربی چالکیوں کی تاریخ میں سب سے اہم حکمراں مانا جاتا ہے۔اور اس کے عہد حکومت کو چالوکیہ۔ وکرماعہد بھی کہا جاتا ہے۔اسی کے عہد مین وکرماسمپت کا آغاز ہو تھا اس کا دورِ حکمرانی بھی سب سے طویل تھا۔اس نے کوکن کے راجاجے کشن اور دیگر جنوبی طاقتوں پر اپنی دھاک بٹھائی۔ چولا راجا ویر راجیندر صلح کرنے پر مجبور ہوا اور اپنی لڑکی کی شادی جے کشن سے کر دی۔ جنوب میں دریا دیے کاویری سے لے کر مرکزی ہندوستان میں دریائے نرمدا تک اس کی ریاست پھیلی ہوئی تھی۔ وکرمادت کا عہدِ حکومت علوم و فنون کے فروغ کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ سنسکرت کے نامور کشمیری مصنف بلہن کا وہ مربی تھا جس نے اس کی فوجی کارروئیوں کو ''وکرم دیوچرت'' کے ذریعہ لازوال بنا دیا ہے۔اس نے وگیانیشور کی بھی سرپرستی کی تھی جس نے ہندوؤں کے فیملی قوانین پر ''مِتاکشرا(Mitakshra) ''جیسی شہرۂآفاق کتاب لکھی۔اپنی زندگی کے آخری ایام میں وکرمآدتیہ کو اپنے چھوٹے بھائی جے سنگھ کی کی بغاوت کا سامنا کراپڑا جسے اس نے بنواسی صوبے کا حاکم بنایا تھا۔ جے سنگھ کی تمام ترکوششوں کے باوجود اس کی ریشہ دوانیاں ناکام ہو گئیں۔اس کے علاوہ اس نے چولا راجا اور ہوئیسل راجا وشنوورد ھن کے حملوں کو بھی ناکام بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ 1126ء میں اس کی وفات ہو گئی اور اس کا بیٹا سو میشور سوم مغربی چالوکیہ حکوت کی گدی پر بیٹھا۔ راجا بننے کے بعد اسے ہوئیسلا حکمراں وشنوورد ھن کے حملے کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس نے نہایت بہادری سے اس کے حملے کو ناکام کر دیا۔اسے وینگی کے چالکیوں کی مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ اپنے باپ سے وراثت میں ملی ریاست کو بچانے میں کامیاب رہا۔اس نے ''تری بھُون مل'' اور ''بھولوک مل'' کالقب اختیار کیا تھا۔اس کے بارے میں کہا جاتا

ہے کہ وہ سنسکرت کا بہترین عالم تھا ایک عمدہ کتاب ''مان سولاس'' تحریر کیا جو مختلف موضوعات پر مشتمل تھی۔

سومیشور سوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جگ دَیک مل (1138۔1151ء) تختِ شاہی پر متمکن ہوا۔ وہ ایک قابل ذکر شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے ہوئیسلوں اور پرماروں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا اور ان کے کچھ علاقے بھی چھین لیے۔ جگ دیک مل ایک پڑھا لکھا قابل حکمراں تھا اسے موسیقی سے کافی لگاؤ تھا اس نے سنسکرت زبان میں موسیقی کی ایک کتاب ''سنگیت چدمنی'' تحریر کیا تھا۔ جگ دیک مل کے بعد تیلپ سوم مغربی چالوکیہ کی راج گدی پر بیٹھا۔ اس کے دور سے ہی چالوکیہ ریاست کا زوال شروع ہوا۔ کاکتیہ خاندان کے حکمراں پرولا دوم (Parolla II) نے جنگ میں اسے شکست دے کر اسے قید کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چالوکیہ حکومت کے دیگر باج گزار جاگیر داران کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہوئسلوں نے بھی اس کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش کی۔ بالآخر وجّل دوم کلاچوری نے چالوکیہ ریاست کو اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے کافی نقصان پہنچایا اور 1157ء میں کلیانی پر قابض ہو گیا۔ تیلپ سوم جان بچا کر انّی گیری (ضلع دھارواڑ) کی طرف کوچ کر گیا۔ آخر کار ویر نرسمہا ہوئیسلا کے ہاتھوں 1202ء میں مار دیا گیا۔

جگ دَیک مل سوم (1183۔1203ء) تیلپ سوم کا جانشیں بنا۔ اس کے عہد میں چالوکیہ ریاست برائے نام ہی باقی تھی۔ جنوبی کلاچوری قائد وجّل دوم نے کلیانی پر قبضہ کر کے چالوکیہ ریاست کو کھوکھلا کر دیا۔ جس کے بعد وہ دوبارہ ابھر نہ سکے۔ سومیشور چہارم (1184 تا 1200ء) مغربی چالوکیہ حکومت کا آخری حکمراں تھا۔ اس نے اپنے آبائی علاقوں کا ایک حصہ دوبارہ حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی لیکن اسے زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رکھ سکا۔ اس نے انّی گیری (ضلع دھارواڑ) کو اپنی راجدھانی بنا کر 1189ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد کے حالات کا علم نہیں۔ مورخین کا قیاس ہے کہ دیوگیری کے یادوؤں اور دوارسمدر کے ہوئیسلوں کے خلاف دو محاذوں پر اپنی باقی ماندہ ریاست کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔

## 16.6 وینگی کے چالوکیہ (Chalukyas of Vengi)

مشرقی چالوکیہ جنوبی ہند کے وہ حکمراں تھے جنہوں نے موجودہ آندھرا پردیش کے زرخیز اور فوجی اہمیت کے حامل علاقہ کو اپنی حکمرانی کے لیے منتخب کیا اور ''وینگی کو اپنی راجدھانی بنایا۔ انہیں وینگی کے حکمراں یا مشرقی چالوکیہ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ساتویں صدی عیسوی سے لے کر 1130ء تک جنوبی ہندوستان کے آندھرا پردیش اور اس کے قرب جوار کے علاقوں پر حکومت کی۔ 1130ء سے 1189ء تک یہ ریاست چولا حکمرانوں کے زیرِ تسلط ان کی باج گزار ریاست کے بطور برقرار رہی۔ بعد ازآں ہوئیسلوں اور یادوؤں نے اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے اس پر قابض ہو گئے۔ مشرقی چالکیوں نے جنوب پر تقریباً پانچ سو سالوں تک حکومت کی۔ جس میں مختلف نشیب و فراز آئے۔ انتہائی زرخیز اور فوجی اہمیت کے حامل علاقوں پر قبضہ نے دکن کی سیاسی، سماجی اور معاشی تاریخ میں اس خاندان کو کافی اہمیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ مشرقی چالوکیہ بادامی کے چالکیوں کے ہم نسل اور خاندانی قرابت دار تھے تاہم وینگی کے علاقوں پر کنٹرول کو لے کر ان میں آپسی معرکہ آرائی اور چپقلش بھی جاری رہی۔ وینگی کا علاقہ مغربی چالکیوں اور چولوں کے بیچ بھی مخاصمت کا باعث رہا تھا۔

وینگی کی چالوکیہ ریاست کے قیام کا واقعہ یہ ہے کہ بادامی کے چالوکیہ حکمراں پلا کیشن دوم (608-644ء) نے ابتدائی کامیابیوں سے حوصلہ پاکر اپنی فتوحات کا سلسلہ جنوب کے مشرقی علاقوں کی طرف بڑھایا۔ کلنگ کا راجا اس کی آمد کی خبر سن کر خوفزدہ ہو گیا۔ اور پشٹ پور (موجودہ پٹھاپورم) کا قلعہ اسے بنا مقابلے کے حاصل ہو گیا۔ جب اس کی ریاست کی حدود غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں تو مشرقی علاقوں کا انتظام اپنے بھائی "کُبج وشنو وردھن وِشَم سدّھی" کے سپرد کیا اور اسے ان علاقوں میں اپنا نائب مقرر کیا۔ وشنو وردھن نے اپنے زیرِ انتظام علاقوں میں فتوحات کے ذریعہ کچھ مزید اضافہ کیا۔ پلا کیشن دوم کی وفات کے بعد اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور وینگی کو اپنی راجدھانی بنایا۔ بعد ازآں وینگی کے مشرقی چالکیوں کی کئی نسلوں نے اس علاقہ پر نویں صدی عیسوی کے وسط تک حکومت کی۔ مشرقی چالکیوں کی نسل میں کئی اولوالعزم اور حوصلہ مند حکمراں ہوئے جو اپنی فوجی صلاحیت کے لیے مشہور تھے۔ جن میں وجے آدتیہ دوم، (تقریباً 799تا843ء) وجے آدتیہ سوم (844تا888ء) قابل ذکر ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالف راشٹر کوٹوں، گنگوں، اور دیگر ہم عصر طاقتوں کے خلاف کامیاب جنگوں میں فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کے مفتوحہ علاقوں میں گجرات بھی شامل تھا۔ وجے آدتیہ سوم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے پلووں اور پانڈیوں کو شکست دیا تھا اور ایک چولا راجا کو پناہ بھی دیا تھا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس نے گنگوں راشٹر کوٹوں اور کلاچوریوں اور جنوب کے کھوسلوں پر بھی فتح پائی تھی۔

ان کے علاوہ مشرقی چالوکیہ ریاست میں کئی اور حکمراں گزرے ہیں لیکن ان کا دور بہت مختصر رہا ہے۔ اوپیندر سنگھ نے لکھا ہے کہ "کچھ حکمراں تو محض چند مہینوں یا چند دنوں کے لیے ہی تخت پر بیٹھے تھے۔" مشرقی چالکیا خاندان میں مندرجہ ذیل حکمراں گزرے ہیں۔ وشنو وردھن (624تا 641ء) جے سمہا جے سنگھ (641تا671ء) اندر بھٹر کا (673ء) وشنو وردھن دوم (673تا 682ء) منگی یوراج (682تا706ء) جے سنگھ دوم (706تا718ء) وشنو وردھن سوم (719تا 755ء) وجے آدتیہ اول (755تا772ء) وشنو وردھن چہارم (772تا808ء) وجے آدتیہ دوم (808تا847ء) وشنو وردھن پنجم (847تا849ء) وجے آدتیہ سوم (848تا 892ء) بھیم اول (892تا 921ء) وجے آدتیہ چہارم (921) امّا اول، وجے آدتیہ پنجم (921تا927ء) وکرم آدتیہ دوم (927تا928ء) یودامل 928تا935ء) چالوکیہ بھیم (935تا947ء) امّا دوم (947تا 970ء) دنمیا (970تا 973ء) جٹ چوڑا بھیم (973تا1000ء) شکتی ورمن اول (1000تا1011ء) ومل آدتیہ (1011تا1018ء) راجاراج نریندر (1018تا1061ء) شکتی ورمن دوم (1061تا1063ء) اور وجے آدتیہ ہفتم (1063تا1068تا اور 1072تا1075ء)۔ وجے آدتیہ ہفتم مشرقی چالوکیہ حکومت کا آخری حکمراں تھا۔ آپسی خانہ جنگی کے باعث یہ ریاست کمزور ہو گئی۔ 1073ء میں دہلا کے چھیدی راجا یس کرن دیو نے وینگی پر حملہ کر دیا۔ وجے آدتیہ ہفتم کو اپنی راج گدی چھوڑنی پڑی۔ 1075ء میں اس کی وفات کے ساتھ مشرقی چالوکیہ ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔

## 16.7 مذہب (Religion)

بادامی کے اکثر چالوکیہ حکمراں برہمن مت کے سچے دل سے عقیدت مند تھے۔ برہمنوں کا احترام کرتے تھے۔ لیکن دیگر مذاہب کے ساتھ بھی ان کے خوشگوار تعلقات تھے۔ وہ مذہبی رواداری کے اہم اصولوں کے بھی پابند تھے۔ چالوکیہ حکمرانوں کے دور میں جنوبی

ہندوستان (دکن) میں جین مت خوب پروان چڑھا تھا۔ ایہول کتبے کے جین مصنف روی کیرتی جس نے جینیندر کا جین مندر بھی تعمیر کروایا تھا کہتا ہے کہ اس نے چالوکیہ حکمراں پُلکسین دوم سے بلند ترین اعزاز واکرام حاصل کیے تھے۔ وجے آدتیہ اور وکرمادِتیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد مشہور جین عالموں کو کئی گاؤں جاگیر میں عطا کیے تھے۔ اس عہد میں جنوبی ہند میں موجود بدھ خانقاہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی اس ریاست میں موجود تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی تعداد کم تھی۔ مشہور چینی سیاح یوان چوانگ لکھتا ہے کہ ''وہاں پر سو سے زائد بدھ خانقاہیں موجود ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والوں کی تعداد جن میں دونوں فرقوں (ہنایان اور مہایان) کے ماننے والے شامل تھے تقریباً پانچ ہزار سے زیادہ تھی۔ راجدھانی کے اندر اور باہر اشوک کے تعمیر کردہ پانچ تپُ (استوپ) بھی موجود ہیں'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالوکیہ ریاست اور اس کے حکمراں برہمن مت کے عقیدت مند ہونے کے باوجود مذہبی رواداری کے سچے پاسدار تھے۔ لیکن برہمن مت اور پرانوں کے تینوں اہم دیوتا برہما، وشنو اور شیوا ابھر کر مزید نمایاں ہوگئے تھے۔ جن کی شان میں ''واتاپی'' (بادامی) اور پٹّدکل (بیجاپور) میں شاندار عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ یگیہ اور دیگر مذہبی رسمیں اپنی تمام جزوی تفصیلات کے ساتھ انجام دی جاتی تھیں۔ اشومیدھ یگیہ، واجپیہ، اور راجسویہ یگیہ کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

## 16.8 تعمیری سرگرمیاں (Building Activities)

چالوکیہ حکمراں فنِ تعمیر کے سرپرست تھے۔ انہوں نے بہت سے غاری مندر تعمیر کروائے جن پر مذہبی اور سیکولر دونوں طرز کی کشیدہ کاری کی گئی تھی۔ وہ ان مندروں میں خوبصورت روغنی تصویریں بھی بنواتے تھے۔ چالکیوں کے بنوائے مندر ''وسارا'' کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس طرزِ تعمیر کو دکنی طرزِ تعمیر، ''کرناٹکا اور دراوڑی'' چالوکیہ طرزِ تعمیر بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرزِ تعمیر میں دراوڑی اور نگارا طرزِ تعمیر کی خوبصورت آمیزش نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی ریاست میں مختلف مقامات پر شاندار مندر بنوائے ہیں۔ جن میں ایہول مندر، لاڑھ خان مندر (سوریہ مندر)، درگا مندر، ہچی مالیگڑی مندر قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے برہمن مت کے تینوں اہم دیوتا (برہما، وشنو، اور شیو) کے اعزاز میں نہایت شاندار اور اعلیٰ درجے کی عمارتیں بنوائیں۔ بادامی اور بیجاپور کے مندر ان کی تعمیری کارناموں کا شاہکار نمونہ ہیں۔ بیجاپور (پٹّدکل) کے مندر کو یونیسکو نے عالمی میراث (World Heritage) میں شمار کیا ہے۔ یہاں پر تقریباً دس مندر ہیں جو مختلف طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ان مندروں میں سے چار ناگر طرز پر، چھ دراوڑی طرز پر بنائے گئے ہیں۔ ''ویروپکش''، ''سنگمیشور'' اور ''پاپ ناتھ'' جنوبی ہند کے شاندار مندر ہیں ان میں سے اولین دو مندر دروڑی طرز پر اور تیسرا ناگرا طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ مندر باقاعدہ آراستہ و پیراستہ کرسی پر بنائے گئے ہیں۔ جس کا نقشہ کئی اضلاع کے تاروں پر مشتمل ہے۔ ان کی چھت پر نیم گاؤدم مینار ہے۔ جس پر آرائش کے لیے ظرف نمادر (ولز) بنایا گیا ہے۔ چالوکیہ عہد میں تعمیر کیے گئے کئی ایسے مندر آج بھی موجود ہیں جنہیں ٹھوس چٹانوں کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ منگلیش کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دورِ حکومت میں چٹانوں کو ترشوا کر شاندار مندر تعمیر کروائے تھے جو فنِ تعمیر کے انتہائی شاندار نمونے ہیں۔ چالوکیہ حکمرانوں نے فنِ سنگ تراشی کے ساتھ فنِ مصوری کی بھی سرپرستی کی تھی۔ ان کی مصوری کے شاندار نمونے جنوبی ہند کے مختلف علاقوں میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ ''اجنتا کے معروف و مشہور غاروں کی روغنی تصویریں شاید قدیم چالوکیہ

راجاؤں کے دور کی ہی یادگاریں ہیں۔"

## 16.9 فوجی نظام (Military System)

چالکیوں کی فوجی تنظیم کافی عمدہ تھی۔ جس میں پیدل، گھوڑ سوار، ہاتھی اور ایک بحری فوج بھی شامل تھی۔ چینی سیاح ہیون سانگ لکھتا ہے کہ چالکیوں کی فوج میں سو کے قریب ہاتھی ہوتے تھے جنہیں جنگ سے پہلے شراب پلا کر بدمست کیا جاتا تھا۔ فوج کی دیکھ ریکھ اور انتظام کے لیے کئی طرح کے محصول لیے جاتے تھے جنہیں ہیرجنکا(Herjunka) کری کولا (kirukula) بلکوڑے (Bilkode) اور پنّیا(Pannaya) کہا جاتا تھا۔

## 16.10 انتظامِ حکومت (Administration)

چالوکیہ ریاست کو کئی صوبوں میں بانٹا گیا تھا۔ ہر ایک صوبے کو منڈل میں اور ہر منڈل کو ضلع(Vishaya ) میں بانٹا گیا تھا۔ ہر ضلع بھوگ میں بٹا تھا۔ (بھوگ دس گاؤں کے مجموعے کو کہا جاتا تھا۔) کچھ لوحی شہادتوں میں دس گاؤں کی ایک اکائی کا ذکر ملتا ہے۔ مقامی مقدمات کا فیصلہ مقامی اسمبلیوں میں کیا جاتا تھا۔ پڑھے لکھے برہمنوں کے گروپ کو مہاجن کہا جاتا تھا۔ جس مین پڑھے لکھے برہمن شامل ہوتے تھے۔ ان کی ذمے داری اگرہار اور گھٹک کی دیکھ بھال ہوتی تھی۔

## 16.11 سفارتی تعلقات (Diplomatic Relations)

چالکیوں نے محض اپنی جنگی چالوں اور انتظامی حکمتِ عملی سے ہی دشمنوں پر قابو نہیں پایا۔ بلکہ ریاست کے استحکام اور اپنی حیثیت کو مضبوط کرنے کے لیے بیرونی ممالک سے سفارتی تعلقات بھی قائم کیے۔ فنِ سفارت ان کی تہذیبی سرگرمی کا ایک اہم جز تھا۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی نے ایک مشہور عرب مورخ طبری کے حاوے سے لکھا ہے کہ "پلاکیشن دوم نے ایران یا فارس کے بادشاہ خسرو دوم سے دوستانہ تعلقات قائم کیے تھے۔" سن 625ء میں اس نے خسرو کے دربار میں خطوط اور تحفے تحائف کے ساتھ ایک سفارت بھیجی تھی۔ جس کے جواب میں خسرو نے بھی ایک سفارت چالوکیہ دربار میں بھیجی تھی۔ سنگتراشی اور فنِ مصوری کے ماہر دانشوروں کا ماننا ہے کہ اجنتا کے غار کی ایک تصویر میں اسی فارسی سفارت کے استقبال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ پلاکیشن دوم کے عہدِ حکومت کے دوران غالباً 641ء میں نامور چینی سیاح یوانگ چوانگ "موھولاچھا" یعنی مہاراشٹر اپہنچا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ یہاں کی زمین زرخیز ہے۔ اس پر پابندی سے کھیتی کی جاتی ہے۔ پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ یہاں کے باشندے انتہائی غیور، خوددار اور بہادر ہیں۔ اگر کوئی ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اس کا احسان مانتے ہیں۔ اور اگر کوئی برائی کرتا ہے تو اس کا بدلا ضرور لیتے ہیں............... اس کے جو سورما فوج کی پہلی صف میں ہوتے ہیں وہ شراب پی کر جنگ کرتے تھے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے وہ اپنے ہاتھیوں کو بھی شراب پلاتے ہیں۔ اس دیش کا راجا پولوٗ کے شی (پلاکیشن) ہے۔ یوان چوآنگ اور بھی دیگر تفصیلات پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالوکیہ ریاست میں سفارتی تعلقات استوار کرنے پر بھی خاص دھیان دیا جاتا تھا۔ جو ان

حکمرانوں کی سیاسی، ثقافتی میل جول کی عمدہ مثال ہے۔ بیرون ممالک سے تعلقات استوار کرنے کی خاطر وزرائے خارجہ مقرر کیے جاتے تھے۔ جے سنگھ دوم کے عہد میں کنڑ زبان وادب کا ماہر دانشور درگا سنگھ وزیر خارجہ تھا۔

## 16.12 سکے (Coins)

بادامی کے چالکیوں نے اپنے دور اقتدار میں ایسے سکے چلائے جن پر ناگری اور کنڑ کی عظیم شخصیات کی تصویریں کندہ تھیں۔ ان کے جاری کیے گئے سکوں پر کسی مندر، ہوتی شیر، سور یا کمل کی شبیہہ کندہ ہوتی تھی۔ ان سکوں کو قدیم کنڑ میں ''ہن (Honnu) '' کہا جاتا تھا۔ ان کا وزن تقریباً چار گرام ہوتا تھا۔ سونے کے ایک سکے ''گاڈین'' کا ذکر پٹّدکل کے دستاویزوں میں آیا ہے۔ جسے بعد میں ''ورہ'' کہا گیا تھا۔ بعد میں یہ ان کا قومی نشان بن گیا۔

## 16.13 زبان وادب کی سرپرستی (Patronage of Language & Literature)

چالوکیہ خاندان کے اکثر حکمرانوں نے اپنے اپنے دور اقتدار میں مختلف زبانوں، ادب اور ثقافت کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ مشرقی چالکیوں نے اپنے زیر تسلط وینگی اور آس پاس کے علاقوں میں کنڑ زبان وادب کو فروغ دیا۔ ان کے بعد کے دستاویزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ انہوں تیلگو زبان وادب کی طرف مائل ہونے لگے تھے کیوں کہ تیلگو زبان کے کئی اہم محاورے کنڑ رسم الخط میں تحریر کیے جانے لگے تھے۔ مغربی چالکیوں نے بھی کنڑ زبان کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے کنڑ کو اپنی سرکاری زبان بنایا جسے بعد میں راشٹر کوٹوں نے بھی جاری رکھا تھا۔

## 16.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے جانا کہ چالکیوں کا عہدِ حکمرانی جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عہد کرناٹک کی تاریخ میں ''سنہرے دور'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چالوکیہ حکومت کے قیام کے بعد ہی جنوبی ہند میں چھوٹے چھوٹے راج شاہی گھرانوں کی جگہ ایک بڑی اور عظیم ریاست کا تصور پیدا ہوا۔ جس نے تاریخ کے دھارے کو ہی موڑ دیا۔ پہلی بار دریائے کاویری سے نربدا تک کا پورا علاقہ کسی ایک حکمراں کے ماتحت آیا تھا۔ اس طرز کی سلطنت کے ظہور سے ایک نئے، مضبوط اور مستحکم انتظامی ڈھانچا وجود میں آیا۔ بیرونِ ممالک سے سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔ تجارت و معیشت کو فروغ ملا۔ ایک نئے طرز تعمیر کا آغاز ہوا جسے چالوکیہ طرزِ تعمیر کا نام دیا گیا۔ ایک طرف مغربی چالوکیہ ریاست میں کنڑ زبان وادب کو فروغ حاصل ہوا تو دوسری طرف مشرقی چالوکیہ ریاست میں تیلگو زبان کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا۔

## 16.15 فرہنگ (Glossary)

دکشنا پتھ : دکشن کا جغرافیائی تصور جسے آج کل دکن کہا جاتا ہے۔ قدیم عہد میں دریائے نرمدا سے جنوب کا علاقہ۔

آشو میدھ یگیہ : وہ قربانی جسے ایک ایسا خود مختار راجا ادا کرتا تھا جس کا حکم آس پاس کے راجا مانتے ہوں۔

وکرمادیوچرت : وکرم آدتیہ پنجم کی سیرت جسے سنسکرت کے عظیم کشمیری پنڈت بلہن نے تصنیف کیا تھا

وِشَیا : ضلع، کسی صوبے کی اہم انتظامی اکائی

اگرہار : وہ زمین جو کسی برہمن کو عطا کی جاتی تھی۔ یہ زمین بادشاہی محصول اور دیگر ٹیکسوں سے مستثنیٰ ہوتی تھی۔

## 16.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 16.16.01 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. الوکیہ خاندان کی ابتدائی اور مرکزی شاخ کی راجدھانی کہاں تھی؟

(الف) وینگی (ب) کلیانی (ج) واتاپی (بادامی) (د) کانچی

2. واتاپی کے چالوکیہ خاندان کا پہلا خود مختار حکمراں کون تھا جس نے 'آشومیدھ یگیہ' کیا؟

(الف) جے سمہا (ب) رن راگ (ج) پلاکیشن اول (د) کیرتی ورمن

3. کس چالوکیہ حکمران نے ہرش وردھن کو دریائے نربدا کے کنارے شکست دی تھی؟

(الف) پلاکیشن اول (ب) منگلیش (ج) پلاکیشن دوم (د) وکرمادتیہ اول

4. کس پلوّ حکمران نے پلاکیشن دوم کو شکست دی اور 'واتاپی کونڈا' کا لقب اختیار کیا؟

(الف) مہیندرورمن اول (ب) نرسمہاورمن اول (ج) پرمیشورورمن اول (د) نندی ورمن دوم

5. چالوکیہ حکمرانوں کے بنوائے گئے مندر، جو دراوڑی اور نگارا طرز کی آمیزش تھے، کیا کہلاتے ہیں؟

(الف) نگارا طرز (ب) دراوڑی طرز (ج) وسارا طرز (د) گندھارا طرز

### 16.16.02 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. چالوکیہ ریاست کا قیام کب اور کیسے ہوا؟ وضاحت کریں۔
2. چالوکیہ ریاست کے قیام میں پُلکشن اول کے کردار پر روشنی ڈالیں؟
3. مغربی چالوکیہ رریاست کے قیام میں تَیلپ اول نے کیا رول ادا کیا تھا؟ بیان کریں۔

### 16.16.03 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. واتاپی کی چالوکیہ حکومت کے ابتدائی حالات بیان کیجیے؟
2. کلیانی کی چالوکیہ ریاست کے قیام اور استحکام کا تفصیلی جائزہ لیجیے؟

# اکائی 17۔ پلوؔ خاندان

(Pallavas)

اکائی کے اجزا


17.0 تمہید

17.1 مقاصد

17.2 مآخذ

17.3 سمہا وشنو

17.4 مہیندر ورمن اول

17.5 نرسمہا ورمن اول

17.5.1 پلوؔ اور چالوکیہ

17.5.2 پلوؔ اور پانڈیہ

17.5.3 سیلون سے جنگ

17.5.4 ہیون سانگ کا دورہ

17.6 مہیندر ورمن دوم

17.7 پرمیشور ورمن اول

17.7.1 پلوؔ اور چالوکیہ

17.7.2 پلوؔ اور گنگا

17.8 نرسمہا ورمن دوم

17.9 پرمیشور ورمن دوم

17.10 نندی ورمن دوم

17.10.1 پلوؔ اور پانڈیہ

17.10.2 شمال کی جانب پیش قدمی

17.10.3 پلوؔاور چالوکیہ

17.11 دنتی ورمن

17.11.1 پلوؔاور راشٹر کوٹ

17.11.2 پلوؔاور پانڈیہ

17.12 نندی ورمن سوم

17.12.1 پلوؔاور راشٹر کوٹ

17.13 نرپتنگاورمن

17.13.1 پلوؔاور پانڈیہ

17.14 اپراجتاورمن

17.15 اکتسابی نتائج

17.16 فرہنگ

17.17 نمونہ امتحانی سوالات


---

## 17.0 تمہید (Introduction)

پلوؔ خاندان نے جنوبی ہند پر تیسری سے نویں صدی عیسوی تک حکومت کی۔اس خاندان کی ابتدا کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے ستواہنوں کے دور حکومت میں علاقائی سردار کے طور پر اپنی خدمات انجام دیں اور ستواہنوں کی طاقت کمزور پڑتے ہی انہوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔روایتی طور پر پلوؔ خاندان کا بانی ''بپ دیو'' تھاجو ''آندھرا پتھ'' (Andhrapatha)اور ''تونڈئی منڈلم'' (Tondaimandalam)دونوں کا حکمراں تھا۔ایسا ماناجاتا ہے کہ پلووں کا عروج تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں ہوا۔سمدر گپت کی ''پریاگ پرشستی'' میں اس کی جنوبی مہم کے ضمن میں جس ''وشنو گوپ'' کا ذکر ہے ،اسے پلوؔ حکمراں تسلیم کیا جاتاہے۔لگ بھگ دو صدیوں تک قبائلی طاقت کی حیثیت سے زندگی گذارنے کے بعد چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں پلووں کی طاقت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔اب وہ ایک طاقتور حکمراں خاندان کے طور پر نمودار ہوئےاور اپنے ہم عصر چالوکیوں کی طرح جنوب میں اپنا اقتدار جمانے کی کوششوں میں لگ گئے۔پلووں نے کانچی کو اپنی راجدھانی بناکر موجودہ ہندوستان کے جنوبی سرے تک اپنی حکومت کی توسیع کی۔پانڈیہ، چیرا، چولا، گنگا، نولمبا، چالوکیہ اور راشٹر کوٹ، پلووں کے ہم عصر تھے اور ان میں سے کچھ ان کے ماتحت باج گزار بھی رہ چکے تھے۔

## 17.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

- پلوّ خاندان کے بارے میں جانکاری کے مآخذ کو سمجھ سکیں گے۔
- پلوّ خاندان کی سیاسی تاریخ کو سمجھ سکیں گے۔
- ہمسایہ ریاستوں سے پلوّ خاندان کے سیاسی تنازعات کو سمجھ سکیں گے۔
- پلووں کی فتوحات اور ریاست کی وسعت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- پلوّ ریاست کے زوال کے پس منظر کو سمجھ سکیں گے۔

## 17.2 مآخذ (Sources)

پلوّ حکمرانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعدد ادبی اور آثاری مآخذ موجود ہیں۔ادبی (Literary) ذرائع میں سنسکرت زبان اور متن طرز تحریر میں لکھی گئی" مت ولاسا پرہسنم"(Mattavilasaprahasanam)،اونتی سندری (Avantisundari) اور تمل زبان میں تصنیف کردہ سیکیلر (Sekkizhar) کی پیریا پُرانم (Periya Puranam) جیسے ادبی متون موجود ہیں ۔آثاری (Archeological) مآخذ میں مندروں کی دیواروں پر کندہ حجری کتبے،متعدد تانبے کے کتبے ، کانچی (Kanchipuram) میں ان کے ذریعے تعمیر کردہ"کیلاش ناتھ"(Kailashnath) مندر اور"مالاپورم کے پنچ رتھ (Pancharatha) مندر" اور ساحل پر بنے ہوئے مجسمے وغیرہ شامل ہیں ۔"کساکڈی"(Kasakudi) اور"ویلورپلایم" (Velurpalaiyam) تانبے کے کتبوں میں پلووں کے حکمراں خاندان کے شجرے اور پلوّ حکمرانوں کے عطیوں کے بارے میں تفصیلی معلومات درج ہے۔ان کے علاوہ بھی دیگر ادبی ذرائع اور کتباتی شواہد سے پلووں کے دور حکومت پر اہم معلومات حاصل ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی پلووں کو جاننے کے لیے ان کے عہد کے سکے بھی آثاری مآخذ کے طور پر موجود ہیں۔یہ سبھی مآخذ پلووں کی تاریخ کے اکثر پہلوؤں کی از سر نو بازیافت میں مدد کرتے ہیں۔

## 17.3 سمہاوشنو (Simhavishnu)

سمہاوشنو (575تا600ء) پہلا خود مختار پلوّ راجا تھا۔ابھی تک ہمیں اس کے عہد حکومت سے متعلق کوئی کتبہ نہیں حاصل ہوا ہے۔ سنسکرت میں تحریر کردہ"ڈانڈن"کی تصنیف اونتی سندری (Avantisundari) سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سمہاوشنو،گنگا حکمراں دروی نیتا (Durvinita) اور چالوکیہ راجا وشنو وردھن (Vishnuvardhana) کا ہم عصر تھا۔اس نے جنوبی ہندوستان کے پانڈیوں (Pandyas)، چولوں (Cholas)، مالووں (Malavas) اور کالابھروں (Kalabharas) یا کلچری راجاؤں سے جنگیں لڑیں۔سمہاوشنو نے کانچی پر دوبارہ قبضہ کرکے اسے اپنی خود مختار ریاست کی راجدھانی بنایا۔اس نے اپنی ریاست کی حدود کو کاویری ندی

کے کنارے چولوں کی مثلث نمازرخیز زمین تک وسیع کردیا۔اس کے عہد میں واتاپی (موجودہ بادامی) کے چالوکیوں سے تصادم کاآغاز ہوا۔وہ وشنو کاعقیدت مند تھااور مہابلی پورم میں اس نے وشنو کے اوتار ''وراہ''(Vraha) کے نام پر غاروں کو کٹوا کر ''وراہ غار مندر''تعمیر کروایا۔ وہ بذات خود ایک ادیب اور علم و ادب کا قدر دان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے دربار میں سنسکرت کے مشہور شاعر اور ''کیرتارجنیہ'' (Kiratarjunya) کے مصنف ''بھاراوی''(Bharavi) کی سرپرستی کی۔

## 17.4 مہیندرورمن اول (Mahendravarman I)

مہیندرورمن اول(600تا630ء) سمہاوشنو کا بیٹااور جانشیں تھا۔اس کے عہد میں چالوکیوں اور پلووں کے درمیان تنازعات باقاعدہ جنگوں تک پہنچ گئے جو کہ تقریباً 150 سال تک مستقل جاری رہے۔ مہیندرورمن اول کا ہم عصر چالوکیہ راجا پلاکیشن دوم (Pulakeshin II) بھی اپنی قلم رو کی توسیع کا بے حد خواہش مند تھا۔اس نے شمالی ہند کے طاقتور حکمراں پشیہ بھوتی خاندان کے سمراٹ ہرش کو شکست دے کر جنوب میں آگے بڑھنے سے روک دیا۔اس عظیم فتح سے حوصلہ پا کر پلاکیشن دوم نے پلووں پر چڑھائی کردی۔ابتدا میں وہ کامیاب رہااور اس نے پلووں سے ''وینگی''(Vengi) کاعلاقہ چھین کر اس پر اپنے بھائی وشنوردھن(Vishnuvardhana) کو گورنر مقرر کردیا۔وشنوردھن نے آئندہ زمانے میں وینگی کے چالوکیہ کے نام سے ایک نئے حکمراں خاندان کی بنیاد ڈالی۔اس کے بعد پلاکیشن نے جنوب میں پلووں کے دوسرے علاقوں کی طرف کوچ کیا۔اس مہم میں اسے ''گنگا''(Ganga) حکمرانوں کی مدد بھی حاصل ہوئی۔ پلووں کو چالوکیوں اور گنگوں کی مشترکہ طاقت کا بیک وقت سامنا کرنا پڑا۔

''ایہول''(Aihole) کتبے کے مطابق پلاکیشن نے پلوّ حکمراں کو شکست دی اور راجدھانی کا محاصرہ کر لیا۔دوسری طرف ''کشاکڈی''(Kasakudi) کتبے کے مطابق کئی لڑائیوں کے بعد مہیندرورمن ''پلالور''(Pallalur) کی جنگ میں دونوں کو ہرانے میں کامیاب ہوا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہو سکا لیکن وینگی کا علاقہ کھونے کے علاوہ زیادہ تر نقصان پلووں کو ہی اٹھانا پڑا۔ جنگ کے بعد دونوں فریقین اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔مہیندرورمن کو مختلف فنون میں دلچسپی تھی۔اپنے دوسرے ہم عصروں کی طرح اس نے بھی اپنی ریاست میں غاروں اور چٹانوں کو کاٹ کر مندر بنوانا شروع کیا۔ابتدائی زندگی میں وہ جین مت کا پیروکار تھا لیکن بعد میں ''اپّار''(Appar) سوامی کی ترغیب سے وہ شیومت کا عقیدت مند ہو گیا۔اس نے مختلف شیو مندر اور وشنو مندر تعمیر کرائے۔ سنسکرت ادب میں طنزومزاح کے موضوع پر ''مت ولاساپرہسنم''(Mattavilasaprahasanam) کی تصنیف اسی سے منسوب ہے۔اسے ''وچترچتر''، ''مالّ''اور ''گن بھر'' جیسے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

## 17.5 نرسمہاورمن اول (Narsimhavarman I)

### 17.5.1 پلوّاور چالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

مہیندرورمن کے بعد اس کا لائق بیٹا نرسمہاورمن اول(630تا668ء) اس کا جانشیں ہوا۔اس نے چالوکیوں کے ہاتھوں اپنے

باپ کی شکست کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور ایک طاقتور فوج تیار کرنا شروع کر دی۔ یہ بات چالوکیہ حکمراں پلاکیشن دوم کو پسند نہیں آئی اور اس نے پہل کرتے ہوئے دوبارہ پلووں کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ کانچی کے نزدیک ''کُرم''(Kuram) گاؤں میں ملکارجنا مندر (Malikarjuna Temple) سے ملے کئی کتبوں میں ان جنگوں کی تفصیل ملتی ہے۔ان کتبوں کے مطابق نرسمہاورمن اول نے آندھراپردیش کے کرنول ضلع میں واقع پریلا(Pariyala)،اننت پور ضلع میں سُرامنا(Suramna)اور تمبرم کے نزدیک منی منگلم(Manimangalam) کی جنگوں میں پلاکیشن کو شکست دی۔ پلوّ فوجوں نے چالوکیوں کی راجدھانی واتاپی تک بھاگتی ہوئی چالوکیہ فوجوں کا تعاقب جاری رکھا اور کئی مقامات پر انہیں شکست سے دوچار کیا۔ پلاکیشن نے اپنے آپ کو واتاپی کے مضبوط قلعے میں محصور کر لیا اور کافی دنوں تک پلوّ حملوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ شدید مزاحمت کے باوجود نرسمہاورمن نے 642ء کے آس پاس واتاپی فتح کر لیا اور اس کی حکومت کے اختتام یعنی تقریباً 13 برسوں تک اس پر پلووں کا قبضہ رہا۔ چالوکیوں کے خلاف اپنی عظیم الشان فتح کو یادگار بنانے کے لیے نرسمہاورمن نے ''واتاپی کونڈا''یعنی ''واتاپی کے فاتح''کا لقب اختیار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ پلوّ سپہ سالار ''پرنجوتھی''(Paranjothi)واتاپی سے ہزاروں سکوں کے علاوہ گنیش کا مجسمہ لے کر کانچی پہنچا تھا، جو کہ ہندوستان میں غالباً گنیش کا سب سے پہلا مجسمہ تھا۔

### 17.5.2 پلوّ اور پانڈیہ (Pallavas and Pandyas)

نرسمہاورمن کی حکومت کا دوسرا اہم واقعہ پلوّ اور پانڈیہ حکمرانوں کی جنگ تھا۔ پانڈیہ خاندان کا چوتھا حکمراں اری کیسری نزورمن (Arikesri Naravarmana)، نرسمہاورمن کا ہم عصر تھا۔ اس نے کالابھروں اور چیروں پر فتح حاصل کی۔اس کی شناخت نیدومرن (Nedumaran) کے طور بھی کی جاتی ہے جس نے چولا شہزادی اور بعد میں نینار سنت بننے والی ''منگیر کرسیار'' (Mangayarkkarasiyar) سے شادی کی۔ نزاورمن نے پلووں کے علاقے پر حملہ کیا اور شروعات میں اسے کچھ کامیابی بھی ملی لیکن بعد میں پلوّ فوجوں نے اس کو اسی کے علاقے میں واپس کھدیڑ دیا۔

### 17.5.3 سیلون سے جنگ (War with Ceylon)

کشاکڈی کتبے کے مطابق نرسمہاورمن کے عہد میں سیلون(موجودہ سری لنکا) کے سیاسی حالات معمول پر نہ تھے۔ تخت کے قانونی وارث مانونا(Manavanna) کو اس کے مخالف نے سیلون سے چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا۔مانومانے سمہاورمن کے پاس کانچی میں پناہ لی۔ پلالور کی جنگ میں وہ چالوکیوں کے خلاف پلووں کی طرف سے لڑا۔ چالوکیوں کی شکست کے بعد سمہاورمن نے ایک بڑی فوج اس کے ہم راہ کی جس سے وہ سیلون کا تخت دوبارہ حاصل کر سکے۔ پلوّ فوجوں کے مکمل تعاون کے باوجود مانونا اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہا لیکن دوسری کوشش میں اسے کامیابی ملی۔اس نے سیلون کے دوسرے لمبکنا(Lambakanna) شاہی خاندان کی بنیاد رکھی۔

### 17.5.4 ہوین سانگ کا دورہ (Visit of Hiuen Tsang)

شمالی ہند کے سمراٹ ''ہرش وردھن''اور مرکزی ہندوستان کے چالوکیہ راجا پلاکیشن دوم سے ملنے کے بعد چینی سیاح ہوین سانگ

نے کانچی کادورہ کیا۔اس نے پلوؤں کی راجدھانی میں بدھ مت، جین مت، شیومت اور وشنومت کے وہاروں اور مندروں کی موجودگی کاذکر کیاہے ساتھ ہی یہاں کی لوگوں کی سچائی، ایمان داری اور عقل مندی کی تعریف کی ہے۔اس نے لکھاہے کہ کانچی سے عموماً جہاز لنکا جاتے تھے۔نرسمہاورمن نے بہت سے القاب اختیار کیے ان میں سے ایک مالمن بھی ہے۔اپنے والد کی طرح اس نے بھی غاروں اور چٹانوں کو کاٹ کر بہت سے مندر بنوائے اور ماملاپورم کو ایک شاندار شہر اور بندرگاہ کے طور پر ترقی دی۔

## 17.6 مہیندرورمن دوم (Mahedravarman II)

نرسمہاورمن کے بیٹے کی حیثیت سے مہیندرورمن دوم (668تا670ء) نے پلوؔریاست کا تخت سنبھالا لیکن اسے چالوکیہ حکمراں وکرمادتیہ اول کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرناپڑا۔ صرف دو سال کی قلیل مدت تک اس کی حکومت برقرار رہ سکی۔اس کے بعد پرمیشورورمن اول(670تا680ء)پلوؔریاست کالائق جانشیں ہوا۔

## 17.7 پرمیشورورمن اول (Parmeshvaravarman II)

### 17.7.1 پلوؔاورچالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

پلاکیشن دوم کے بعد وکرمادتیہ اول(Vikramaditya I) چالوکیہ ریاست کاوارث ہوا۔وہ پلوؤں کے ہاتھوں اپنے والد کی شکست اور راجدھانی واتاپی کی غارت گری کابدلا لیناچاہتا تھا۔واتاپی ابھی تک پلوؤں کے قبضے میں تھا۔وکرمادتیہ نے سب سے پہلے پلوؤں کو شکست دے کرواتاپی سے بے دخل کیااور چالوکیہ ریاست کے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کیے۔اس کے بعداس نے پلوؤں کے علاقے کی طرف پیش قدمی کی اور ان کی راجدھانی کانچی کا محاصرہ کرلیا۔اسی دوران پلوؔ حکمراں مہیندرورمن دوم انتقال کرگیااور اس کی جگہ پرمیشورورمن اول نے تخت حکومت سنبھالا۔چالوکیہ حکمراں وکرمادتیہ نے بالآخر کانچی فتح کرلیااور اندرونی قلعے کے اندرداخل ہوگیالیکن پلوؔ حکمراں پرمیشورورمن فرار ہونے میں کامیاب رہا۔وکرمادتیہ نے کانچی کوتاخت وتاراج کیااوراس کے بعداس نے مزید جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔اریور (Uraiyur)(موجودہ تروچیراپلی) کے نزدیک کاویری ندی کے کنارے پراس کی فوجوں نے قیام کیااور فتح کا جشن منایا۔ اسی دوران کانچی سے بھاگا ہواپرمیشورورمن آندھرامیں اپنے اتحادیوں کے پاس گیااور عسکری تعاون حاصل کرکے چالوکیہ فوجوں پراچانک دھاوابول دیا۔اریورسے بمشکل دس میل کی دوری پرواقع پیرولانلور(Peruvalanallur) میں دونوں فوجوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔آخرکارپرمیشورورمن کوجنگ میں فتح حاصل ہوئی اوراس نے راجدھانی کانچی پردوبارہ قبضہ کرکے چالوکیہ فوجوں کووہاں سے مار بھگایا۔وکرمادتیہ اول خائب وخاسرواتاپی واپس پہنچا۔

### 17.7.2 پلوؔاورگنگا (Pallavas and Gangas)

گنگاحکمرانوں اندرورمن سوم اور گنرنوا، پرمیشورورمن کے ہم عصر تھے۔ حالانکہ اندرورمن کے دعوے کے مطابق پلوؔحکمرانوں

سے اس نے متعدد جنگیں لڑی تھیں اوران پر فتح حاصل کی، لیکن پلووں کی جانب سے ان جنگوں کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں۔ البتہ گنگوں کے چالوکیوں کی فوج میں شامل ہونے کے بارے میں اطلاع ملتی ہے۔ پر میشورور من شیو کا بے حد عقیدت مند تھا۔ اس نے اپنی ریاست میں پتھروں سے بہت سے شیو مندر تعمیر کرائے۔ مامالا پورم میں اس نے ایک گنیش مندر کی بھی تعمیر کرائی تھی۔

## 17.8 نرسمہاورمن دوم (Narsimhavarman II)

پلوّ ریاست کا اگلا جانشین "نرسمہاورمن دوم" (680 تا 720ء) تھا جو عام طور پر راج سمہا (Rajasimha) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے عہد میں کوئی قابل ذکر جنگ نہیں ہوئی لیکن راجدھانی میں سخت قحط پڑا۔ بعض ماٰخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے باعث راجا بھی تقریباً تین سال تک راجدھانی سے باہر رہا۔ اس کا عہد علوم و فنون اورادب کی ترقی کا دور تھا۔ پلووں کے درباری شاعر دنڈن (Dandin) نے اپنے ادبی شاہکار "اونتی سندری" (Avanti Sundari) میں اس عہد سے متعلق معلومات درج کی ہیں۔ راج سمہا ایک عظیم معمار تھا۔ اس نے کانچی میں کیلاش ناتھ مندر (Kailashnatha Temple) اور مامالا پورم میں سمندر کے کنارے، ساحلی (Shore)، ایشورا (Isvara) اور مکند (Mukunda) مندروں کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر مندر بھی تعمیر کرائے۔ کانچی کا کیلاش ناتھ مندر دراوڑی طرز تعمیر (Dravidian Architecture) کا بہترین نمونہ اور شاہکار ہے۔

## 17.9 پرمیشورورمن دوم (Parmesvaravarman II)

نرسمہاورمن دوم کے بعد اس کا بیٹا پرمیشورورمن دوم (720 تا 731ء) پلووں کا حکمراں بنا۔ کاشاکڈی تانبے کے کتبات کے مطابق پرمیشورورمن نے ہسپتی کے ذریعے بنائے گئے اصولوں پر عمل کیا اور کائنات کی حفاظت کی۔ یہ حفاظت کس طرح اور کس سے کی، اس بارے میں کوئی معلومات درج نہیں کی گئی۔ کتبوں میں اسے "کلی"، یعنی تاریکی کو سزا دینے والے اور "منو" کے اصولوں پر عمل کرنے والے کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ چالوکیوں اور گنگوں کے مشترکہ حملے کا مقابلہ کرتے ہوئے پرمیشورورمن مارا گیا۔

## 17.10 نندی ورمن دوم (Nandivarman II)

ادیندرم (Udayindram) تانبے کے کتبے کے مطابق نندی ورمن دوم، پرمیشورورمن دوم کا بیٹا تھا، لیکن کاشاکڈی کتبے کے مطابق پرمیشورورمن کے بعد سمہا وشنو خاندان کی حکومت میں ایک تبدیلی واقع ہوئی۔ سمہا وشنو کے ایک بھائی بھیماورمن تھے اور نئے حکمراں نندی ورمن دوم (731 تا 795ء) کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اس تبدیلی کے اسباب غیر واضح ہیں اور مورخین نے اس کی مختلف تاویلیں پیش کی ہیں۔ ممکن ہے کہ راج سمہا کا بیٹا اتنا چھوٹا ہو کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر حکومت سنبھالنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ حالات ایسے تھے کہ شمال میں چالوکیہ حکمراں پلووں سے بدلا لینے کے لیے تیار بیٹھے تھے اور جنوب میں پانڈیہ پلووں پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔ کانچی کے ویکنٹھ مندر کے مجسموں سے معلوم ہوتا ہے کہ نندی ورمن دوم کی تاج پوشی کے وقت وزرا، بڑے بڑے تاجر اور ماہرین

فنون موجود تھے۔

## 17.10.1 پلوّاور پانڈیہ (Pallavas and Pandyas)

پلووں اور پانڈیوں کے درمیان اقتدار کے حصول کے لیے ہونے والی جنگوں کے اسباب درج ذیل ہیں:

- کونگوناڈو(Kongunadu)خطہ کبھی پلوّتو کبھی پانڈیہ حکومت کے ماتحت رہتا تھا۔دونوں ریاستیں اس پر اپنا دعویٰ کرتی تھیں اس لیے جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔
- پر میشورورمن کا بیٹا پانڈیہ راجا کے پاس پناہ گزیں تھا جس نے پانڈیوں کو نندی ورمن کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ جس وقت نندی ورمن، نندی پورم قلعے میں مقیم تھا عین اسی وقت پانڈیہ راجا اپنی پوری عسکری طاقت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو گیا۔ چوں کہ نندی ورمن کے لیے یہ حملہ غیر متوقع تھا اس لیے وہ قلعے میں محصور ہو کر رہ گیا۔ پلووں کا ایک دیرینہ باج گزار آدتیہ چندرن اپنی پوری فوج کے ساتھ پہنچا اور پانڈیوں کا مقابلہ کیا۔ابتدا میں پانڈیوں کو کچھ کامیابی ملی لیکن بالآخر پلووں نے انہیں مار بھگایا۔

## 17.10.2 شمال کی جانب پیش قدمی (March Towards North)

نندی ورمن نے اشومیدھ یگیہ (گھوڑے کی قربانی)کی ادائیگی کی خواہش کے پیش نظر اپنا گھوڑا شمال کی جانب بھیجا۔ شاہی گھوڑا وینگی ریاست پہنچا جہاں مشرقی چالوکیہ حکمراں وشنوور دھن سوم نے نندی ورمن کی ماتحتی قبول کی لیکن اس کے باج گزار پر تھوی ویا گرہ نے نندی ورمن کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ادے چندرن کو وہاں بھیجا گیا اس نے انہیں شکست دی اور کامیاب ہو کر پلوّ راجا کے لیے بہت سی دولت اور مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

## 17.10.3 پلوّاور چالوکیہ (Pallavas and Chalukyas)

جس وقت پانڈیوں نے نندی پورم قلعے پر قبضہ کیا اس وقت نندی ورمن اس کے اندر تھا۔ وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے چالوکیہ راجا وکرمادتیہ دوم اپنی فوج کے ساتھ کانچی پہنچا اور اس پر قابض ہو گیا۔ فن کے عاشق کے طور پر اس نے پلووں کی راجدھانی میں کسی طرح کی کوئی تباہی نہیں مچائی بلکہ مندروں اور برہمنوں کو عطیات دیے۔ لیکن حالات اس وقت یکسر مختلف ہو گئے جب اودے چندرن نے نندی ورمن کو بچایا۔ نندی ورمن نے اسی وقت اپنی راجدھانی کی طرف کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر وکرمادتیہ دوم کو مار بھگایا۔ جب کیرتی ورمن دوم نے اپنے والد کے بعد 757ء میں چالوکیہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس نے پلووں پر دوبارہ چڑھائی کی لیکن اس بار نندی ورمن دوم کو پانڈیوں اور گنگوں کی مدد حاصل کی تھی اس لیے وہ انہیں جنگ میں شکست دینے اور کیرتی ورمن کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔اس طرح چالوکیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

## 17.11 دنتی ورمن (Dantivarman)

### 17.11.1 پلوّاور راشٹر کوٹ (Pallavas and Rashtrakutas)

دنتی درگ کے اندر اتنی صلاحیت تھی کہ وہ پلووں کی مدد سے چالوکیہ خاندان کی راکھ پر راشٹر کوٹ حکومت کی تعمیر کرسکے۔ نندی ورمن کی شادی دنتی درگ کی بیٹی سے ہوئی تھی اور دونوں کے درمیان دوستانہ مراسم تھے۔ کرشنا اول نے دنتی درگ کی جانشینی اختیار کی اور 758 سے 772ء تک حکمرانی کی۔ اور ایسا لگتا ہے ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی ناچاقی نہیں ہوئی۔ نندی ورمن دوم کی لگ بھگ پوری زندگی لڑائی اور میدان جنگ میں گزری۔ کرشنا کے دور حکومت تک کوئی مسئلہ نہیں تھا اور ان کے دوستانہ مراسم بدستور قائم تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ کرشنا نے گووندا کو اپنا جانشیں منتخب کرلیا تھا۔ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد راشٹر کوٹ تخت پر بیٹھا۔ راجا کا چھوٹا بھائی دھرو بھی حکومت کا شدید خواہش مند تھا اور سیاسی رجحان بھی اس کے حق میں تھے۔ اس موقع پر دونوں بھائیوں نے پڑوسی ممالک سے عسکری تعاون حاصل کیا اور جانشینی کی جنگ شروع کردی۔ ظاہر سی بات ہے دھرو کی مخالفت میں پلوّ راجا دنتی ورمن نے گووندا کا ساتھ دیا لیکن جب دھرو نے جانشینی کی جنگ جیت لی اور حکومت کا تاج (780تا794ء) اپنے سر پر رکھا تو پلووں کے تعلقات راشٹر کوٹوں سے کشیدہ ہوگئے کیوں کہ دھرو اپنے بھائی کے مددگاروں سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ لہٰذا دنتی ورمن کو راشٹر کوٹ راجاؤں سے تین جنگیں لڑنی پڑیں۔

### پلوّاور راشٹر کوٹ: پہلی جنگ (Pallava-Rashtrakuta: First War)

جب 780ء میں دھرو کی تاج پوشی ہوئی تو سب سے اس نے پہلے اپنے بھائی گووندا کے حامیوں سے بدلا لینے کا فیصلہ کیا۔ وینگی حکومت پر قابض ہونے کے بعد اس نے پلووں کی راجدھانی کانچی کی طرف پیش قدمی کی۔ دنتی ورمن اور دھرو کا کوئی موازنہ نہیں تھا لہٰذا وہ دھرو سے جنگ ہار گیا۔ دھرو نے بہت سامال غنیمت جمع کیا اور دنتی ورمن کو باج گزار کے طور پر حکومت کرنے کی اجازت دی۔

### پلوّاور راشٹر کوٹ: دوسری جنگ (Pallava-Rashtrakuta: Second War)

راشٹر کوٹ حکمراں دھرو نے تیسرے بیٹے گووندا کو اپنا وارث مقرر کردیا اور انتقال کرگیا۔ گووندا سوم کی تاج پوشی اس کے سب سے بڑے بھائی کمبارسا پر بہت گراں گزری۔ کچھ زمیندار بھی گووندا کے خلاف کمبارسا کی حمایت کررہے تھے۔ اس لیے گووندا بھی دشمن سے ہاتھ ملانے والوں کو کچلنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ حالانکہ راشٹر کوٹوں کی جانشینی کی جنگ میں دنتی ورمن کے رول کے بارے میں یقینی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کانچی پر گووندا کے حملے کے اسباب واضح نہیں ہیں۔ شاید سیاسی خلفشار کا فائدہ اٹھا کر دنتی ورمن نے لگان کی ادائیگی نہیں کی تھی۔ اس کے اسباب جو بھی ہوں ہم جانتے ہیں کہ گووندا نے پلوّ راجدھانی پر 803 میں حملہ کیا جس کے نتیجے میں دنتی ورمن نے گووندا کی حکومت دوبارہ تسلیم کی اور اپنا خراج ادا کیا۔

### پلوّاور راشٹر کوٹ: تیسری جنگ (Pallava-Rashtrakuta: Third War)

راشٹر کوٹ راجا گووندا کا زیادہ تر وقت جنگ میں گزرا۔ جنوبی طاقتوں پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے بعد وہ شمال کی طرف متوجہ ہوا۔

جس وقت اس نے شمال پر فوج کشی کی جنوب کی تمام طاقتیں ،گنگا، پلوؔ، چیرا، چولا اور پانڈیہ یکجا ہو گئیں اور شاید اقتدار پر قابض ہونے کے لیے انہوں نے کچھ سازش کی۔ جب گووندا کو اس کی اطلاع ملی تو وہ جنوب کی طرف واپس پلٹ آیا اور یکے بعد دیگرے انہیں ہرا کر اپنی طاقت اور بالادستی کو ثابت کیا۔ دنتی ورمن نے شاید دوبارہ اس کی ماتحتی قبول کرنے اور لگان ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پلوؔ خطہ ارض پر اپنی بالادستی برقرار رکھتا ہے۔

### 17.11.2 پلوؔاور پانڈیہ (Pallavas and Pandiyas)

پانڈیہ راجا مارا ور من راج سمہا کا بیٹا ورگنا اول اس کا جانشیں ہوا۔ دوسرے راجاؤں کی طرح نیا راجا بھی اپنی ریاست کی توسیع میں دلچسپی رکھتا تھا۔ جب اس نے تھاگادر (Thagadur)(تمل ناڈو کا موجودہ دھرمپوری) پر حملہ کیا تو پانڈیوں کے خلاف دنتی ورمن نے وہاں کے راجا کی مدد کی۔ نتیجتاً جب وراگن تھاگادر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو فطری طور پر اس نے اپنی توجہ دنتی ورمن کی طرف مبذول کی۔ راشٹر کوٹوں کے ساتھ جھگڑوں کے باعث دنتی ورمن پہلے سے ہی پریشانیوں میں گرفتار تھا۔ اب حالات مزید خراب ہو گئے اور چولا خطے پر پانڈیوں نے قبضہ کر لیا۔ ورگنا نے پورے چولا خطے اور کچھ پلوؔ علاقوں کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔ اس طرح دنتی ورمن کو پانڈیوں کے لیے بھی کچھ علاقوں کو چھوڑنا پڑا ساتھ ہی راشٹر کوٹوں کو خراج کے طور پر ایک خطیر رقم بھی ادا کرنی پڑی۔

## 17.12 نندی ورمن سوم (Nandivarman III)

نندی ورمن سوم (825 تا 850ء)، دنتی ورمن کا بیٹا اور جانشیں تھا۔ یہ کدمب شہزادی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کے عہد کے ادبی شاہکار ''نندی کالمباگم'' (Nandi Kalambagam) میں اس کی شجاعت اور عسکری صلاحیتوں کی تعریف کی گئی ہے۔ نندی ورمن اپنے ہارے ہوئے علاقوں کو راشٹر کوٹوں سے واپس لینا چاہتا تھا اس لیے اپنے اقتدار کی شروعات میں اس نے اموگھ ورش (Amoghavarsha) کے خلاف پیش قدمی کی۔ اموگھ ورش امن میں دلچسپی رکھتا تھا اس لیے اس نے گنگا حکمراں اور پلوؔ نندی ورمن سے شادی بیاہ کے رشتے قائم کیے۔ اس طرح نندی ورمن نے پلوؔ خاندان کے گم شدہ وقار کو کچھ حد تک دوبارہ حاصل کیا۔ اب نندی ورمن باج گزار نہیں تھا بلکہ ایک خود مختار حکمراں بن چکا تھا۔ اس طرح راشٹر کوٹوں اور پلووں کے درمیان کچھ مدت تک امن وآشتی قائم رہی۔

### 17.12.1 پلوؔاور پانڈیہ (Pallavas and Pandiyas)

نندی ورمن کی حکومت کے چھٹے اور دسویں سال کے درمیان کچھ مدت کے لیے یہ جنگ ہوئی۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح پانڈیوں نے پلووں کے چولا علاقوں پر قبضہ کیا اور ٹونڈئی منڈلم میں داخل ہوئے۔ جب نندی ورمن راشٹر کوٹوں سے جنگ کر رہا تھا تو پلووں کے چولا باج گزاروں نے خراج دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور شاید خود کو آزاد قرار دے دیا تھا۔ تخت وتاج کے خواہش مند نندی ورمن کے چھوٹے بھائی کو چولوں اور پانڈیوں کا تعاون اور تائید حاصل تھی۔ ان ہی اسباب کی بنیاد پر نندی ورمن شمال سے فتح یاب ہو کر لوٹنے کے فوراً بعد اپنی شان دار فوجوں کو لے کر جنوب کی طرف بڑھا۔ 'نندی کالمبکم' میں اس جنگ کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ نندی ورمن نے مختلف

مقامات پر چیرا، چولا اور پانڈیہ حکمرانوں کے اتحاد کو شکست دی۔ آخری لڑائی 'تلارو' (Tellaru) میں ہوئی جس میں ان تمل طاقتوں کو مجموعی طور پر بہت نقصان پہنچا۔ اس نے پانڈیہ فوجوں کو صرف اپنے علاقوں سے باہر ہی نہیں کھدیڑا بلکہ پانڈیہ خطوں کی سرحد تک ان کا پیچھا کیا۔ اس جنگ سے نندی ورمن ان علاقوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو کہ اس کا باپ پانڈیوں کو ہار گیا تھا۔ گویا نندی ورمن ایک لائق سپاہی تھا جو پلوّ حکومت کے کھوئے ہوئے خطوں اور وقار کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

## 17.13 نرپتنگاورمن (Nriputungavarman)

نندی ورمن کے بیٹے کی حیثیت سے نرپتنگاورمن (850تا882ء) پلوّ تخت پر بیٹھا۔ یہ راشٹر کوٹ راجا اموگھ ورش کی بیٹی ''سنگا'' کا بیٹا یعنی اس کا نواسا تھا۔ نرپتنگا نے اپنے نانا کے نام کو برقرار رکھا۔ تیس سے قدرے زائد طویل مدت تک اس کی حکومت رہی۔ اسے اپنی سیاسی زندگی میں جنوبی پڑوسیوں اور پانڈیوں سے بھی جنگ کرنی پڑی۔

### 17.13.1 پلوّاور پانڈیہ (Pallava-Pandiya)

دو پانڈیہ راجا، پلوّ حکمراں نرپتنگا کے ہم عصر تھے۔ ان میں سے ایک سری مار اسری ولبھ (830تا862) تھا جس کو اس کے والد نندی ورمن نے تلارو میں شکست دی تھی اور دوسرا اس کا بیٹا اور جانشیں ورگنا دوم (862تا880) تھا۔ اس لیے نرپتنگاورمن کو پانڈیوں کے ساتھ دو جنگیں لڑنی پڑیں۔ جب اس وقت کے دوسرے راجاؤں کی طرح نرپتنگاورمن تخت پر بیٹھا تو پانڈیہ راجا سری مار اسری ولبھ تلارو میں ہوئی شکست کا پلوّ راجا نندی ورمن سے بدلا لینا چاہتا تھا۔ سری مار اسری ولبھ اور نرپتنگا کے درمیان کمبا کونم (Kumbakonam) یعنی موجودہ کوداملو (Kudamaukku) کے پاس خونریز جنگ ہوئی جس میں پانڈیوں کو فتح حاصل ہوئی، لیکن ارسلار ندی کے کنارے لڑی گئی اریچل (Arichil) کی جنگ میں پلوّ راجا نرپتنگا نے اپنی شکست کا بھرپور انتقام لیا اور پانڈیوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ نرپتنگا کی جاری کردہ بہور (Bahour) تانبے کی پلیٹوں سے اس کی فتح کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد دونوں فریقین کے مابین کچھ مدت تک مصالحت رہی اور امن قائم رہا۔ اسی دوران پانڈیہ حکومت میں کچھ خلفشار برپا ہو گیا۔ مایا پانڈیہ، سری مار اسری ولبھ سے اقتدار کو چھیننا چاہتا تھا جس کو اس نے وہاں سے بھگا دیا۔ یہ مایا پانڈیہ سیلون کے راجا کے یہاں پناہ گزیں ہو گیا۔ پانڈیہ حکومت کے موجودہ حالات کو غنیمت سمجھتے ہوئے سیلون کے راجا نے ایک بڑی فوج اکٹھا کر لی اور پانڈیوں پر حملہ کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ان سیاسی تبدیلیوں کے پیش نظر سری مارا نے پلوّ نرپتنگا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ نرپتنگا نے درکار عسکری تعاون فراہم کیا جس کی وجہ سے سری مارا سیلون کی فوجوں پر فتح یاب ہوا۔

## 17.14 اپراجتاورمن (Aparajitavaraman)

879ء میں نرپتنگا اتنا بوڑھا ہو گیا کہ اس نے تخت حکومت اپنے بیٹے اپراجتاورمن (879-897ء) کے سپرد کر دیا۔ سری مارا کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ورگنا سوم نے پانڈیہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ کچھ مدت تک اس نے بھی پلووں سے دوستی برقرار رکھی، لیکن یہ

دوستی بہت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی۔ کمزور ہوتی ہوئی پلوّ حکومت سے اسے اپنے علاقوں میں توسیع کا موقع ملا۔ سرحدی علاقوں میں چھیڑ چھاڑ کے ساتھ اس نے پلووں کے متعدد علاقے ہتھیا لیے۔ پلوّ حکمراں اپراجتاور من میں اتنی طاقت نہیں تھی جو پانڈیہ طاقت کا مقابلہ کر سکے۔ مسلسل حملوں سے کھیتی باڑی اور تجارت کو بھی نقصان پہنچ رہا تھا اور خزانے کی آمدنی بھی کم ہو رہی تھی۔ اس صورت میں اس نے اپنے اتحادیوں اور ماتحت جاگیر داروں سے مدد مانگی۔ اپراجتاور من کے نانا ہونے کے ناطے گنگا راجا پر تھوی پتی نے اس کی پوری مدد کی۔ پلووں کے جاگیر دار چولا راجا وجیالیہ کے بیٹے اور جانشیں آدتیہ چولا نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ تیروپورم بیم (Thirupurambiyam) کے پاس پلوّ اور ان کے اتحادیوں اور پانڈیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔

اس جنگ میں حالانکہ گنگا راجا پر تھوی پتی مارا گیا پھر بھی پلووں کو فتح حاصل ہوئی۔ اپنی کمزوریوں کے باعث اپراجتاور من ان حالات سے مستفید نہ ہو سکا۔ اپنی مدد کے بدلے اسے چولوں کو تنجاور سے حکومت کرنے کا حق اور ان کی خود مختار حیثیت تسلیم کرنی پڑی، ساتھ ہی کافی سارے مفتوحہ علاقے ان کے حوالے کرنے پڑے۔ پر تھوی پتی کی موت اور پھر جانشینی کے جھگڑوں کی وجہ سے گنگا حکمراں بھی ان سیاسی حالات سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ پانڈیہ بھی دو صدیوں تک دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے کے لائق نہیں رہے۔ ان حالات میں چول حکمراں آدتیہ چولا نے اس سیاسی خلا کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور آہستہ آہستہ پلووں کے پورے ٹونڈئی منڈلم پر قبضہ کر لیا۔ مفتوحہ پانڈیہ علاقے بھی اس کی ریاست میں شامل ہو گئے، اس طرح چولا خاندان جنوبی جزیرہ نما میں ایک عظیم طاقت بن گیا اور اس خطے میں عظیم چولا ریاست کی بنیاد پڑی۔ پلوّ خاندان کے لوگ چولا ریاست میں ایک طویل مدت تک اعلیٰ مناسب پر فائز رہے، لیکن تھیروپورم بیم کی جنگ کے بعد ان کی خود مختار حیثیت ختم ہو گئی۔ یہ جنگ اس لیے بھی اہم ہے کیوں کہ اس کے بعد پلووں کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی ریاست کے کھنڈروں پر چولوں نے اپنی عظیم ریاست کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح چولا نویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی کے اختتام یعنی چار صدی سے زائد عرصے تک جنوبی ہند کے سیاسی منظر نامے پر حاوی رہے۔

## 17.15 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

پلوّ خاندان کے بعد کے حکمرانوں میں سمہاوشنو (575تا600ء) نے نسبتاً زیادہ دنوں تک حکومت کی اور اس کے دور اقتدار میں بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ اس نے چولوں، پانڈیوں اور ان کے اتحادیوں سے جنگیں لڑیں۔ ٹونڈئی منڈلم علاقے سے کالبھروں کے عارضی اقتدار کا خاتمہ کیا اور جنوب میں دریائے کاویری کے ڈیلٹا تک اپنی ریاست کی توسیع کی۔ یہ اونی سمہا کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ اس کے بیٹے اور جانشیں مہیندر ورمن اول (600تا630ء) کا شمار بھی اہم راجاؤں میں ہوتا ہے۔ اوائل زندگی میں یہ جین مذہب کا پرجوش عقیدت مند تھا لیکن ایک شیو سنت اپّار سوامی کی ترغیب و تحریک پر شیو کا پرستار بن گیا۔ یہ شمالی ہند کے عظیم فرمانروا ہرش وردھن کا ہم عصر اور اس کی طرح ایک اچھا ڈرامانویس، موسیقار اور شاعر تھا۔ اس نے ایک ڈراما مت ولاسا پرہسنا (Matvilasa Prahasana) طنز و مزاح کے موضوع پر تخلیق کیا اور کچھ ماخذ کے مطابق "پڈوکوٹائی" (Pudukkotai) کے منظوم کتبوں کی تصنیف سے بھی اس کا تعلق تھا۔ مت ولا سا، گن بھرا، وچتراچتا جیسے متعدد القابات مہیندر ورمن کی قابلیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس نے فن تعمیر میں غاروں کو کاٹ کر بنائے

گئے مختلف طرز متعارف کرائے۔ کہاجاتاہے کہ مہیندرورمن اول کو چالوکیہ حکمراں پلاکیشن دوم کے ہاتھوں زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں وینگی کا علاقہ چالوکیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ پلاکیشن نے اپنے سوتیلے بھائی وشنووردھن کو وہاں کا گورنر مقرر کیا جس نے وینگی کے مشرقی چالوکیہ خاندان کی بنیادرکھی۔ مہیندرورمن اول کے بیٹے اور جانشیں نرسمہاورمن اول(630تا660ء) کو پلوّ حکمرانوں میں سب سے عظیم حکمراں سمجھا جاتاہے۔ اسے مہاملا(Mahemella) بھی کہاجاتا تھا۔ پلاکیشن دوم کے دوسرے حملے کو ناکام بنانے اسے قتل کرنے اور چالوکیہ راجدھانی واتاپی پر قبضہ کرنے کا سہرا اسی کے سر ہے۔ اس فتح کے بعد اس نے واتاپی کونڈا(واتاپی کا فاتح) کالقب اختیار کیا۔ چالوکیوں کے ساتھ جنگ میں اسے سری لنکا کے شہزادے مانوم کا تعاون حاصل ہوا۔ بدلے میں اس نے مانوم کی سری لنکا کا راجا بننے میں مدد کی۔ اس کے دور حکومت میں تقریباً 642ء میں ہیون سانگ نے کانچی کا دورہ کیا تھا۔ نرسمہاورمن اول ادب وفن کا دلدادہ تھا۔ اس نے تری چراپلی اور پڑوکوٹائی جیسے مقامات پر غاروں کو کاٹ کر مندر بنوائے۔ تاہم اس کو اصل شہرت مہابلی پورم کے رتھ مندروں جیسے دھرم راج رتھ مندر، دشراج رتھ مندر وغیرہ کی تعمیر کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ مہاملاپورم کا نام اس کے بانی مہاملایعنی نرسمہاورمن اول کی یاد میں رکھا گیا ہے۔

مہیندرورمن دوم(668تا670ء) کی حکومت بہت کم دنوں تک رہی کیوں کہ چالوکیہ راجاوکرمادتیہ نے اس کا قتل کر دیا تھا۔ نرسمہاورمن کے پوتے پرمیشورورمن اول(670تا680ء) کے دور حکومت میں پلوّ اقتدار کو دھچکہ لگا۔ وہ اپنی راجدھانی(کانچی) چالوکیہ راج وکرمادتیہ اول کو ہار گیا لیکن ایسا معلوم ہوتاہے کہ اس نے جلدی ہی اسے واپس حاصل کرلیا۔ اس کے بیٹے اور جانشیں نرسمہاورمن دوم (680تا720ء) کے دورِ حکومت میں امن اور خوشحالی قائم رہی۔ اسے راجاسمہا بھی کہاجاتاہے۔ کانچی میں مشہور کیلاش ناتھ مندر کے علاوہ اس نے مہاملاپورم میں ساحلی، مکنداور ایشور مندر کی تعمیر کروائی۔ اس نے چین کے دربار میں بھی اپنا سفیر بھیجا تھااور اس کے دوراقتدار میں بحری تجارت کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ اگلے راجاپرمیشورورمن دوم(728تا731ء) نے چالوکیوں اور گنگوں کے مشترکہ حملے کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ چوں کہ تخت کا کوئی موروثی جانشیں نہیں تھااس لیے وزرا کی کونسل نے خاندان کے ہم جدی فرد(سمہاوشنو کے چھوٹے بھائی بھیما ورمن کی اولاد) کو تخت نشین کیا جس نے نندی ورمن دوم(731تا795ء) کی حیثیت سے حکومت کی۔

اس کے دور حکومت چالوکیہ راجاوکرمادتیہ دوم نے دوبارہ حملہ کیااور پلووں کی راجدھانی پر قبضہ کرلیالیکن کانچی کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے کانچی میں ویکنٹھ پیرومل(Vaikunthaperumal) مندر کی تعمیر کروائی۔ نندی ورمن کو جیسے ہی پانڈیوں سے فرصت ملی وہ چالوکیوں کی طرف پلٹا اور انہیں واپس لوٹنے اور وینگی کے چالوکیوں کو اپنی ماتحتی قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اگلے چالوکیہ حکمراں کیرتی ورمن کو بھی اس نے شکست دے کر مار ڈالا جس سے واتاپی کے چالوکیوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور چالوکیوں کی جگہ راشٹرکوٹ خاندان کی حکومت کی شروعات ہوئی۔ کچھ ہی سالوں بعد پلووں اور راشٹرکوٹوں کے جھگڑے شروع ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں ابھرتی ہوئی پانڈیہ طاقت کا بھی مقابلہ کرنا پڑا، جس میں وہ کافی حدتک کامیاب رہے۔ 'تلارو' اور 'اریچل' میں انہوں نے پانڈیوں کو شکست فاش دی۔ پانڈیوں کے ساتھ آخری جنگ تری پورم بیم میں ہوئی جس میں گنگوں اور چولوں نے پلووں کا ساتھ دیااور وہ پانڈیوں کو حتمی شکست دینے

میں کامیاب رہے لیکن اس جنگ سے پلووں کی طاقت بھی ختم ہوگئی اوران کے باج گذار چولوں نے انہیں ہی اکھاڑ پھینکا۔ پلووں کے آخری راجا اپراجتاورمن کوآدتیہ چولانے دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں شکست دے کر پلوّ خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

## 17.16 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| **سی۔یو۔کی(Si.Yu.Ki)** | : | ہیون سانگ کی لکھی ہوئی سفر کی روداد یا احوال نامہ |
| **اشومیدھا** | : | گھوڑے کی قربانی (بھینٹ) والا یگیہ، جسے صرف چکرورتی شہنشاہ ہی کر پاتے تھے۔ |
| **شیومت** | : | ہندومت کا اہم فرقہ جس میں شیو کو اعلیٰ ترین مان کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ |
| **ٹونڈئی منڈلم** | : | آندھرا پردیش کے جنوبی حصے اور تمل ناڈو کا شمالی حصہ |

## 17.17 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

### 17.17.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. پلوّ خاندان کی راجدھانی کہاں تھی؟

(الف) واتاپی (بادامی) (ب) وینگی (ج) کانچی (کانچی پورم) (د) مدورائی

2. پلوّ خاندان کا پہلا خود مختار اور اہم راجا کسے مانا جاتا ہے؟

(الف) بپ دیو (ب) سمہاوشنو (ج) مہیندرورمن اول (د) نرسمہاورمن اول

3. سنسکرت کا مشہور طنزیہ ڈرامہ 'مت ولاساپرہسنم' کس پلوّ حکمران نے لکھا؟

(الف) سمہاوشنو (ب) مہیندرورمن اول (ج) نرسمہاورمن اول (د) نندی ورمن دوم

4. کس پلوّ حکمران نے چالوکیہ راجا پلاکیشن دوم کو شکست دی اور 'واتاپی کونڈا' کا لقب اختیار کیا؟

(الف) مہیندرورمن اول (ب) نرسمہاورمن اول (ج) پرمیشورورمن اول (د) راج سمہا

5. کس چولا حکمران نے آخری پلوّ راجا اپراجتاورمن کو شکست دے کر پلوّ حکومت کا خاتمہ کیا؟

(الف) وجیالیہ (ب) آدتیہ چولا (ج) راج راج اول (د) راجیندر چولا

### 17.17.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پلوّ عہد کے مآخذ پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
2. مہیندرورمن اول کے بارے میں بتائیے۔
3. پرمیشورورمن اول کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

### 17.17.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. پلووں کے بارے میں ہیون سانگ کی بیان کردہ تفاصل کی وضاحت کیجیے۔
2. پلوّر یاست کے استحکام میں نرسمہاورمن اول کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

# اکائی 18۔ دکن اور جنوبی ہند کا فن، ثقافت اور ادب

(Culture in Deccan and South India: Language and Literature Art and Architecture)

اکائی کے اجزا


18.0 تمہید
18.1 مقاصد
18.2 جنوبی ہند میں فن تعمیر
18.2.1 پلوؔ عہد کا فن تعمیر
18.2.2 چولا عہد کا فن تعمیر
18.2.3 گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر
18.2.4 پانڈیہ عہد کا فن تعمیر (گوپورم)
18.3 فن مصوری
18.4 دکن کا ادب
18.4.1 سنسکرت
18.4.2 تمل
18.4.3 کنڑ
18.4.4 تلگو
18.5 اکتسابی نتائج
18.6 فرہنگ
18.7 نمونہ امتحانی سوالات
18.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
18.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
18.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

## 18.0 تمہید (Introduction)

جنوب اور تمل علاقے کے کچھ حصے میں ساتویں صدی سے دسویں صدی تک چٹانوں کو کھود کر مندر بنائے گئے۔ابتدائی مندر چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے بدھ وہاروں کی نقل ہے۔متعدد عظیم الشان کندہ کی گئی تصاویر سے سجے ہوئے دھندلی روشنی والے ستونی محلات خوف اور وارفتگی میں ڈال دیتے ہیں۔چٹانی فن تعمیر کا آخری اظہار ایلورا، ایلیفنٹا اور مہابلی پورم میں دیکھا گیا۔مہابلی پورم کے پلو فن تعمیر میں ہمیں دراوڑ فن تعمیر ابتدائی حالت میں دکھائی دیتا ہے،اس لیے اس کا تفصیلی مطالعہ پلو فن تعمیر کے تحت علیٰحدہ طور پر کیا جائے گا پہلے ایلورا اور ایلی فنٹا کے گفا مندروں کی تفصیل بیان کی جائے گی۔فن تعمیر کے علاوہ فن مصوری، نقاشی اور ادب میں بھی ترقی رونما ہوئی جس کا مہم اس اکائی میں کریں گے۔

## 18.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ جان پائیں گے کہ

- مابعد گپت عہد میں کس طرح دکن اور جنوبی ہند میں دکن اور جنوبی ہندوستان کے تمدن کا نشوونما ہوا۔
- اس کے اظہار کے مختلف ذرائع کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- پلو، چالوکیہ اور چولا عہد میں مختلف فنون اور فن تعمیر کے ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔
- دراوڑا اسلوب اور طرز تعمیر کی مختلف خصوصیات کو جان سکیں گے۔

## 18.2 جنوبی ہند میں فن تعمیر (Architecture in South India)

ایلورا کے بودھ چٹانی وہاروں کی نقل کرتے ہوئے برہمنی مذہب کے ماننے والوں نے بھی مذہبی سرگرمیوں کی ضرورت کے مطابق ستونی محلات تراش کر بنوائے۔ایلورا میں یہ چٹانی مندر آدھے میل کے دائرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس طرح کے مندروں کی اہم مثالیں ہیں۔

i. راون کی کھائی

ii. رامیشور

iii. دس اوتار

iv. کیلاش مندر

**دس اوتار مندر:** دس اوتار مندر پہلے کی بدھ خانقاہوں کی طرح ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک ستونی برآمدہ اور گربھ گرہ ہے۔یہ مندر دو منزلہ ہے، جس میں اوپر کی منزل کی لمبائی 105 فٹ اور چوڑائی 95 فٹ ہے جب کہ ہموار چھت 44 ستونوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ انترال کے سامنے والے دو ستونوں کے علاوہ سبھی ستون سادہ ہیں۔صرف انترال کے سامنے کے دو ستونوں پر نقاشی کی گئی ہے۔دیواروں پر

چاروں طرف ستونوں کے بیچ پُرانک ہندو دیوتاؤں کی ابھری ہوئی تصاویر ہیں، جن میں ایک طرف وشنو اور دوسری طرف شو سے منسلک تصاویر ہیں۔

**راون کی کھائی:** راون کی کھائی مستطیل ہے، جو 52 فٹ چوڑی اور 87 فٹ اندر کی طرف گہری ہے۔اس پہاڑی گفا کے اندر ایک ستون والا منڈپ اور گربھ گرہ ہے، جب کہ گربھ گرہ کے چاروں طرف پر دکشنا پتھ ہے۔ستونوں کے سرے منگل گھاٹ کی شکل کے ہیں۔ یہاں کی دیوار کے ستونوں پر پر وشنو اور اور شو دیوتا کی ابھری ہوئی مورتیاں کندہ کی گئی ہیں۔

**رامیشور مندر:** رامیشور مندر بھی راون کی کھائی کی طرح ہے اس میں بھی پر دکشنا پتھ ہے، لیکن اس کے ستونوں کی لاٹ نالی دار ہے اور اوپری حصہ مسند کی قسم کا ہے۔

**کیلاش مندر:** پہاڑی چٹانوں کو تراش کر عمارت بنانے کے فن کا اعلیٰ نمونہ ایلورا کے کیلاش مندر میں ملتا ہے۔اس مندر کے بنانے والوں نے قدیم روایتوں کو در کنار کرتے ہوئے چٹان کو تراش کر خود مختار مندر بنایا۔اس مندر کا طرز تعمیر پٹڈ کل کے چالوکیہ عہد میں بنے ویروپاکش مندر کی طرح ہے، لیکن یہ اس سے دوگنا بڑا ہے۔یہ مندر دراوڑ طرز کے منظم سلسلہ وار ارتقا کا واضح نمونہ ہے۔ یہ مندر راشٹر کوٹ راجا کرشنا اول نے بنوایا تھا۔اس کے پاس مختلف فتوحات سے جمع کی ہوئی کثیر دولت تھی، ساتھ ہی اس میں بے پناہ مذہبی جوش و خروش تھا۔ان وجوہات سے مندر کی تعمیر ممکن ہو سکی۔التیکر (Altekar) کا ماننا ہے کیلاش ناتھ مندر کی تعمیر پلووں کی راجدھانی کانچی سے بلائے گئے کاریگروں نے کیا۔کیلاش مندر کی خاصیت یہ ہے کہ اسے بنانے کے لیے چٹان کو نچلی سطح کی طرف سے کھودا ہی نہیں گیا، بلکہ کاریگروں نے چٹان کو اوپری حصے سے تراشنا شروع کیا۔اس طرح اوپر سے نیچے کی طرف تراش کر مندر کے سبھی اجزا بنائے گئے ۔ کیلاش مندر کا ومان ایک مساوی مربع کی کی شکل میں بنا ہے۔150 فٹ لمبا اور 100 فٹ چوڑا یہ ومان 25 فٹ اونچے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔چبوترے کے اوپر اور نیچے کا حصہ کافی ڈھلا ہوا ہے۔درمیانی حصوں کے بغل کے دونوں حصوں کے بیچ میں چتر اولری یا پٹی ہے جس میں ہاتھی اور شیروں کی خوب ابھری ہوئی تصویریں تراشی گئی ہیں۔یہ ہاتھی اور شیر بھی ومان پر چڑھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ مندر کے برآمدے تک پہنچنے کے لیے نیچے

کیلاش مندر، ایلورا (وکیپیڈیا)

سے سیڑھیاں دی گئی ہیں۔ منڈپ، انترال اور گربھ گرہ دوسرے مندروں کی طرح ہی ہے اور گربھ گرہ کا شکھر 25 فٹ اونچا ہے۔ مندر کا شکھر مثلث کی شکل کا ہے جب کہ وہاں کے چاروں طرف پانچ چھوٹے چھوٹے مندر ہیں۔ مندر کی مرکزی عمارت کے بعد نندی مندر بنوایا گیا ،جس کے دونوں طرف 51 فٹ اونچے دو جھنڈے والے ستون ہیں جن پر ترشول قائم کیے گئے ہیں۔ دونوں ستون دراوڑ طرز کے ہیں۔ ستونوں کی بنیاد چہار پہلو یا مختلف الجہات ہے۔اس کے اوپر ہشت پہلو لاٹ ہے۔لاٹ کے اوپری حصے پر مسند کی شکل کا سرا ہے۔ نندی مندر کے آگے داخلہ کا دروازہ ہے، جب کہ احاطے کے اندر چاروں طرف ستونوں والا برآمدہ ہے۔ کچھ ستونوں کے راس منگل گھاٹ شکل کے ہیں۔ مندر کے مختلف حصے اس حسن وخوبی سے سے بنائے گئے ہیں کہ وہ ایک ہی عمارت کے کے غیر منقسم اجزاد کھائی دیتے ہیں۔ کیلاش مندر کے مختلف حصوں میں میں کندہ کی گئی مورتیوں سے بھی کیلاش کی شکل کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیلاش مندر دنیا میں چٹانی سنگتراشی کا عظیم اور بے مثال نمونہ ہے۔ سارا مندر کندہ کاری سے مزین ہے۔

**ایلیفنٹا :** ممکن ہے کہ راشٹر کوٹ دور میں ہی ایلی فنٹا کی کچھ گفاؤں اوران کی تعمیری تخلیقات وجود میں آئی ہوں۔ایلیفینٹا کے گفامندر اس فن تعمیر کی آخری حصولیابی ہیں، جس میں مجسمہ سازی فن تعمیر کا ہی حصہ ہوتی ہے۔یہ گفا محل ایک ستونوں والا منڈپ ہے۔ ستونوں کی 6 قطاریں گفا کی چھت کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ گربھ گرہ مندر کے اگلے حصے سے لگا ہوا پردکشنا پتھ نہیں ہے۔ مندر کے ستون دراوڑ طرز کے ہیں جب کہ بنیادیں مربع شکل کی ہیں۔اوپری حصہ مسند کی شکل کا ہے۔ یہ عظیم مندر تراشی ہوئی عظیم الشان مورتیوں کے لیے مشہور ہے، جس میں میں تری مورتی سب سے زیادہ متاثر کن ہے۔اس کے بعد شو پاروتی کی شادی اور نٹراج کی مورتیوں کا مقام ہے۔

## 18.2.1 پلوؔ عہد کا فن تعمیر (Pallava Architecture)

جنوب بعید کے تمل علاقے میں میں جسے عہد قدیم میں دراوڑ دیش کہا جاتا تھا، پلو بادشاہوں کے عہد حکومت میں دراوڑ طرز تعمیر کی بنیاد رکھی گئی۔ پلو بادشاہوں کا عہد حکومت چھٹی سے دسویں صدی عیسوی تک تھا۔ پلو فن تعمیر کی مثالیں پلووں کی راجدھانی کانچی پور اور مہابلی پورم میں پائی جاتی ہیں، جب کہ کچھ نمونے تنجاور علاقے اور پڑوکوٹائی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پلو کاریگروں نے فن تعمیر کو آہستہ آہستہ فن نجاری (Carpentry) اور گفائی فن تعمیر (Cave Architecture) کے اثر سے آزاد کرانا شروع کر دیا تھا۔ اس عہد کی ابتدائی تخلیقات میں انہیں طریقوں کا سہارا لیا گیا، جنہیں بڑھئیوں اور غار کے معماروں نے اپنایا تھا، لیکن بتدریج ان طریقوں کو چھوڑا جانے لگا۔ پلو عہد کے فن تعمیر کو چار اہم طرزوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ طرز تعمیر بنیادی طور پر پلو بادشاہوں کے نام سے منسوب ہیں۔

**مہندرورمن طرز تعمیر:** اس طرز تعمیر کا ارتقا 600 سے 640 عیسوی کے درمیان ہوا۔اس طرز تعمیر کے مندروں کو منڈپ مندر کہا گیا ہے۔ان میں ایک ستونی برآمدہ اور اندر کی طرف کھود کر بنائے ہوئے ایک یا دو کمرے ہوتے ہیں۔

**مامل طرز تعمیر:** اس طرز تعمیر کا ارتقا پلو راجا نرسنگھ ورمن کے عہد میں ہوا۔ انہوں نے مامل کالقب اختیار کیا تھا، اس لیے اسے مامل طرز تعمیر کہتے ہیں۔ اس طرز تعمیر کا اہم مرکز مامل پورم (مہابلی پورم) شہر تھا، جس کو نرسنگھ ورمن مامل نے قائم کیا تھا۔ مامل طرز تعمیر کے تحت دو طرح کے

مندر آتے ہیں، 1۔منڈپ 2۔رتھ۔

1۔ منڈپ مندر مہندر ورمن کے عہد کے منڈپوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ اور مزین ہیں۔ان میں خاص طور پر قابل ذکر وراہ، ماہش اور پانچ پانڈو منڈپ مندر ہیں۔یہ منڈپ مندر اپنے فن تعمیر کے لیے مشہور ہیں۔

2۔ دوسری قسم میں رتھ مندر آتے ہیں، جو واحد حجری ہیں۔ان مندروں کی خاصیت ان کے ستون ہیں، جو کہ پتھر کے شیروں کے اوپر واقع ہیں۔ستون کی لاٹ نالی دار ہے اور اوپری سرا منگل گھٹ شکل کا ہے۔واحد حجری رتھ عظیم چٹانوں کے ٹکڑوں کو کاٹ کر بنائے گئے، اور لکڑی کے رتھوں کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔ان کا فن تعمیر منڈپوں جیسا ہی ہے۔

مامل طرز تعمیر، دھرم راج رتھ، مہابلی پورم (وکیپیڈیا)

مامل طرز تعمیر کے رتھ مندر ہفت پگوڈا کے نام سے مشہور ہیں۔یہ تعداد میں آٹھ ہیں جیسے دروپدی رتھ، ارجن رتھ، بھیم رتھ، دھرم راج رتھ، سہدیو رتھ وغیرہ۔ان رتھوں کا ارتقا بدھ وہار اور چیتیوں سے ہوا ہے۔ان میں سے دروپدی رتھ ایک الگ طرز کا ہے۔اس کی چھت کی شکل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لائق، دیو رتھ کی نقل ہے۔وہاروں سے ترقی یافتہ مندروں میں دھرم راج رتھ قابل ذکر ہے۔یہ مندر دو حصوں میں ہے، جس میں نیچے کا حصہ ایک مربع ٹکڑا ہے اور اس سے لگا ہوا ایک ستونی برامدہ ہے، جب کہ اوپری حصہ اہرام نما شکھر ہے۔بھیم رتھ، گنیش رتھ اور سہدیو رتھ چیتیہ عمارتوں پر مبنی ہیں۔یہ مستطیل ہیں اور ان کی چھت مخروطی (ڈھلان دار) ہے، جب کہ آخر میں مثلث جھروکہ ہے۔انہیں مستطیل عمارتی حصوں کے مخروطی چھت والے شکھروں اور مثلث جھروکوں کے ڈھانچے پر بعد کے گوپورم کی تعمیر ہوئی۔یہ حیرانی کی بات ہے کہ ان چٹانوں پر تعمیر رتھ ادھوری حالت میں ہیں۔نرسنگھ ورمن مامل کی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہی اس طرز تعمیر کا اختتام ہو گیا۔اس کی جگہ پر پتھر کے ٹکڑوں کی مدد سے بنائے گئے آزادانہ تعمیر شدہ مندروں کا رواج ہوا۔

**راج سنگھ طرز تعمیر** : پلوراجاراج سنگھ کے عہد حکومت میں ان آزاد مندروں کی تعمیر کاارتقا ہوا،اس لیے اس اسلوب کوراج سنگھ طرز تعمیر کہا گیا ہے۔مامل پور میں ساحل سمندر پر واقع ساحلی مندر،اور کانچی کا کیلاش مندراور ویکنٹھ پیرومل مندراس طرز تعمیر کی بنیادی مثالیں ہیں۔ساحلی مندر کا محل وقوع غیر معمولی ہے۔مندر کا گربھ گرہ سمندر کی طرف ہے،جب کہ منڈپ،اردھ منڈپ اور آنگن مغرب کی طرف ہیں۔ساتھ ہی مغرب کی طرف دو دیوائتن (دیوتاؤں کی رہائش گاہ) جوڑے گئے ہیں جن میں سے ایک مندر کا چھوٹا شکھر ہے۔مندر کی بنیادی عمارتیں سابقہ دھرم راج رتھ مندر سے ترقی یافتہ دکھائی دیتی ہیں۔نیچے کی منزل مربع ہے اور اوپر کا شکھر اہرام نما ہے،جس کے اوپر کے حصے نیچے کے حصے سے تدریجاً چھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔مندر کے مختلف حصوں میں خوبصورت تناسب ہے۔اسی طرز تعمیر کا کہیں زیادہ ترقی یافتہ نمونہ کانچی کا کیلاش ناتھ مندر ہے۔اس کا اہم حصہ گربھ گرہ ہے جس پر مثلث شکل کا شکھر ہے۔اس کے کچھ آگے علاحدہ طور سے بنا ہوا سبھا منڈپ ہے۔کچھ صدیوں کے بعد ان دونوں عمارتوں کو جوڑنے کے لیے درمیان میں انترال بنا دیا گیا۔یہ عمارت ایک مستطیل برآمدے میں ہے جس کے چاروں طرف اونچی دیوار ہے۔پلو فن تعمیر کی تمام خصوصیات، جیسے حجری شیروں پر بنے مضبوط ستون،اہرام نما شکھر اور چار دیواری کیلاش ناتھ مندر کو دلکشی عطا کرتی ہیں، لیکن مندر کا سب سے پُرکشش حصہ اس کا شکھر ہے۔ویکونٹھ پیرومل کے مندر میں پلو فن تعمیر کی انتہائی ترقی یافتہ صورت نظر آتی ہے۔اس مندر کا گربھ گرہ،انترال،منڈپ اور داخلہ کا دروازہ ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ وہ ایک ہی عمارت کے غیر منقسم اجزاد کھائی دیتے ہیں۔وہاں کا شکھر 60 فٹ اونچا ہے اور یہ چار حصوں میں بنٹا ہوا ہے۔

**نندی ورمن طرز تعمیر**: پتھر کے ٹکڑوں سے بنے آزاد مندر طرز کا آخری مرحلہ اُن مندروں پر مشتمل ہے جو نندی ورمن اور اس کے جانشینوں کے دور میں تعمیر ہوئے تھے۔یہ مندر چھوٹے سائز کے ہیں اور صرف گزشتہ مندروں کی نقل ہیں۔طرز تعمیر میں کوئی نیا پن نہیں ہے، صرف ستون کے سروں کی ترقی ہوئی ہے۔اس طرز کے مندروں کی قابل ذکر مثالوں میں کانچی پور میں مکتیشور اور ماتنگیشور مندر،اور گڈیملم کے پرشورامیشور مندر ہیں۔ان مندروں میں شان وشوکت کی کمی سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ بیرونی جارحیت (مغربی چالکیوں) کی وجہ سے پلو خاندان کی طاقت کمزور پڑ رہی تھی۔ان مندروں کی تعمیر دسویں صدی کے آخر تک ختم ہو گئی۔

پلو فن تعمیر کی تاریخ میں بہت اہمیت ہے۔انہوں نے بودھ چیتیہ وہاروں سے وراثت میں ملنے والے فن کو ترقی دی اور ایک ایسے نئے انداز کو جنم دیا جو چولا اور پانڈیا ادوار کے دوران بام عروج کو پہنچا۔پلو فن کی خصوصیات جنوب مشرقی ایشیا تک بھی پہنچی۔یہاں کے کئی بڑے مندروں میں پلو فنکاری کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔

### 18.2.2 چولا عہد کا فن تعمیر (Chola Architecture)

مندروں کی تعمیر کے جس دراوڑ طرز کا آغاز پلو دور میں ہوا تھا، چولا راجاؤں کے عہد میں اس میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی۔چولا سلطنت 11 ویں صدی کے پہلے نصف میں راج راج اول اور راجیندر چولا کے عہد حکومت میں اپنے عروج پر تھی۔چولا شہنشاہوں نے عظیم الشان اور شاندار مندروں کی تعمیر میں اپنی طاقت اور سطوت کا مظاہرہ کیا۔ایک مورخ کے مطابق چولا مندر-فنکاروں نے دیوتاؤں کی طرح

خواب دیکھااور ایک جوہری کے جیسے فن میں اس کا اظہار کیا۔اس عہد کے فن تعمیر کی سب سے عمدہ مثال تنجاور کا برہدیشور مندر ہے، جوراج راج چولا نے تقریباً1000 عیسوی میں بنوایا تھا۔ یہ ہندوستانی ماہرین فن تعمیر کے ذریعہ بنائے گئے سب سے بڑے مندروں میں سے ایک ہے۔ یہ مندر 180 فٹ لمبا ہے اور اس کا اہرام نما شکھر 196 فٹ اونچا ہے۔اس سے مندر کی جسامت، وسعت اور اس کی تعمیر میں ہمت اور مہارت کا پتہ چلتا ہے۔اس مندر کے چار حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ایک ہی محور (دھری) پر بنے ہیں۔ یہ حصے نندی منڈپ، اردھ منڈپ، منڈپ اور گربھ گرہ ہیں۔ پورا مندر ایک چار دیواری کے اندر بنایا گیا ہے۔ مندر کا سب سے اہم حصہ گربھ گرہ اور شکھر (ومان) ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- **بنیاد۔** یہ 42 مربع فٹ رقبے پر مشتمل ہے اور 50 فٹ اونچی ہے۔اس بنیاد کو وسط میں بنے ہوئے کارنائس (Cornice) کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ان دونوں حصوں کی بیرونی شکل کئی طرح کے تعمیراتی زیبِ وزینت سے آراستہ ہے، جیسے شجر علم یا مورتیاں
- **ومان یا شکھر کا مرکزی حصہ۔** یہ اوپر کی طرف سے جاتے ہوئے پتلا ہوتا گیا ہے۔ یہ اہرام نما حصہ 13 منزلوں میں بنایا گیا ہے، جس میں اوپر کی منزلیں برابر چھوٹی ہوتی گئی ہیں۔ نتیجتاً سب سے اوپر کی منزل سب سے نچلی منزل کی ایک تہائی رہ گئی ہے۔
- **سرایا کلش۔** یہ سب سے اوپر کا حصہ ہے اور گول گنبد کی شکل میں ہے۔اس کے چاروں طرف پردار طاقیں (Niches) ہیں۔ پرسی براؤن (Persi Brown) نے واضح کیا ہے کہ تنجاور کا برہدیشور مندر دراوڑی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے اور ہندوستانی فن تعمیر کے لیے ایک معیار ہے۔

### 18.2.3 گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر (Gangaikoda Cholapuram Temple)

چولوں کے شاندار دور کے دوران تعمیر کیا گیا دوسرا شاہکار گنگئی کونڈ چولا پورم کا مندر ہے۔ یہ راجیندر چولا کے ذریعہ 1025ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کا طرز تعمیر تنجاور مندر سے ملتا جلتا ہے، بس وسعت اور تفصیل میں تھوڑا فرق ہے۔ یہ 340x110 مربع فٹ کے مستطیل میں بنایا گیا ہے، لیکن اس کی چوٹی 150 فٹ اونچی ہے۔ اس مندر کا ومان برہدیشور مندر کی طرح تین حصوں میں منقسم ہے۔ منڈپ تھوڑا کم اونچا ہے لیکن اس میں 150 ستون ہیں۔ اس ستونی منڈپ میں ہم آئندہ مندروں کے ہزاروں ستون والے منڈپ کا آغاز دیکھتے ہیں۔ تنجاور کے مندر میں زیادہ طاقت، توازن اور سنجیدگی ہے، جب کہ گنگئی کونڈ چولا پورم مندر میں زیادہ مادیت، خوبصورتی اور آسائش ہے۔ ان دو بڑی یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ چولا عہد میں فن تعمیر اپنے عروج پر تھا۔ ان مندروں کی تعمیر کے ساتھ ہی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فن تعمیر کی سرگرمی کی مضبوط رفتار کمزور ہو چلی تھی۔ اس کے بعد کوئی خاص قابل ذکر مندر تعمیر نہیں ہوئے۔

### 18.2.4 پانڈیہ عہد کا فن تعمیر / گوپورم (Pandya Architecture/Gopuram)

چولوں کے بعد، تمل خطے میں پانڈیوں کی حکمرانی قائم ہوئی۔ پانڈیوں کے دور میں دراوڑی طرز کی ترقی تو ہوتی رہی لیکن اس میں کوئی خاص قابل ذکر مندر تعمیر نہیں ہوا، اور نہ ہی چولوں سے وراثت میں ملنے والی عظیم روایت کو برقرار رکھنے کی کوئی موثر کوشش کی گئی۔

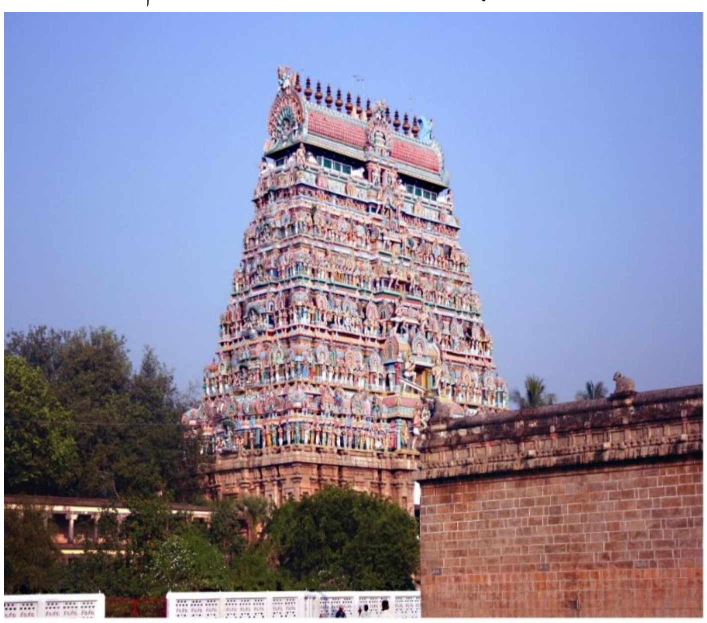

گوپورم (داخلی دروازہ)، نٹراج مندر، چدمبرم (وکیپیڈیا)

مندر کے تعمیری انداز میں اب نئے رجحانات نظر آرہے تھے۔ اب تک فن تعمیر کے ماہروں نے اپنی ہنر مندی کو مندر میں، خاص طور پر ومان میں استعمال کیا تھا، لیکن پانڈیوں کے وقت میں یہ عمل رک گیا۔ بعد کی صناعی مندر کے معاون بیرونی حصوں پر مرکوز تھی۔ اب مندر چھوٹے ہوتے تھے لیکن ان کے احاطے کے چاروں طرف بہت سی دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں۔ یہ دیواریں تو عام طور سے بنی تھیں لیکن ان کے داخلی دروازے جنہیں گوپورم کہا جاتا تھا، عظیم الشان اور بھرپور صناعی سے آراستہ اور مزین تھے۔ پانڈیا فن تعمیر کی خصوصیت مندر کے بجائے گوپورم ہے۔

گوپورم ایک طرح کی مستطیل عمارت ہے جس کی چوٹی اوپر کی طرف چوڑائی میں آہستہ آہستہ گھٹتی جاتی ہے۔ چوٹی کی اونچائی 150 فٹ تک ہوتی ہے۔ داخلہ کا راستہ نیچے لمبائی کے درمیان ہوتا ہے۔ گوپورم کے نچلے دو حصے سیدھے اور ٹھوس پتھر سے بنے ہوتے ہیں اور وہ اوپری حصے کے لیے ٹھوس بنیاد تشکیل دیتے ہیں۔ اوپری حصہ اینٹوں اور پلاسٹر سے بنایا جاتا ہے۔ یہ اوپری حصہ اہرام نما ہے اور اس میں بہت سی

منزلیں ہیں۔اوپر کی ہر منزل اس کی نچلی منزل سے چھوٹی ہوتی ہے۔چوٹی کی چوڑائی بنیاد کی نصف ہوتی ہے۔سب سے اوپر کی منزل پر مخروطی چھت ہے جس کی دیواریں سہ رخی اور ڈھال والی ہیں۔اس طرح کی چھت کا ارتقا بدھ مت کے چیتیوں اور چیتیہ کے جھروکوں سے ہوا ہے۔ تیروملائی مندر، چدمبرم مندر اور کمبکونم مندر اس زمرے کی کچھ مشہور تخلیقات ہیں۔

## 18.3 فن مصوری (Paintings)

مصوری کے فن کو شاہی سرپرستی حاصل رہی۔ بادامی میں تیسرے غار کی چھتوں پر رانی اور ان کے ملازمین اور متعلقین کی تصاویر اتاری گئی ہیں۔پلووں کے مندروں میں پاروتی دیوی کو شوتانڈو (شو کا تباہ کن رقص) دیکھتے ہوئے بتایا گیا ہے۔اس قسم کی منظر کشی اناملائی کے تالا گریشور مندر میں کی گئی ہے۔کانچی کے کیلاش ناتھ مندر میں سوم،اسکند اور ایک شہزادے کی تصویر متاثر کن ہے۔نویں صدی عیسوی کے سیتانوسل کے غار کے مندر کی چھتوں کے اوپر کی تصاویروں میں ایک شہزادے اور ایک شہزادی، دو ناچنے والیوں اور ایک کمل، مچھلیوں بطخوں سے بھرے ہوئے تالاب کو دکھایا گیا ہے۔یہ منظر انتہائی خوشگوار ہے،اور مصوری پر کمال حاصل ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔مندر کی

برہما، وشنو اور شو کی تصویر، برہدیشور مندر: چولا عہد(istock,timesofindia.com)

آرائش وزیبائش نہایت سادہ نوعیت کی ہے۔تنجاور کے برہدیشور مندر سے چولا دور کی مصوری کا پتہ چلتا ہے۔عبادت گاہ کے اطراف چلنے کے لیے بنائے گئے راستے سے دیواروں اور راستے سے دیواروں اور چھتوں پر کی تصاویر کو دیکھا جاسکتا ہے۔شیو، یوگا دکشن مورتی، پرانتک، نٹراج اور ناچنے والوں کی تصاویر بنائی گئی ہیں۔راج راج اول اور چولا جنگجو سپاہیوں کی تصویریں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔نفیس خدوخال آرائش و زیبائش اور جذبات سے معمور ہیں۔ایلورا کے کیلاش ناتھ مندر کی دیواروں اور چھتوں کی تصویریں راشٹر کوٹ دور کے فن اور مصوری کے بہترین نمونے ہیں۔نٹراج، لنگود بھو، ودیادھر وغیرہ کی تصویریں رنگوں اور تفصیلات کے اعتبار سے بہت دلفریب ہیں اور یہ تصویریں فن سنگتراشی کا خوبصورت نمونہ ہے۔ایلورا میں جین مت کے غار کی تصویریں دلکش اداؤں اور کھلی ہوئی آنکھوں کی عکاسی کرتی ہیں۔

## 18.4 دکن کا ادب (Deccani Litrature)

### 18.4.1 سنسکرت (Sanskrita)

جنوبی ہند اور دکن میں حکومت کرنے والے تمام حکمرانوں نے سنسکرت کی شاہی سرپرستی کی۔ مخصوص اغراض کے لیے برہمنوں کو اگرہاروں کے عطیہ دے کر ویدک علم اور اس کے مطالعہ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چولا راجا پرانتک اول کے دور میں وینکٹ مادھونے رگھو ورتا دیپک کتاب لکھی۔ نویں یا دسویں صدی عیسوی میں بھوس وامن نے بودھاین سوتر کی تفسیر لکھی۔ بھگوت پران کو جنوبی ہند میں دسویں صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا۔ بھاروی کی کیرت ارجنیا(Kiratarjuniya) کو ایک ادبی شاہکار سمجھا جاتا ہے جو کہ ساتویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ بھاروی مشرقی چالکیہ حکمراں وشنووردھن اور پلو حکمراں سمہاوشنو کے دربار سے وابستہ رہا۔ ساتویں صدی عیسوی کی چالوکیہ شہزادی وجیابھٹارکا کو ایک عظیم شاعرہ سمجھا جاتا ہے۔ مہندرورمن کی مت ولاساپرہسنم اور شاید بھگودار چکااس دور کی فرقہ وارانہ رقابت پر ایک طنز ہے۔ پلونرسنگھ ورمن کے درباری شاعر دنڈن نے فصاحت اور بلاغت کے موضوع پر کاویہ درشا کی تصنیف کی۔ یہ رسالہ ادبی تنقید نگاری کا ایک شہ پارہ ہے۔ اس کی دوسری تصنیف دش کمارچرتر ہے۔ یہ ایک نثری شاہکار ہے، جو اس عہد کے واقعات اور زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ کل شیکھر کی مکند مالا نویں صدی عیسوی کی ایک مذہبی تصنیف ہے۔ راشٹر کوٹ حکمراں اندر سوم کے ہم عصر تری وکرم بھٹ نے سنسکرت میں ایک ہی تحریر میں نثر اور نظم دونوں کا استعمال کیا۔ ایک جین شاعر سوم دیو سوری(950) نے یشس تلکا، اور نیتی واکیم رتا لکھی۔ نیتی واکیم رتا میں نثر اور نظم دونوں کو ساتھ ساتھ استعمال کیا گیا۔ فلسفیانہ ادب کے میدان میں کمارل بھٹ اور شنکر ممتاز ادیب تھے۔ کمارل نے شلوک ورتیکا، تانترا ورتیکہ اور تپتیکہ تحریر کی۔ یہ تحریریں دراصل جیمنی کی میمانساشاستر اور مہرورمن کے بھاشیہ کی تفسیریں ہیں۔ نظریہ ادویت واد کے خالق شنکر نے برہماسوتروں، اپنشدوں اور بھگوت گیتا پر تفسیریں لکھیں۔ ان تصنیفات کے علاوہ بھی متعدد برہمن مفسرین اور دانشوروں نے مختلف راجاؤں کی سرپرستی میں سنسکرت ادب کے نشوونما میں حصہ لیا۔

### 18.4.2 تمل (Tamil)

ساتویں صدی عیسوی تک مہابھارت اور رامائن جیسے رزمیوں کا ترجمہ تمل میں کرلیا گیا تھا۔ شیومت کی بھکتی تحریک کے زیر اثر بہت سے سنت اور شاعر ساتویں اور آٹھویں صدی کے درمیان موجود رہے۔ ترونوکاراسو پہلا عظیم سنت شاعر تھا۔ نمبی اندرامبی اور ترومندرم کے مصنف تروملار، سندر، اپراسمبھدرا اور مانیکاوسیکر ممتاز سنت شاعر تھے۔ سمبھدرا کے بھجن اعلی ادبی معیار کے خیال کیے جاتے تھے۔ ترو ملار کی ترومندرم جو شیومت کے اسرار ورموز پر ایک اعلی تصنیف ہے، تقریباً تیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ مانیکاواسگر کی تروواز گم بھکتی ادب کی ایک مایہ ناز ادبی شاہکار ہے۔ وشنومت کے الواروں نے بھی بھکتی کے بھجنوں کو مرتب کیا۔ یہ مکمل 4ہزار بھجنوں پر مشتمل ہے۔ اسے نلاہرا دیویہ پربندھم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پویا گی پے، تروو ے ملی سائی اور اندال آلوار شاعر تھے۔ کل شیکھر کی ترو ملی، ترو ملوور کی تروو ے مولی اہم تصانیف ہیں، بطور خاص تروو ے ملی کو وشنومت کے مذہبی احکامات میں اعلی درجہ کا مقام حاصل ہے۔ ناتھ منی نے تمام مذہبی احکامات کو یکجا کیا، جو تقریباً چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ترو ملوور کو ایک عظیم شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں جین

مت کے ایک راہب ترونکادیو نے جیوک چنتامنی لکھی۔ یہ ایک انتہائی دلکش وخوبصورت نظم ہے اسی کے انداز میں مگر بعد میں کمبن نے رامائن تصنیف کی گیارہویں صدی عیسوی کے دوران نمبی اندار نے شیومت کے احکام دوبارہ مرتب کیے۔

### 18.4.3 کنڑ (Kannada)

اس دور میں بادامی کے چالوکیوں کی سرپرستی میں کنڑزبان کو فروغ حاصل ہوا۔ نروپتنگا کی 850 عیسوی کی تصنیف کوی راج مارگ فصاحت وبلاغت پر ایک عظیم تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ پمپا نے آدی پران اور وکرم ارجنا وجے 941 عیسوی کے قریب لکھی۔ آدی پران جین تیر تھنکروں کی سوانح عمری ہے۔ دوسری تصنیف وکرم ارجناوجے مہا، بھارت کے واقعے پر مبنی ہے۔ پنا نے شانتی پران لکھی۔ رنا کی تصنیف اجیت پران دوسرے جین تیر تھنکر کے بارے میں میں لکھی گئی۔ یہ تصنیف نظم اور نثر کا حسین امتزاج ہے۔ اسے ادب میں چمپو کی صنف سے موسوم کیا جاتا ہے۔

### 18.4.4 تلگو (Telugu)

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی سے تلگوزبان کا آغاز ہوا۔ چالوکیوں کے ریکارڈ میں تلگو نثر اور نظم کے نمونے موجود ہیں۔ ابتدائی ادبی تصنیف ننیا کی مہابھارت ہے، جسے محفوظ رکھا گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ بہت سا تلگو ادب تلف کر دیا گیا کیوں کہ اسے زیادہ تر جین مت کے ماننے والوں نے لکھا تھا۔

---

## 18.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

---

اس اکائی مطالعے کے بعد

- آپ نے جزیرہ نمائے ہند میں مختلف فنون اور فن تعمیر کے ارتقا کے بارے میں جانا۔
- جنوبی ہندوستان میں راشٹر کوٹ، پلو، چولا، چالوکیہ اور پانڈیہ عہد حکومت کے دوران مختلف خوبصورت مندروں اور گوپورم کی تعمیر ہوئی۔
- چٹانی فن تعمیر میں بھی پہلے سے کافی عمدگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایک چٹان کو کاٹ کر بنائے گئے ایلورا کے کیلاش مندر کی صناعی دیکھ کر اس دور کے معماروں کی ہنرمندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں رتھ مندر، منڈپ مندر اور گوپورم میں بھی نفیس قسم کی معماری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔
- فن تعمیر کے ساتھ ساتھ فن مصوری میں بھی بہترین نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اجنتا، ایلورا، ایلی فنٹا، بر ہدیشور مندر اور دوسرے مندروں میں پرانک کہانیوں سے متعلق کرداروں کی بہترین تصویر سازی کی گئی ہے۔
- ادب کے میدان میں بھی ترقی دیکھنے کو ملتی ہے۔ سنسکرت، تمل، تلگو اور کنڑزبانوں میں وسیع تعداد میں مواد کی تخلیق ہوئی۔ شاہی سرپرستی کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا۔

## 18.6 فرہنگ (Glossary)

| | | |
|---|---|---|
| بودھ وہار | : | بدھ مذہب کی رہائشی عبادت گاہ |
| منڈپ | : | مندر کا بیرونی ہال، جہاں رقص یا اجتماعی عبادت کی جاتی ہے۔ |
| انترال | : | منڈپ اور مندر کے اندرونی حصہ کا درمیانی گلیارہ۔ |
| گربھ گرہ | : | مندر کا اندرونی خاص حصہ، جس کے اوپر ومان ہوتا ہے۔ |
| گوپورم | : | مندر کا آرائشی ڈاخلی دروازہ |
| ومان | : | گربھ گرہ کے اوپر بنا ہوا لمبا سا مخروطی یا عمودی مینار |
| شکھر | : | ومان کی اوپری چوٹی۔ |
| Niches | : | طاق یا محراب |

## 18.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

### 18.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ایلورا کا مشہور کیلاش مندر، جو ایک ہی چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے، کس خاندان کے راجا نے بنوایا تھا؟

(الف) پلوّ (ب) چالوکیہ (ج) راشٹر کوٹ (د) چولا

2. مہابلی پورم (مامل پورم) کے مشہور 'رتھ مندر' کس پلوّ طرزِ تعمیر کی نمائندگی کرتے ہیں؟

(الف) مہندرور من طرز (ب) مامل طرز (ج) راج سنگھ طرز (د) نندی ور من طرز

3. تنجاور کا عظیم برہدیشور مندر کس چولا حکمران نے تعمیر کروایا تھا؟

(الف) وجیالیہ (ب) راج راج اول (ج) راجیندر چولا (د) راجادھراج

4. جنوبی ہند کے کس خاندان کے دور میں مندروں کے مرکزی ومان (شکھر) کے بجائے بلند و بالا اور آرائشی داخلی دروازوں (گوپورم) کی تعمیر پر زیادہ زور دیا گیا؟

(الف) پلوّ (ب) چولا (ج) پانڈیہ (د) چالوکیہ

5. کنڑ زبان کے مشہور شاعر 'پمپا' نے کون سی دو اہم تصانیف لکھیں؟

(الف) کاویہ درشکا اور دش کمار چرتر (ب) آدی پران اور وکرم ارجنا وجے

(ج) شانتی پران اور اجیت پران (د) کیرت ارجنیا اور مت ولا سا پرہسنم

### 18.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. پلو فن تعمیر کے بارے میں مختصراً بتائیے۔
2. چولا عہد کے فن تعمیر پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
3. گنگئی کونڈ چولا پورم مندر پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔

### 18.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جنوبی ہند میں فن تعمیر کے ارتقا پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
2. مندر کے فن تعمیر کی مختلف خصوصیات کے بارے میں بتائیے۔

تجویز کردہ اکتسابی مواد

## Suggested Learning Resources

### English Books


1. Agrawal, Ashvini, *Rise and Fall of the Imperial Guptas*, Motilal Banarsidas, Delhi, 1989.
2. Agrawala, Vasudeva Sharana, *The Deeds of Harsha: Being a Cultural Study of Bāṇa's Harshacharita*, Prithivi Prakashan, 1969.
3. Aiyangar, S. K. & Nilakanta Sastri, K. A., *The Pallavas*, in *A Comprehensive History of India, Volume III, Part 1: A.D. 300–985*, Indian History Congress/People's Publishing House, New Delhi, 1960.
4. Anuradha, V., *Development of Temple Architecture of South India: Southern Karnataka*, 2019.
5. Barua, B. M., *Asoka and His Inscriptions*, Calcutta, 1946.
6. Basham, A. L., *The Wonder That was India*, Rupa & Co, New Delhi, 1998.
7. Brown, Percy, *Indian Architecture: Buddhist and Hindu Periods*, D.B. Taraporevala Sons & Co, Bombay, 2003.
8. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2013.
9. Chattopadhyay, Bhaskar, *The Age of the Kushanas – A Numismatic Study*, Punthi Pustak, Calcutta, 1967.
10. Devahuti, D., *Harsha: A Political Study*, Oxford, 1970.
11. Dikshitar, V. R. Ramachandra, *The Mauryan Polity*, Motilal Banarsidass, Delhi, 1993.
12. Ganguly, Dilip Kumar, *The Imperial Guptas and Their Times*, Abhinav Publications, 1987.
13. Gajrani, S. & Ram, S., *Chandragupta Maurya*, Commonwealth Publishers, New Delhi, 2011.
14. Goyal, Shankar, *Problems of Ancient Indian History: New Perspectives and Perceptions*, Book Enclave, 2001.
15. Grainger, John D., *Seleukos Nikator (Routledge Revivals): Constructing a Hellenistic Kingdom*, Taylor & Francis, 2014.
16. Habib, Irfan & Jha, Vivekanand, *Mauryan India*, People's History of India, Vol. 5, Tulika Books, New Delhi, 2015.
17. Hermann Kulke & Dietmar Rothermund, *A History of India*, Routledge, London, 2004.
18. Jha, D. N., *Ancient India in Historical Outline*, Manohar, Delhi, 2002.
19. Jha, D. N., *Early India: A Concise History*, Manohar, New Delhi, 2004.
20. Kanisetti, Anirudh, *Lords of the Deccan: Southern India from the Chalukyas to the Cholas*, 2022.
21. Keay, John, *India: A History*, Atlantic Monthly Press, 2000.
22. Kosambi, D. D., *Ancient India: A History of Its Culture and Civilization*, World Publishing Co., New York, 1969.
23. Kosmin, Paul J., *The Land of the Elephant Kings: Space, Territory, and Ideology in the Seleucid Empire*, Harvard University Press, 2014.
24. Lahiri, Nayanjot, *Ashoka in Ancient India*, Harvard University Press, 2015.
25. Majumdar, R. C., *Ancient India*, Motilal Banarsidass, 2003.
26. Majumdar, R. C., *A Comprehensive History of India, Vol. III, Part I: A.D. 300–985*, People's Publishing House, 1981.
27. Majumdar, R. C., *The Age of Imperial Unity*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1951.
28. Mangalamurugesan, N. K., *Sangam Age*, Thendral Pathippakam, Madras, 1982.
29. Minakshi, Cadambi, *Administration and Social Life Under the Pallavas*, University of Madras, Madras, 1938.

30. Mookerji, Radha K., *Chandragupta Maurya and His Times*, Motilal Banarsidass, Delhi, 1999.
31. Nilakanta Sastri, K. A., *A Comprehensive History of India: Vol. II*, People's Publishing House, New Delhi, 1987.
32. Nilakanta Sastri, K. A., *The Illustrated History of South India: From Prehistoric Times to the Fall of Vijayanagar*, 2012.
33. Price, Pamela, *Early Medieval India*, University of Oslo, 2007.
34. Prasad, Durga, *History of the Andhras up to 1565 A.D.*, P.G. Publishers, Guntur, 1988.
35. Puri, B. N., *India Under the Kushanas*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1965.
36. Rao, G. V. S. & Rao, N. L., *The Cholas*, Government Press, Madras, 1952.
37. Raychaudhuri, H. C., *India in the Age of the Nandas*, in K. A. Nilakanta Sastri (ed.), *Age of the Nandas and Mauryas*, Motilal Banarsidass, Delhi, 1988.
38. Raychaudhuri, H. C. & Mukherjee, B. N., *Political History of Ancient India: From the Accession of Parikshit to the Extinction of the Gupta Dynasty*, Oxford University Press, 1996.
39. Samuel, Geoffrey, *The Origins of Yoga and Tantra: Indic Religions to the Thirteenth Century*, Cambridge University Press, 2010.
40. Sen, S. N., *Ancient Indian History and Civilization*, New Age International, 1999.
41. Seth, Mira, *Indian Painting: The Great Mural Tradition*, Mapin Publications, Ahmedabad, 2006.
42. Sharma, R. S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2019.
43. Shastri, Ajay Mitra, *The Age of the Satavahanas*, Vol. I & II, Aryan Books International, 1999.
44. Singh, Upinder, *A History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century AD*, Pearson Education, Noida, 2009.
45. Singh, Upinder, *Political Violence in Ancient India*, Harvard University Press, 2017.
46. Sircar, D. C., *Genealogy and Chronology of the Pallavas*, in *The Classical Age*, Bharatiya Vidya Bhavan, 1970.
47. Sreekumar, P. K., *Society and Economy Under the Chalukyas of Vatapi, c. AD 500–800*, Dravidian University, Kuppam, 2009.
48. Thapar, Romila, *Asoka and the Decline of the Mauryas*, Oxford University Press, New Delhi, 2015.
49. Thapar, Romila, *The Penguin History of Early India: From the Origins to 1300 AD*, Penguin Books, New Delhi, 2015.
50. Thapar, Romila, *The Past Before Us*, Harvard University Press, 2013.


**اردو کتب**


1. باشم، اے۔ ایل۔، ہندوستان کا شاندار ماضی، مترجم ایس غلام سمنانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1998.
2. کوشامبی، ڈی۔ ڈی۔، قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، مترجم بال مکند ملسیانی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1999.
3. مجیب، محمد، تاریخ تمدن ہند، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 2000.
4. شاستری، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ، جنوبی ہند کی تاریخ، مترجم آر۔ کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 2001.
5. شاستری، کے۔ اے۔ نیلکنٹھ، چول راجگان، مترجم آر۔ کے۔ بھٹنا گر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 2002.
6. جھا، ڈی۔ این۔، قدیم ہندوستان: ایک تعارفی خاکہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 2005.

نمونہ پرچہ امتحان

**مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی**

**بی۔اے۔(آنرس) تاریخ، دوسرا سمسٹر**

**تاریخ ہندوستان: تیسری صدی قبل عام دور سے آٹھویں صدی عام دور کے وسط تک**

DSC II, History of India: 3rd Century BCE to Mid-8th Century CE

Paper Code: BNHS201DCT

وقت: تین گھنٹے Time: 3 hours — Marks 70: نشانات

**ہدایات:**

یہ پرچہ تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول کے تمام سوالات لازمی ہیں۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (10 x 1=10 Marks)
2. حصہ دوم میں 08 سوالات ہیں۔ طالب علم کو کوئی 05 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 06 نمبرات مختص ہیں۔ (5x6=30 Marks)
3. حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں۔ طالب علم کو کوئی 03 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (3x10=30 Marks)

---

حصہ اول

سوال: 1

i۔ موریہ سلطنت کے بارے میں معلومات کا سب سے اہم ادبی ماخذ کون سا سمجھا جاتا ہے؟

(الف) میگاستھنیز کی انڈیکا (ب) کوٹلیہ کی ارتھ شاستر

(ج) اشوک کے کتبات (د) وشاکھ دت کا مدرار اکشس

ii۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک نے کون سی پالیسی اپنائی؟

(الف) دگ وجے (فوجی فتح) (ب) لوٹ مار کی پالیسی

(ج) دھمّ وجے (دھرم کے ذریعے فتح) (د) تجارتی توسیع

iii۔ موریہ انتظامیہ میں ضلع (جن پد) کے افسر اعلیٰ کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) پرادیشک (ب) راجک (ج) گرامنی (د) نگرادھیکش

iv۔ موریہ سلطنت کے زوال کا ایک بڑا سبب اشوک کی مذہبی پالیسی اور برہمنی ردِ عمل کو کس مورخ نے قرار دیا؟

(الف) رومیلا تھاپر (ب) ڈی ڈی کوسامبی (ج) ہرپرساد شاستری (د) ونسینٹ اسمتھ

v۔ شنگ خاندان کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟

(الف) اگنی متر (ب) پشیہ متر (ج) واسودیو (د) دھن دیو

vi۔ کشان حکمران کنشک کی پہلی راجدھانی کون سی تھی؟

(الف) متھرا (ب) پاٹلی پتر (ج) پُرُش پور (پشاور) (د) ٹکشلا

vii۔ کون سے حکمران اپنے ناموں کے ساتھ اپنی ماؤں کے نام (مادری نسبت) استعمال کرتے تھے، جیسے 'گوتمی پُتر'؟

(الف) گپت (ب) کشان (ج) ستواہن (د) چالوکیہ

viii۔ تمل زبان میں 'سنگم' کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(الف) جنگ (ب) شاعری (ج) اعلی اکادمی یا انجمن (د) مذہب

ix۔ کس گپت حکمران کی فتوحات کا ذکر الٰہ آباد ستون کے کتبے (پریاگ پرشستی) میں ملتا ہے؟

(الف) چندر گپت اول (ب) سمدر گپت (ج) چندر گپت دوم (د) اسکند گپت

x۔ ہرش وردھن کے درباری شاعر کا نام کیا تھا جس نے 'ہرش چرت' لکھی؟

(الف) کالی داس (ب) ہیون سانگ (ج) بان بھٹ (د) روی کیرتی

## حصہ دوم

2. موریہ عہد کی تاریخ جاننے کے ادبی اور غیر ادبی مآخذ کا مختصر تعارف پیش کیجیے۔
3. میگاستھنیز کے مطابق پاٹلی پتر کی میونسپل انتظامیہ (چھ کمیٹیوں) کا نظام کیا تھا؟ وضاحت کیجیے۔
4. ستواہن حکمرانوں کے انتظامی ڈھانچے (آہار، گرامک، اماتیہ) کا خاکہ پیش کیجیے۔
5. سنگم ادب (ایٹّوٹوکائی اور پتّوپٹّو) کا مختصر تعارف پیش کیجیے۔
6. کنشکِ اعظم کی بدھ مت کے لیے خدمات (خاص طور پر چوتھی بدھ مجلس) پر روشنی ڈالیں۔
7. سمدر گپت کی دکن (دکشنا پتھ) کی ریاستوں کے خلاف اپنائی گئی پالیسی پر نوٹ لکھیے۔
8. ہرش وردھن کے عہد کی تاریخ جاننے کے بنیادی مآخذ (بان بھٹ اور ہیون سانگ) کا تذکرہ کیجیے۔
9. موریہ سلطنت کے صوبائی اور مقامی نظم ونسق کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

## حصہ سوم

10. موریہ سلطنت کے زوال کے اسباب پر تاریخی مباحث کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔
11. مابعد موریہ دور (200 ق۔م تا 300 عیسوی) میں تجارت اور کاروبار کے فروغ کا تجزیہ کریں، خاص طور پر پیشہ ورانجمنوں (شرینی) اور تجارتی راستوں (بری وبحری) پر روشنی ڈالیے۔
12. موریہ سلطنت اور گپت سلطنت کے انتظامی ڈھانچے کا تقابلی جائزہ لیجیے۔ ان کی مرکزیت، افسر شاہی، اور مقامی حکومت میں مماثلت اور فرق واضح کیجیے۔
13. گپت عہد کے سماجی اور معاشی حالات کا تفصیلی تجزیہ کیجیے۔ کیا اس دور کو 'سنہری دور' کہنا جائز ہے؟ بحث کیجیے۔
14. سنگم ادب کی بنیاد پر قدیم جنوبی ہند (چولا، چیرا اور پانڈیہ ریاستوں) کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات پر ایک جامع مضمون تحریر کیجیے۔